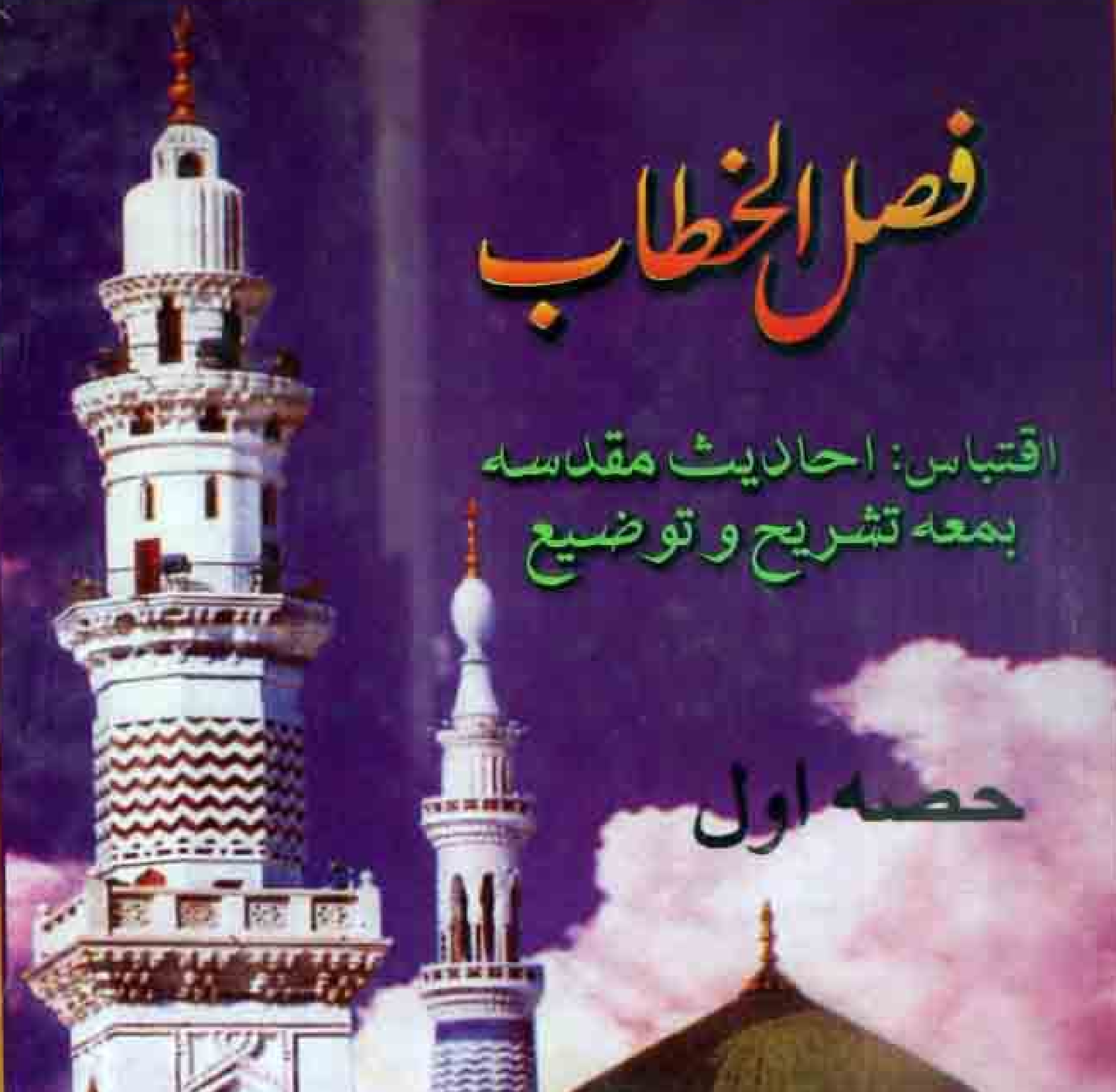
فصل الخطاب

اقتباس: احادیث مقدسہ
بمعہ تشریح و توضیع



حصہ اول

انتخاب: صاحبزادہ محمد مطلوب الرسول للہی
نقشبندی مجددی قادری للہی، للہ شریف، ضلع جہلم

بَلِّغُوا عَنِّي وَلَوْ آيَة

فصل الخطاب

(حصّہ اوّل)

انتخاب :- احادیث مقدسہ بمعہ تشریح وتوضیح

صاحبزادہ محمد مطلوبُ الرسول نقشبندی مجددی قادری للّہی
سجادہ نشین آستانہ عالیہ لِلّہ شریف (ضلع جہلم)

بہ سعی

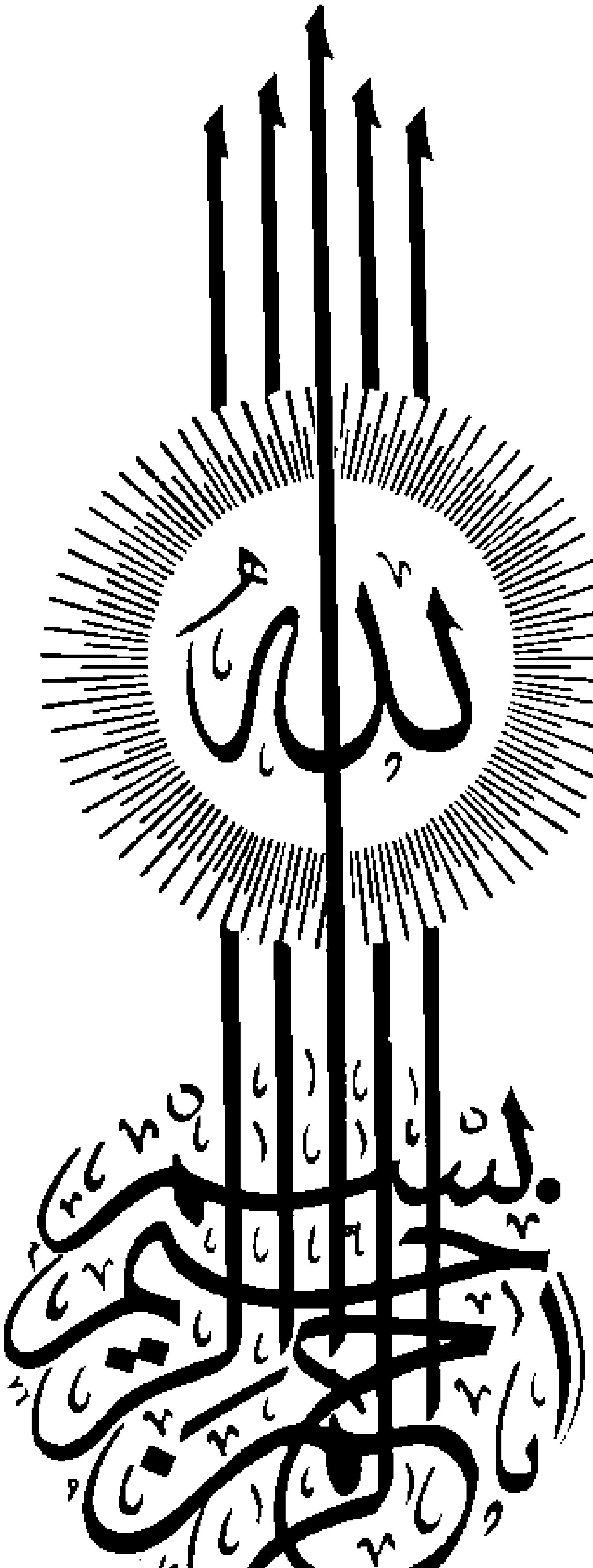
حافظ گلزار حسین نقشبندی لِلّہ شریف "جہلم"

نام کتاب	فصل الخطاب حصہ اول
مصنف	صاحبزادہ محمد مطلوب الرسول للّٰہی
موضوع	انتخاب احادیث مبارکہ
طباعت	محمود برادرز پرنٹنگ پریس راولپنڈی
کمپوزنگ بذریعہ کمپیوٹر	ملک عبدالقدوس آف راولپنڈی
پہلا ایڈیشن	۱۰۰۰ جنوری ۱۹۹۸
دوسرا اڈیشن	۵۰۰ اکتوبر ۲۰۰۱
طباعت ونگرانی	ملک عبدالقدوس آف راولپنڈی
ھدیہ	۱۲۵ روپے

ملنے کا پتہ

۱- دارالعلوم جامعہ مقبولیہ، مطلوبیہ، للہ شریف ضلع جہلم

۲- حافظ عبدالحلیم صاحب نقشبندی خطیب جامع مسجد حیات النبی ﷺ لائن پارک چکوال


الله
بسم الله الرحمن الرحيم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی حَبِیْبِکَ وَرَسُوْلِکَ
اطیب الطیبین اطہر الطاہرین وَعَلٰی آلِہٖ
واصحابہٖ اجمعین

بمُصطفیٰؐ بِرَساں خویش را کہ دین ہمہ اُوست
گر بہ اُو نہ رسیدی تمام بُولہبی است

(اقبالؒ)

۱۳	مال جمع کرنے کے صرف دو مقصد ہیں	43
۱۴	دنیا میں ابن آدم کا حق کیا ہے؟	44
۱۵	سرور کائنات کا چٹائی پر سونا اور جسم پر نشان لگ جانا	46
۱۶	سرور کائنات کو بطحا وادی سونے کی بنا دینے کی پیشکش	48
۱۷	قیامت کے دن بندے سے پانچ سوالات پوچھے جائیں گے	51
۱۸	دنیا سے بے رغبتی کیوجہ سے دل میں حکمت آ جاتی ہے	53
۱۹	دنیا دار گناہوں سے محفوظ نہیں رہ سکتا	55
۲۰	حضور انور نے فرمایا مجھے مال جمع کرنے کی وحی نہیں کی گئی	56
۲۱	جب بندے کے مال میں بے برکتی دی جاتی ہے تو وہ مال پانی اور مٹی میں لگا دیتا ہے	58
۲۲	دنیا کا مال کس کا ہے اور جمع کون کرتا ہے	60
۲۳	حضور انور کا امت پر خوف ، نفسانی خواہش اور لمبی امیدیں	61
۲۴	دو فرشتوں کی منادی جو انسان اور جن کے علاوہ تمام مخلوق سنتی ہے	64
۲۵	میت جب قبر میں جاتا ہے تو فرشتے اور انسان کیا کہتے ہیں	66
۲۶	انسان میں چار خوبیاں ہوں تو کوئی حرج نہیں	67
۲۷	حضرت معاذ ابن جبل کو حضور کی وصیت	69
۲۸	سینہ میں نور کے داخلہ کی نشانی	72
۲۹	جب کوئی بندہ کم بولتا ہے تو اس سے قرب حاصل کرو	74
۳۰	بہت سے پریشان حال لوگ اللہ پر قسم کھالیں تو وہ پوری کردے	76
۳۱	حضور فرماتے ہیں کہ تم کو ضعفاء کی وجہ سے ہی روزی ملتی ہے	78

۳۲	جنت میں زیادہ تر فقراء اور جہنم میں زیادہ تر عورتیں ہوں گی	80
۳۳	حضرت عمرؓ کا نبی کریمؐ سے سوال اور حضورؐ کا جواب	83
۳۴	انسان کو ہمیشہ اپنے سے کم تر کو دیکھنا چاہیے	86
۳۵	حضورؐ نے فرمایا مجھے کمزوروں میں تلاش کرو	88
۳۶	نبی کریمؐ اور فقراء مہاجرین کے توسل سے فتح مانگتے تھے	91
۳۷	دنیا مومن کا قید خانہ ہے	93
۳۸	حضرت بلالؓ اور حضورؐ کے تیس دن ایسے گزرے کہ کھانا نہ کھایا	94
۳۹	جس میں دو عادتیں ہوں وہ صابر اور شاکر ہے	97
۴۰	حضرت ابوذرؓ کو کن سات چیزوں کا اپنے محبوب سے حکم ملا	100
۴۱	حضرت معاذؓ کو عیش پسندی سے منع کیا گیا	103
۴۲	جو اللہ کے تھوڑے رزق پر راضی ہو اللہ اس کے تھوڑے عمل پر راضی ہوتا ہے	105
۴۳	مفلس اگر اپنے افلاس کو چھپائے تو اللہ حلال روزی دیتا ہے	106
۴۴	انسان بوڑھا ہو جاتا ہے جبکہ اس کی دو چیزیں جوان ہو جاتی ہیں	107
۴۵	بوڑھے کا دل دو چیزوں سے جوان رہتا ہے	109
۴۶	اللہ تعالیٰ بوڑھے بندے کو معزور رکھتا ہے	109
۴۷	انسان مال کا سخت حریص ہے	111
۴۸	حضورؐ نے فرمایا میری امت کی عمر ساٹھ ستر سال کے درمیان ہے	113
۴۹	وہ آدمی اچھا ہے جس کی عمر بھی لمبی ہو اور عمل بھی اچھے	115
۵۰	زیادہ عبادت والا شہادت یا شہید کا درجہ پالیتا ہے	116
۵۱	حضورؐ کا تین باتوں پر قسم کھانا	118

۵۲	موت سے پہلے نیک اعمال کی توفیق	121
۵۳	ساٹھ سال کی عمر والے کو بلاوا	123
۵۴	دو شہیدوں سے زیادہ بستر پر مرنے والے کی فضیلت	124
۵۵	قیامت کو لمبی عمر والے بھی عبادت کو تھوڑی سمجھیں گے	127
۵۶	دنیا ذلیل ہے ایک عجیب مثال	129
۵۷	مسلمان پر تعجب ہے ہر معاملہ میں	130
۵۸	اللہ پر توکل کا عجیب فرمان	132
۵۹	زہد و تقویٰ کا عجب مفہوم	133
۶۰	ابن آدم کی سعادت اور شقاوت کیا ہے	136
۶۱	لوگ اگر جان لیں تو یہ ایک آیت ہی کافی ہو	137
۶۲	ایک بھائی کی دوسرے بھائی پر شکائت	139
۶۳	نبوت کا حوصلہ اور دل و جگر	141
۶۴	ریاکاری کا عمل	143
۶۵	مومن کے اچھے کام پر لوگوں کی تعریف کرنا	144
۶۶	نیکی کا دارومدار نیت پر ہے	145
۶۷	انسان کے لئے شر کیا ہے	147
۶۸	تھوڑی سی ریاکاری بھی شرک ہے	149
۶۹	عبادت کرتے ہوئے اگر کوئی دیکھ لے تو کیا حکم ہے	153
۷۰	ریاکاری کا ہر کام شرک ہے	155
۷۱	خفیہ شرک کیا ہے	156
۷۲	عمل خالص کی عجیب مثال	158

۷۳	جنتی لوگ کون ہیں	160
۷۴	غرور و تکبّر کی عجیب وضاحت	162
۷۵	کون سے تین آدمیوں پر اللہ کا غصّہ	164
۷۶	تواضع کی تعریف	166
۷۷	بلاکت اور نجات کا وضاحتی بیان	168
۷۸	مفلس اور کنگال کون ہے	170
۷۹	قیامت میں بدترین درجے والا کون ہوگا	173
۸۰	مظلوم کی بددعا کی مقبولیت	174
۸۱	خوش اخلاقی کا درجہ	175
۸۲	جھوٹی باتوں کی وضاحت ۔ جھوٹ کیا ہے کیا نہیں	176
۸۳	محض اللہ کے لئے آپس میں محبت کرنے والوں کا درجہ	179
۸۴	ایک شخص کا سوال کہ قیامت کب آئے گی	181
۸۵	بعض بندوں پر انبیاء اور شہداء کا رشک کرنا	184
۸۶	اللہ کو کون سا عمل زیادہ پسند ہے	187
۸۷	بندے کے ساتھ ستر ہزار فرشتے کب جاتے ہیں	189
۸۸	دو لڑکیوں کی کفالت کا درجہ	192
۸۹	یتیم کی کفالت کرنے والا حضورؐ کے ساتھ ہوگا	194
۹۰	تین جنتی اور پانچ دوزخی	195
۹۱	اللہ کی قسم وہ مومن نہیں ہے	198
۹۲	جبرائیلؑ کی پڑوسی کے بارے میں وضاحت	200
۹۳	بوڑھے مسلمان اور حامل قرآن کا احترام	201

۹۴	مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے	203
۹۵	اندھے کے لئے خوشخبری، یتیم کی کفالت کرنے والا جنتی اور حضورؐ کا مختار ہونا	205
۹۶	کسی کی غیبت کا دفاع کرنا کیسا عمل ہے	208
۹۷	بہترین ساتھی کون ہے	209
۹۸	نیکی اور برائی میں تمیز کیسے ہو	211
۹۹	حضورؐ انور کے وضو کا غسالہ (بچا کھچا) صحابہ کا اپنے اوپر ملنا	212
۱۰۰	دو عورتیں ایک جنتی دوسری جہنمی	215
۱۰۱	حضورؐ کا اچھے اور برے کی خبر دینا	218
۱۰۲	بہترین صدقہ کیا ہے	220
۱۰۳	ماں سے حسنِ سلوک	221
۱۰۴	والدین کی خدمت سے جنت کا حصول	224
۱۰۵	اپنے انساب کو یاد رکھنا اور رشتے جوڑنا	226
۱۰۶	صلہ رحمی کرنے والا کون ہے	228
۱۰۷	قرابت داروں کی بے رخی پر ان سے تعلق جوڑنا	229
۱۰۸	اگر ماں نہ ہو تو خالہ اس کی قائم مقام ہے	232
۱۰۹	والدین کی موت کے بعد ان کا حق	234
۱۱۰	والدین کے نافرمان کے لئے عجب عمل ان کی وفات کے بعد	237
۱۱۱	حج مقبول کا ثواب کیسے حاصل ہو	238
۱۱۲	فرمان رسولؐ کہ میں اللہ کا بندہ اور رسول ہوں	240
۱۱۳	جو کسی کو کافر کہے اور وہ نہ ہو تو کفر اسی پر لوٹ آتا ہے	242

۱۱۴	نسب کسی کی فضیلت یا گالی کا سبب نہیں	243
۱۱۵	ایک صحابی سے حضورؐ کا خوش طبعی فرمانا	245
۱۱۶	حضرت عائشہؓ کا حضورؐ کی آواز پر آواز بلند کرنا	250
۱۱۷	منہ پر تعریف کرنے کی مذمت	253
۱۱۸	غیبت اور بہتان میں فرق	254
۱۱۹	خفیہ گناہ کو شہرت دینا کیسا ہے	257
۱۲۰	اس دنیا میں جنتی ہونے کا فیصلہ نہیں ہو سکتا	258
۱۲۱	اللہ کی رحمت میں صرف اپنے کو شریک کرنا ناپسندیدہ ہے	260
۱۲۲	برے آدمی کے ساتھ حضورؐ کا خندہ پیشانی سے پیش آنا	262
۱۲۳	اللہ کے بہترین اور بدترین بندے کون ہیں	265
۱۲۴	غیبت کا کفارہ	268
۱۲۵	ایک صحابی کا حضورؐ سے قصاص طلب کرنا	270
۱۲۶	جو شر کے زمانہ میں خلوت نشین ہو گا وہ پچاس صحابہ کے عمل کے برابر ثواب لے گا	272
۱۲۷	صحابہ کرامؓ کا حضورؐ کے ہاتھ پاؤں کو بوسہ دینا	275
۱۲۸	نماز فجر کے بعد اپنے مصلے سے دیر سے اٹھنا کیسا عمل ہے	277
۱۲۹	جبرائیل کی مدد حضرت حسان کے ساتھ	279
۱۳۰	اپنے انجام کی خبر کسے ہے اس کی تشریح	281
۱۳۱	بلی کی وجہ سے عورت عذاب میں مبتلا ہو گئی	283
۱۳۲	بندہ جس عقیدہ یا عمل پر مرے گا اسی پر حشر ہو گا	286
۱۳۳	فرمان نبویؐ کہ میں وہ کچھ دیکھتا سنتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے سنتے	288

۱۳۴	تقوی انسان کو عمل پر ابھارتا ہے	291
۱۳۵	حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ بوڑھے ہو گئے	294
۱۳۶	کون سے تین قسم کے لوگ سایہ عرش میں رہینگے	295
۱۳۷	جنت میں چار چیزیں جنت سے بہتر ہیں	296
۱۳۸	حضورؐ اور صحابہ کی کانفرنس جس میں جبرائیل اور اللہ بھی شریک ہوئے	297
۱۳۹	قیامت میں سات لوگوں کو عرش کا سایہ ملے گا	300
۱۴۰	جبرائیل کی وصیتیں	301
۱۴۱	شیطان کے دوست اور دشمن خود شیطان کی زبانی	303
۱۴۲	حضورؐ کا خطبہ میں قیامت تک ہر چیز کا پتہ دینا	305
۱۴۳	آخر زمانہ میں فتنہ کا ظہور	308
۱۴۴	فتنہ کی نشانی آخر زمانہ میں قتل عام	310
۱۴	جس نے مجھے دیکھا اس نے اللہ کو دیکھا حضورؐ کا فرمان	312
۱۴	جس نے مجھے خواب میں دیکھا گویا اس نے بیداری میں دیکھا	314
۱۴	ایک گناہ گار کا جنازہ سرکارؐ نے پڑھایا اور جنت کی خوشخبری دی	316
۱۴	نجات ، ہلاکت اور درجات و کفارات کا بیان	321
۱۴	پانچ چیزوں کی توفیق ہو تو پانچ دوسری بھی مل جاتی ہیں	323
۱۵	اگر غیب کے دعوی کی فکر نہ ہوتی تو پانچ کو جنت کی بشارت دے دیتا	324
۱۵	عرض حال	326

حرفِ آغاز

نَحمدہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم

کوہستانِ نمک جہاں اس خطہ اراضی کے باسیوں کو بے پناہ معدنی دولت سے نواز رہا ہے اور پانی جیسی نعمتِ عظمٰی کے بے شمار چشمے ان کی پیاس بجھا رہے ہیں۔ اس کے دامن میں دریائے جہلم کے شمالی کنارے پر واقع ضلع جہلم کا دُور افتادہ قصبہ بِلّہ شریف (تحصیل پنڈ دادن خان) میں نسبت نقشبندی سے مشرف ایک علمی و روحانی خانوادہ جسے چشمۂ علم و تصوّف کہنا بے جا نہ ہوگا۔ مدت سے تشنگانِ علم و تصوّف کی پیاس بُجھا رہا ہے اور روحانیت کی ترویج اور مسلمانانِ خطہ کی فکری و علمی تربیت میں مصروف ہے۔ اپنی آبائی روایات کے تتبع میں تواضع و خود داری' عزم و استقامت کے ساتھ خدمتِ دینِ متین اور خدمتِ خلق میں مشغول ہے۔ اس معروف علمی خانوادے میں تحقیقی و فکری شخصیات کی موجودگی جنہوں نے ملی علوم میں فضیلت اور روحانی اعتبار سے جس رفعت کو چھُوا' وہ اس کے مقام کو ممیز و ممتاز کرتی ہے۔ اس خاندان سے تعلق رکھنے والے مردِ حق آگاہ اعلیٰ حضرت خواجہ غلام نبی لِلّٰہی قدس سرہٗ کا مزار آج بھی مرجعِ خلائق بنا ہوا ہے۔

اس خاندان کے چشم و چراغ صاحبِ سجادہ شیخ المشائخ حضرت صاحبزادہ الحاج حافظ محمد مطلوب الرسول صاحب مدظلہ العالی۔ تحریر کے ذریعے بھی اسلام اور قرآنی تعلیمات اشاعت و تبلیغ اور تصوف و علم کے انوار سے لوگوں کے قلوب منور کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ کفرو الحاد نے ابتدا ہی سے اسلامی تعلیمات کا پوری قوت سے مقابلہ کیا' لیکن تمام تر کوشش کے باوجود وہ اپنے مذموم مقاصد حاصل کرنے میں کامیاب نہ ہوسکے۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ صوفیاء کا اندازِ فکر و عمل فوراً" اس کی مدد کو آجاتا تھا اور اس کو اتنی قوت اور توانائی بخش دیتا تھا کہ کوئی طاقت اس کا مقابلہ نہ کرسکتی تھی۔ صوفیاء کی تعلیم اور ان کی فکر عشقِ رسول ﷺ سے کس قدر لبریز ہے۔ کسی بھی اہلِ علم و تصوف سے مخفی نہیں۔

15 جولائی 1997ء کو موضع کھوکھر زیر میں زیارت و ملاقات شیخ المشائخ قبلہ حضرت حافظ محمد مطلوب الرسول صاحب سجادہ نشین آستانہ عالیہ لِلہ شریف کے لئے گیا۔ دورانِ ملاقات حضرت قبلہ صاحب نے فرمایا کہ میں انتخابِ احادیثؐ کی ایک کتاب مرتب کررہا ہوں جس میں احادیث کی تشریح و تفسیر لکھ رہا ہوں۔ اس کے ساتھ ہی مجھے زیارت بھی کرائی اور کچھ احادیث اور ان کی شرح دکھائیں۔ ساتھ ہی مجھ ناچیز کو حکم دیا کہ مذکورہ کتاب کی تقدیم و تعارف لکھو۔ یہ محترم قبلہ حضرت صاحب کی نظرِ توجہ ہی ہوسکتی ہے ورنہ

کہاں میں اور کہاں یہ مقام اللہ اللہ

میری کیا بساط کہ ان کی فکری' تحقیقی' علمی' اور فقہی نگارشات پر رائے

زنی کرسکوں۔ قبلہ حضور نے علمِ حدیث کے مختلف موضوعات پر سیر حاصل بحث کی ہے تاکہ قارئین کو حدیث پاک کی علیٰ وجہ البصیرت معرفت حاصل ہوسکے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ احادیث کی جو شرح و تفسیر بیان کی گئی ہے وہ ایک عالم کی علمی کاوش نہیں بلکہ ایک عارف کی قلبی واردات کا تذکرہ ہے۔ آپ کی تحریروں کے مطالعہ کے بعد اکثر اہل علم حضرات نے اعتدال پسندی' اثباتی اور مدلّل اندازِ تحریر کو پسند کیا۔ اور داد دی۔ میرے نزدیک یہ ایک انتہائی اہم کام ہے۔ اس مبارک اور جلیل القدر کام کے لئے یقیناً" قبلہ حضور جیسے عظیم المرتبت افراد ہی کام آسکتے ہیں۔ جن کے ظاہروباطن سے حضور ﷺ کی عقیدت و محبت کی معطّر اور مطہر خوشبو آئے اور جن کی ہستی ایک عالم کے لئے مشعلِ راہ ہو اور زندگی کے ہر طبقۂ فکر میں جن کے عقیدت وارادت مند اپنے فکروعمل کے ذریعے لوگوں کے قلوب واذہان میں احادیث نبوی ﷺ کے فہم و ادراک کی روشنی اتارنے کے لئے تیار ہوں۔ آپ کے وسیع حلقۂ ارادت کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ بات وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ آپ کی یہ بلند پایہ علمی و تحقیقی کاوش ایک روحانی انقلاب کا پیش خیمہ ثابت ہوگی۔

ربِّ کائنات سے میری دعا ہے کہ وہ نبی مکرّم ﷺ کے وسیلۂ جلیلہ سے اس کاوش کو شرفِ قبولیت بخشے (آمین)

حافظ عبدالحلیم نقشبندی

خطیب جامع مسجد حیات النبیؐ

لائن پارک چکوال

پیش لفظ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

پُرسوز و درد مند قلوب' ذکرِ حبیب کو وصلِ حبیب سے کم نہیں سمجھتے۔ یہی وجہ ہے کہ اہل اللہ کے نزدیک شروع ہی سے قرآن پاک اور حدیث شریف مرغوب ترین موضوعِ سخن رہے ہیں۔ دراصل عُشاق کے لئے اپنے محبوب کے ذکر سے بڑھ کر کوئی دوسری چیز پسندیدہ ہو ہی نہیں سکتی۔ مولانا چراغ حسن حسرت نے اسی لئے کہا تھا۔

آؤ حُسنِ یار کی باتیں کریں
زُلف کی رُخسار کی باتیں کریں

مولانا عبدالرحمٰن جامی نقشبندی قدس سرہُ العزیز جن کو نبی کریم ﷺ کے عاشقِ صادق ہونے کی سَنَد' تاریخی لحاظ سے' خود دربارِ رسالت سے ملی تھی ایک ہدیۂ عقیدت میں کہتے ہیں کہ دراصل خوش قسمت مقامات تو وہ ہیں جہاں اس مقدس ترین ہستی ﷺ کے مبارک ذکر کی گونج برقرار رہے۔

خوشا مسجد و منبر و خانقاہے
کہ دروے بود قیل و قال محمدؐ

برادر مکرم جناب صاجزادہ محمد مطلوب الرسول صاحب نے برس ہا برس سے حدیثِ پاک کی تدریس خود اپنے ذمہ لے رکھی ہے اور الحمد اللہ کہ متعدد طلباء علم کے اس چشمہ سے سیراب و فیض یاب ہو چکے ہیں۔ لیکن نہایت خوش آئند اور لائقِ تحسین امر یہ ہے کہ انہوں نے اس چشمہ فیض کو صرف درس و تدریس تک محدود رکھنے کا معمول ترک کر کے اس کا دائرہ وسیع تر کرنے کا پروگرام بنایا ہے چنانچہ انہوں نے عربی میں حدیثِ پاک کی ضخیم کتابوں سے براہ راست مستفیض ہونے کی سکت نہ رکھنے والے اصحاب کے لئے عصرِ حاضر کے تقاضوں کے عین مطابق کُتبِ احادیث میں سے بعض احادیث کا انتخاب کیا اور زیرِ نظر تالیف میں متن کے ساتھ ان کا سلیس ترجمہ درج کرنے کے علاوہ وضاحت طلب مقلات کی تشریح و توضیح بھی کر دی۔

اس مستحسن کلوش سے ایک طرف انہوں نے ایک فراموش شُدہ مگر بنیادی ضرورت کی طرف متوجہ ہو کر عامۃ المسلمین کی بیش بہا خدمت سرانجام دی تو دوسری طرف ذکرِ حبیب پاک ﷺ سے طمانیتِ قلب کا سلمان کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے مقام میں ارتقاع کی کامیاب سبیل بھی پیدا کی۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ مکتبِ عشق کا دستور عام دساتیر سے ماوراء اپنی الگ روایات کا حامل ہے۔ اس میں سبق یاد کرنے والے کے نصیب میں چھٹی کہاں؟ نتیجتاً" اس ذکر و افکار سے سوزِ عشق کا فزوں تر ہونا ایک فطری امر ہے اور پھر اس کی انتہا کسی کو بھی معلوم نہیں۔

"ارمغانِ حجاز" میں حضرت علامہ نے اپنے آپ کو حضور نبی کریم ﷺ کی خدمتِ اطہر میں پیش کیا اور نہایت درد آلود لہجہ میں عرض پرداز ہوئے کہ

"یا رسول اللہ ﷺ معلوم نہیں میرا دل کس کے رُخِ انور کی جلوہ افروزی کا قتیل ہے کہ اس کو کسی بھی پل چین نصیب نہیں۔ میں اس کو صحرا کی وسعتوں میں لے گیا تاکہ یہ تسکین پا سکے۔ مگر وہاں اسکی افسردگی میں اضافہ ہوگیا اور جب میں نے آبِ جو کی روانی سے اسے بہلانا چاہا تو یہ زاروقطار رو پڑا۔"

ندانم دل شہید جلوۂ کیست
نصیبِ اُو قرارِ یک نفس نیست
بصحرا بُردم و افسردہ تر گشت
کنارِ آبِ جوئے زار بگریست

مقصود الرسّول
للہ شریف ضلع جہلم
(چکوال مورخہ 27 اگست 1997ء)

اُس محسنِ انسانیّت کے نام

جس کا وجود با جود باعثِ تخلیقِ کائنات ہُوا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

وَاَبیضَ یُستسقیَ الغمامُ بوجھہٖ
ثِمالَ الیتٰمی عِصمۃٌ لِلْاَرامِلِ

ابو طالب

وہ گورے مکھڑے والا
جس کے روئے زیبا کے
واسطے سے ابرِ رحمت کی
دُعائیں مانگی جاتی ہیں۔
وہ ۔ یتیموں کا سہارا
وہ ۔ بیواؤں اور مسکینوں
کا سرپرست۔

بگیرم دامنِ آں سیّدِ لولاک در محشر
کہ محشر برنتابد نیم حسنِ تابشش را
شبے در خانۂ زیں آں امام الانبیاء آمد
قضا گیرد نمائش را قدر گیرد رکابش را

مولانا گرامی

گذارشِ احوال

اسلام کا تحریکی شعور برابر اس ضرورت کا احساس دلا رہا تھا کہ دنیا کے سب سے بڑے انسان اور انسانیت کے سب سے بڑے محسن حضرت محمد مصطفٰے احمد مجتبٰے ﷺ کے اقوال و ارشادات سے خوشہ چینی کر کے عہد حاضر کے عَامَـۃُ الْمُسْلِمِیْن کو حضورؐ کی تعلیمات سے رُوشناس کرایا جائے۔

احادیثِ مقدّسہ کی ضخیم کتابوں کا مطالعہ اور ان سے استفادہ کرنا آج کے اس مصروف دَور میں عام لوگوں کے بس کی بات نہ تھی کہ وہ اس سے اپنے قلوب کو روشنی اور اذہان کو جِلا دے سکیں۔ آسانی کی خاطر نہایت ہی اختصار کے ساتھ میں نے بعض کتابوں سے خوشہ چینی کی اور چند فرمودات کو زیبِ قرطاس کیا۔

یہ ضرورت تو اپنے ہم مسلک بزرگوں اور رفیقوں کی طرح ہمیشہ میرے سامنے رہی لیکن اپنے متعلق یہ گمان بھی نہ گزرا تھا کہ اس میدان میں کوئی مفید خدمت بھی سرانجام دے سکونگا' یہ جو کچھ میں تیار کر کے پیش کرسکا ہوں یہ محض توفیقِ الٰہی کا ظہور ہے اور اس بیکس نواز کی نظرِ عنایت ہے۔

پاسبانِ من عنایاتِ وَے است

اور حقیقت یہ ہے کہ

کہاں میں اور کہاں یہ نکہتِ گل'
نسیمِ صبح تیری مہربانی

اس کتاب کے مطالعہ سے حضورؐ کے اقوالِ زریں پر ایک اجمالی نظر ہو جاتی ہے اور مختلف شعبہ ہائے زندگی کے حالات اس ترتیب سے سامنے آتے ہیں کہ دینی ذوق سے بہرہ ور حضرات یہ محسوس کرتے ہیں کہ گویا یہی ہماری ضرورت تھی۔ انشاء اللہ جب کسی اپنے بندے کو اللہ تعالیٰ مطالعہ کی توفیق دے گا تو وہ ایمان و کردار کی ایک نئی روح اپنے اندر محسوس کرے گا۔

یہ حصہ اوّل ہے' اس میں احادیثِ مقدسہ کی مستند کتابوں سے استفادہ کیا گیا ہے جو کہ مسلمہ شارحین کی آراء سے مزین ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس ذرہ بمقدار کی کوشش کو شرفِ قبولیت بخشے اور ہمیں ہدایت سے نوازے اور یہ ہماری نجات اخروی کا سامان ہو۔ آمین

آخر میں حافظ گلزار حسین آف للہ شریف کی ہمت و سعی کا نہایت ممنون ہوں کہ انہوں نے ہر قسم کے قلمی اور ادبی تعاون سے میرے کام کو آسان کیا۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر سے نوازے۔ آمین

محمد مطلوب الرسول للّہی
للہ شریف
25 ستمبر 1997ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حدیث : ۱

وَعَنِ الْمُسْتَوْرِدِ بْنِ شَدَّادٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ وَاللّٰهِ مَا الدُّنْيَا فِي
الْاٰخِرَةِ اِلَّا مِثْلُ مَا يَجْعَلُ اَحَدُكُمْ اِصْبَعَهٗ فِي الْيَمِّ
فَلْيَنْظُرْ بِمَ يَرْجِعُ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ) مشکوٰۃ کتاب الرقاق

ترجمہ:-

روایت ہے حضرت مستورد ابن شداد فرماتے ہیں' میں نے رسول اللہ
ﷺ کو فرماتے سنا کہ اللہ کی قسم' نہیں ہے دنیا' آخرت کے مقابل مگر ایسی
جیسے تم میں سے کوئی اپنی انگلی سمندر میں ڈالے' پھر دیکھے کہ انگلی کتنا پانی لیکر لوٹتی
ہے۔ (مسلم)

تشریح:-

آپ بہت کم سن صحابی ہیں' حضور ﷺ کی وفات کے وقت بالکل
نو عمر تھے مگر حضور ﷺ کا کلام شریف یاد رکھا اور روایت کیا' مصر میں قیام
رہا۔ (اکمال' اشعہ)

یہ فقط سمجھانے کے لئے ہے ورنہ فانی اور متناہی کو باقی' غیر فانی سے وجہ نسبت بھی نہیں' جو بھیگی انگلی کی تری کو سمندر سے ہے۔ خیال رہے دنیا وہ ہے جو اللہ سے غافل کر دے۔ عاقل' عارف کی دنیا تو کھیتی ہے۔ اس کی دنیا بہت ہی عظیم ہے۔ غافل کی نماز بھی دنیا ہے جو وہ نام و نمود کے لئے کرتا ہے۔ عاقل کا کھانا' پینا سونا' جاگنا' بلکہ جینا مرنا بھی دین ہے کہ حضورؐ کی سُنت ہے۔ مسلمان اس لئے کھائے پئے' سوئے جاگے کہ یہ حضورؐ کی سُنتیں ہیں۔

حیاۃ الدُنیا اور چیز ہے' حیوۃ فی الدُنیا اور چیز ہے اور حیاۃ لِلدُّنیا کچھ اور۔ یعنی دنیا کی زندگی' دنیا میں زندگی' دنیا کے لئے زندگی' جو زندگی دنیا میں ہو مگر آخرت کے لئے ہو دنیا کے لئے نہ ہو وہ مبارک ہے۔

مولانا روم فرماتے ہیں۔

آب در کشتی ہلاکِ کشتی است
آب اندر زیر کُشتی است

کشتی دریا میں رہے تو نجات ہے اور اگر دریا کشتی میں آجائے تو ہلاکت ہے۔ مومن کا دل مال و اولاد میں رہنا چاہیے مگر دل میں اللہ و رسول ﷺ کے سوا کچھ نہ رہنا ضروری ہے۔ (مرات)

راقم حضرت لِلّٰہی جب کسی کو خلافت سے نوازتے تو چند نصائح کے ساتھ یہ شعر بھی لکھ دیتے

نمی گویم کہ از عالم جُدا باش
بہر جائیکہ باشی باخدا باش

ترجمہ۔ میں نہیں کہتا کہ دنیا سے جدا رہو۔ تم جہاں بھی رہو خدا کے ساتھ رہو۔

حدیث : ۲

وَعَنْ اَبِی ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلدُّنْیَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّۃُ الْکَافِرِ

(رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

ترجمہ:۔

روایت ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دنیا مومن کا قید خانہ ہے اور کافر کی جنت

(مشکواۃ کتاب الرقاق)

تشریح:۔

دنیا کے معنی ابھی عرض کر دیئے گئے ہیں۔ صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ دنیادار کو تمام جہان کے مُرشد ہدایت نہیں دے سکتے۔ تارک الدُّنیا دین دار کو سارے شیاطین مِلکر گمراہ نہیں کر سکتے۔ دنیادار دینی کام بھی کرتا ہے تو دنیا کے لئے اور دین دار دنیاوی کام بھی کرتا ہے تو دین کے لئے

مومن دنیا میں کتنا ہی آرام میں ہو مگر اس کے لئے آخرت کی نعمتوں

کے مقابلہ میں دنیا جیل خانہ ہے جس میں وہ دل نہیں لگاتا۔ جیل اگرچہ اے کلاس ہو پھر بھی جیل ہے۔ اور کافر خواہ کتنی ہی تکالیف میں ہو مگر آخرت کے عذاب کے مقابل اس کے لئے دنیا باغ اور جنت ہے' وہ یہاں دل لگا کر رہتا ہے۔

لہٰذا حدیث شریف پر یہ اعتراض نہیں کہ بعض مومن دنیا میں آرام سے رہتے ہیں اور بعض کافر تکلیف میں۔ (مرأت)

ایک روایت میں ہے کہ حضور انورؐ نے فرمایا' اے ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دنیا مومن کی جیل ہے اور قبر اس کے چھٹکارے کی جگہ۔ جنت اس کے رہنے کا مقام ہے۔ اور دنیا کافر کے لئے جنت ہے' موت اس کی پکڑ کا دن اور دوزخ اس کا ٹھکانہ۔
(مرقات)

دنیا مومن کا قید خانہ اور کافر کی جنت ہے۔

علامہ وشتانی ابّی مالکی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ مومن کو دنیا میں حرام شہوات کو پورا کرنے سے منع کیا جاتا ہے اور اسے سخت و مشکل عبادات کا مکلّف کیا جاتا ہے جب وہ مرجاتا ہے تو وہ اس مشقت سے آزاد ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے جو اس کے لئے دائمی نعمتیں تیار کر رکھی ہیں ان کی طرف منتقل ہو جاتا ہے اور کافر کے لئے جو بھی عیش و آرام ہے وہ دنیا میں ہے آخرت میں اس کے لئے دائمی عذاب ہوگا۔

سراج الملوک میں مذکور ہے کہ ایک پریشان حال بد وضع یہودی نے لباسِ فاخرہ میں ملبوس ایک عالم کو دیکھا تو اس سے پوچھا کہ کیا تم اپنے نبیؐ سے یہ

حدیث روایت نہیں کرتے کہ دنیا مومن کا قید خانہ اور کافر کی جنت ہے تو اب ذرا اپنا حال اور میرا حال دیکھو۔ اس عالم نے جواب دیا کہ جب میں مرجاؤں گا اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے مجھ کو آخرت میں ثواب عطا فرمائے گا جو اس نے میرے لئے تیار کر رکھا ہے تو مجھے محسوس ہو گا کہ یہ دنیا میرے لئے قید خانہ تھی اور جب تم کو موت کے بعد دائمی عذاب ملے گا تو تم کو معلوم ہو گا کہ اِس عذاب کے مقابلہ میں دنیا جنت تھی۔

(شرح مسلم از علامہ غلام رسول سعیدی)

حدیث : ۳

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَوَاللّٰہِ لَا الْفَقْرَ اَخْشٰی عَلَیْکُمْ وَ لٰکِنْ اَخْشٰی عَلَیْکُمْ اَنْ تُبْسَطَ عَلَیْکُمُ الدُّنْیَا کَمَا بُسِطَتْ عَلٰی مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ فَتَنَافَسُوْھَا کَمَا تَنَافَسُوْھَا وَ تُھْلِکَکُمْ کَمَا اَھْلَکَتْھُمْ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ) مشکوٰۃ باب الرقاق

ترجمہ:۔

روایت ہے کہ حضرت عمرو ابن عوف سے فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، خدا کی قسم! میں تم پر فقیری سے خوف نہیں کرتا ہوں لیکن میں

تم پر اس سے خوف کرتا ہوں کہ تم پر دنیا پھیلا دی جائے' جیسے تم سے پہلے والوں پر پھیلا دی گئی تھی تو تم اس میں رغبت کر جاؤ جیسے وہ لوگ رغبت کر گئے' اور تمہیں ویسے ہی ہلاک کر دے جیسے انہیں ہلاک کر دیا۔ (بخاری و مسلم)

تشریح:

عمرو بن عوف انصاری صحابی ہیں۔ بدر میں شریک ہوئے۔ مدینہ منورہ میں قیام رہا۔

یہ فرمان ایک بڑی حدیث کا ٹکڑا ہے' جو حضورؐ نے صحابہ کرام کی مسکینیت دیکھ کر ارشاد فرمائی' یعنی تمہاری یہ فقیری عارضی ہے' عنقریب تم غنی ہو جاؤ گے مگر فقیری خطرناک نہیں۔ امیری میں خطرہ ہے کہ اس میں فتنے بہت ہیں۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان صحابہ کو ڈرانے اور احتیاط برتنے کے لئے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کے صحابہ کو دنیاوی ناجائز رغبت اور ہلاکت یعنی کفر و طغیان سے محفوظ رکھا۔ وہ حضرات بادشاہ و امیر ہو کر بھی دنیا میں پھنسے نہیں' حضرت عمرؓ کے پاس اپنی خلافت کے زمانہ میں ایک ہی کرتہ تھا جسے دھو دھو کر پہنتے تھے۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کفن کے لئے گھر میں کپڑا نہ تھا' پہنے ہوئے کپڑے دھو کر انہیں میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کفن دیا گیا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے زمانۂ خلافت میں فرمایا کہ میں اپنی تلوار فروخت کرنا چاہتا ہوں کہ آج گھر کا خرچ چلا سکوں۔

وہ حضرات امیری میں فقیری کر گئے- رہیں انکی آپس کی جنگیں' وہ دنیا کے لئے نہ تھیں- دیکھو کتاب "امیر معاویہ" مصنف مفتی احمد یار خاں نعیمی گجراتی لہٰذا اس حدیث سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ حضرات بھک گئے ہوں- (مرأت)

حدیث : ۴

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَتْبَعُ الْمَیِّتَ ثَلٰثَۃٌ فَیَرْجِعُ اِثْنَانِ وَیَبْقٰی مَعَہٗ وَاحِدٌ یَتْبَعُہٗ اَھْلُہٗ وَمَالُہٗ وَعَمَلُہٗ فَیَرْجِعُ اَھْلُہٗ وَمَالُہٗ وَیَبْقٰی عَمَلُہٗ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ) مشکوٰۃ کتاب الرقاق

ترجمہ:-

روایت ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میت کے ساتھ تین چیزیں جاتی ہیں- دو تو لوٹ آتی ہیں اور ایک اس کے ساتھ رہ جاتی ہے- اس کے ساتھ اس کے گھر والے' اس کا مال اور اس کے اعمال جاتے ہیں تو اس کے گھر والے اور مال تو لوٹ آتے ہیں اور اس کے اعمال ساتھ رہ جاتے ہیں- (بخاری و مسلم)

تشریح:-

یعنی بعد مرنے قبر تک تین چیزیں انسان کے ساتھ جاتی ہیں- دو بے وفا

جو مُردے کو چھوڑ کر لوٹ آتی ہیں- ایک وفادار ساتھ رہتی ہے-

گھر والوں سے مراد بال بچے' عزیز و اقارب' دوست آشنا' جو دفن و نماز جنازہ میں شرکت کرنے جاتے ہیں- مال سے مراد اس کے غلام اور باندیاں ہیں- اعمال سے مراد سارے اچھے بُرے عمل ہیں جو میّت نے اپنی زندگی میں کئے- اعمال کے ساتھ جانے سے مُراد ان کا میّت کے ساتھ تعلق ہے جو مرنے کے بعد قائم رہتا ہے لہٰذا حدیث واضح ہے-

نیک اعمال جو قبول ہو گئے ہمیشہ اس کے ساتھ رہتے ہیں- بُرے اعمال شفاعت' بخشش یا سزا بھگتنے تک چمٹے رہتے ہیں وہ ان چیزوں کے بعد پیچھا چھوڑتے ہیں جس پر مولیٰ رحم کرے- حضور انورؐ جسے سنبھال لیں اس کا بیڑا پار ہے-

" قبر' اعمال کا صندوق ہے یا دوزخ کی بھٹی ہے یا جنت کی کیاری- اسی لئے بزرگوں کی قبر کو روضہ کہتے ہیں یعنی جنت کا باغ" (مرأت)

یہاں شارح بخاری فرماتے ہیں کہ ہر میّت موت کی تکلیف برداشت کرتی ہے- اسکے عمل اس پر پیش ہوتے ہیں اس کے ساتھ باقی رہنا کے معنی یہ ہیں کہ اگر وہ نیک و صالح ہے تو اس کا عمل خوبصورت چہرہ اور اچھے لباس اور بہترین خوشبو کے ساتھ قبر میں اس کے پاس آتا ہے اور اسے کہتا ہے تجھے اس بات کی خوشخبری ہو کہ تیرا معاملہ اللہ نے آسان کر دیا- وہ کہتا ہے تو کون ہے' کہتا ہے میں تیرا نیک عمل ہوں- حدیث میں کافر کے متعلق آتا ہے کہ اس کے پاس بدصورت آدمی آتا ہے اور کہتا ہے میں تیرا عمل ہوں- (تفہیم البخاری)

حدیث ۵:

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَیُّکُمْ مَالُ وَارِثِہٖ اَحَبُّ اِلَیْہِ مِنْ مَّالِہٖ قَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ مَامِنَّا اَحَدٌ اِلَّا مَالُہٗ اَحَبُّ اِلَیْہِ مِنْ قَالَ وَارِثِہٖ ثُمَّ قَالَ فَاِنَّ مَالَہٗ مَاقَدَّمَ وَمَالُ وَارِثِہٖ مَا اَخَّرَ (رَوَاہُ الْبُخَارِی)

ترجمہ:۔

روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں کون ہے' جسے اپنے وارث کا مال اپنے مال سے زیادہ پیارا ہو' صحابہؓ نے عرض کیا' یا رسول اللہؐ ہم میں سے کوئی نہیں مگر اسے اپنا مال ہی زیادہ پیارا ہے' اپنے وارث کے مال سے' فرمایا تو اس کا مال وہ ہے جو آگے بھیج دے' اور اس کے وارث کا مال وہ ہے جو چھوڑ جاوے۔

(بخاری' مشکوٰۃ کتاب الرقاق)

تشریح:۔

یعنی کون چاہتا ہے کہ میرے پاس مال نہ ہو اور میرے عزیزوں کے پاس مال ہو وہ سب امیر ہوں۔ میں فقیر کنگال۔ اس فرمان کا یہ مقصد ہے۔

(اشعۃ اللمعات از شیخ عبدالحق محدث دہلوی)

لہٰذا اس فرمان عالی پر یہ اعتراض نہیں کہ بعض لوگوں کو دوسروں کا مال برا پسند ہوتا ہے یا یہ مقصد ہے کہ ایسا کون ہے جو دوسروں کا مال ان کے لئے سنبھال کر رکھے اپنا مال برباد کر دے یا برباد ہونے دے۔

خلاصہ یہ ہے کہ مال دوسروں کا ہے اعمال اپنے ہیں جو مال خیرات کر دیا جائے وہ اعمال بن گیا۔ اور جو جمع کر کے چھوڑ گیا وہ نرا مال رہا۔ اور جس مال کی زکوٰۃ نہ دی وہ اپنے لئے وبال وارثوں کے لئے مال ہوا۔

خیال رہے کہ مال سے صدقات و خیرات کرتے رہنا۔ پھر اللہ و رسولؐ کی رضا کے لئے وارثوں کو غنی کرنے کے لئے مال چھوڑنا یہ بھی عبادت ہے۔ (مرأت)
قَدَّمَ فرما کر اشارتاً" ارشاد ہوا کہ اپنی زندگی وتندرستی میں اپنے ہاتھ سے خیرات کر جائے۔ یہ بُرا ہے کہ زندگی میں کنجوس رہے مرتے وقت وصیت کرے یا امید کرے کہ میرے وارث میری طرف سے صدقہ و خیرات کیا کریں گے یہ شیطانی دھوکہ ہے۔

حدیث ۶:

وَعَنْ مُطَرِّفٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَقْرَأُ اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ قَالَ يَقُوْلُ ابْنُ اٰدَمَ مَالِيْ مَالِيْ قَالَ وَهَلْ لَكَ يَا ابْنَ اٰدَمَ اِلَّا مَا اَكَلْتَ فَاَفْنَيْتَ اَوْ لَبِسْتَ فَاَبْلَيْتَ اَوْ تَصَدَّقْتَ فَاَمْضَيْتَ

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ) مشکوٰۃ کتاب الرقاق

ترجمہ:۔

روایت ہے حضرت مطرّف سے وہ اپنے والد سے روایت فرماتے ہیں کہ میں نبیؐ کی خدمت میں آیا' حضورؐ اَلْھٰکُمُ التَّکَاثُرُ تلاوت فرما رہے تھے۔ فرمایا کہ انسان کہتا ہے میرا مال میرا مال۔ فرمایا اے انسان تیرا مال نہیں ہے' مگر جو تو کھا کر ختم کر دے' یا پہن کر گلا دے یا خیرات کر کے آگے بڑھا دے۔ (مسلم)

تشریح:۔

آپکا نام مطرّف ابن عبداللہ ابن شخیر ہے۔ آپ تابعی ہیں' آپ کے والد صحابی اہل بصرہ سے ہیں۔ بڑے عالم فقیہ اور متقی تھے۔

یہ نماز کے علاوہ تلاوت تھی آیت کریمہ کے معنی یہ ہیں کہ تم لوگوں کو مال بڑھانے کی ہوس نے غافل کر دیا۔ اسی فکر میں زندگی گزاری کہ ایک کے دو ہوں اور دو کے چار۔ اس طرح کہ کھانا کھا کر ہضم کرے' کپڑا پہن کر اسے گلا دے اگر بہت سے جوڑے بنا کر رکھے اور مرنے کے بعد چھوڑ گیا تو کپڑے بھی تیرے نہیں دوسروں کے ہیں۔ اس لئے جب اللہ نیا کپڑا یا نیا جوتا دے تو فوراً" استعمال شروع کر دے ختم ہو جانے پر اللہ اور دے گا۔

حدیث : ۷

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَیْسَ الْغِنٰی عَنْ کَثْرَةِ الْعَرْضِ وَلٰکِنَّ الْغِنٰی غِنَی النَّفْسِ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

ترجمہ:-

روایت ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ امیری زیادہ مال واسباب سے نہیں لیکن امیری دل کی غنا سے ہے -

(مشکوٰۃ کتاب الرقاق)

تشریح :-

دل کی غنا سے مراد قناعت وصبر، رضا بر قضا ہے- حریص مالدار فقیر ہے قناعت والا غریب ، امیر ہے-

تونگری ز بحال است نزدِ اہلِ کمال
کہ مال تالب گور است بعد ازاں اعمال

ہوسکتا ہے کہ غنی النفس سے مراد کمالاتِ روحانیہ ہوں کہ اس کی برکت سے دولت منداس کے دروازہ کی خاک چاٹتے ہیں- دیکھو داتا گنج بخش اور خواجہ اجمیری کے آستانے- (رضی اللہ عنہما) مطلب یہ ہے کہ غنی وہ ہے جس کو

غناء نفس کا کمال حاصل ہو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:۔

رضینا قِسمَۃَ الجبار فینا لنا علمٌ وللجُھّالِ مالٌ

فان المالَ یفنی عنقریبٍ وان العلمَ باقٍ لا یزالُ

(مرات)

قناعت کی وضاحت:۔ جو شخص مال رکھنے کے باوجود مال و دولت پر حریص ہو اور مال میں زیادتی کا طالب ہو تو وہ اپنے مال کی وجہ سے مستغنی نہیں ہے بلکہ وہ زیادہ مال کا محتاج ہے لہٰذا وہ غنی نہیں۔ غنی تب ہو گا جب وہ مال و دولت سے مستغنی ہو جاتے ۔مسلمان کی شان یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف محتاج رہے اور دنیا اور دنیا کی چیزوں سے بے نیاز رہے۔ آج حال یہ ہے کہ لوگ بظاہر احکامِ خداوندی سے بے نیاز معلوم ہوتے ہیں۔اور دنیا کی طرف ہر درجہ کے محتاج ہیں۔ خیال رہے کہ قناعت کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مسابقت اور جدو جہد کو ترک کر دیا جائے اور آگے بڑھنے کی لگن کو ختم کر دیا جائے۔اسلام اور اسلام کے احکام کی اشاعت و تبلیغ ، مسلمانوں کی اجتماعی فلاح اور ملک و قوم کی تعمیر و ترقی ,وطن کی آزادی اور بقاء واستحکام ,زراعت ,صنعت ,سائنس ,ٹیکنالوجی اور دفاع کی ترقی میں تیز سے تیز تر گامزن رہنے اور اقوامِ عالم میں سب سے آگے بڑھنے کی دُھن میں عین اسلامی تقاضہ ہے۔اللہ فرماتا ہے۔وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ - (آل عمران) اگر تم کامل مومن رہے تو تم ہی سب سے برفائق رہو گے۔ نیز فرمایا '' وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ

لْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّ كُمْ -'' (انفال) کفار سے مقابلہ کے لئے جس قدر بن پڑے قوت حاصل کرو اور جتنے گھوڑے باندھ سکو (باندھو) اور ان (ہتھیاروں) سے اپنے اور اللہ تعالٰی کے دشمنوں کو ڈراؤ -

خلاصہ یہ ہے کہ اپنی ذاتی عیش وعشرت کی دوڑ دھوپ میں لگے رہنا غیر مستحسن ہے اور مزاج اسلام کے خلاف ہے اور مسلمانوں کی اجتماعی تعمیر وترقی دینِ اسلام کے غلبہ کے لئے مصروف عمل رہنا عین منشاء اسلام ہے- رسول اللہ ﷺ اور خلفاء راشدین نے جس طرح زندگیاں گذاری ہیں ان سے ہمیں یہی فکر ملتی ہے کہ ان کے شب وروز سادگی اور فقر وفاقہ میں بسر ہوتے اور ان کا لشکر ہمیشہ کفار کی سرحدوں کے تعاقب میں رہتا تھا- (شرح صحیح مسلم از علامہ غلام رسول سعیدی)

حدیث بالا کی شرح میں صاحب تفہیم البخاری علامہ غلام رسول رضوی لکھتے ہیں کہ مال میں خیریت لذاتہ نہیں بلکہ اس کے متعلق اعتبار سے ہے اگر چہ اس کو خیر کہا جاتا ہے اسی طرح زیادہ مالدار آدمی لذاتہ غنی ہو تو اس کی غناء مال کو واجبات مستحبات اور دیگر نیک امور میں صرف کرنے پر موقوف نہ ہوتی اور اگر وہ لذاتہ فقیر ہوتا تو مال کے ختم ہونے کے خطرہ کے پیش نظر۔ وہ خرچ کرنے سے رُک جاتا- وہ درحقیقت صورت اور معنی کے اعتبار سے فقیر ہے اگر چہ مال اس کے ہاتھ میں ہو کیونکہ وہ اس مال سے دنیا وآخرت میں نفع حاصل نہیں کرتا بلکہ بسا اوقات یہ مال اس کے لئے وبال ہوتا ہے-

(تفہیم البخاری از علامہ غلام رسول رضوی)

حدیث : ۸

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ یَقُوْلُ یَا بْنَ اٰدَمَ تَفَرَّغْ لِعَبَادَتِیْ اَمْلَاْ صَدْرَکَ غِنًی وَاَسُدَّ فَقْرَکَ وَاِنْ لَّا تَفْعَلْ مَلَاْتُ یَدَکَ شُغْلًا وَلَمْ اَسُدَّ فَقْرَکَ

(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَابْنُ مَاجَةَ) مشکوۃ کتاب الرقاق

ترجمہ :-

روایت ہے حضرت ابو ہریرہؓ سے، فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے انسان تو میری عبادت کے لئے فارغ ہو جا - میں تیرا سینہ غناء سے بھر دونگا اور غریبی دور کر دونگا - اگر تو یہ نہ کرے گا تو تیرا ہاتھ کام کاج سے بھر دونگا اور تیری فقیری بند نہ کرونگا -

(احمدؒ ابن ماجہ)

تشریح:-

یعنی تو اپنا دل میری عبادت واطاعت کے لئے خالی رکھ - "دست بکار دل بیار" پر عمل کر فراغت دل کے یہی معنی ہیں - یہ مطلب نہیں کہ دنیا کے کاروبار نہ کر خود بھی بھوکے مرو اور بچوں کو بھی مارو - دل کی دنیا دوسری ہے اگر اس پر عمل نصیب ہوگا تو انشاءاللہ کمائی میں برکت ، دل میں فراغت نصیب ہوگی - اگر اس طرح نہ

کر سکے وہ اس طرح کہ اپنا دل دنیا میں لگا دے کبھی آخرت کی طرف مائل نہ ہو گا اس کا انجام وہ ہے جو حضور ﷺ فرما رہے ہیں۔

اگر تو نے اپنے دل کو دنیا کی فکروں میں ہی لگا دیا تیرے دل میں دنیا اتر گئی تو تُو کام کرے گا زیادہ، فکر کرے گا زیادہ، ملے گا وہی جو تیرے مقدر میں ہے تو مالدار ہو کر بھی فقیر ہی رہے گا۔ دل کا چین اللہ کی بڑی نعمت ہے۔ یہ اس کے ذکر سے نصیب ہوتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ حضرت سلیمانؑ پر ملک، مال، علم پیش فرمائے گئے تو آپ نے علم اختیار فرمایا۔ رب نے علم کی برکت سے انہیں ملک و دولت بھی عطا فرمائے۔ (مرقات)

اللہ سے آخرت مانگو دنیا خود بخود مل جائے گی۔ کسان دانہ کے لیے کاشت کرتا ہے بھوسا خود ہی مل جاتا ہے۔ بندہ مومن کو روزی بے گمان ملتی ہے۔

ویرزقه من حیث لا یحتسب۔ (مراۃ)

؎ کارسازِ ما بفکرِ کارِ ما فکرِ ما در کارِ ما آزارِ ما

ترجمہ:۔ ہمارا کارساز ہماری فکر میں ہے، اپنے متعلق اپنی فکر دکھ ہے۔

حدیث :۔ ۹

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ مَیْمُوْنِ الْاَوْدِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِرَجُلٍ وَّھُوَ یَعِظُہٗ اِغْتَنِمْ خَمْسًا قَبْلَ خَمْسٍ شَبَابَکَ قَبْلَ ھَرَمِکَ وَ صِحَّتَکَ قَبْلَ سَقْمِکَ وَغِنَاکَ قَبْلَ فَقْرِکَ وَ فَرَاغَکَ قَبْلَ شُغْلِکَ وَ حَیٰوتَکَ قَبْلَ مَوْتِکَ -

(رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ) مشکوٰۃ کتاب الرقاق

ترجمہ:-

روایت ہے حضرت عمرو بن میمون اودی سے 'فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص سے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت جانو- بڑھاپے سے پہلے جوانی کو' بیماری سے پہلے تندرستی کو' فقیری سے پہلے غناء کو اور مشغولیت سے پہلے فرصت کو' اپنی موت سے پہلے زندگی کو-
(ترمذی) مشکوٰۃ کتاب الرقاق

تشریح:-

اود ایک قبیلہ ہے جو اود ابن صعب کی طرف منسوب ہے عمرو بن میمون کو بعض نے صحابی کہا ہے مگر قوی یہ ہے کہ آپ حضور ﷺ کے زمانہ میں اسلام لائے مگر زیارت نہ کر سکے- جلیل القدر تابعی ہیں- لہٰذا یہ حدیث مرسل ہے- (اشعۃ)

اغتنام کے معنی ہیں غنیمت حاصل کر لینا- یعنی ان چیزوں سے کچھ کمائی کرلو- بار بار یہ مواقع نہیں ملتے - لہٰذا صحت' جوانی' مالداری' فراغت اور زندگی کو

رائگاں نہ جانے دو اس میں نیک اعمال کرلو کیونکہ یہ نعمتیں بار بار نہیں ملتیں- باغ میں بہار اور بہار میں بلبل کی شور و پکار ہمیشہ نہیں رہتی, کبھی کبھی آتے ہیں- لہٰذا اسے غنیمت جانو- (مراءۃ)

حدیث :- ۱۰

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلَا اِنَّ الدُّنْیَا مَلْعُوْنَۃٌ وَّ مَلْعُوْنٌ مَا فِیْھَا اِلَّا ذِکْرُ اللّٰہِ وَمَا وَالَاہُ وَ عَالِمٌ وَ مُتَعَلِّمٌ -

(رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَ ابْنُ مَاجَۃَ) مشکوۃ کتاب الرقاق

ترجمہ:-

روایت ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا خبردار (ہوشیار) رہو, دنیا لعنتی چیز ہے اور جو دنیا میں ہے وہ لعنتی ہے سوائے اللہ تعالیٰ کے ذکر کے اور اس کے جو رب سے قریب کردے اور عالم کے اور طالب علم کے-

تشریح:-

پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ جو چیز اللہ و رسول سے غافل کردے وہ دنیا ہے یا جو اللہ و رسول ﷺ کی ناراضگی کا سبب ہو وہ دنیا ہے - بال بچوں کی پرورش, غذا,

لباس، گھر وغیرہ حاصل کرنا سنت انبیاء کرام ہے - دنیا نہیں ہے- (مراۃ)

یہ استثناء منقطع ہے کیونکہ یہ چیزیں دنیا نہیں ہیں - اللہ کے ذکر سے مراد ساری عبادات ہیں - **وَالَا** بنا ہے ولی سے بمعنی قرب یا محبت یا تابع ہونا یا سبب لہٰذا جملہ کے چار معنی ہیں - وہ حضرات انبیاء واولیاء جو اللہ سے قریب کر دیں -

یا اللہ تعالیٰ ان سے محبت کرتا ہے - یا جو ذکر الٰہی سے قریب کردے یا جو ذکر اللہ کے تابع ہے یا جو ذکر اللہ کا سبب ہے - (اشعۃ اللمعات)

یعنی اللہ کا ذکر اللہ کے محبوب بندے علماء وطلباء اگرچہ دنیا میں ہیں مگر دنیا نہیں ہیں - یہ تو اللہ کے محبوب ہیں -

حدیث شریف میں ہے کہ اللہ کا ذکر ہر عبادت، ہر سعادت کا سر ہے، جیسے بدن کے لئے جان ضروری ہے ایسے ہی مومن کے لئے ذکر اللہ لازمی ہے - ذکر اللہ سے دنیا کی بقاء زمین وآسماں کا قیام ہے - (مرقات)

جب ذاکرین فنا ہو جائیں گے تو قیامت آجائے گی - (مراۃ)

ے ذکرِ اُو سرمایہ ایماں بود ہر گدا از ذکرِ اُو سُلطان شود

حدیث :- ١١

وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ كَانَتِ الدُّنْيَا تَعْدِلُ عِنْدَ اللّٰهِ جَنَاحَ

بِعَوْضَةٍ مَا سَقٰى كَافِرًا مِّنْهَا شَرْبَةً - (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَ ابْنُ مَاجَةَ)
مشکوٰۃ کتاب الرقاق

ترجمہ:-

روایت ہے حضرت سہل بن سعدؓ سے فرماتے ہیں - فرمایا رسول اللہ ﷺ نے, اگر دنیا اللہ کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو اس میں سے کسی کافر کا پانی کا ایک گھونٹ نہ پلاتا- (احمد ترمذی, ابن ماجہ)

تشریح:-

یعنی اگر دنیا کی قدر و منزلت مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو کافر کو نہ دی جاتی - کیونکہ کفار اللہ کے دشمن ہیں اور دشمن کو پیاری چیز نہیں دی جاتی - دنیا کے معنی ابھی گذشتہ حدیث کی شرح میں گزر چکے ہیں- (مراٰت)

مولانا روم فرماتے ہیں:-

ے چیست دنیا از خدا غافل بدن نے معاش و نقرہ و فرزند و زن

حدیث:- ۱۲

وَعَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا ذِئْبَانِ جَائِعَانِ اُرْسِلاَ فِیْ غَنَمٍ بِاَفْسَدَ لَهَا مِنْ حِرْصِ الْمَرْءِ عَلَى الْمَالِ وَ

اَلشَّرَفِ لِدِيْنِهٖ -

﴿رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ﴾ مشکوۃ کتاب الرقاق

ترجمہ:-

روایت ہے حضرت کعب بن مالک سے ,فرماتے ہیں وہ اپنے والد سے راوی ہیں -فرمایا رسول اللہ ﷺ نے دو بھوکے بھیڑیے جو بکریوں میں چھوڑ دیے جائیں وہ ان بکریوں کو زیادہ خراب نہیں کرتے جتنا انسان کے حرص کرنے سے مال و عزت پر اس کے دین کو- (ترمذی,داری)

تشریح:-

نہایت نفیس تشبیہ ہے مقصد یہ ہے کہ مومن کا دین گویا بکری ہے اور اس کی حرص مال حرصِ عزت گویا دو بھوکے بھیڑیے ہیں ,مگر یہ دونوں بھیڑیے مومن کے دین کو اس سے زیادہ برباد کرتے ہیں -انسان مال کی حرص میں حرام وحلال کی تمیز نہیں کرتا -اپنے عزیز واقارب کو مال حاصل کرنے میں ہی خرچ کرتا ہے- پھر عزت حاصل کرنے کے لئے ایسے جتن کرتے ہیں جو بالکل خلافِ اسلام ہیں- جیسا کے آج ممبری , وزارت چاہنے والوں کو دیکھا جا رہا ہے- (مراءت)

حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ریاکار مرنے کے بعد بھی ریا نہیں چھوڑتا کسی نے پوچھا وہ کیسے ,فرمایا وہ چاہتا ہے کہ میرے جنازے میں بہت لوگ ہوں تا کہ میری عزت ہو- ریا مرنے کے بعد بھی پیچھا نہیں چھوڑتی - (مرقات)

حدیث :- ۱۳

وَعَنْ اَبِیْ هَاشِمِ بْنِ عُتْبَةَ قَالَ عَهِدَ اِلَیَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّمَا یَکْفِیْکَ مِنْ جَمْعِ الْمَالِ خَادِمٌ وَمَرْکَبٌ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ - (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَالنَّسَائِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ) وَفِیْ بَعْضِ نُسَخِ الْمَصَابِیْحِ عَنْ اَبِیْ هَاشِمِ بْنِ عُتْبَدَ بِالدَّالِ بَدْلَ التَّاءِ وَهُوَ تَصْحِیْفٌ -

مشکوٰۃ کتاب الرقاق

ترجمہ :-

روایت ہے حضرت ابو ہاشم بن عتبہ سے، فرماتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے عہد لیا- فرمایا کہ تمہیں مال جمع کرنے کے لئے ایک خادم اور اللہ کی راہ میں ایک سواری کافی ہے- (احمد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

مصابیح کے بعض نسخوں میں بجائے ''ت'' کے ہاشم بن عتبد دال (د) سے ہے اور یہ غلط ہے-

تشریح :-

آپ کا نام شیبہ ابن عتبہ ہے- کنیت ابو ہاشم ہند بنت عتبہ کے بھائی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ماموں ہیں کیونکہ ہند امیر معاویہ کی والدہ ہیں-

آپ فتح مکہ کے دن ایمان لائے - آپ نے شام میں قیام رکھا - آپ کی وفات خلافتِ عثمانی میں ہوئی - آپ بڑے عالم فقیہہ و صالح تھے - آپ سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وغیرہ صحابہ نے روایات لیں - (مرات مرقات وغیرہ)

فرمایا کہ یہ غلام اور گھوڑا بھی اللہ ہی کے لئے ہوں - محض خواہش نفسانی کے لئے نہ ہوں - ان سے دینی کام جہاد یا تبلیغ حج یا طلب علم مقصود بالذات ہوں دنیاوی کام مقصود بالتبع ہوں - لہٰذا اگر بادشاہ اور امراء ، غلام یا گھوڑے اس نیت سے رکھیں کہ ضرورت پڑنے پر یہ مجاہدین ،غازیوں میں تقسیم کر کے ان سے جہاد کرایا جائے گا تو بالکل درست ہے کیونکہ نیت اچھی ہے - اس فرمانِ عالی کا مقصد یہ نہیں کہ ان دو چیزوں کے سواء اور کچھ پاس رکھو ہی نہیں - مقصد یہ ہے کہ بلا ضرورت چیزیں نہ رکھو - گویا مومن اس مصرعہ کی تفسیر ہو :-

؎ میری زندگی کا مقصد تیرے دین کی سرفرازی

نوٹ :- یہ غلطی مشکوٰۃ شریف کے نسخوں میں بھی ہے اور بعض حواشی میں بھی کہ عتبہ کو عتبد لکھا ہے - بجائے ,ت, کے ,د, سے - (مرات)

حدیث :- ۱۴

وَعَنْ عُثْمَانَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ لِا بْنِ اٰدَمَ حَقٌّ فِیْ سِوٰی هٰذِهِ الْخِصَالِ بَيْتٌ يَسْكُنُهٗ وَ ثَوْبٌ يَوَارِیْ بِهٖ عَوْرَتَهٗ وَ جِلْفُ الْخُبْزِ

ترجمہ:-

روایت ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ انسان کا سوائے ان اشیاء کے اور چیز میں حق نہیں ہے- وہ گھر جس میں رہتا ہو اور وہ کپڑا جو اس کا ستر چھپائے اور روٹی کا ٹکڑا اور پانی- (ترمذی)

تشریح:-

یعنی ان تین چیزوں کے سواء کسی چیز کی ضرورت نہیں - قیامت میں ان تینوں کا حساب نہ ہوگا - ان کے سواء اور چیزوں کا حساب ہوگا - رب تعالیٰ فرماتا ہے -

ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ یَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِیْمِ

پھر اس دن تم سے ہر نعمت کے متعلق پوچھ گچھ ہوگی - یہاں نعیم سے مراد عیش وعشرت کی چیزیں ہیں-

خیال رہے شخصی زندگی فانی ہے قومی زندگی باقی ہے۔ لہذا مسلمان اپنی شخصی زندگی کے لئے معمولی سامان اختیار کرے - قومی اور دینی زندگی کے لئے قیامت تک کا انتظام کرے-حضور ﷺ نے قومی ودینی زندگی کے لئے ممالک فتح فرمائے مگر اپنی ذات کے لئے آرام دہ مکان بھی نہ بنایا- یہاں شخصی زندگی اور شخصی حاجتوں کا ذکر ہے-

بوریا ممنون خواب راحتش
تاجِ کسریٰ زیرِ پائے امتش

گھر میں بقدرِ ضرورت گھر کا سامان داخل ہے۔ روٹی میں سالن شامل ہے پانی میں دودھ لسی وغیرہ داخل ہے کیونکہ ان کی ضرورت پڑتی ہے۔ حضور ﷺ نے دودھ لسی وغیرہ نوش فرمائی ہیں ۔حضرت ابراہیم ابن ادہم فرماتے ہیں ۔

؎ وَمَاهِيَ اِلَّا جُوْعَةٌ قَدْ سَدَدْتُّهَا
وَكُلُّ طَعَامٍ بَيْنَ جنبى واحدٌ

آج بھی بعض سیاسی پارٹیاں روٹی، کپڑا اور مکان کا نعرہ تو لگاتی ہیں مگر غریب پاکستانیوں کو یہی تین چیزیں مہنگی ملتی ہیں۔ (مراءت)

حدیث :- ۱۵

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَامَ عَلٰى حَصِيْرٍ فَقَدْ اَثَّرَ فِىْ جَسَدِهٖ فَقَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ اَمَرْتَنَا اَنْ نَّبْسُطَ لَكَ وَ نَعْمَلُ فَقَالَ مَالِىْ وَلِلدُّنْيَا وَمَا اَنَا وَالدُّنْيَا اِلَّا كَوَاكِبٍ اِسْتَظَلَّ تَحْتَ شَجَرَةٍ ثُمَّ رَاحَ وَتَرَكَهَا - (رَوَاهُ التِّرْمِذِىُّ وَ ابْنُ مَاجَةَ) مشکوٰۃ کتاب الرقاق

ترجمہ:-

روایت ہے حضرت ابن مسعود سے کہ رسول اللہ ﷺ ایک چٹائی پر سوئے پھر اٹھے اس حالت میں کہ چٹائی نے آپؐ کے جسم اطہر میں اثر کیا ہوا تھا - تب ابن مسعود نے عرض کیا! یارسول اللہ ﷺ ہم کو آپؐ اجازت دے دیتے کہ ہم حضور ﷺ کے لئے بستر بچھا دیا کرتے اور سب انتظامات کر دیتے تو فرمایا! مجھے دنیا سے کیا تعلق، میں اور دنیا نہیں مگر اس سوار کی طرح جو ایک درخت کے نیچے سایہ لے، پھر چلا جائے اور درخت کو چھوڑ جائے -

(ترمذی، ابن ماجہ) مشکوٰۃ کتاب الرقاق

تشریح:-

اس وقت جسم اطہر پر قمیص نہ تھی صرف تہبند مبارک زیب تن فرمائے ننگی چٹائی پر آرام فرماتے - غالباً کھجور کے پتوں سے بنائی گئی تھی -

بوریا ممنون خواب راحتش

تاج کسریٰ زیر پائے امتش

یہاں لو شرط کے لئے نہیں بلکہ تمنا اور آرزو کے لئے ہے یعنی کاش کہ حضور ﷺ ہم غلاموں کو اجازت دے دیتے، تو ہم پر ہر قسم کے آرام کا انتظام کر

دیتے یعنی اعلیٰ لباس، بہترین نرم بستر-حضور ﷺ کی یہ سادگی ہم غلاموں سے دیکھی نہیں جاتی -

وَتَرَکَھَا یعنی سوار جتنی دیر آرام کے لئے اپنا بستر وغیرہ نہیں کھولتا بلکہ زمین پر ہی لیٹ کر دھوپ ڈھل جانے پر چل دیتا ہے- ایسے ہی ہمارا حال ہے کہ ہم کونین کے مالک ہیں مگر اپنے لئے کچھ نہیں رکھتے لہٰذا حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ حضور ﷺ نے پردہ فرمانے کے بعد دنیا کو اور اپنی امت کو چھوڑ دیا- ان سب سے لاتعلق ہو گئے-

اگر ہم کو حضور ﷺ چھوڑ دیں تو ہم ہلاک ہو جائیں- دنیا میں اگر سورج نہ ہو تو دنیا اندھیری ہو جائے- اگر روح بدن میں نہ رہے تو بدن محض ایک گوشت کا لوتھڑا رہ جائے-

اگر جڑ درخت کو چھوڑ دے تو سوکھ جائے - اگر حضور ﷺ دنیا کو چھوڑ دیں تو کوئی اللہ اللہ کہنے والا نہ رہے- (مراۃ)

حدیث :- ۱۲

وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَرَضَ عَلَیَّ رَبِّیْ لِیَجْعَلَ لِیْ بُطْحَآءَ مَکَّةَ ذَھَبًا فَقُلْتُ لَا یَا رَبِّ وَلٰکِنْ اَشْبَعُ یَوْمًا وَاَجُوْعُ یَوْمًا فَاِذَا جُعْتُ تَضَرَّعْتُ اِلَیْکَ وَذَکَرْتُکَ وَاِذَا شَبِعْتُ

حَمِدتُكَ وَشَكَرتُكَ (رَوَاهُ اَحْمَدُ والتِرمِذِیُّ) مشکوٰۃ کتاب الرقاق

ترجمہ:

روایت ہے حضرت ابوامامہ سے' فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ مجھ پر میرے رب نے پیش فرمایا کہ میرے لئے مکہ کی زمین سونا بنا دے تو میں نے عرض کیا' یارب نہیں۔ لیکن میں ایک دن سیر ہُوا کروں اور ایک دن بھوکا رہوں' تو جب بھوکا رہوں تو تیری طرف عاجزی کروں' تجھے یاد کروں اور جب سیر ہوجاؤں تو تیری حمد کروں اور شکر کروں۔ (احمد ترمذی)

تشریح:

یعنی رَبِ تعالیٰ نے مجھ پر دو چیزیں پیش فرمائیں ایک یہ کہ مکّہ معظمہ کے پہاڑوں' پتھروں' کنکروں کو سونے کا بنا دیا جائے۔ دوسری یہ کہ سارا سونا میری اکیلے کی واحد ملکیت رہے' کسی اور کا اس پر قبضہ نہ ہو۔ بطحاء کہتے ہیں اس میدان کو جس میں کنکر پتھر' پہاڑ ہوں یعنی پتھریلی زمین۔

خیال رہے یہاں اللہ نے حضورؐ سے مشورہ فرمایا تھا' آپ کو اختیار دیاگیا تھا کہ اگر آپ چاہیں تو ہم اس کو سونا کر دیں۔ مشورہ میں اختلاف کا حق ہوتا ہے' ماننا لازم نہیں ہوتا۔ اسی لئے سرکار نے عرض کیا نہیں۔ یہ نہیں بھی بارگاہِ الٰہی میں

مقبول ہوئی۔ اس نہیں پر ہزارہاہاں قربان ہوں۔ معنوی طور پر اللہ نے وہاں سونا بنا دیا ہے اب زمین حجاز میں سونا ہی نکل رہا ہے۔ حضورؐ خود سونے کی کان۔ لاکھوں حجاج آپ کے دم سے وہاں پہنچتے ہیں اور کروڑوں روپے وہاں اہل مکہ کو دے آتے ہیں۔ حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ اگر آپ چاہتے تو مکہ کے پہاڑ سونا بن جاتے لہٰذا آیت کریمہ اَوْ یَکُوْنَ لَکَ بَیْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْتَرْقٰی فِی السَّمَآءِ الخ - قُلْ سُبْحَانَ رَبِّیْ هَلْ کُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا" حضورؐ کا عاجز ہونا بیان نہیں کرتیں ورنہ یہ حدیث اس کے خلاف ہوگی۔

یعنی اگر میں اتنے سونے کا مالک بن گیا تو صرف بندہ شاکر بنوں گا مگر مسکینیت میں صابر بھی ہوں گا اور شاکر بھی - لہٰذا امیری پر فقیری کو ترجیح دیتا ہوں۔ معلوم ہُوا آپؐ کی امیری' غریبی اختیاری ہے ہماری طرح بے اختیاری نہیں - انبیاء کرامؑ کی موت بھی اختیاری ہوتی ہے اور بوقتِ وفات ان کو اختیار دیا جاتا ہے کہ چاہیں تو دنیا میں رہیں چاہیں تو رب کی بارگاہ میں حاضر ہو جائیں۔ دیکھو موسیٰؑ سے فرمایا گیا کہ بیل کی کھال پر ہاتھ پھیرو جتنے بال ہاتھ کے نیچے آئیں گے فی بال ایک سال زندگی اور۔

ہمارے آقا کو بھی اختیار دیا گیا جب حضورؐ نے عرض کیا۔ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ الرَّفِیْقَ الْاَعْلٰی تب آپ کو وفات دی گئی۔

حدیث : ۱۷

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَزُوْلُ قَدَمَا ابْنِ اٰدَمَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ حَتّٰی یُسْئَالُ عَنْ خَمْسٍ عَنْ عُمُرِهٖ فِیْمَا اَفْنَاهُ وَعَنْ شَبَابِهٖ فِیْمَا اَبْلَاهُ وَعَنْ مَالِهٖ مِنْ اَیْنَ اِکْتَسَبَهٗ وَفِیْمَا اَنْفَقَهٗ وَمَاذَا عَمِلَ فِیْمَا عَلِمَ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ) مشکوٰۃ کتاب الرقاق ۔

ترجمہ

روایت ہے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے، وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی، فرمایا قیامت کے دن انسان کے قدم نہ ہٹیں گے حتیٰ کہ اس سے پانچ چیزوں کے متعلق سوال کیا جائے گا۔ اس کی عمر کے بارے میں کہ کس چیز میں خرچ کی، اس کی جوانی کے متعلق کہ کاہے میں گزاری، اسکے مال کے متعلق کہ کہاں سے کمایا اور کاہے میں خرچ کیا اور اس میں کیا عمل کیا جس کا علم دیا گیا۔ (ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے)

تشریح۔

یعنی بروز قیامت پانچ چیزوں کا حساب دیئے بغیر انسان بارگاہِ الٰہی سے نہیں

ہٹ سکتا۔ ان پانچوں میں اگر رہ گیا تو سزا کا مستحق ٹھہرا۔ اگر ان میں نکل گیا تو جنت میں چلا گیا۔

اگرچہ عمر میں جوانی بھی آ گئی تھی، مگر چونکہ جوانی میں نیک و بد اعمال زیادہ کیے جاسکتے ہیں کیونکہ اس وقت ساری قوتیں اپنے کمال پر ہوتی ہیں اس لئے جوانی کے متعلق خاص سوال ہو گا۔ حدیث پاک میں ہے کہ جو جوانی میں عبادت کرے گا وہ عرشِ الٰہی کے سائے میں ہو گا۔ اسے میدان قیامت کی گرمی نہ پہنچے گی۔ جوانی کی عبادت بہت قدر والی ہے۔

حضرت مجددؒ الف ثانیؒ مکتوبات میں فرماتے ہیں کہ سپاہی کے مراتب اور عہدے جنگ کے زمانہ میں بڑھائے جاتے ہیں۔ امن کے زمانہ میں کچھ نہیں ہوتا۔ گویا جوانی کا زمانہ نفس سے جنگ کا زمانہ ہے۔

در جوانی توبہ کردن شیوۂ پیغمبری است

وقتِ پیری گرگِ ظالم می شود پرہیزگار

مال کے متعلق دو سوال ہونگے۔ ایک یہ کہ کہاں سے کمایا۔ حلال ذریعہ سے یا حرام ذریعہ سے۔ دوسرا یہ کہ کس مقام پر خرچ کیا۔ اطاعت میں یا معصیت میں۔ مبارک ہے وہ مال جو اچھی راہ سے آئے اور اچھی راہ پر خرچ ہو جائے۔ اگر بارش کا پانی پرنالہ سے نہ نکالا جائے تو وہ چھت توڑ دیتا ہے۔

ابنِ عساکر نے حضرت ابوالدرداء سے روایت کی کہ ان سے حضورؐ نے فرمایا کہ تم سے قیامت میں سوال ہو گا کہ تم عالم تھے یا جاہل' اگر تم نے کہا عالم تو حکم ہو گا کہ اپنے علم پر عمل کیا کیا؟ اور اگر تم نے کہا جاہل تھا تو فرمایا جائے گا کہ تم جاہل کیوں رہے؟ تمہیں کیا عذر تھا۔ علم سے مراد علم دین ہے۔ لہٰذا انسان کو چاہیے کہ علم دین سیکھے اور نیک عمل کرے۔

تَفَقَّهُوْا فِی الدِّیْنِ۔دین میں سمجھ بوجھ پیدا کرو۔ (مراٰت)

حدیث : ۱۸

وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا زَهِدَ فِی الدُّنْیَا اِلَّا اَنْبَتَ اللّٰهُ الْحِكْمَةَ فِیْ قَلْبِهٖ وَاَنْطَقَ بِهَا لِسَانَهٗ وَبَصَّرَهٗ عَیْبَ الدُّنْیَا وَدَآءَهَا وَدَوَاءَهَا وَاَخْرَجَهٗ مِنْهَا سَالِمًا اِلٰی دَارِ السَّلَامِ (رَوَاهُ الْبَیْهَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ) مشکوٰۃ کتاب الرقاق

ترجمہ:۔

روایت ہے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہیں بے رغبتی کرتا کوئی بندہ دنیا میں مگر اللہ تعالیٰ اس کے دل

میں حکمت اُگا دیتا ہے اور اس سے اس کی زبان میں گویائی دیتا ہے اور اسے دنیا کے عیب اس کی بیماریاں اور ان کا علاج دکھا دیتا ہے اور اسے دنیا سے جنت کی طرف سلامت نکالے گا۔ (بیہقی شعب الایمان)

تشریح:۔

مرقات کے مطابق یہاں زہد سے مراد دنیا میں دل نہ لگانا ہے۔ اگرچہ لاکھوں کا مالک ہو مگر دل یار سے لگا ہو تو وہ زہد ہی ہے۔ بعض شارحین کے مطابق حاجت سے زیادہ مال سے بے رغبت ہونا زہد ہے۔ یعنی ایسے آدمی کو اللہ رَبُّ العزت چند نعمتیں عطا فرماتا ہے اس کے دل میں علم و معرفت کے چشمے پھوٹیں گے۔ علاوہ ازیں اس کی زباں پر تاثیر ہوگی۔ اس کے منہ سے ہمیشہ حق بات نکلے گی اور اس میں تاثیر ہوگی۔

یعنی قدرتی طور پر اسے دنیا کے عیوب معلوم ہوا کریں گے اور ان عیوب سے بچنے کا طریقہ بھی وہ قدرتی طور پر معلوم کر لیا کرے گا۔ اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْاَشْیَاءَ کَمَاھِیَ۔ ایک حدیث میں ہے کہ اپنے دل سے فتویٰ لیا کرو۔ یہ فرمان ایسے ہی لوگوں کے لئے ہے۔

یعنی انشاء اللہ اس کا خاتمہ ایمان پر ہوگا اور اسے جنت کا داخلہ نصیب ہوگا۔ اس سے اشارتاً معلوم ہوا کہ جو دنیا میں راغب ہوگا۔ اسکا حال اسکے برعکس ہوگا۔ (مراٗت)

حدیث : ۱۹

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ مِنْ اَحَدٍ يَّمْشِىْ عَلَى الْمَاءِ اِلَّا ابْتَلَّتْ قَدَمَاهُ قَالُوْا لَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ كَذٰلِكَ صَاحِبُ الدُّنْيَا لَا يَسْلَمُ مِنَ الذُّنُوْبِ (رَوَاهُ الْبَيْهَقِىُّ فِىْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

ترجمہ:-

روایت ہے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کیا کوئی ایسا ہے جو پانی پر چلے اور اس کے پاؤں نہ بھیگیں۔ لوگوں نے عرض کیا نہیں یارسول اللہؐ ۔ فرمایا یوں ہی دنیا دار گناہوں سے محفوظ نہیں رہتا۔ (بیہقی فی شعب الایمان' مشکوٰۃ کتاب الرقاق)

تشریح:-

نہایت نفیس تشبیہ ہے کہ یہ ناممکن ہے کہ انسان پانی میں چلے اور اسکے پاؤں نہ بھیگیں۔ پاؤں ضرور بھیگیں گے۔

یہاں دنیا دار سے مراد دل میں دنیا کی محبت رکھنے والا ہے۔ محبتِ دنیا تمام گناہوں کی جڑ ہے یا دنیا سے مراد وہ دنیا ہے جو انسان کو اللہ تعالیٰ سے غافل کر دے' دنیا صفر ہے۔ آخرت عدد ہے۔ اگر صفر اکیلا ہو بغیر عدد کے تو خالی ہے۔ اگر

عدد سے مل جائے تو اسے دس گنا کر دیتا ہے۔ ابو جہل کی دنیا گناہوں کی جڑ تھی اور آخرت سے الگ۔ حضرت سلیمانؑ و حضرت عثمان غنیؓ کی دنیا دین کے ساتھ تھی، لہذا نیکیوں کی جڑ تھی۔

اللہ تعالیٰ ابو جہل و قارون کی دولت سے ہر مسلمان کو بچائے۔ حضرت عثمانؓ کے خزانہ سے عطیہ دے۔

حدیث : ۲۰

وَعَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ مُرْسَلًا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أُوْحِيَ إِلَيَّ أَنْ أَجْمَعَ الْمَالَ وَأَكُوْنَ مِنَ التَّاجِرِيْنَ وَلٰكِنْ أُوْحِيَ إِلَيَّ أَنْ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السَّاجِدِيْنَ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِيْنُ (رَوَاهُ فِي شَرْحِ السُّنَّةِ وَأَبُوْ نُعَيْمٍ فِي الْحِلْيَةِ عَنْ أَبِيْ مُسْلِمٍ) مشکوٰۃ کتاب الرقاق۔

ترجمہ:

حضرت جبیر بن نفیر سے ارسالاً روایت ہے، فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مجھے یہ وحی نہیں کی گئی کہ مال جمع کروں اور تاجروں میں

سے ہو رہوں لیکن مجھے یہ وحی کی گئی ہے کہ اپنے رَبّ کی تسبیح بولوں اور سجدہ کرنے والوں میں ہوؤں اور اپنے رَبّ کی عبادت کرتے رہو حتیٰ کہ تم کو موت آ جائے۔ (شرح سنہ' ابو نعیم فی الحلیہ بروایت ابی مسلم)

تشریح:۔

جبیر بن نفیر قبیلہ بنی حضرم سے۔ خلافتِ صدیقی میں ایمان لائے۔ ۷۵ ھ میں وفات پائی۔ حدیث مُرسل کیونکہ جبیر تابعی ہیں۔

فرمایا میری زندگی کا مقصد تجارت ،ور مال جمع کرنا نہیں۔ میری زندگی کا مقصد تبلیغِ نبوّت اور اللہ کی اطاعت ہے اپنے پاس بقدرِ ضرورت مال رکھنا یا تجارت کرنا اسی کے تابع ہے۔ لہٰذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں کہ حضورؐ فتح خیبر کے بعد ازواجِ پاک کو سال بھر کا خرچ عطا فرما دیتے تھے۔ یا یہ کہ حضورؐ نے تجارت اور بکریاں چرائی ہیں۔ ظہورِ نبوّت کے بعد ،رؐ نے چیزیں خریدی ہیں' فروخت بھی کی ہیں۔ مگر وہ سب چیزیں عارضی تھیں۔ لہٰذا عثمان غنیؓ یا دوسرے صحابہؓ کا تجارتیں کرنا' مال جمع کرنا ممنوع نہ تھا۔ اگر مال جمع نہ کیا جائے تو زکوٰۃ و حج وغیرہ عبادتیں کیسے ممکن ہوں۔ کام کرنا اور ہے کام میں مشغول ہو جانا کچھ اور۔

اس آیت کریمہ میں موت آنے تک تسبیح' نماز اور ہر ممکن عبادت کا حکم ہے یقین سے مراد یقینی چیز یعنی موت ہے۔ خدا کرے مرتے دم تک کوئی نماز'

ذکراللہ' مسجد کی حاضری' تکبیرِ اولیٰ' نوافل کوئی چیز نہ چھوٹے۔ حضرات صوفیاء کے نزدیک یقین سے مراد عین الیقین یا حق الیقین ہے۔ بعض مُفسّرین کے مطابق تسبیح و نماز تو عبادات ہیں اور وَاعْبُدْ رَبَّکَ میں عبودیّت کا حکم ہے۔ عبادت اور عبودیّت میں بڑا فرق ہے عبادت آسان مگر عبودیّت مُشکل۔ اللہ نصیب کرے۔ ابو مسلم خولانی بڑے زاہد' عابد و عالم تھے اور تابعین میں سے ہیں۔ آپ نے صدیق اکبرؓ عمر فاروقؓ سے ملاقات کی۔ ۶۲ھ میں وفات پائی۔ (مراٰت)

حدیث : ۲۱

وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا لَمْ يُبَارَكْ لِلْعَبْدِ فِيْ مَالِهٖ جَعَلَهٗ فِي الْمَآءِ وَالطِّيْنِ (رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ) مشکوٰۃ کتاب الرقاق۔

ترجمہ:-

۔ روایت ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے۔ فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب بندے کے مال میں بے برکتی دی جاتی ہے تو وہ مال کو پانی اور مٹی میں لگا دیتا ہے۔ (بیہقی)

تشریح۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو کون نہیں جانتا۔ آپ کی پیدائش خانہ کعبہ میں ہوئی۔ خلیفہ چہارم تھے۔ بڑے سپاہی' زاہد' عابد' عالم' متقی اور عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ پہلے خلفاء ثلاثہ کے مشیر اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی فاطمۃ الزہراءؓ کے خاوند' حسنین کریمین کے والد گرامی اور خیبر کے فاتح آپ ہی ہیں۔

یعنی یہ کہ بلا ضرورت عمارتیں بنانا۔ انکے گارے چونے میں پیسہ خرچ کرنا مراد ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے مال میں بے برکتی ڈالنا چاہتا ہے تو اسے مکانات بنانے گرانے کا شوق دے دیتا ہے۔ اس کی بد قسمتی دیکھو کہ اللہ و رسول کی راہ میں خرچ کرنے' حق والوں کے حق ادا کرنے کا اسے خیال تک نہیں آتا۔ وہ اسی خیال میں لگا رہتا ہے کہ یہ بگاڑو' یہ بناؤ' ضروری عمارات جیسے مسجد' ضرورت کے مکان اور دکانیں اس حکم سے خارج ہیں۔ حضرت سلیمانؑ نے مسجد اقصیٰ لاکھوں روپے کے خرچ سے بنائی' حضرت عثمان غنیؓ نے مسجد نبویؐ پر بہت کثیر رقم خرچ کی۔ (مرأت)

حدیث : ۲۲

وَعَنْ عَائِشَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ الدُّنْیَا دَارُ مَنْ لَّا دَارَ لَہٗ وَمَالُ مَنْ لَّا مَالَ لَہٗ وَ لَھَا یَجْمَعُ مَنْ لَّا عَقْلَ لَہٗ (رَوَاہُ اَحْمَدُ وَالْبَیْھَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ)
کتاب مشکوٰۃ الرقاق

ترجمہ:-

روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے وہ رسول اللہ ﷺ سے راوی' فرمایا دنیا اس کا گھر ہے جس کا کوئی گھر نہ ہو اور اس کا مال ہے جس کا کوئی مال نہ ہو اور اس کے لئے وہ جمع کرتا ہے جس میں عقل نہ ہو۔

(احمد' بیہقی شعب الایمان' مشکوٰۃ کتاب الرقاق)

تشریح:-

حضرت عائشہؓ امہات المؤمنین سے' صدیق اکبرؓ کی بیٹی' نبی پاکؐ کی بیوی' آپ کی رخصتی ہجرت کے بعد عمل میں آئی۔

یہاں دار سے مراد عیش و عشرت کا گھر ہے یعنی دنیا کو عیش کی جگہ وہی سمجھتا ہے جس کے مقدر میں آخرت کا عیش نہ ہو ورنہ مومن دنیا کو عمل کی جگہ اور رہنے کی منزل سمجھتا ہے کہ جتنی زندگی ہے اس میں کچھ کر لو' پھر یہ نہ ملے گی۔ (مرقات)

مولانا فرماتے ہیں۔

پس ترا ہر لحظہ مرگ و رجعتے است

مصطفےؐ فرمود دنیا ساعتے است

مال سے مراد حرام ذرائع سے کمایا ہوا مال اور حرام جگہ خرچ کیا ہوا مال ہے۔ یہ مال حقیقت میں مال نہیں نِرا وبال ہے' یعنی دنیاوی حرام مال کو وہ مال سمجھتا ہے جس کے نصیب میں حلال مال نہیں - تم ایسے نہ بنو۔ مومن اس مال کو راہ خدا میں خرچ کرکے آخرت سنبھالتا ہے۔

یعنی غافل آدمی دنیاوی عیش و آرام کے لئے مال جمع کرتا ہے اور مومن آخرت کے لئے جمع کرتا ہے۔ غافل بے وقوف ہے اور مومن عاقل ہے۔(مرأت)

حضرت میاں صاحبؒ فرماتے تھے کہ غفلت شعار انسان لذّاتِ فانیہ کے چکر میں پھنس کر معاصی کے گرداب میں جا پڑتا ہے۔

؎ دل آگاہ ے بایدو گرنہ گدا یک لحظہ بے نامِ خدا نیست

حدیث : ۲۳

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَخْوَفَ مَا اَتَخَوَّفُ عَلٰی اُمَّتِی الْھَوٰی وَطُوْلُ الْاَمَلِ

فَاَمَّا الْهَوٰی فَیَصُدُّ عَنِ الْحَقِّ وَاَمَّا طُوْلُ الْاَمَلِ فَیُنْسِی الْاٰخِرَةَ وَهٰذِهِ الدُّنْیَا مُرْتَحِلَةٌ ذَاهِبَةٌ وَهٰذِهِ الْاٰخِرَةُ مُرْتَحِلَةٌ قَادِمَةٌ وَلِكُلِّ وَّاحِدَةٍ مِّنْهُمَا بَنُوْنَ فَاِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ لَّا تَكُوْنُوْا مِنْ بَنِی الدُّنْیَا فَافْعَلُوْا فَاِنَّكُمُ الْیَوْمَ فِیْ دَارِ الْعَمَلِ وَلَا حِسَابَ وَاَنْتُمْ غَدًا فِیْ دَارِ الْاٰخِرَةِ وَلَا عَمَلَ (رَوَاهُ الْبَیْهَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ) مشکوٰۃ کتاب الرقاق

ترجمہ:

روایت ہے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ نے کہ جن چیزوں سے میں اپنی امت پر خوف کرتا ہوں ان میں زیادہ خوفناک نفسانی خواہش ہے اور لمبی امید' لیکن نفسانی خواہش تو حق سے روک دیتی ہے اور لمبی امید تو وہ آخرت کو بھلا دیتی ہے اور یہ دنیا کوچ کر کے جا رہی ہے اور یہ آخرت کوچ کر کے آ رہی ہے۔ ان دونوں میں سے ہر ایک کے بچے ہیں۔ اگر تم یہ کر سکو کہ دنیا کے بچے نہ بنو تو ایسا کرو' کیونکہ تم آج عمل کی جگہ میں ہو جہاں حساب نہیں' اور تم کل آخرت کے گھر میں ہو گے جہاں عمل نہ ہو گا۔

(بیہقی فی شعب الایمان' مشکوٰۃ کتاب الرقاق)

تشریح:۔

یعنی جو دل چاہے وہ کرے' قانون شرعی کا لحاظ نہ کرے اور یہ خیال کرنا کہ ابھی عمر پڑی ہے بڑھاپے میں نیک عمل کر لوں گا۔ ان دونوں دھوکوں میں عام لوگ گرفتار ہیں۔ نفس اور شیطان گناہ تو جلدی کراتے ہیں' نیکیوں میں دیر لگواتے ہیں کہ ابھی عمر بہت ہے پھر کر لینا۔ نفسانی خواہش سے مراد وہ خواہشات جو خلاف اسلام ہوں۔ ان کی پیروی کرنے والا ظاہر ہے اللہ و رسول کی اطاعت نہ کرے گا۔ آخرت یاد آتی ہے جب موت سامنے ہو انسان موت کو قریب سمجھ کر آخرت کی تیاری کرتا ہے۔ جب دل میں خیال یہ ہو کہ ابھی سو دو سو سال مجھے موت نہیں آئے گی تو وہ آخرت کی تیاری کیسے کرے گا۔ فرمانِ علی برحق ہے جب سے ہم پیدا ہوئے ہیں تب سے دنیا جا رہی ہے اور آخرت آ رہی ہے' ہر سانس آخرت کی طرف ایک قدم ہے۔ لوگ بڑی دھوم دھام سے سالگرہ مناتے ہیں یہ نہیں سوچتے کہ زندگی کا ایک اور سال غفلت میں گزر گیا۔

غافل تجھے گھڑیال یہ دیتا ہے منادی
خالق نے تری عمر کی ایک سانس گھٹا دی

معلوم نہیں دنیا کب ساتھ چھوڑ دے اور آخرت کب آ جائے۔ یہاں بچوں سے مراد تابع' محکوم' زیرِ فرمان' راکب و راغب' یعنی بعض دنیا کے طالب اس

میں راغب، بعض آخرت کے طالب اس میں راکب۔ دونوں کی طلب نہیں ہو سکتی کیونکہ دونوں متضاد ہیں یعنی دنیا میں اللہ تمہارا حساب نہیں فرماتا۔ جو چاہو عمل کر لو مرنے کے بعد وقت نہ ملے گا۔ وہاں صرف حساب ہو گا۔ لہٰذا بہتر یہ ہے کہ آج تم اپنا حساب خود کرتے رہو۔ یاد رہے کہ حضرات انبیاء اولیاء اپنی قبروں میں نماز پڑھتے ہیں۔ قرآن پاک کی تلاوت کرتے ہیں مگر ان اعمال پر ثواب نہیں لہٰذا فرمانِ عالی بالکل برحق ہے کہ ثواب والا عمل صرف اور صرف زندگی میں ہی ہو سکتا ہے۔ صدقاتِ جاریہ میں سب کام زندگی میں ہو سکتا ہے۔ ہاں اس کا ثواب مرنے کے بعد بھی پہنچتا رہتا ہے۔ لہٰذا حدیث پاک پر کوئی اعتراض نہیں۔ (مرأت)

حدیث : ۲۴

وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ اِلَّا وَبِجَنْبَتَیْهَا مَلَکَانِ یُنَادِیَانِ یُسْمِعَانِ الْخَلَائِقَ غَیْرَ الثَّقَلَیْنِ یَا اَیُّهَا النَّاسُ هَلُمُّوْا اِلٰی رَبِّکُمْ مَا قَلَّ وَکَفٰی خَیْرٌ مِّمَّا کَثُرَ وَاَلْهٰی (رَوَاهُ اَبُوْ نُعَیْمٍ فِی الْحِلْیَةِ) مشکوٰۃ کتاب الرقاق۔

ترجمہ

روایت ہے حضرت ابو درداء سے' فرماتے ہیں' فرمایا! رسُول اللہ ﷺ نے کہ نہیں طلوع ہوتا سورج مگر اس کے دونوں طرف دو فرشتے ہوتے ہیں- پکارتے ہیں سوائے جن وانس کے ساری مخلوق کو سُناتے ہیں کہ اے لوگو! اپنے رب کی طرف لوٹ آؤ جو تھوڑا ہو اور کافی ہو وہ اس سے اچھا ہے جو زیادہ ہو اور غافل کردے

تشریح

اس طرح کہ وہ فرشتے بھی سورج کے ساتھ ہی گردش کرتے ہیں اور ہر جگہ طلوع کے وقت سورج کے ساتھ ہوتے ہیں لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ سورج تو ہر وقت کہیں نہ کہیں طلوع ہوتا ہی رہتا ہے- جب یہاں دوپہر کا وقت ہوتا ہے تو دوسری جگہ صبح' چونکہ دن نکلتے وقت لوگ کاروبار میں مشغول ہوتے ہیں اس لئے صبح کے وقت ہی یہ اعلان مناسب ہوتا ہے- جن و انس کے سوا ساری مخلوق یہ آواز سنتی ہے- ان دونوں فرشتوں کا کلام حضورؐ کے ذریعے ہمیں سنایا جا رہا ہے جس طرح رب نے اپنا کلام بندوں کو حضورؐ کے ذریعہ سنایا تاکہ ان دونوں گروہوں کا ایمان بالغیب رہے کہ ایمان بالغیب پر ہی سزا و جزاء ہے اور اسی پر

دار و مدار ہے۔ دونوں گروہوں پر ایمان بالغیب واجب ہے۔ کام کاج میں مشغول ہو کر ربِ تعالیٰ سے غافل نہ ہو جاؤ۔ "ہاتھ کار میں ہو' دل یار کے ساتھ ہو" ہر وقت اس کے دروازے پر رہو۔ رب فرماتا ہے کہ فَفِرُّوا اِلَى اللّٰهِ گناہ گار ہو تو اس کے دروازے پر آؤ۔ نیکو کار ہو تو بھی اس کے دروازے پر آؤ کیونکہ اس کے سوا کوئی اور دروازہ نہیں۔

جو رزق مقدار میں تھوڑا ہو' انسان کی حاجات پوری کر دے۔ اسے پا کر انسان رب سے غافل نہ ہو جائے۔ وہ اس رزق سے بہتر ہے جو مقدار میں زیادہ ہو اور ربِ تعالیٰ سے غافل کر دے کہ وہ تھوڑا مال اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے اور یہ زیادہ مال اللہ کا عذاب ہے۔ علم کا بھی یہی حال ہے کہ بقدرِ ضرورت علم جو خدا رسی کا ذریعہ ہو' اس زیادہ علم سے بہتر ہے جو ربِ تعالیٰ سے غافل کر دے۔ عالم کو متکبر بنا دے۔ یاد رہے کہ فرشتے یہ بات در حقیقت جن و انس کو سناتے ہیں مگر ہمارے حضورؐ کی معرفت سے ان تک پہنچاتے ہیں۔

حدیث ۲۵

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ یَبْلُغُ بِهٖ قَالَ اِذَا مَاتَ الْمَیِّتُ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ مَا قَدَّمَ وَقَالَ بَنُوْ اٰدَمَ مَا خَلَّفَ

(رَوَاهُ الْبَیْهَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ) مشکوٰۃ کتاب الرقاق

ترجمہ

روایت ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے وہ اسے مرفوع کرتے ہیں۔ فرمایا جب مُردہ جاتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں کہ آگے کیا بھیجا؟ اور انسان کہتے ہیں کہ کیا پیچھے چھوڑ گیا۔ اسے بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا۔

(مشکوٰۃ کتاب الرقاق)

تشریح:

میّت سے مراد وہ ہے جو مرنے لگے' یعنی مرتے وقت اس کے وارثین تو چھوڑے ہوئے مال کی فکر میں ہوتے ہیں کہ کیا چھوڑے جا رہا ہے اور وہ فرشتے جو اس کی روح قبض کرنے کے لئے آئے ہوتے ہیں وہ اس کے اعمال و عقائد کا حساب لگاتے ہیں کہ جیسے اس کے عمل ہوں ویسے ہی فرشتے' اسی طرح نیک اعمال والے کو رحمت کے فرشتے لیتے ہیں جبکہ بدکار کو عذاب کے فرشتے۔ (مراۃ)

حدیث : ۲۶

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَرْبَعٌ اِذَا کُنَّ فِیْكَ فَلَا عَلَیْكَ مَا فَاتَكَ الدُّنْیَا حِفْظُ اَمَانَۃٍ وَصِدْقُ حَدِیْثٍ وَحُسْنُ

خَلِیْقَۃٍ وَعِفَّۃٌ فِیْ طَعْمَۃٍ (رَوَاہُ اَحْمَدُ وَالْبَیْہَقِیُّ شُعَبِ الْاِیْمَانِ) مشکوٰۃ کتاب الرقاق ۔

ترجمہ:۔

روایت ہے حضرت عبد اللہ بن عمرو سے' کہ رسُول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تجھ میں چار خوبیاں ہوں تو تجھ پر حرج نہیں کہ دنیا تجھ سے الگ رہے۔ امانت کی حفاظت بات کی سچائی۔ اچھی عادت' کھانے میں پاکدامنی

(احمد بیہقی شعب الایمان)

تشریح:۔

یعنی اگر یہ چار نعمتیں تجھے خدا عطا کر دے مگر دنیا تیرے پاس زیادہ نہ ہو تو پرواہ نہ کر' یہ چاروں نعمتیں دنیا ومافیہا سے بہتر ہیں بلکہ دنیا کی زیادتی کبھی ان نعمتوں کو نقصان بھی دیتی ہے لہٰذا اس صورت میں دنیا کی کمی ہی اچھی ہے۔ جسے یہ توفیق مل جائے انشاء اللہ وہ دنیا میں کسی کا محتاج نہیں رہتا۔ اچھی عزت والا انشاء اللہ بہت عزت پاتا ہے۔ جو اپنے حلق کو حرام کمائی سے اور زبان کو حرام بات سے محفوظ رکھے وہ بندہ انشاء اللہ مقبولُ الدُّعاء ہوتا ہے وہ جو رب سے مانگتا ہے پالیتا ہے۔ تجربہ شاہد ہے اللہ تعالیٰ نصیب کرے۔ سچی بات' حلال روزی' عبادتوں کی اصل ہے۔

(مرأت)

حدیث : ۲۷

وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ لَمَّا بَعَثَهُ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلَی الْیَمَنِ خَرَجَ مَعَہٗ رَسُولُ اللّٰہِ یُوْصِیْہِ وَ مُعَاذٌ رَاکِبٌ وَرَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَمْشِیْ تَحْتَ رَاحِلَتِہٖ فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ یَا مُعَاذُ اِنَّکَ عَسٰی اَنْ لَّا تَلْقَانِیْ بَعْدَ عَامِیْ ھٰذَا وَلَعَلَّکَ اَنْ تَمُرَّ بِمَسْجِدِیْ ھٰذَا وَقَبْرِیْ فَبَکٰی مُعَاذٌ جَشَعًا لِفِرَاقِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ثُمَّ الْتَفَتَ فَاَقْبَلَ بِوَجْہِہٖ نَحْوَ الْمَدِیْنَۃِ فَقَالَ اِنَّ اَوْلَی النَّاسِ بِیَ الْمُتَّقُوْنَ مَنْ کَانُوْا وَحَیْثُ کَانُوْا (رَوَاہُ اَحْمَدُ)

مشکوٰۃ کتاب الرقاق۔

ترجمہ:-

روایت ہے حضرت معاذ بن جبل سے' فرمایا جب انہیں رسُول اللہؐ نے یمن کی طرف بھیجا تو رسُول اللہؐ ان کے ساتھ تشریف لے گئے۔ آپ انہیں وصیت فرما رہے تھے اور جناب معاذ سوار تھے اور رسُول اللہؐ پیدل چل رہے تھے ان کے کجاوہ کے نیچے' تو جب فارغ ہوئے فرمایا! اے معاذ ممکن ہے کہ تم اس سال کے بعد مجھے نہ ملو۔ غالبا" تم اب میری مسجد اور میری قبر پر سے گزرو' تو معاذ"

رسُول اللہ ؐ کی جدائی سے گھبرا کر بہت روئے پھر حضورؐ واپس ہوئے تو اپنا چہرہ پاک مدینہ کی طرف کیا پھر فرمایا کہ لوگوں میں مجھ سے قریب ترین لوگ پرہیز گار ہیں جہاں بھی ہوں۔

(احمد)

تشریح:۔

شارح مشکوٰۃ فرماتے ہیں' معاذؓ کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجا تو حسبِ معمول انہیں الوداع کرنے ثنیۃ الوداع تک گئے۔ معاذؓ سوار' جبکہ حضورؐ پیدل چل رہے تھے۔ سُنت یہی ہے کہ مہمان کو الوداع کرتے وقت کچھ دُور اس کے ساتھ جاوَ۔ اس عمل سے اپنے مقرر کردہ حکام کا احترام فرمانا ہے۔ یہاں لَعَلَّ شک کے لئے نہیں بلکہ یقین کے لئے جیسے رب فرماتا ہے لَعَلَّ اللّٰہَ یُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِکَ اَمْرًا یا فرمایا لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ۔ وقبری میں "و" بمعنی مع ہے یعنی میری قبر پر آوَ گے جو اسی مسجد میں ہو گی (مرقات)

اس فرمان میں پانچ غیبی خبریں ہیں۔ ۱۔ہم عنقریب وفات پا جائیں گے۔ ۲۔ ہماری وفات مدینہ میں ہوگی۔ ۳۔ ہماری قبر مسجد نبویؐ میں ہوگی۔ ۴۔ معاذؓ ہمارے بعد وفات پائیں گے۔ ۵۔ حضرت معاذؓ ہماری قبر پر زیارت کرنے آئیں گے۔ یہ پانچوں باتیں علومِ خمسہ سے ہیں۔ یہ ہے ہمارے نبیؐ کا علمِ غیب۔ یہ خیال کر کے روئے

کہ میں حضور انورؐ سے اب ہمیشہ کے لئے الوداع ہو رہا ہوں' آج بھی مدینہ منورہ سے نکلتے وقت جو حالت حجاج کی ہوتی ہے وہ بیان نہیں ہو سکتی۔

فرماتے ہیں' میں آگے روانہ ہوا' حضورؐ واپس مدینہ کی طرف پھرے تو باآواز بلند فرمایا جو میں نے بھی اپنے کانوں سے سن لیا۔ آپ نے تسلی کے لئے فرمایا۔ اس فرمان کے چند مقاصد ہو سکتے ہیں۔ ۱۔ اے معاذ تم اس ظاہری فراق سے غم نہ کرو۔ تقویٰ اختیار کرو جہاں بھی ہو گے میرے قریب ہی رہو گے۔ ۲۔ تاقیامت مسلمان تقویٰ کے ذریعے مجھ سے قریب ہو سکیں گے۔ زبان' وطن اور قومیت ہم سے قریب کرنے کے لئے کافی نہیں۔ قرآن کے پاس اطاعت کے قدم سے اور حضورؐ کے پاس ارادت کے قدم سے پہنچو۔ ہم صرف مدینہ میں نہیں بلکہ عُشاق کے سینہ میں رہتے ہیں۔ ۳۔ میرے متصل جو خلیفہ ہوں گے (حضرت ابوبکرؓ) وہ میرے بہت ہی قریب ہوں گے۔ تم ان کو دیکھ لیا کرنا۔ ان کے رُخسار میں میرا جمال دیکھو گے۔

(اشعہ از مولانا شیخ عبدالحق محدّث دہلوی و مرقات از ملّا علی قاری حنفی)

بعض حضورؐ کے قرابت دار مکّہ میں رہ کر بھی حضورؐ سے دُور رہے جیسے ابو لہب وغیرہ۔ بعض دُور رہ کر حضورؐ سے قریب رہے جیسے اویس قرنیؓ وغیرہ۔ تقویٰ بہت قسم کا ہے جیسا تقویٰ ویسا حضورؐ سے قُرب۔ اللہ تعالیٰ قربِ محمدیؐ

نصیب فرمائے۔ (مرأت)

چورسی بکوئے دلبر بسپار جانِ مضطر
کہ مبادا بارِ دیگر نہ رسی بدیں تمنا

حدیث : ۲۸

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ تَلَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ النُّوْرَ اِذَا دَخَلَ الصَّدْرَ انْفَسَحَ فَقِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ هَلْ لِتِلْكَ مِنْ عَلَمٍ يُّعْرَفُ بِهٖ قَالَ نَعَمْ اَلتَّجَافِيْ مِنْ دَارِ الْغُرُوْرِ وَالْاِنَابَةُ اِلٰى دَارِ الْخُلُوْدِ وَالْاِسْتِعْدَادُ لِلْمَوْتِ قَبْلَ نُزُوْلِهٖ (رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ) مشکوٰۃ کتاب الرقاق

ترجمہ:۔

روایت ہے حضرت ابن مسعودؓ سے فرماتے ہیں۔ رسول اللہؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی کہ اللہ تعالیٰ جس کی ہدایت کا ارادہ کرتا ہے اس کا سینہ اِسلام کے لئے کھول دیتا ہے تو رسول اللہؐ نے فرمایا کہ نور جب سینہ میں داخل ہوتا ہے تو

سینہ کھل جاتا ہے۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ کیا اس کی کوئی نشانی بھی ہے جس سے یہ نور پہچانا جا سکے۔ فرمایا ہاں' دھوکہ کی جگہ سے دور رہنا' دائمی گھر کی طرف رجوع کرنا اور موت آنے سے پہلے اس کی تیاری کرنا۔

(بیہقی فی شعب الایمان' مشکوٰۃ کتاب الرقاق)

تشریح۔

شارح مشکوٰۃ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں ہدایت سے مراد ہدایتِ خاص ہے جس کے ساتھ خیر کی توفیق مل جاتی ہے۔ عام ہدایت تو رب نے ساری مخلوق کو فرمائی۔ ہدایتِ عامہ کے لئے انبیاء تمام انسانوں کے لئے بھیجے۔ (مرأت)

اور جب مومن کا سینہ کھل جاتا ہے تو عرش و کرسی' لوح و قلم' زمین و آسمان تمام سے زیادہ وسیع ہو جاتا ہے۔ حدیثِ قدسی میں آتا ہے کہ میں نہ تو زمین و آسمان میں سماتا ہوں بلکہ میں تو مومن کے سینہ میں سماتا ہوں۔ مولانا فرماتے ہیں۔

من نہ گنجم در زمین و آسمان
بلکہ ے گنجم بقلبِ مومناں

یہ اس نورانی مومن کا سینہ ہے' اس نورِ قلبی کی تین علامتیں ہیں۔ ۱۔ دنیا سے دل نہ لگانا ۲۔ آخرت سے دل لگانا ۳۔ دنیا میں اعمالِ صالح کرنا۔ دنیا کو دارالغرور اس لئے فرمایا کہ اس کا دکھلاوا بہت ہے حقیقت کچھ نہیں۔ جیسے صحرایا تھور دور سے

پانی معلوم ہوتا ہے مگر حقیقت میں ریت یا (کلر) شور ہوتا ہے۔ یا جیسے پانی کا بلبلہ کہ دیکھنے میں بہت اُبھرا ہوا مگر اندر کچھ نہیں۔ دنیا سے بادشاہوں' امیروں' وزیروں نے دھوکہ کھایا کہ بہت کچھ جمع کیا بڑی محنت و مشقت سے جمع کیا مگر ایک سانس الٹی آگئی۔ آن کی آن میں سب کچھ چھوڑا اور خالی ہاتھ چلے گئے۔ یہ ہے دنیا کا دھوکہ۔

یاد رہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ و حضرت سلیمان ؑ کی دنیا انہیں دھوکہ نہ دے سکی کیونکہ ان کی دنیا آخرت کی کھیتی تھی کہ اس سے انہوں نے ربّ کو راضی کرلیا۔ دنیا ان کے لئے دار الغرور نہیں بلکہ دار السرور تھی وہ شاد شاد آئے' شاد شاد رہے' شاد شاد چلے گئے۔

وہ موت بلکہ علاماتِ موت سے پہلے گناہوں سے توبہ نیک اعمال کا توشہ جمع کر لیتے ہیں۔ ریل آنے سے پہلے سامان تیار رکھتے ہیں۔ موت یار کے پاس لے جانے والی ریل ہے اس کے آنے سے پہلے سامان تیار کر لو۔ آنے پر کچھ نہ ہو سکے گا۔ (مرأت)

حدیث : ۲۹

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ وَاَبِیْ خَلَّادٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا رَأَيْتُمُ الْعَبْدَ يُعْطَى زُهْدًا فِي الدُّنْيَا وَقِلَّةَ مَنْطِقٍ فَاقْتَرِبُوا مِنْهُ فَإِنَّهُ يُلَقَّى الْحِكْمَةَ

(رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ)

ترجمہ

روایت ہے حضرت ابو ہریرہؓ اور ابو خلاد سے' کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ جب تم کسی بندے کو دیکھو کہ اسے دنیا سے بے رغبتی اور کم بولنے کی نعمتیں دی گئی ہیں۔ تو ان سے قرب حاصل کرو کیونکہ اسے حکمت دی جاتی ہے۔

(بیہقی فی شعب الایمان' مشکواۃ کتاب الرقاق)

تشریح

ابو خلاد کے نام میں اختلاف ہے۔ بعض صحابہؓ کے نزدیک ان کا نام عبدالرحمٰن ہے حق یہ ہے کہ ابو خلاد صحابی ہیں۔ یعنی وہ دنیاوی باتیں کم کرتا ہے۔ ذکرِ اللہ ، درود شریف اس میں داخل نہیں۔ کیونکہ ذکرِ اللہ وغیرہ تو عبادت ہے۔ اللہ کرے ان سے زبان ہر وقت تر رہے۔ (مرأت)

صاحبِ مرقات ملاّ علی قاری حنفی فرماتے ہیں کہ حکمت سے مراد علم با عمل ہے۔ بعض کے نزدیک شریعت و طریقت کا اجتماع حکمت ہے۔ حدیث شریف

میں ہے کہ جو شخص چالیس دن اخلاص اختیار کرے تو اس کی زبان سے حکمت کے چشمے جاری ہوتے ہیں۔ ان کی صحبت اکسیر ہے۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ سچے لوگوں کے ساتھ ہو جاؤ حقیقت میں ایسا مسلمان نائب پیغمبر وارثِ رسول ہے۔ (مرقات)

حدیث : ۳۰

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رُبَّ اَشْعَثَ مَدْفُوْعٍ بِالْاَبْوَابِ لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ) مشکوٰۃ باب فضل الفقراء

ترجمہ:۔

روایت ہے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے' فرماتے ہیں ' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سے پراگندہ بال دروازوں سے نکالے ہوئے۔ اگر اللہ پر قسم کھالیں تو اللہ انہیں بری کرلے۔ (مسلم)

تشریح:۔

اس فرمانِ عالی کا مطلب یہ نہیں کہ وہ دنیا داروں کے دروازوں پر جاتے

ہیں وہاں سے نکالے جاتے ہیں وہ تو رب کے دروازے کے سوا کسی کے دروازے پر نہیں جاتے بلکہ مطلب یہ ہے کہ ان کی حقیقت سے دنیا غافل ہے۔ اگر وہ کسی کے پاس جاتے تو وہ ان سے ملنا گوارہ نہ کرتا۔ رب نے انہیں دنیا والوں سے ایسا چھپایا ہوا ہے جیسے لعل پہاڑ میں یا موتی سمندر میں تاکہ لوگ ان کا وقت ضائع نہ کریں۔ **(مرأت)**

فرمانِ عالی کے دو مطلب ہو سکتے ہیں۔ ا۔ وہ بندہ اگر اللہ تعالیٰ کو قسم دے کر کوئی چیز مانگے کہ خدایا تجھے قسم ہے اپنی عزت و جلال کی تو یہ کر دے تو رب تعالیٰ ضرور کر دے گا۔ یہ ہے بندہ کی ضد اپنے رب سے۔ ۲۔ یہ کہ اگر وہ بندہ خُدا کے کام پر قسم کھا کر لوگوں کو خبر دے دے تو خُدا اس کی قسم پوری کر دے۔ مثلاً" وہ کہہ دے کہ خدا کی قسم تیرا بیٹا ہو گا' یا رب کی قسم آج بارش ہو گی تو رب تعالیٰ ان کی زبان سچی کرنے کے لئے یہ کر دے۔ بعض لوگ بزرگوں کی زبان سے کچھ کہلواتے ہیں حضورؐ کہہ دو کہ تیرا بیٹا ہوگا تو مقدمہ میں کامیاب ہوگا۔ اس عمل کا ماخذ یہ حدیث ہے۔

(اشعۃ للمعات از شیخ عبدالحق محدث دہلوی)

حضرت غوث بہاء الحق ملتانیؒ اور بوڑھی عورت کا واقعہ اس کا ثبوت ہے کہ عورت نے کہا بہاء الحق واپس آجاؤ۔ اللہ کی قسم آج بارش ہو جائے گی میں

بارش کرا دوں گی۔ (فہرست القرآن از مفتی احمد یار نعیمیؒ)

ان کے منہ سے جو نکلی وہ بات ہو کے رہی

حضرت مولانا مفتی محمد امین محدثِ اعظم مدظلہ فیصل آبادی اس واقعہ کے راوی ہیں کہ میرے بھائی ڈاکٹر محمد شریف کے ہاں اولاد نہ ہوتی تھی ڈاکٹر اور طبی معائنہ والے مایوس ہو چکے تھے۔ ایک دفعہ رابع حضرت رِلَّہیؒ جو اُنکے مرشد تھے پوچھا کہ ڈاکٹر آپکی کوئی اولاد ہے تو انہوں نے عرض کیا کہ جناب کوئی اولاد نہیں اور نہ ہی کوئی امید ہے تو حضرت نے فرمایا! نہیں اولاد تو ضرور ہونی چاہیے۔ بس یہی الفاظ کام کر گئے اور سال بعد اللہ تعالیٰ نے انکو بیٹا عطا فرما دیا جو آج بھی اللہ کے فضل سے بقیدِ حیات ہے۔

حدیث : ۳۱

وَعَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ رَاٰی سَعْدٌ اَنَّ لَهٗ فَضْلًا عَلٰی مَنْ دُوْنَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ هَلْ تُنْصَرُوْنَ وَتُرْزَقُوْنَ اِلَّا بِضُعَفَائِكُمْ (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ) مشکوٰۃ باب فضل الفقراء

ترجمہ

روایت ہے حضرت مصعب بن سعد سے فرماتے ہیں کہ حضرت سعد نے سمجھا کہ انہیں اپنے سے نیچوں پر بزرگی ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم لوگ اپنے کمزوروں کی برکت سے ہی مدد کئے جاتے ہو اور روزی دیئے جاتے ہو۔ (بخاری)

تشریح۔

صاحب مرقات ملا علی قاری حنفی اور صاحب اشعۃ شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے مطابق حضرت مصعب ابن سعد ابن ابی وقاص ہیں۔ آپ تابعی ہیں۔ اپنے والد سعد رضی اللہ عنہ، حضرت علی ابن عمر طلحہ سے ملاقات ہے۔ (رضی اللہ عنہم) ۱۰۳ھ میں وفات پائی۔

شارح مشکوٰۃ صاحب مرأت فرماتے ہیں کہ حضرت سعد بن ابی وقاص بڑے مالدار، سخی اور بہادر تھے۔ ایک بار ان کے دل میں خیال آیا کہ میں فلاں فقیر مہاجر صحابی سے افضل ہوں۔ آپ نے منہ سے کچھ نہ کہا تھا تب حضورؐ نے یہ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کو دلوں کے خطرات پر مطلع فرمایا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کا یہ خیال بطور شکر ہوگا نہ کہ بطور فخر چونکہ یہ تصور کہ میں بہادری اور سخاوت میں فلاں سے افضل ہوں آپ کی شان کے لائق نہ تھا اس لئے یہ ارشاد ہوا۔ فرمایا

اے سعد رضی اللہ عنہ تمہاری سخاوت تو دولت سے ہے اور شجاعت طاقت و قوت سے مگر دولت' قوت' فتح' فقراء کی برکت سے ہے۔ وہ تم حضرات کے لئے وسیلہ عظمٰی ہیں اس سے توسل ثابت ہُوا۔ (مرأت)

فقراء مسلمین بندوں کے لئے قطب اور اوطار ہیں جیسے خیمہ میخوں اور قطب چوب سے قائم ہے۔ ایسے ہی دنیا ان لوگوں سے قائم ہے۔ فقراء کی برکت سے بندوں کو رزق ملتا ہے ان کے طفیل بارشیں ہوتی ہیں۔ غرضیکہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ملنے کا ذریعہ یہی لوگ ہیں۔ (مرقات از ملا علی قاری حنفی)

حدیث : ۳۲

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اطَّلَعْتُ فِي الْجَنَّةِ فَرَأَيْتُ اَكْثَرَ اَهْلِهَا الْفُقَرَاءَ وَاطَّلَعْتُ فِي النَّارِ فَرَأَيْتُ اَكْثَرَ اَهْلِهَا النِّسَاءَ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) مشکوٰۃ باب فضل الفقراء

ترجمہ:

روایت ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے' فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے جنت میں جھانکا تو وہاں کے عام باشندے فقیر لوگ

دیکھے اور میں نے دوزخ میں جھانکا تو وہاں اکثر باشندے عورتیں دیکھیں۔

(بخاری و مسلم)

تشریح۔

یہ واقعہ جسمانی معراج کا نہیں کہ اس رات تو حضورؐ جنّت میں تشریف لے گئے تھے وہاں کی سیر فرمائی تھی۔ یہ خواب کا واقعہ معلوم ہوتا ہے۔ (مراٰت)

کیونکہ حضرات انبیاء کرامؑ کی اطاعت کرنے والے اکثر فقراء ہی رہے۔ آج بھی دیکھ لو علماء و حفّاظ' وقت پڑنے پر غازی شہید اکثر غریب لوگ ہی ہوتے ہیں۔ اب بھی مساجد میں دینی مدرسے غریبوں کے دم سے آباد ہیں۔ امیروں کے لئے کالج' سینما' کھیل تماشے' ہیں۔ فرمانِ عالی بالکل برحق ہے۔ (مراٰت)

چونکہ عورتیں زیادہ تر دنیا کی طرف مائل ہوتی ہیں اور اپنے خاوند بلکہ گھر بھر کو نیکیوں سے روک دیتی ہیں اور عورتیں ناشکری' بے صبری زیادہ کرتی ہیں۔ عورت بگڑ کر سارے گھر کو بگاڑ دیتی ہے اور سنبھل کر سارے گھر کو سنبھال لیتی ہے۔ بچے کا پہلا سکول ماں کی گود ہے۔ جنّت و دوزخ کا یہ داخلہ بعد قیامت ہو گا مگر حضورؐ کی نگاہ شریف نے اسے ملاحظہ فرما لیا۔ ہمارے خواب و خیال سے بھی زیادہ تیز حضورؐ کی نگاہ شریف ہے۔ ہم خواب و خیال سے اگلی آئندہ چیزیں دیکھ لیتے ہیں۔ (مراٰت)

یہاں صاحبِ تفہیم البخاری لکھتے ہیں کہ مہلّب نے کہا کہ عورتیں اس لئے دوزخ میں زیادہ ہوں گی کہ یہ اپنے شوہروں کی نعمتوں کی ناشکری کرتی ہیں۔ علاّمہ قرطبی کہتے ہیں کہ عورتیں جنّت میں اس لئے کم ہوں گی کہ ان میں نفسانی خواہشات کا غلبہ ہوتا ہے اکثر دیکھا گیا ہے کہ زیادہ عورتیں جلد ہی بے دین لوگوں کے دھوکہ میں آجاتی ہیں جو ان کی خواہش کرتے ہیں اور اگر کوئی ان کو آخرت کی توجّہ دلائے تو اس طرف کان تک نہیں دھرتیں اور دنیاوی زیب و زینت کی طرف مائل ہوتی ہیں اور فقراء جنّت میں اس لئے زیادہ ہوں گے کہ ان کو اتنا مال میسّر نہیں ہوتا جس کے سبب وہ بداعمالیوں کی طرف مائل ہو سکیں کیونکہ اکثر کثرت اموال معاصی کا وسیلہ بنتے ہیں۔ سیدِ عالمؐ نے فقر کے فتنہ کی شر سے پناہ مانگی ہے کیونکہ اس کی شر کفر تک پہنچا دیتی ہے۔ یہ اگر فقر شر سے خالی ہو تو اس کی بہت فضیلت ہے۔ سرکار دو عالمؐ نے فرمایا اَلْفَقْرُ فَخْرِی اسی طرح غنااو امارت کے فتنہ کی شر سے آپؐ نے پناہ چاہی ہے۔ امارت کا شر انسان کا دل سخت کر دیتا ہے اور وہ جو رو استبداد پر آمادہ ہوتا ہے اگر سوال کیا جائے کہ جنّت میں کوئی بھی کنوارہ نہ ہو گا۔ ہر ایک جنّتی کی کم از کم دو بیویاں ہوں گی اور دوزخ میں ان کی کثرت کیسے ہوگی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضورؐ کی شفاعت سے پہلے عورتیں دوزخ میں زیادہ ہوں گی اور ہر شخص کے لئے دو بیویاں ہونے کی تقدیر پر جنّت میں زیادہ ہوں

کی۔ (کذا قال العلماء)

علامہ رضوی کہتے ہیں کہ میری رائے میں جواب یہ ہے کہ ہر ایک جنتی کی دو بیویاں حورِ عین سے ہوں گی اور وہ یقیناً جنت میں ہوں گی۔ یہاں دنیاوی عورتوں کا ذکر کہ وہ دوزخ میں زیادہ ہوں گی کیونکہ وہی دنیاوی زینت کی طرف مائل ہوتی ہیں اور وہی فسّاق کے دھوکہ میں جلدی آ جاتی ہیں اور اپنے شوہروں کی نعمتوں کی ناشکری کرتی ہیں۔ جنت کی عورتیں تو شوہروں سے محبت کریں گی ان کا ناشکری کرنا غیر متصور ہے۔ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ

(تفہیم البخاری)

حدیث ۲۳

وَعَنْ عُمَرَ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَاِذَا هُوَ مُضْطَجِعٌ عَلٰى رُمَالِ حَصِيْرٍ لَيْسَ بَيْنَهٗ فِرَاشٌ قَدْ اَثَّرَ الرُّمَالُ بِجَنْبِهٖ مُتَّكِئًا عَلٰى وِسَادَةٍ مِنْ اَدَمٍ حَشْوُهَا لِيْفٌ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اُدْعُ اللّٰهَ فَلْيُوَسِّعْ عَلٰى اُمَّتِكَ فَاِنَّ فَارِسَ وَالرُّوْمَ قَدْ وُسِّعَ عَلَيْهِمْ وَهُمْ لَا يَعْبُدُوْنَ اللّٰهَ فَقَالَ اَوَفِيْ هٰذَا اَنْتَ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ اُولٰٓئِكَ قَوْمٌ عُجِّلَتْ لَهُمْ طَيِّبَاتُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِيْ رِوَايَةٍ اَمَا

تَرْضٰی اَنْ تَکُوْنَ لَھُمُ الدُّنْیَا وَلَنَا الْاٰخِرَۃُ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

مشکوٰۃ باب فضل الفقراء

ترجمہ

روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے، فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ تنکوں والی چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے۔ آپ کے اور اس چٹائی کے درمیان کوئی بستر نہ تھا اور منگے آپ کی کروٹ میں اثر کر گئے تھے۔ چمڑے کے تکیے پر ٹیک لگائے جس کا بھراؤ کھجور کی چھال سے تھا۔ میں نے کہا! یارسول اللہؐ رب سے دعا فرمایئے کہ وہ آپ کی اُمت پر وسعت فرما دے کیونکہ فارس و روم پر بڑی وسعت کی گئی ہے حالانکہ وہ اللہ کی عبادت نہیں کرتے۔ فرمایا اے ابن خطاب تم اس خیال میں ہو۔ یہ وہ قوم ہے جن کے لئے دنیاوی زندگی میں ان کو نعمتیں دے دی گئیں۔ ایک اور روایت میں یوں ہے کہ کیا تم اس سے راضی نہیں کہ دنیا انکے لئے ہو اور آخرت ہمارے لئے

(بخاری، مسلم)

تشریح

حصیر چٹائی رمال کھجور کے پتوں سے بنی ہوئی۔ ان پتوں کو اردو میں منگے کہتے ہیں۔ یہ ہے حضورؐ کی سادہ زندگی۔ تکیہ کا غلاف چمڑے کا جس میں کھجور کی نرم چھال یعنی کھجور درخت کا نرم گودا تھا۔ اس عرض و معروض میں غالباً" امت کا ذکر زائد ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آپ پر وسعت فرما دے مگر بے ادبی کے خوف

سے امت کا نام لیا۔ یعنی حضورؐ آپکی امت اس فقروفاقہ میں آپکی پیروی نہ کر سکے گی۔ یہ دعا کریں کہ اللہ ان پر دنیا وسیع کرے۔ انہیں عیش و عشرت نصیب ہو مگر پہلا احتمال زیادہ قوی ہے۔ جیسا کہ جوابِ عالی سے معلوم ہو رہا ہے۔ حضورؐ کی امت پر آپ ؐ کے صدقے دنیا بہت فراخ ہوئی تمام دنیا کے بادشاہ مسلمان بنا دیئے گئے۔ تاریخ والے جانتے ہیں۔

بوریا ممنون خوابِ راحتش
تاج کسریٰ زیرِ پائے اُمتش

عرض کی کہ روم و فارس کے بادشاہ کافر ہیں۔ اللہ کی عبادت بھی نہیں کرتے۔ وہ عیش و آرام میں ہیں۔ حضورؐ تو اللہ کے محبوب ہیں۔ حضور کا عیش و آرام ان سے زیادہ چاہیے۔ یعنی تمہاری رائے تو ایسی شاندار ہوتی ہے اس کے موافق قرآنی آیات نازل ہوئی ہیں تم جیسا پختہ اور درست رائے والا کوئی ہی ہو گا تم بھی یہاں دھوکہ کھا گئے اور قیصر و کسریٰ کی عیش و عشرت والی زندگی کی آرزو ہمارے واسطے کرنے لگے۔ اس لئے یہاں ابن خطاب کے حطاب سے یاد فرمایا۔ نام نہ پورا۔ ابن خطاب فرمانے میں بھی عجیب نازو انداز ہے۔ فرمایا ان کفار کو دنیاوی عیش و آرام عطا فرمانا اللہ کی رحمت نہیں بلکہ اللہ کا عذاب ہے کہ وہ اس کی وجہ سے آخرت کی نعمتوں سے محروم ہو گئے۔ کفر و فسق کے باوجود نعمتیں ملنا اللہ کا ان پر عذاب ہے۔ فرماتے ہیں کفار کے لئے صرف دنیا ہو۔ ہمارے لئے آخرت بھی ہو۔ صوفیاء کے نزدیک دنیا وہ ہے جو اللہ سے غافل کردے جو مال و دولت آخرت

کا توشہ بن جائے وہ دین ہے لہٰذا اس حدیث پاک کی بنا پر دولتِ عثمانی پر اعتراض نہیں ہو سکتا وہ دولت تو عین دین تھی۔ نیز اللہ تعالیٰ نے بعد میں حضور ﷺ کو بہت دولت عطا فرمائی جو حضورؐ نے اپنے ہاتھوں سے بانٹی۔ اب بھی ہم سب حضورؐ کے آستانہ سے پل رہے ہیں بہرحال حدیث پاک بالکل واضح ہے کہ مومن کی دنیا اور کافر کی دنیا کچھ اور ہے۔

دونوں کی ہے پرواز اسی ایک فضا میں
کرگس کا جہاں اور ہے شاہین کا جہاں اور

(مرأت)

حدیث : ۳۴

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا نَظَرَ اَحَدُكُمْ اِلٰى مَنْ فُضِّلَ عَلَیْهِ فِی الْمَالِ وَالْخَلْقِ فَلْیَنْظُرْ اِلٰى مَنْ هُوَ اَسْفَلُ مِنْهُ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

ترجمہ

روایت ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں کوئی اسے دیکھے جسے اس پر مال و اعضاء میں

بڑائی دی گئی ہے تو اسے بھی دیکھ لے جو اس سے نیچے ہے۔

(مسلم و بخاری' مشکوٰۃ باب فضل الفقراء)

تشریح:۔

شارح مشکوٰۃ فرماتے ہیں کہ اگر تم کبھی ایسے شخص کو جو صحت یا دولت میں تم سے زیادہ ہو اور تم کو اس پر رنج ہو تو فوراً ایسے کو بھی دیکھ لو جو صحت و دولت میں تم سے کم ہو اور خدا کا شکر ادا کرو۔ شیخ سعدی شیرازیؒ گلستاں میں لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ میرا جوتا سفر کی وجہ سے ختم ہو گیا۔ نیا خرید نہ سکتا تھا۔ میں لوگوں کو جوتے پہنے دیکھ کر رو رہا تھا۔ اسی دوران میں شہر کی جامع مسجد پہنچا وہاں ایسے شخص کو دیکھا جس کے پاس پاؤں نہ تھے اور وہ چوتڑوں سے گھسٹ رہا تھا۔ میں نے فوراً توبہ کی اور سجدہ میں گر کر شکرِ باری تعالیٰ کرنے لگا۔ یہ ہے اس حدیثِ پاک پر عمل۔ اس سے دل کو بہت تسکین ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس پر عمل نصیب کرے۔ آمین اور مسلم شریف میں اس طرح عبارت ہے۔

قال انظروا الٰی من ھو اسفل منکم ولا تنظروا الٰی من ھو فوقکم فھو اجدر ان لَّا تزدروا نعمۃ اللّٰہ علیکم

یعنی فرمایا تم اپنے سے نیچے کو دیکھو اپنے سے اوپر کو نہ دیکھو۔ یہ عمل اس کا باعث ہے کہ تم اللہ کی نعمت کی ناقدری نہ کرو۔ مطلب یہ ہے کہ دنیاوی چیزوں میں اپنے سے نیچے کو دیکھو تاکہ تم شکر کرو اور دین کی چیزوں میں اپنے سے اوپر کو دیکھو تاکہ تم اپنی عبادت پر تکبر نہ کرو۔ اگر تم پنجگانہ نماز پڑھتے ہو تو انہیں

دیکھو جو تہجد اور اشراق بھی پڑھتے ہیں مگر افسوس صد افسوس ہمارے معاشرہ میں تو الٹی گنگا بہہ رہی ہے۔ مال و دولت والے کو معزز شہری جبکہ نمازی اور دیانتدار کو حقیر سمجھاجاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم مسلمانوں کو راہِ راست پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (مرأت)

شارح بخاری علامہ غلام رسول رضوی کہتے ہیں کہ اگر ایسے شخص کو دیکھو جو دنیاوی ناز و نعمت میں اس سے بلند پایہ ہے تو اسے ایسے شخص کو بھی دیکھ لینا چاہئے جس سے یہ بلند پایہ ہے۔ تاکہ بلند پایہ کو دیکھ کر اللہ کی نعمت کا کفران نہ کرے بلکہ اپنے اوپر اللہ کی نعمتیں دنیاوی مال و متاع' خوبصورتی اور اولاد وغیرہ کو دیکھے تاکہ اللہ کی نعمتوں کا شکر بجالائے اور خوش ہو لیکن جس کا تعلق آخرت سے ہے وہاں اس کو دیکھے جو اس سے دین داری میں بلند پایہ ہے تاکہ فضائل حاصل کرنے میں راغب ہو۔

(تفہیم البخاری)

حدیث : ۳۵

وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ ابْغُوْنِیْ فِیْ ضُعَفَائِکُمْ فَاِنَّمَا تُرْزَقُوْنَ اَوْ تُنْصَرُوْنَ بِضُعَفَائِکُمْ (رَوَاہُ ابُوْدَاوٗدَ) مشکوٰۃ باب فضل الفقراء

ترجمہ

حضرت ابوالدرداء سے روایت ہے وہ نبی کریم ﷺ سے راوی - فرمایا مجھے اپنے کمزوروں میں تلاش کرو۔ تم اپنے کمزوروں کی وجہ سے ہی روزی اور فتح دیئے جاتے ہو۔ (ابوداؤد)

تشریح

شارح مشکوٰۃ فرماتے ہیں کہ یہاں ضعفاء سے مراد وہ صالح مومن جن میں کبھی شیخی نہیں ہوتی۔ حضورؐ فرماتے ہیں کہ مجھے ایسے نیک مومنوں میں تلاش کرو۔ میں ان میں ملوں گا۔ ڈھونڈنے سے مراد ہے کہ ان فقراء و مساکین کی خدمت کیا کرو جس سے وہ راضی ہو جائیں۔ ان کی مجلسوں میں حاضر رہو۔

یہاں اشعۃ اللمعات میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ حدیث قدسی ہے کہ میں ٹوٹے ہوئے دلوں میں رہتا ہوں۔ مجھے وہاں طلب کرو۔ میری رضا ضعفاء کی رضا میں پوشیدہ ہے۔ (اشعۃ)

یہاں مرقات نے بحوالہ ابن ملک فرمایا ہے کہ حضورؐ روحانی توجّہ سے تو ہر دم ان مقبولوں کی محفل میں رہتے ہیں مگر کئی دفعہ جسماً و صورتاً بھی ان مجالس میں تشریف فرما ہوتے ہیں۔ (مرقات از ملّا علی قاری حنفی)

صاحبِ مرات فرماتے ہیں کہ ایسی پاک مجلسوں میں اگر کوئی شخص اجنبی نظر آئے تو ضرور اس سے مصافحہ کریں۔ ممکن ہے کہ اس گروہ میں کوئی شہسوار ہو۔ جبرائیلؑ امین شکلِ انسانی میں بارگاہِ رسالتؐ میں آتے۔ حضرت خضر علیہ السلام

مختلف انسانی شکلوں میں لوگوں سے ملاقات کرتے تھے۔ سرکارِ دوعالمؐ اپنے بعض امتیوں کے جنازہ میں شرکت کرتے ہیں۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور سرکارِ دو عالمؐ نے حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کی پہلی محراب ختم ہونے پر ختم شریف میں شرکت فرمائی۔ مجلس میں ایک بزرگ آئے۔ نام پوچھا گیا تو فرمایا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ مجھے حضور نبی کریمؐ نے حکم فرمایا کہ آج عبدالعزیز کا ختم ہے ہم وہاں جا رہے ہیں اور مجھے کسی اور مقام کو جانے کا ارشاد فرمایا۔ اسی لئے مجھے یہاں پہنچنے میں تاخیر ہو گئی ہے۔ بس اتنا فرمایا اور غائب ہو گئے۔ (فتاوی عزیزیہ مقدمہ ص ۱۳ فارسی عبارت کا ترجمہ)

عرس بزرگان' میلاد شریف کی مجالس اور بزرگانِ دین کی زیارات میں شرکت کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ شاید حضورؐ کی قدم بوسی نصیب ہو جائے۔ آخرت میں حضورؐ کے ملنے کے تین مقام ہیں۔ حوضِ کوثر' میزانِ عمل اور صراط۔ جبکہ دنیا میں آپؐ کے ملنے کی جگہ بزرگوں کی مجالس۔ ان سے دُوری اللہ و رسولؐ سے دُوری ہے۔ مولانا فرماتے ہیں۔

چُوں شوی دُور از حضورِ اولیاء ۔ ایں چُنیں داں دُور گشتی از خُدا

یہاں اشعہ نے فرمایا کے راوی کو شک ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ترزقون فرمایا یا تنصرون فرمایا۔ بہرحال معنا یہ ہے کہ ضعفاء میں قطب اور اوتار ہوتے ہیں جن سے نظامِ دنیا قائم ہے۔ اگر یہ رہیں تو دنیا رہے۔ مثلاً خیمہ چوب اور طناب میخوں سے قائم ہے اگر یہ نہ رہیں تو خیمہ گر جائے۔ آسمان کا خیمہ ان بزرگوں سے قائم ہے۔ (مرقات از ملا علی قاری حنفی)

حدیث : ۳۶

وَعَنْ اُمَیَّۃَ بْنِ خَالِدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ اُسَیْدٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ کَانَ یَسْتَفْتِحُ بِصَعَالِیْکِ الْمُھَاجِرِیْنَ (رَوَاہُ فِیْ شَرْحِ السُّنَّۃِ)

ترجمہ

روایت ہے امیہ ابن خالد ابن عبداللہ ابن اسید سے وہ نبی کریم ﷺ سے راوی ہے کہ حضور فقراء و مہاجرین کے توسل سے فتح مانگتے تھے۔

(مشکواۃ باب فضل الفقراء)

تشریح

امیہ بن خالد کو بعض محدثین صحابی کہتے ہیں مگر آپ تابعی ہیں ثقہ مکی یا مدنی ۸۰ ھ کے بعد وفات پائی۔ (مرأت)

چنانچہ حضور انور جہاد میں اس طرح دعا فرماتے تھے۔ اَللّٰھُمَّ انْصُرْنَا عَلَی الْاَعْدَاءِ بِحَقِّ عِبَادِکَ الْفُقَرَاءِ الْمُھَاجِرِیْنَ یعنی اے اللہ ہماری دشمن پر نصرت فرما۔ اپنے مہاجر فقیروں کے حق سے جو تیرے بندے ہیں۔ اگرچہ سرکار دو عالم ﷺ خود سب کے وسیلہ عظمیٰ ہیں مگر آپ کا ان کے وسیلہ سے دعا مانگنا یہ بتانا مقصود ہے کہ اللہ کے مقبول بندوں کے وسیلہ سے دعاء کرنا سنتِ رسولؐ ہے اور افضل بندے اپنے نیک خدام کے وسیلہ سے دعا کریں۔ صرف نیک

اعمال کے وسیلہ پر قناعت نہ کیا کریں۔ (مرأت)

اس حدیث پاک کو بہت طرح سے قوت حاصل ہے۔

فرمانِ باری تعالیٰ ہے۔ لَوْ تَزَيَّلُوْا لَعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اگر مکہ سے یہ فقراء مومنین نکل جاتے تو ہم کفار کو عذاب دے دیتے۔ پتہ لگا کہ کفار کا عذاب سے بچے رہنا فقراء مومنین کی برکت سے ہے۔

ابن ابی شیبہ طبرانی نے امیّہ ابن عبد اللہ سے روایت کی کہ کان ﷺ بِصَعَالِيْكِ الْمُسْلِمِيْنَ۔ امیّہ ابن خالد صاحبِ مشکواۃ کے نزدیک صحابی ہیں اور اگر تابعی بھی ہوں تو نہایت ثقہ ہیں ان کی مرسل حدیث قبول ہے۔ (مرقات)

مندرجہ بالا آیت و حدیث وسیلۂ اولیاء کے لئے اعلیٰ درجہ کی دلیل ہے۔

مولانا فرماتے ہیں۔

بے عنایات حق و خاصانِ حق
گر ملک باشد سیاہ گردد ورق

بقول علامہ اقبال

اسی میں دیکھ مضمر ہے کمالِ زندگی تیرا
کہ تجھکو زینتِ دامن کوئی آئینہ رو کرلے

حدیث : ۳۷

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلدُّنْیَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَسَنَتُہٗ وَاِذَا فَارَقَ الدُّنْیَا فَارَقَ السِّجْنَ وَالسَّنَۃَ (رَوَاہُ فِیْ شَرْحِ السُّنَّۃِ)

ترجمہ

روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دنیا مومن کا جیل خانہ اور اس کی قحط سالی ہے۔ جب مومن دنیا چھوڑتا ہے تو جیل اور قحط سے نکل جاتا ہے۔ (شرح سنہ، مشکوٰۃ باب فضل الفقراء)

تشریح

جس طرح جیل میں قیدی کا دل نہیں لگتا اگرچہ وہاں ہر قسم کی سہولتیں بھی میسر ہوں۔ اسی طرح مومن کا دنیا میں دل نہیں لگتا اگرچہ اسے بڑا ہی آرام ہو۔ اس حدیث پاک کا یہ مطلب نہیں کہ مسلمان کو دنیا میں تکلیف ہی تکلیف ہے۔ تکلیف اور بات ہے اور دل نہ لگنا کچھ اور۔ مثال کے طور پر قحط سالی میں انسانوں کو ذلت، قلت اور تکلیف ہوتی ہے، اسی طرح مسلمان کو دنیا میں کوئی نہ کوئی تکلیف رہتی ہے یہ آزمودہ چیز ہے بلکہ تکلیفیں، ناکامیاں اور مصیبتیں ہی

انسان کو انسان بنا کر رکھتی ہیں- عیش و آرام میں غفلت جب کہ تکلیف میں بیداری ہوتی ہے-

مومن کو آخرت میں اسقدر آرام اور راحتیں ہیں کہ ان کے مقابل دنیا کی بادشاہت بھی جیل ہے اور کافر کو آخرت میں ایسی مصیبتیں جھیلنا ہوں گی کہ ان کے مقابلے میں دنیا کی سخت ترین تکلیف بھی گویا جنّت ہوگی- مومن مر کر دنیاوی جنجال سے آزاد ہوتا ہے اور کافر مر کر جنجال میں پھنستا ہے- موت ایک ریل ہے جو مومن کو عیش خانہ میں اور کافر کو جیل خانہ تک پہنچاتی ہے جس طرح ایک ہی ریل میں کسی کی بارات ہو سکتی ہے اور کسی کی میت- یا پھر اسی ریل میں کسی کو پھانسی کے لئے لے جایا جا رہا ہو- (مراٗت)

مولانا جامیؔ فرماتے ہیں-

دریں محنت سرائے بے مواسا
بنعمت ہائے خویشم کن شناسا

حدیث : ۳۸

وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّہٗ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَقَدْ اُخِفْتُ فِی اللّٰہِ وَمَا یُخَافُ اَحَدٌ وَلَقَدْ اُوْذِیْتُ فِی اللّٰہِ وَمَا یُوْذٰی اَحَدٌ وَلَقَدْ اَتَتْ عَلَیَّ ثَلٰثُوْنَ مِنْ بَیْنِ لَیْلَۃٍ وَّیَوْمٍ مَالِیْ وَلِبَلَالٍ طَعَامٌ یَاکُلُہٗ

ذُوْكَبِدٍ اِلَّا شَیْئٌ یُوَارِیْهِ اِبْطُ بِلَالٍ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ
وَقَالَ وَمَعْنٰی هٰذَا الْحَدِیْثِ حِیْنَ خَرَجَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ
وَسَلَّمَ هَارِبًا مِّنْ مَّکَّةَ وَمَعَهُ بِلَالٌ اِنَّمَا کَانَ مَعَ بِلَالٍ
مِنَ الطَّعَامِ یَحْمِلُ تَحْتَ اِبْطِهٖ) مشکوٰۃ باب فضل الفقراء

ترجمہ

روایت ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں اللہ کی راہ میں بہت ڈرایا گیا جتنا کوئی نہیں ڈرایا جاتا اور میں اللہ کی راہ میں ستایا گیا' ایسا کوئی نہیں ستایا جاتا اور مجھ پر تیس دن رات ایسے گزرے ہیں کہ میرے اور بلال رضی اللہ عنہ کے لئے کھانا نہ تھا جو کلیجے والا کھا سکے سواء اس قدر کے جسے بلال رضی اللہ عنہ کی بغل چھپائے ہوئے تھی۔ (ترمذی)

اور فرمایا کہ اس حدیث کے معنی یہ ہیں کہ جب نبی کریم ؐ مکہ معظمہ سے روانہ ہوئے اور آپ ؐ کے ساتھ بلال رضی اللہ عنہ تھے۔ بلال رضی اللہ عنہ کے ساتھ اتنا کھانا تھا جسے وہ اپنی بغل میں دبائے ہوئے تھے۔

تشریح

یعنی دین اسلام کی تبلیغ اور کتاب اللہ کی اشاعت کے سلسلے میں جتنا کفار نے آپ ؐ کو ڈرایا اتنا کسی اور نبی کو ان کی قوم نے نہیں ڈرایا۔ اشعۃ اللمعات میں شیخ محقق عبدالحق نے فرمایا کہ دین کی تبلیغ میں جتنا کفار نے آپ ؐ کو ستایا اتنا کسی اور نبی کو ستایا نہ گیا۔

صاحبِ مرقات ملّا علی قاری حنفی لکھتے ہیں کہ جب کفّارِ مکّہ نے آنحضرتؐ کو بہت ستایا اس وقت آپکے ساتھ طاقتور مسلمان نہ تھے۔ جب اسلام پھیلا تو کفار کی طاقت کمزور ہو گئی اور انہیں کم ستایا گیا۔ نوحؑ نے ساڑھے نو سو سال اپنی قوم سے تکالیف برداشت کیں مگر حضور انورؐ نے تیئس (۲۳) سال۔ لیکن نوحؑ کی تکالیف سے آپ کی تکالیف سخت تر ہیں چونکہ آپ سیدالانبیاء ہیں اس لئے آپ کی مشکلات بھی زیادہ ہیں۔ گہن چاند اور سورج کو ہی لگتا ہے تاروں کو نہیں اسی طرح دکھ بڑوں کو چھوٹوں کی نسبت زیادہ۔

خیال رہے یہ واقعہ ہجرت مدینہ کا نہیں کیونکہ اس دن آپ ﷺ کے ساتھ صدیق اکبرؓ تھے۔ سیدنا بلالؓ نہیں۔ غالباً یہ واقعہ تبلیغِ طائف کا ہے۔ نبوّت کے دسویں سال ابو طالب کی وفات ہوئی اور پانچ دن بعد خدیجۃ الکبریٰؓ کا انتقال ہو گیا۔ حضورؐ نے اس سال کا نام عام الحزن (غم کا سال) رکھا۔ تین ماہ بعد آخر شوال میں حضورؐ تبلیغ کے لئے طائف تشریف لے گئے۔ آپ کے ساتھ حضرت زید بن حارثہؓ تھے۔ آپؐ نے وہاں کے سردار بنی ثقیف کے معتمد شخص عبد یا لیل ابن عبد کلال کو تبلیغ کی۔ اس نے آپ کے پیچھے آوارہ لڑکے لگا دیئے جنہوں نے آپؐ کو زخمی کر دیا۔ زید رضی اللہ عنہ نے روکا تو ان کا سر زخموں سے چور ہو گیا۔ تب جبرائیل امینؑ نے آکر عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! حکم فرمائیں تو طائف کے پہاڑوں کو ملا دوں جس سے یہ لوگ پس جائیں۔ فرمایا اگر یہ لوگ ایمان نہ لائے تو ممکن ہے ان کی اولاد مسلمان ہو جائے۔ تاریخ اٹھا کے دیکھو'

طائف میں بڑے بڑے مسلمان سپہ سالار پیدا ہوئے۔ یہ سب کچھ آپؐ کی دعا کا صدقہ ہے۔

صاحبِ مرقات و لمعات فرماتے ہیں کہ یہاں یہ واقعہ مراد نہیں کیونکہ اس سفر میں آپؐ کے ساتھ بلالؓ نہ تھے بلکہ زیدؓ تھے۔ یہاں طائف کا کوئی اور سفر مراد ہے جس میں سیدنا بلالؓ ساتھ تھے۔ بعض نے فرمایا کہ حضورؐ نے طائف کے کئی سفر کئے ہیں۔ یہاں حدیث پاک میں ذو کبد فرما کر یہ اشارہ دیا کہ ہم دونوں کے پاس کوئی ایسی چیز نہ تھی جو کوئی جانور بھی کھا سکے۔ چہ جائیکہ انسان کھائے۔ شارح مشکوٰۃ لکھتے ہیں کہ بغل میں کھانا ظاہر ہے تھوڑا سا ہی سما سکے گا۔ چار، چھے روٹیاں، اتنا کھانا اور تیس دن، دو صاحبوں کا گزارہ۔ (مرأت)

اس سید الصابرین پر لاکھوں سلام۔ میں قربان جاؤں سرکارؐ نے تبلیغِ دین کی خاطر ایسی تکالیف اور مشقتیں اٹھائیں کہ آج تک تاریخ ایسی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔

حدیث : ۳۹

وَعَنْ عَمْرِو ابْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَصْلَتَانِ مَنْ كَانَتَا فِيْهِ كَتَبَهُ اللّٰهُ شَاكِرًا صَابِرًا مَنْ نَظَرَ فِيْ دِيْنِهٖ اِلٰى مَنْ هُوَ فَوْقَهٗ فَاقْتَدٰى بِهٖ وَنَظَرَ فِيْ دُنْيَاهُ اِلٰى مَنْ هُوَ دُوْنَهٗ

فَحَمِدَ اللّٰهَ عَلٰی مَا فَضَّلَهُ اللّٰهُ عَلَیْهِ کَتَبَهُ اللّٰهُ شَاکِرًا
صَابِرًا وَمَنْ نَظَرَ فِیْ دِیْنِهٖ اِلٰی مَنْ هُوَ دُوْنَهٗ وَنَظَرَ دُنْیَاهُ
اِلٰی مَنْ هُوَ فَوْقَهٗ فَاَسِفَ عَلٰی مَا فَاتَهٗ مِنْهُ لَمْ یَکْتُبْهُ
اللّٰهُ شَاکِرًا وَّلَا صَابِرًا (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ) مشکوٰۃ باب فضل الفقراء

ترجمہ:۔

حضرت عمرو ابن شعیب اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس میں دو عادتیں ہوں اسے اللہ تعالیٰ صابر شاکر لکھتا ہے۔ جو اپنے دین میں اپنے سے اوپر والے کو دیکھے تو اس کی پیروی کرے اور اپنی دنیا میں اپنے سے نیچے والے کو دیکھے تو اللہ کا شکر کرے اس پر کہ اللہ نے اسے اس شخص پر بزرگی دی تو اللہ تعالیٰ اسے شاکر صابر لکھے گا اور جو اپنے دین میں اپنے سے کم کو دیکھے اور اپنی دنیا میں اپنے سے اوپر کو دیکھے تو فوت شدہ دنیا پر غم کرے۔ اللہ اسے نہ شاکر لکھے گا نہ صابر۔

تشریح:۔

شکر اور صبر دونوں کا ایک شخص میں جمع ہونا مشکل معلوم ہوتا ہے کیونکہ شکر تو نعمت کے ملنے پر کیا جاتا ہے اور صبر نعمت نہ ملنے یا چھن جانے پر ملتا ہے مگر جو ان دو چیزوں پر صبر اور شکر پر عمل کرے گا وہ صابر اور شاکر ہو گا۔ گویا یہ ہے اجتماعِ ضدّین۔ (مرآت)

فرمایا کہ اگر تم اچھے کام کرتے ہو تو ان پر فخر نہ کرو بلکہ ان لوگوں کو دیکھو جو تم سے زیادہ نیک ہیں خواہ وہ زندہ ہوں یا نہ ہوں لہٰذا ہر مسلمان کو حضرات صحابہ و اہل بیتؓ کے اعمال میں غور اور عمل کرنا چاہیے جو زیادہ نیکیوں کی کوشش کرے اس کے سبب اللہ اسے صابر لکھے گا جب یہ شخص ان بزرگوں جیسے کام نہ کر سکے گا تو افسوس کرے گا۔ یہ اس کا صبر ہو گا۔ ہمیں افسوس کرنا چاہیے کہ کاش ہم بھی صحابہؓ کے وقت ہوتے اور جمالِ مصطفےٰؐ سے اپنی آنکھیں ٹھنڈی کرتے قدموں پر جان نچھاور کرتے۔

اپنے سے نیچے کو دنیاداری میں دیکھ کر شکر کرنا چاہیے۔ اس کے سوچنے سے بڑی سے بڑی مصیبت بھی آسان ہو جاتی ہے۔ اگر کسی کا جوان بیٹا مر جائے اور صبر نہ آئے تو وہ حضرت علی اکبر کی شہادت پر غور کرے۔ انشاء اللہ فوراً صبر نصیب ہو گا۔ دین میں اپنے سے کم اور دنیا میں اپنے سے اوپر دیکھنے والے شخص کی زندگی حسد' جلن' بے صبری اور دل کی کوفت میں گزرے گی۔ امیروں کو دیکھ کر جلتا بھنتا رہے گا کہ ہائے میرے پاس مال کم ہے اور اپنی عبادت پر فخر کرے گا کہ فلاں بے نمازی ہے اور میں نمازی ہوں۔ میں اس سے بہتر ہوں' یہ تکبّر ہے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے لِكَيْلَا تَأْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوا بِمَا اٰتٰكُمْ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص دنیا کی کمی پر رنج کرے وہ ایک ہزار سال کی مسافت دوزخ سے قریب ہو جائے گا اور جو شخص دینی کوتاہی پر رنج کرے گا وہ جنت سے ایک ہزار سال کی راہ قریب ہو جائے گا۔

(مرقات از علامہ علی قاری حنفی)

حدیث : ۴۰

وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ اَمَرَنِیْ خَلِیْلِیْ بِسَبْعٍ اَمَرَنِیْ بِحُبِّ الْمَسَاکِیْنِ وَالدُّنُوِّ مِنْهُمْ وَاَمَرَنِیْ اَنْ اَنْظُرَ اِلٰی مَنْ هُوَ دُوْنِیْ وَلَا اَنْظُرَ اِلٰی مَنْ هُوَ فَوْقِیْ وَاَمَرَنِیْ اَنْ اَصِلَ الرَّحِمَ وَاِنْ اَدْبَرَتْ وَاَمَرَنِیْ اَنْ لَّا اَسْاَلَ اَحَدًا شَیْئًا وَاَمَرَنِیْ اَنْ اَقُوْلَ بِالْحَقِّ وَاِنْ کَانَ مُرًّا وَاَمَرَنِیْ اَنْ لَّا اَخَافَ فِی اللّٰهِ لَوْمَةَ لَائِمٍ وَاَمَرَنِیْ اَنْ اُکْثِرَ مِنْ قَوْلِ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ فَاِنَّهُنَّ مِنْ کَنْزٍ تَحْتَ الْعَرْشِ

(رَوَاهُ اَحْمَدُ) مشکوٰۃ باب فضل الفقراء

ترجمہ

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرمایا مجھے میرے محبوب نے سات چیزوں کا حکم دیا۔ مجھے مسکینوں سے محبت اور ان سے قرب کا حکم دیا ہے اور مجھے حکم دیا کہ اپنے سے ادنیٰ کو دیکھوں اور اپنے سے اوپر کو نہ دیکھوں اور مجھے حکم دیا کہ رشتوں کو جوڑوں اگرچہ وہ رشتہ دور کا ہو اور مجھے حکم دیا کہ کسی سے کچھ نہ مانگوں اور مجھے حکم دیا کہ سچی بات کروں اگرچہ کڑوی ہو اور مجھے حکم دیا کہ اللہ کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈروں اور مجھے حکم دیا کہ یہ زیادہ کہوں لَاحَوْلَ وَلَا الخ نہیں ہے طاقت اور قوت مگر اللہ سے۔ کیونکہ یہ عرش کے نیچے کا خزانہ ہے۔

تشریح:-

یہاں خلیل سے مراد سرکار دو عالم ﷺ ہیں۔ خلیل وہ جس کی محبت دل کے اندر داخل ہو جائے۔ یہ بنا ہے خَلَّةٌ سے بمعنی کشادگی۔ دل کی کشادگی بھر دینے والی محبت خَلَّةٌ ہے۔ خلیل وہ جو محبوب بھی ہو مُطاع بھی۔ خلیل کے بہت معنی ہیں۔ اَمَرَنِی کا حکم استحبابی ہے اور سب مسلمانوں کو ہے معرفت حضرت ابوذر۔ ہو سکتا ہے حکم وجوبی ہو اور ابوذر کے لئے خاص ہو۔ حدیثِ پاک کا مطلب یہ نہیں کہ حضرت بلالؓ سے تو محبت ہو اور عثمان غنیؓ سے محبت نہ ہو تو قربُ سے مراد دلی قربُ ہے یا جسمانی قربُ یعنی مساکین کی محبت میں رہنا۔ مساکین کی صحبت دل میں مسکینیّت پیدا کرتی ہے۔ یعنی دنیاوی مال و متاع عزت و جاہ میں اپنے سے کم کو دیکھوں اور دینی کاموں میں اپنے سے اوپر کو دیکھنا چاہیے۔

اَصِلَ الرَّحِم سے مراد رشتہ دار ہیں۔ جوڑنے کا مطلب ہے ان سے اچھا سلوک کرنا۔ ان کی بدسلوکی نہ دیکھنا۔ اس کی تفسیر میں حضرت یوسفؑ کا اپنے بھائیوں سے برتاؤ اور فتح مکّہ کے دن قریش سے حضورؐ کا برتاؤ دیکھو۔

اَحَدًا سے مراد دنیادار لوگ ہیں۔ حضورؐ سے مانگنا ہر ایک کے لئے فخر ہے۔ آپؐ کا دروازہ تو وہ ہے جہاں بادشاہ بھی بھیک مانگتے ہیں۔

منگتے تو ہیں منگتے، کوئی شاہوں میں دکھا دو
جس کو میری سرکار سے ٹکڑا نہ ملا ہو

اِنْ کَانَ مُرًّا کا مطلب ہے اپنے متعلق اور دوسروں کے متعلق ہمیشہ حق بات کہو۔ اپنا قصور ہو تو فوراً" مان لو اپنے متعلق حق کہنا بڑا مشکل ہے۔ کڑوی سے مراد اپنے یا دوسرے پر کڑوی۔

دنیاوی وجاہت والے کا خوف مجھے حق کہنے سے نہ روکے رہے۔ اللہ والے لوگ اگر کبھی ان کا کوئی عمل بظاہر خلاف معلوم ہو تو اعتراض کرنے میں جلدی نہ کرے۔ کئی دفعہ ان کے بعض اعمال غلط معلوم ہوتے ہیں مگر درحقیقت بالکل درست ہوتے ہیں جیسے رمضان میں بایزید بسطامی" کا لوگوں کے سامنے روٹی کا ٹکڑا کھا لینا' بالکل حق تھا کیونکہ آپ" مسافر تھے۔ اس ذریعہ سے لوگوں کو اپنی عقیدت سے ہٹا دیا۔ اسی طرح قرآن حکیم میں حضرت خضرؑ و موسیٰؑ" کا واقعہ۔

کَنْزِ تَحْتَ الْعَرْشِ لَا حَوْلَ شریف جنّت کی اعلیٰ نعمت ہے جو عرشِ اعظم کے نیچے محفوظ ہے۔ عرشِ اعظم جنّت الفردوس کی چھت ہے اس کی برکت سے دل کو چین' روح کو خوشی نصیب ہوتی ہے۔ اس میں بندہ اپنی قوت و طاقت سے الگ ہو کر اللہ کی قوّت و طاقت پر بھروسہ کرتا ہے۔ وسوسہ کی بیماری کے لئے یہ عمل مجرب ہے کہ بعد نماز فجر و مغرب لاحول شریف ۷' بار پانی پر دم کر کے پانی پی لیا کرے۔ انشاء اللہ یہ بیماری جاتی رہے گی۔ یہ تیسرے کلمہ کی جزو ہے اور سلسلہ نقشبندیہ میں ختمِ خواجگاں میں یہی لاحول شریف پانچ سو دفعہ پڑھ کر حضرت مجدّد الف ثانی" کی روح کو ایصال ثواب کیا جاتا ہے۔ مزید یہ کہ حدیثِ پاک میں آتا ہے کہ ننانوے بلاؤں کا علاج لاحول شریف میں ہے جن میں ادنیٰ غم اور دُکھ ہے۔ یہ کلمہ جنّت کا خزانہ اس اعتبار سے ہے کہ یہ کہنے سے آخرت میں کثیر

المنافع کی توقع ہے گویا کہ یہ نفیس اور عمدہ خزانہ ہے۔

(تفہیم البخاری)

حدیث : ۴۱

وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمَّا بَعَثَ بِہٖ اِلَی الْیَمَنِ قَالَ اِیَّاکَ وَالتَّنَعُّمَ فَاِنَّ عِبَادَ اللّٰہِ لَیْسُوْا بِالْمُتَنَعِّمِیْنَ (رَوَاہُ اَحْمَدُ)

ترجمہ

حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب انہیں یمن بھیجا تو فرمایا کہ تم عیش پسندی سے بچنا۔ اللہ کے بندے عیش وعشرت میں مشغول نہیں ہوتے۔ (مشکوٰۃ باب فضل الفقراء)

تشریح

یعنی سرکارِ دو عالمؐ مقام ثنیۃ الوداع تک حضرت معاذؓ کو رخصت کرنے تشریف لے گئے۔ حضرت معاذؓ سوار تھے جبکہ سید الانبیاءؐ پیدل جا رہے تھے۔ وہاں آپؐ نے معاذ بن جبل کو فرمایا کہ تم یمن میں گورنر بن کر جا رہے ہو مگر حکام کی سی عیش و آرام کی زندگی اختیار نہ کرنا۔ سادہ غذا اور لباس سادہ رکھنا تاکہ نفس موٹا اور تم غافل نہ ہو جاؤ۔ یاد رہے سرکارِ دو عالمؐ کے صحابہ جو گورنر بن کر جاتے تھے

انہیں میدہ والا آٹا کھانا منع تھا۔ سادہ زندگی سے انسان دین اور دنیا میں آرام سے رہتا ہے لیکن افسوس صد افسوس آج مسلمان یہ سبق بھول گئے۔ ہمارے کالجوں میں فیشن پرستی اور زیادہ خرچ کرنا سکھایا جاتا ہے۔ طلباء تعلیم سے فارغ ہو کر فضول خرچ بن کر نکلتے ہیں۔ پھر مہذب ڈاکو، شریف بدمعاش بنتے ہیں اور اگر نوکری مل جائے تو رشوتوں سے ملک کا ستیاناس کرتے ہیں۔ ان کا خرچ اتنا وسیع ہوتا ہے کہ تنخواہ پر گزارہ نہیں ہوتا اور رشوت سے خرچ پورا کیا جاتا ہے حالانکہ خود اور اولاد کو ایسا رزق کھلانا حرام ہے۔ حدیثِ پاک میں ہے کہ جب انسان حرام کمائی کھاتا ہے تو اس کی دعا قبول نہیں ہوتی۔

اگر معمولی خرچ کریں تو یہ نوبت نہ آئے۔ اللہ کے بندے ہر حال میں خصوصاً امیر یا حاکم بن کر عیش پسند نہیں ہوتے۔ اگر حکّام غافل اور عیش پسند ہو جائیں تو رعایا تباہ اور ملک برباد ہوگا۔ قرآنِ مقدّس کفّار کے متعلق فرماتا ہے یَاْكُلُوْنَ كَمَا تَاْكُلُ الْاَنْعَامُ اچھا کھانا اچھا پینا اور چیز ہے مگر عیش پسندی کچھ اور ہے۔ اسی طرح عمدہ غذا و لباس اور ہے سادہ غذا و لباس کچھ اور ہے۔ اللہ تعالیٰ اچھی نعمتیں دے تو اچھا کھاؤ، پہنو مگر سادگی کے ساتھ اور پھر اچھے کھانے پینے کے عادی نہ بن جاؤ۔ کبھی پلاؤ کبھی دال کبھی چٹنی کبھی پراٹھے اور کبھی مرغ کا گوشت وغیرہ (مراٰۃ)

حدیث ۴۲

وَعَنْ عَلِیٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ رَضِیَ مِنَ اللّٰہِ بِالْیَسِیْرِ مِنَ الرِّزْقِ رَضِیَ اللّٰہُ مِنْہُ بِالْقَلِیْلِ مِنَ الْعَمَلِ (رَوَاہُ الْبَیْہَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ)

ترجمہ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ؐ نے فرمایا کہ جو اللہ کے تھوڑے رزق پر راضی ہوگا تو اللہ اس کے تھوڑے عمل پر راضی ہوگا۔

(مشکوۃ باب فضل الفقراء)

تشریح:

صاحبِ مرقات ملّا علی قاری حنفی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رضا دو قسم کی ہے۔ ازلی اور ابدی۔ رضاء ابدی ہماری رضاء سے پہلے ہے جب وہ ہم سے راضی ہوتا ہے تو ہم کو نیکی کی توفیق ملتی ہے مگر رضاء ابدی ہماری رضا کے بعد ہے جب ہم اللہ سے راضی ہو جاتے ہیں۔ نیکیاں کر لیتے ہیں تو وہ ہم سے راضی ہوتا ہے۔ یہاں رضاء ابدی کا ذکر ہے۔ اسلئے بندے کی رضا پہلے بیان ہوئی۔ اور آیت کریمہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْ عَنْہُ رضاء ازلی کا ذکر ہے۔ اس لئے وہاں رضاء الٰہی کا پہلے ذکر ہے۔ (مرقات)

حدیثِ پاک کا مطلب واضح ہے کہ اگر تم معمولی روزی پا کر شکر زیادہ کرو

تو رَبِّ تعالیٰ تمہارے معمولی اعمال کی بہت ہی قدر فرمائے گا۔ اور قلیل عمل میں اجرِ جزیل عطاء فرمایگا۔ (مراٰت)

حدیث : ۴۳

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ جَاعَ اَوِ احْتَاجَ فَکَتَمَہٗ النَّاسَ کَانَ حَقًّا عَلَی اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ اَنْ یُّرْزِقَہٗ رِزْقَ سَنَۃٍ مِّنْ حَلَالٍ (رَوَاہُ الْبَیْہَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ) مشکوٰۃ باب فضل الفقراء

ترجمہ:۔

روایت ہے حضرت ابن عباس ؓ سے' فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو بھوکا یا حاجت مند ہو پھر اسے لوگوں سے چھپائے تو اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر یہ ہے کہ اسے ایک سال کی حلال روزی عطا فرمائے گا۔

تشریح:۔

یہاں بھوک سے مراد قابلِ برداشت بھوک ہے جس سے ہلاکت نہ ہو اس کا چھپانا اور خود کما کر کھانا پیٹ بھرنا بہتر ہے لیکن اگر بھوک سے جان نکل رہی ہو تو اس کا ظاہر کرنا اور کسی سے کچھ لے کر بقدرِ ضرورت کھا لینا فرض ہے اگر چھپائے گا اور بھوکا مرجائے گا تو حرام موت مرے گا۔ (مرقات)

فقہاء کا یہ فتویٰ اس حدیثِ پاک کے خلاف نہیں حدیث کو سمجھنے کے لئے سچی فہم و سمجھ ہونا ضروری ہے۔ فرمانِ پاک درست اور مجرب ہے اپنی فقیری چھپانے والے بفضلہٖ تعالیٰ امیر ہو جاتے ہیں۔ کبھی جلد اور کبھی دیر سے مگر فقط چھپانے پر کفایت نہ کرے کمانے کی بھی کوشش کرے۔ یہ سال بھر کی روزی آسمان سے نہیں برسے گی بلکہ اسباب سے میسّر ہوگی۔ جو مومن صاحبِ عیال کثیر المال فقیر الحال ہو پھر سوال سے بچے تو وہ صاحبِ کمال اور محبوب رَبِّ ذُوالجلال ہے کہ کسی سے رَبّ کی شکایت نہیں کرتا بلکہ راضی بہ رضا رہتا ہے مگر یہ عمل ہے بہت مشکل۔ (مرأت)

اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا۔ امین

حدیث : ۴۴

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَھْرَمُ ابْنُ اٰدَمَ وَیَشِبُّ مِنْہُ اِثْنَانِ اَلْحِرْصُ عَلَی الْمَالِ وَالْحِرْصُ عَلَی الْعُمُرِ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

ترجمہ:۔

حضرت انس روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ انسان بوڑھا ہو جاتا ہے اور اس کی دو چیزیں جوان رہتی ہیں۔ مال کی حرص اور عمر کی حرص۔ (بخاری و مسلم، مشکوٰۃ باب الامل و الحرص)

تشریح۔

یہاں عام دنیا دار انسان مراد ہے جو بڑھاپے میں بھی حریص رہتا ہے بعض اللہ کے بندے جوانی میں بھی حریص نہیں ہوتے وہ اس حکم سے الگ ہیں مگر ایسے خوش نصیب بندے بہت قلیل ہیں۔ عموماً بوڑھے آدمی مال جمع کرنے مال بڑھانے میں بڑے مشغول رہتے ہیں۔ ہمیشہ زندگی کی دعائیں کراتے ہیں اور اگر کوئی انہیں کوسے تو لڑتے ہیں۔ یہ ہے محبت مال و عمر۔ حریص کا دل یا تو قناعت سے بھرتا ہے یا قبر کی مٹی سے۔ اس حدیث کی صحت پر تجربہ شاہد ہے۔

بیخ ہائے خوئے بد محکم شدہ ۔ قوتِ برکندنِ آن گم شدہ

موت تو سر پر کھڑی ہے اور امیدیں بہت لمبی لمبی بندھی ہوئی ہیں یہ ہم جیسے غافلوں کا ذکر ہے۔ حضورؐ اکثر یہ شعر پڑھتے تھے۔

کل امرئٍ مصبحٍ فی اھلہ - والموت اقرب من شراک نعلہ

انسان بڑھاپے میں بھی یہ سوچتا ہے کہ ابھی عمر بہت ہے نیکیاں آئندہ کر لیں گے اسی خیال میں رہتے ہیں کہ موت آ جاتی ہے۔

غافِل تجھے گھڑیاں یہ دیتا ہے منادی
خالِق نے گھڑی عُمر سے ایک اور گھٹا دی

صوفیاء فرماتے ہیں موتو ان اقبل قبل ان تموتو مرنے سے پہلے مرجاؤ۔ یا فرماتے ہیں۔ حاسبوا قبل ان تحاسبو یعنی حساب دینے سے پہلے اپنا حساب کر لو۔ آج بھی احتساب کا لفظ چل نکلا ہے لیکن اے غافل انسان کبھی

اُس احتساب کو بھی یاد کرلیا کر جس کے بارے میں قرآنِ حکیم فرماتا ہے۔ اِنَّ بَطْشَ رَبِّکَ لَشَدِیْد (مرأت المناجح)

حدیث : ۴۵

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَایَزَالُ قَلْبُ الْکَبِیْرِ شَابًّا فِیْ اِثْنَیْنِ فِیْ حُبِّ الدُّنْیَا وَطُوْلِ الْاَمَلِ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ) مشکوٰۃ باب الامل والحرص

حدیث : ۴۶

وَعَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ اَعْذَرَ اللّٰہُ اِلٰی اِمْرٍّ اُخِّرَ اَجَلُہٗ حَتّٰی بَلَغَہٗ سِتِّیْنَ سَنَۃً (رَوَاہُ الْبُخَارِی) مشکوٰۃ باب الامل والحرص۔

ترجمہ:

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ بوڑھے کا دل دو چیزوں میں جوان رہتا ہے محبت دنیا اور لمبی امیدیں۔

(بخاری و مسلم)

انہیں سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ اس

بندے کو معذور رکھتا ہے جسکی موت پیچھے کر دی گئی- یہاں تک کہ اسے ساٹھ سال تک پہنچا دیا- (بخاری)

تشریح:-

محبت دنیا موت سے ڈرنے کا ذریعہ ہے اور لمبی امید ذریعہ ہے اعمالِ صالحہ میں دیر لگانے کا- لیکن اللہ سے امید اور آخرت کی لمبی امید میں کمل ایمان کی نشانی ہے- اَمَلُ دنیا کی امید کو کہتے ہیں اور رِجَاء آخرت کی امید- اللہ سے امید کو کہا جاتا ہے- اَمَلُ بُری ہے اور رِجَاء اچھی ہے-

دوسری حدیث میں لفظ اعذر کے دو معانی ہیں ایک یہ کہ اعذر کے معنی ہیں دور کر دیتا ہے یعنی بابِ افعال کا ہمزہ سلب کے لئے ہے تب مطلب یہ ہوگا کہ بچپن اور جوانی میں غفلت کا عذر سنا جائے گا مگر جو بڑھاپے میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع نہ کرے اس کا عذر قابل قبول نہ ہو گا کیونکہ بچپن میں جوانی کی امید تھی- جوانی میں بڑھاپے کی امید تھی- اب بڑھاپے میں سوائے موت کے اور کس چیز کا انتظار ہے- اگر اب بھی عبادت نہ کرے تو سزا کے قابل ہے اس کا کوئی بہانہ قابل سماعت نہیں- دوسرا یہ کہ اَعْذَرَ ماضی ہے' بمعنی معذور- یعنی جو بوڑھا آدمی بڑھاپے کی وجہ سے زیادہ عبادت نہ کرسکے- مگر جوانی میں بڑی عبادتیں کرتا رہا ہو تو اللہ اسے معذور قرار دیکر اس کے نامۂ اعمال میں وہی جوانی کی عبادت لکھتا ہے ساٹھ سال پورا بڑھاپا ہے- شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں-

رسم است کہ مالکانِ تحریر
آزاد کنند بندۂ پیر

اے بار خدائے عالم آرا

برسعدی پیر خود بہ بخشا

بوڑھے نوکر کی پنشن ہو جاتی ہے وہ رؤف و رحیم رب بھی اپنے بوڑھے بندوں کی پنشن کر دیتا ہے مگر پنشن اس کی ہوتی ہے جو جوانی میں خدمت کرتا رہے۔

(مرأت)

مولانا رومؔ فرماتے ہیں۔

کان للّٰہ بودہٖ در مامضےٰ

تاکہ کان اللّٰہ لہٗ آمد جزا

ترجمہ۔ گزشتہ زمانہ میں تو اللہ کا ہوا رہا۔ اس کی جزا ہے کہ اللہ اب تیرا ہوگیا۔

حدیث ۴۷

وَعَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ کَانَ لِاِبْنِ اٰدَمَ وَادِیَانِ مِنْ مَّالٍ لَاَبْتَغٰی ثَالِثًا وَلَا یَمْلَاُ جَوْفَ اِبْنِ اٰدَمَ اِلَّا التُّرَابُ وَیَتُوْبُ اللّٰہُ عَلٰی مَنْ تَابَ

(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ) مشکوٰۃ باب الامل والحرص۔

ترجمہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر انسان کے پاس دو وادیاں (جنگل) مال کے ہوں تو وہ تیسرا جنگل تلاش کرے۔ انسان کو مٹی کے سواء کوئی چیز نہیں بھر سکتی اور اللہ توبہ قبول کرلیتا ہے اس کی جو توبہ کرے۔ (بخاری و مُسلم)

تشریح

یہاں دو اور تیسرا جنگل حد بندی کے لئے نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ اگر انسان کے پاس دو یا تین جنگلوں جتنا مال بھی ہو تو پھر بھی وہ زیادہ کی خواہش کرے گا۔ انسان کی ہوس زیادہ مال سے نہیں بُجھتی یہ تو فضلِ ربانی سے بُجھتی ہے۔ لفظ تُراَب سے مراد قبر کی مٹی ہے یعنی انسان کی ہوس قبر تک رہتی ہے۔ مرکر ہوس ختم ہوتی ہے۔ یہ حکمِ عمومی ہے۔ اللہ کے نیک بندے اس حکم سے خارج ہیں۔ وہ تو بڑے صابر و شاکر ہیں۔ جیسے حضرات انبیاء اور خالص اولیاء اللہ مگر یہ لوگ بہت کم ہیں۔

یہاں صاحبِ مرقات ملّا علی قاری حنفی لکھتے ہیں کہ صوفیاء کا قول ہے کہ انسان کی پیدائش مٹی سے ہے اور مٹی کی فطرت خشکی ہے اس کی خشکی صرف بارش سے ہی دُور ہوتی ہے۔ بارش ہونے پر اس میں سبزہ' پھل' پھول سب کچھ ہوتے ہیں۔ یوں ہی اگر انسان پر توفیق کی بارش نہ ہو تو انسان محض خشک ہے۔ اگر نبوت کے بادل سے توفیق و ہدایت کی بارش ہو تو اس میں ولایت و تقویٰ وغیرہ کے پھل پھول لگتے ہیں۔ (مرقات)

انسان اگرچہ برائیوں کا مجموعہ ہے لیکن اگر توبہ کر کے رب کی طرف رجوع کرے تو آغوشِ رحمت اس کے لئے کھلی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔ لَوَجَدُ اللّٰہَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا صوفیاء کے نزدیک توفیق کی بارش توبہ ہے یاد رہے بارش سے مٹی میں باغ لگتے ہیں پتھروں میں نہیں۔ سخت دل آدمی کم نیک ہوتے ہیں۔ مولانا رومؒ فرماتے ہیں۔

در بہاراں کے شود سر سبز سنگ
خاک شو تا گُل بروید رنگ رنگ
کم زخاکی، چونکہ خاکے یار یافت
در بہارے صد ہزار انوار یافت

مولانا رومؒ

مرأت

حدیث ۴۸

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَعْمَارُ اُمَّتِیْ مَا بَیْنَ سِتِّیْنَ اِلَی السَّبْعِیْنَ وَ اَقَلُّھُمْ مَنْ یَّجُوْزُ ذٰلِکَ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ)

مشکوٰۃ باب الامل والحرص۔

ترجمہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اُمت کی عمریں ساٹھ ستر سال کے درمیان ہوں گی۔ بہت کم لوگ اس سے آگے بڑھیں گے۔ (ترمذی' ابن ماجہ)

تشریح

بہت کم لوگ ستر سال عمر میں آگے بڑھیں گے۔ سو سال سے آگے بڑھنے والے تو بہت ہی کم ہوں گے۔ حضرت انس ابن مالک رضی اللہ عنہ کی عمر ایک سو تین سال ہوئی۔ اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا کی عمر ایک سو سال ہوئی لیکن ان حضرات کی قوت میں کمی نہ آئی۔ حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ آپ کے والد اور آپ کے دادا تینوں کی عمر ۱۲۰ سال ہوئی۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی عمر ساڑھے تین سو سال ہوئی مگر اسلام میں تھوڑا عرصہ رہے۔ ۵۳ھ میں وفات پائی۔ (مرقات)

سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا مزار شریف بغداد شریف سے تیس میل دور سلمان پارک بستی میں ہے پہلے اسے مدائن کہتے تھے۔ (مرأت)

یہ نقشبندیہ سلسلہ کے اکابرین میں سے ہیں۔

حدیث ۴۹

وَعَنْ اَبِیْ بَکْرَۃَ اَنَّ رَجُلًا قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَیُّ النَّاسِ خَیْرٌ قَالَ مَنْ طَالَ عُمُرُہٗ وَحَسُنَ عَمَلُہٗ فَاَیُّ النَّاسِ شَرٌّ قَالَ مَنْ طَالَ عُمُرُہٗ وَسَاءَ عَمَلُہٗ (رَوَاہُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَالدَّارِمِیُّ) مشکوٰۃ باب استحباب المال والعمر للطاعۃ

ترجمہ

روایت ہے حضرت ابوبکرہ سے کہ ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ کون آدمی اچھا ہے۔ فرمایا جس کی عمر بھی لمبی ہو اور اس کے عمل اچھے ہوں۔ عرض کیا تو کون آدمی بُرا ہے۔ فرمایا جس کی عمر دراز ہو اور اس کے عمل بُرے ہوں۔ (احمد ترمذی دارمی)

تشریح

حضرت ابوبکرہ مشہور صحابی ہیں اور اہلِ طائف میں سے ہیں۔ یعنی جس شخص کی عمر دراز ہو اور اس کی نیکیاں زیادہ ہوں۔ ہر آنے والا دن اس کی نیکیاں بڑھائے۔ ایسا شخص بہت ہی خوش نصیب ہے اور جس کی نیکیاں گناہوں کے برابر ہوں وہ دوسرے نمبر کا خوش نصیب ہے۔ ایسا شخص مشکل سے ملے گا جو زندگی میں کبھی کوئی گناہ نہ کرے۔ یہ شان حضرات انبیاء کرامؑ یا خاص اولیاء اللہ کی ہے۔ وہ شخص بڑا بدنصیب ہے جس کی زندگی دراز ہو اور اس کے گناہ نیکیوں سے زیادہ

ہوں اور اس کی زندگی میں آنے والا ہر دن اس کے گناہوں میں اضافہ کرے (مرأت)

صاحب مرقات فرماتے ہیں کہ یہ حدیث طبرانی' حاکم' بیہقی' ابو نعیم نے مختلف راویوں اور مختلف الفاظ سے روایت فرمائی ہے۔ یہ الفاظ اور روایت، حضرت ابو بکرہ سے صرف دو کتب میں ہی ہے۔ (مرقات)

حدیث : ۵۰

وَعَنْ عُبَيْدِ ابْنِ خَالِدٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اٰخٰى بَيْنَ رَجُلَيْنِ فَقُتِلَ اَحَدُهُمَا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ مَاتَ الْاٰخَرُ بَعْدَهٗ بِجُمُعَةٍ اَوْ نَحْوِهَا فَصَلُّوْا عَلَيْهِ فَقَالَ النَّبِيُّ مَا قُلْتُمْ قَالُوْا دَعَوْنَا اللّٰهَ اَنْ يَّغْفِرَ لَهٗ وَ يَرْحَمَهٗ وَيُلْحِقَهٗ بِصَاحِبِهٖ فَقَالَ النَّبِيُّ فَاَيْنَ صَلٰوتُهٗ بَعْدَ صَلٰوتِهٖ وَعَمَلُهٗ اَوْ قَالَ صِيَامُهٗ لَمَّا بَيْنَهُمَا اَبْعَدُ مِمَّا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِىُّ)

مشکوٰۃ باب استحباب المال والعمر للطاعۃ

ترجمہ

روایت ہے حضرت عبید ابن خلد سے کہ نبی کریم ﷺ نے دو شخصوں کے درمیان بھائی چارہ فرمایا اور ان میں سے ایک اللہ کی راہ میں مارا گیا۔

پھر ایک ہفتہ یا اس کے قریب دوسرا آدمی فوت ہوگیا۔ لوگوں نے اس کی نماز پڑھی تو نبی کریمؐ نے فرمایا تم نے کیا کہا۔ عرض کیا ہم نے اللہ سے دعا کی کہ اسے بخش دے' اس پر رحم کر اور اسے اپنے ساتھی سے ملا دے۔ تب نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ پھر اس شہید کے بعد اس کی نمازیں اور اس کے عمل کو یاد فرمایا۔ شہید کے روزوں کے بعد اس کے روزے کہاں گئے۔ ان کے درمیان کا فاصلہ آسمان و زمین کے فاصلہ سے زیادہ دراز ہے۔ (ابو داؤد' نسائی)

تشریح۔

صاحب اشعۃ اور صاحب مرقات کے نزدیک عبید بن خلد صحابی ہیں۔ کنیت ابو عبداللہ اور کوفہ کے رہنے والے تھے۔ مہاجر بن کر مدینہ حاضر ہوئے۔ لہذا آپ مہاجر ہوئے۔ (مرقات' اشعۃ)

شارح مشکوٰۃ فرماتے ہیں کہ یا تو وہ دونوں آدمی مہاجر تھے یا ان میں سے ایک مہاجر تھے دوسرے انصاری۔ دوسرا احتمال قوی ہے کیونکہ عقد مواخات کا رشتہ مہاجر اور انصاری میں کیا جاتا تھا۔ یہ معلوم نہ ہو سکا کہ شہید مہاجر ہوئے یا انصاری۔ بہرحال ایک صاحب پہلے شہید ہوئے اور دوسرے صاحب کچھ دنوں کے بعد اپنے بستر پر فوت ہوئے۔ سرکار دو عالم ﷺ نے لوگوں سے پوچھا کہ نماز جنازہ میں تم نے اس کے لئے کیا دعا کی۔ نماز جنازہ میں دعائے ماثورہ تو پڑھی ہی جاتی ہے مگر دوسری دعاؤں کی بھی اجازت ہے۔ حضور ﷺ نے نماز جنازہ میں اور بہت دعائیں کی ہیں۔ (مراۃ)

دوسرے صاحب شہید نہ ہوئے بلکہ ان کا بھائی ہفتہ عشرہ پہلے شہید ہو گیا۔ مولیٰ تو اپنے کرم سے اس کو اسی شہید کا درجہ عطا فرما۔ ان دونوں کو وہاں بھی اکٹھا کر دے۔ جس طرح وہ یہاں یکجا تھے۔ سبحان اللہ بڑی پیاری دعا کی۔ فرمایا اس شخص کو جو یہ ہفتہ عشرہ زیادہ مل گیا۔ ان دنوں میں اس نے نماز روزے اور دوسری نیکیاں کیں۔ اس لئے اس کا درجہ شہید سے زیادہ ہو گیا۔ یہ صاحب مرابط تھے یعنی جہاد کی خاطر ہر دم تیار اور مرابط کو شہادت کا درجہ ملتا ہے۔ لہٰذا شہادت میں اس شہید کے برابر ہوئے۔ باقی دنوں میں اعمال میں سبقت لے گئے۔ نیز بعض غیر شہید' شہید سے بڑھ جاتے ہیں۔ صدیق اکبرؓ تلوار سے شہید نہیں ہوئے مگر شہیدوں سے افضل ہیں۔ ربِ ذوالجلال نے فرمایا۔ مِنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصّٰلِحِیْنَ صدیق کو شہداء پر مقدّم فرمایا۔

حدیث : ۵۱

وَعَنْ اَبِیْ کَبْشَةَ الْاَنْمَارِیِّ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ ثَلٰثٌ اُقْسِمُ عَلَیْهِنَّ وَ اُحَدِّثُکُمْ حَدِیْثًا فَاحْفَظُوْهُ فَاَمَّا الَّذِیْ اُقْسِمُ عَلَیْهِنَّ فَاِنَّهٗ مَا نَقَصَ مَالُ عَبْدٍ مِّنْ صَدَقَةٍ وَّلَا ظُلِمَ عَبْدٌ مَظْلَمَةً صَبَرَ عَلَیْهَا اِلَّا زَادَهُ اللّٰهُ بِهَا عِزًّا وَّلَا فَتَحَ عَبْدٌ بَابَ

مَسْئَلَةِ اِلَّا فَتَحَ اللّٰہُ عَلَیْہِ بَابَ فَقْرٍ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ) مشکوٰۃ باب استحباب المال والعمر للطاعۃ

ترجمہ

روایت ہے حضرت ابو کبشہ انماری سے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ تین باتیں وہ ہیں جن پر میں قسم کھاتا ہوں اور ایک بات کی تمہیں خبر دیتا ہوں اسے یاد رکھو۔ وہ تین باتیں جن پر میں قسم کھاتا ہوں وہ یہ ہیں کہ کسی بندے کا مال صدقہ سے کم نہیں ہوتا اور کوئی ظلم نہیں کیا جاتا جس پر وہ صبر کرے مگر اللہ اس کی عزت بڑھاتا ہے اور کوئی بندہ مانگنے کا دروازہ نہیں کھولتا مگر اللہ اس پر فقیری کا دروازہ کھول دیتا ہے۔ (ترمذی اور فرمایا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)

تشریح

حضرت ابو کبشہ انماری کا نام عمرو بن سعد یا سعد ابن عمرو یا عامر ابن سعد صحابی ہیں آخر زمانہ میں شام میں رہے۔ ((مرأت)

یعنی تین خبریں قسم سے بیان کرتا ہوں اور ایک خبر بغیر قسم کے۔ خیال رہے کہ حضور انور ﷺ کی خبر خواہ قسم سے ہو یا بغیر قسم بالکل حق اور درست ہے۔ حضور ﷺ کی خبر کا درست ہونا ایسا ہی لازم و ضروری ہے جیسے اللہ تعالیٰ کی خبر کا حق ہونا لازم ہے کہ ربِ تعالیٰ کا جھوٹ بھی ناممکن ہے اور نبی کا جھوٹ بھی ناممکن۔ اگرچہ وہ بالذات ہے یہ محال یا بغیر جیسے ربِ تعالیٰ کی قسمیں تاکید کے لئے ہوتی

ہیں ایسے ہی حضور انور ﷺ کی قسمیں تاکیدِ کلام کے لئے ہیں۔ صرف اُقسِمُ فرما کر قسم کھائی گئی۔ واللہ باللہ نہیں فرمایا۔ یہ بھی قسم کا ایک طریقہ ہے۔ صدقہ سے مراد ہر خیرات ہے۔ فرضی ہو یا نفلی۔ تجربہ شاہد ہے کہ خیرات سے مال بڑھتا ہے کم نہیں ہوتا۔ آزما کر دیکھ لو۔ میرا ربّ سچا اُسکا رسول ﷺ سچا۔ صدقہ سے دنیا میں برکت اور آخرت میں ثواب ہے۔ حق تو یہ ہے کہ صدقہ والے مال کو عموماً" حاکم، حکیم، وکیل اور چور نہیں کھاتے اور دنیاوی نقصانات بھی بہت کم ہوتے ہیں۔ صبر سے مراد اخلاقی صبر ہے نہ کہ مجبوری کا صبر۔ ربِ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَاعْفُوْا وَصْفَحُوا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ حضرت یوسف ؑ نے اپنے دربار میں آئے ہوئے بھائیوں کو معاف کر دیا۔ حضور اکرم ؐ نے فتح مکّہ کے موقع پر تمام اہلِ مکّہ کو معاف کر دیا اور فرمایا لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ۔ انہیں بھی معاف کر دیا جن سے عمر بھر ظلم و ستم دیکھے تھے۔ دیکھ لو ان حضرات کی آج بھی واہ واہ ہو رہی ہے۔ یہ ہے عزت بڑھنا۔

تجربہ شاہد ہے کہ پیشہ ور بھکاریوں کے پاس اولاً" تو مال جمع ہوتا ہی نہیں اگر جمع ہو جائے تو وہ اس سے فائدہ نہیں اٹھاتے۔ یوں ہی چھوڑ جاتے ہیں۔ ان کے مال میں برکت نہیں ہوتی۔

صاحبِ مرقات ملّا علی قاری حنفی نے ان کی مثال اس کتے سے دی ہے جو منہ میں ٹکڑا لئے شفاف و صاف نہر پر گزرے اور اس میں اپنے عکس کو دیکھ کر سمجھے کہ یہ دوسرا کتا ہے۔ اس سے ٹکڑا چھین لینے کے لئے اس پر منہ پھاڑ کر حملہ کرے۔ اپنا ٹکڑا بھی کھو بیٹھے۔ (مرقات)

حدیث : ۵۲

وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی اِذَا اَرَادَ بِعَبْدٍ خَیْرًا اِسْتَعْمَلَہٗ فَقِیْلَ وَکَیْفَ یَسْتَعْمِلُہٗ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ یُوَفِّقُہٗ لِعَمَلٍ صَالِحٍ قَبْلَ الْمَوْتِ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ) مشکوٰۃ باب استحباب المال والعمر للطاعۃ

ترجمہ:

روایت ہے حضرت انسؓ سے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کی بھلائی چاہتا ہے تو اس سے کام لیتا ہے۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ کیسے کام لیتا ہے۔ فرمایا اسے موت سے پہلے نیک اعمال کی توفیق دیتا ہے۔ (رواہ الترمذی)

تشریح:

غالباً بندہ سے مراد بندۂ مومن ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے بندۂ مومن کی جب بھلائی چاہتا ہے تو نہ تو اسے رہنے دے کہ وہ اپنی زندگی برباد و ضائع کر دے نہ اسے گناہوں میں مبتلا ہونے دے۔ ممکن ہے کہ عبد سے مراد ہر بندۂ مومن و کافر ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کو کافر نہیں رہنے دیتا۔ آخر کار وہ مومن ہو جاتا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا کہ انسان کام تو ہمیشہ ہی کرتا ہے کوئی شخص بیکار نہیں رہتا' جاگنا' چلنا پھرنا بھی تو کام ہی ہیں۔ سرکار نے کام سے کونسا کام مراد لیا ہے۔ فرمایا کام سے

مراد نیک کام ہیں اور کام لینے سے مراد اس کی موت کے قریب کام لینا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ایسے بندے کا انجام اچھا ہوتا ہے۔ اگرچہ زندگی گناہوں میں گزارے مگر توبہ کر کے گناہوں کا کفارہ ادا کر کے مرتا ہے۔ اعتبار کا خاتمہ ہے۔ اس حدیث سے دو فائدے حاصل ہوئے۔ ایک یہ کہ مومن کی زندگی موت سے افضل ہے۔

(اشعۃ اللمعات)

زندگی عمل کا وقت ہے۔ دوسرے ہر کسی گنہگار کے متعلق ہم فیصلہ نہیں کر سکتے کہ وہ دوزخی ہی ہے۔ یہ تو اللہ کو خبر ہے۔ ممکن ہے کہ وہ مرتے وقت نیک ہو جائے۔ خیال رہے کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ موت زندگی سے افضل ہے کہ وہ راحت و آرام اور اپنے کام کے پھل پانے کا زمانہ ہے۔ عشاق کہتے ہیں کہ حضور انورؐ کی حیات شریف کے زمانہ میں مومن کی زندگی فراق کا زمانہ ہے۔ موت یار کے دیدار کا ذریعہ ہے۔

سنا ہے قبر میں دیدار ہو گا بے حجابانہ
کفن کو پھاڑ کر اٹھیں گے مُردے اپنی مدفن سے

صاحب مرقات ملّا علی قاری حنفی کہتے ہیں کہ یہ حدیث حاکم نے بسند صحیح، احمد، ابن حبان، طبرانی نے مختلف صحابہ سے مختلف عبارتوں سے روایت کی۔

(مرقات)

حدیث ۵۳

وَعَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُنَادُ مُنَادٍ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اَیْنَ اَبْنَآءُ السِّتِّیْنَ وَ ھُوَ الْعُمُرُ الَّذِیْ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اَوَلَمْ نُعَمِّرْکُمْ مَا یَتَذَکَّرُ فِیْہِ مَنْ تَذَکَّرَ وَجَآءَکُمُ النَّذِیْرُ (رَوَاہُ الْبَیْھَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ) مشکوٰۃ باب استحباب المال والعمر للطاعۃ

ترجمہ

روایت ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن پکارنے والا پکارے گا کہ ساٹھ سالہ لوگ کہاں ہیں۔ یہ عمر وہ ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کیا ہم نے تم کو اس قدر عمر نہ دی جس میں نصیحت پکڑنے والا نصیحت پکڑے اور آئے تمہارے پاس ڈرانے والا۔ (بیہقی)

تشریح

بروز قیامت بلاوا ہوگا کہ پہلے ساٹھ سال والے بوڑھے حاضر ہوں اور اپنی عمروں کا حساب دیں کہ انہوں نے اتنی دراز عمر کس طرح کام میں خرچ کی۔ انسانی عمر کے تین حصے ہوتے ہیں۔ بچپن، جوانی اور بڑھاپا۔ ساٹھ سالہ آدمی یہ تینوں حصے پالیتا ہے۔ بچپن نہ سنبھلے تو اگر جوانی میں سنبھل جائے اور جوانی میں نہ

سنبھلے تو بڑھاپے میں ٹھیک ہو جائے لیکن اگر بڑھاپے میں بھی درست نہ ہوا تو پھر کب ہوگا۔ اب تو صرف موت ہی باقی ہے۔ لہٰذا بڈھا گنہگار کوئی عذر و معذرت نہیں کر سکتا۔ آیت مقدسہ میں ڈرانے والے سے مراد رسول اللہؐ یا قرآن مجید یا بڑھاپا یا موت ہے۔ بوڑھے کے پاس یہ سارے ڈرانے والے پہنچ جاتے ہیں۔

(مرأت از مفتی احمد یار خان نعیمی)

حدیث : ۵۴

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَدَّادٍ قَالَ اِنَّ نَفَرًا مِّنْ بَنِیْ عُذْرَةَ ثَلَاثَةً اَتَوُا النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ یَّكْفِیْنِیْهِمْ قَالَ طَلْحَةُ اَنَا فَكَانُوْا عِنْدَهٗ فَبَعَثَ النَّبِیُّ ﷺ بَعْثًا فَخَرَجَ فِیْهِ اَحَدُهُمْ فَاسْتُشْهِدَ ثُمَّ بَعَثَ بَعْثًا فَخَرَجَ فِیْهِ الْاٰخَرُ فَاسْتُشْهِدَ ثُمَّ مَاتَ الثَّالِثُ عَلٰی فِرَاشِهٖ قَالَ قَالَ طَلْحَةُ فَرَاَیْتُ هٰؤُلَاءِ الثَّلٰثَةَ فِی الْجَنَّةِ وَرَاَیْتُ الْمَیِّتَ عَلٰی فِرَاشِهٖ اَمَامَهُمْ وَالَّذِی اسْتُشْهِدَ اٰخِرًا یَلِیْهِ وَاَوَّلُهُمْ یَلِیْهِ فَدَخَلَنِیْ مِنْ ذٰلِكَ فَذَكَرْتُ لِلنَّبِیِّ ﷺ ذٰلِكَ فَقَالَ وَمَا اَنْكَرْتَ مِنْ ذٰلِكَ لَیْسَ اَحَدٌ اَفْضَلَ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ مُّؤْمِنٍ یُّعَمَّرُ

فِی الْاِسْلَامِ لِتَسْبِیْحِہٖ وَتَکْبِیْرِہٖ وَتَھْلِیْلِہٖ (رَوَاہُ اَحْمَدُ)

مشکوٰۃ باب استحباب المال والعمر للطاعۃ

ترجمہ

حضرت عبداللہ بن شداد سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ بنی عذرہ کے تین شخص نبی کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مسلمان ہو گئے۔ سرکارؐ نے فرمایا انہیں ہماری طرف سے کون سنبھالے گا۔ جناب طلحہؓ بولے' میں۔ تو وہ ان کے پاس رہے تو پھر نبی کریمؐ نے ایک لشکر بھیجا تو ان میں سے ایک اس لشکر میں گیا' وہ شہید ہو گیا۔ پھر اور لشکر بھیجا تو ان میں سے دوسرا گیا۔ وہ بھی شہید ہو گیا اور تیسرا اپنے بستر پر مر گیا۔ راوی کہتے ہیں کہ جناب طلحہؓ نے فرمایا کہ میں نے ان تینوں کو جنت میں دیکھا اور بستر پر مرنے والے کو ان سب کے آگے دیکھا اور جو پیچھے شہید ہوا اسے اس کے قریب اور پہلے شہید ہونے والا اس کے قریب دیکھا۔ میرے دل میں اس سے کچھ خیال آ گیا۔ تب پہلے نبی کریمؐ سے یہ عرض کیا تو فرمایا کہ تم نے اس میں سے کس چیز پر تعجب کیا۔ اللہ کے نزدیک اس مومن سے کوئی چیز افضل نہیں جسے اسلام میں زیادہ عمر دی جائے اس کی تسبیح' تکبیر اور اس کے کلمہ کی وجہ سے۔ (احمد)

تشریح۔

عبداللہ بن شداد تابعی' آپ کے والد شداد ابن اوس صحابی ہیں۔ حضرت میمونہ آپ کی خالہ ہیں۔ بڑے عالم متقی تھے۔ حضرت عمرؓ' علی' معاذ ابن

جبل اور ابن عباس سے روایات لی ہیں بلکہ اپنے والد اور خالہ سے بھی روایات لی ہیں۔ سرکار دو عالمؐ نے فرمایا کہ یہ تینوں نو مسلم فقیر ہمارے مہمان ہیں ان کا کھانا کپڑا وغیرہ ہمارے ذمہ ہے جو ہماری طرف سے ان کا خرچ برداشت کرے تا قیامت ہم جیسے فقیروں کا گزارہ حضورؐ کے دروازے سے ہوتا رہے گا۔ دنیاوی وسیلے ان ہی کے کرم کا مظہر ہیں۔

تینوں حضرات' حضرت طلحہؓ کے دائمی مہمان ٹھہرے۔ حتیٰ کہ ان میں سے دو باری باری راہِ خدا میں شہید ہو گئے۔ (مراۃ)

صاحبِ مرقات لکھتے ہیں کہ تیسرے صاحب ان دو جہادوں میں یا تو گئے ہی نہ تھے' یا گئے تھے مگر شہید نہ ہوئے۔ بعد میں بیماری سے فوت ہوئے مگر وہ جہاد کے لئے ہر وقت تیار رہتے تھے یعنی مرابط فی سبیل اللہ۔ یہ قیود خیال میں رہیں۔ مزید کہتے ہیں کہ ابو طلحہؓ نے خواب میں دیکھا یا کشف سے۔ (مرقات)

یہ حدیث الہام اولیاء' کشفِ اولیاء کی دلیل ہے۔ بعض حضرات کشفِ قبور کر لیتے ہیں۔ اس کا ماخذ یہی حدیث ہے۔ طلحہؓ فرماتے ہیں کہ جنت میں اس طرح دیکھا کہ تیسرے صاحب جو شہید نہ ہوئے تھے مگر ان میں نمبر اول تھے۔ دوسرے شہید نمبر دوم اور پہلے شہید ہونے والے تیسرے نمبر پر تھے۔ یہ اولیّت' آخریّت درجہ اور مرتبہ کی تھیں کہ جیسا درجہ انہیں ملا تھا ویسا ہی انہوں نے دیکھا۔ جناب طلحہؓ فرماتے ہیں کہ یہ ترتیب دیکھ کر مجھے ایسا سوال یا اشکال پیدا ہوا جس کو میں خود حل نہ کر سکا کہ غیر شہید تو نمبر اول اور شہداء اس کے ماتحت ہیں۔

یہ اشکال حضورؐ نے اسطرح حل فرمایا کہ دوسرے شہید کو پہلے شہید سے کچھ عمر زیادہ مل گئی اور تیسرے آدمی کو پہلے ان دونوں سے زیادہ عمر ملی چونکہ انہیں ذکر اللہ' عبادت و اطاعت کا موقع زیادہ ملا اسلئے یہ دونوں اس پہلے شہید سے افضل ہوئے اور ان دونوں میں تیسرے صاحب دوسرے شہید سے اعلیٰ ہوئے۔ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ یہ تیسرے صاحب بھی شہادتِ جہاد کے لئے ہر وقت تیار رہتے تھے۔ اس لئے انہیں حکمی شہادت تو مل گئی لیکن ذکر اللہ میں وہ بڑھ گئے۔ لہٰذا ان کا درجہ زیادہ ہوا۔ معلوم ہوا کہ مسلمان کی زندگی کا ہر دن بلکہ ہر ساعت اس کی نیکیاں بڑھ جانے کا ذریعہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسی زندگی نصیب فرمائے۔ (آمین) (مرات)

حدیث : ۵۵

وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اَبِیْ عُمَیْرَۃَ وَکَانَ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ عَبْدًا لَوْخَرَّ عَلٰی وَجْھِہٖ مِنْ یَّوْمٍ وُلِدَ اِلٰی اَنْ یَّمُوْتَ ھَرَمًا فِیْ طَاعَۃِ اللّٰہِ لَحَقَّرَہٗ فِیْ ذٰلِکَ الْیَوْمِ وَلَوَدَّ اَنَّہٗ رُدَّ اِلَی الدُّنْیَا کَیْمَا یَزْدَادَ مِنَ الْاَجْرِ وَالثَّوَابِ (رَوَاہُ اَحْمَدُ)

مشکوٰۃ باب استحباب المال والعمر للطاعۃ

ترجمہ

روایت ہے حضرت محمد بن عمیرہ سے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے تھے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اگر کوئی بندہ اپنی پیدائش کے دن سے اپنے چہرے کے بل گرجاوے حتیٰ کہ اللہ کی اطاعت میں بوڑھا ہو کر مرجائے تو اس دن اس عبادت کو حقیر سمجھے گا اور تمنا کرے گا کہ دنیا میں لوٹایا جائے تاکہ اجر و ثواب اور زیادہ کرے۔ (احمد)

تشریح

صاحب اشعۃ للمعات شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی کہتے ہیں کہ محمد بن عمیرہ کی صحابیت مشہور نہ تھی اس لئے راوی نے یہ کہہ دیا کہ آپ حضورؐ کے صحابی تھے۔ آپ کے حالات معلوم نہ ہو سکے۔ (اشعۃ)

یہ فرضی صورت ہے جس سے ایک بہت بڑا مسئلہ حل ہو گیا یعنی فرض کرو کہ کوئی شخص پیدا ہوتے ہی عبادت میں ایسا مشغول ہو جائے کہ کبھی کوئی کام نفس کے لئے نہ کرے اور اسی حال میں بوڑھا ہو کر مرجائے۔ چہرے کے بل گر جانے کا مطلب ہے کہ عبادت میں مشغول ہو جائے۔ ممکن ہے کہ اس سے مراد سجدہ میں گر جانا ہو۔ وہ شخص مرتے وقت یہی کہے گا کہ میں نے کچھ نہ کیا' کچھ اور موقع مل جاتا تو اور کچھ کر لیتا اور تمنا کرے گا کہ عبادات و ریاضات کے لئے دنیا میں پھر بھیج دیا جاؤں۔ لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں جس میں فرمایا گیا ہے کہ جسے رب تعالیٰ بخش دے گا وہ دنیا میں لوٹنے کی تمنا نہ کرے گا۔ وہاں مطلب یہ ہے کہ یہاں رہنے سہنے' یہاں کے عیش کرنے کے لئے یہاں آنے کی

تمنا نہ کرے گا۔ یہ آرزو دوسرے مقصد یعنی عبادتِ الٰہی کے لئے ہے۔

(مراٰت)

حدیث ۵۶:

وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلٰى اِسْكٍ مَيِّتٍ قَالَ اَيُّكُمْ يُحِبُّ اَنْ هٰذَا لَهٗ بِدِرْهَمٍ فَقَالُوْا مَا نُحِبُّ اَنَّهٗ لَنَا بِشَيْءٍ قَالَ فَوَاللّٰہِ اَلدُّنْيَا اَهْوَنُ عَلَى اللّٰہِ مِنْ هٰذَا عَلَيْكُمْ (رَوَاهُ مُسْلِم)

ترجمہ

روایت ہے حضرت جابرؓ سے کہ رسول اللہ ﷺ ایک بھیڑ کے مرے بچے پر گذرے تو فرمایا کہ تم میں سے کوئی یہ پسند کرے گا کہ یہ اسے ایک درہم کے عوض لے لے۔ صحابہؓ نے عرض کیا ہم نہیں چاہتے کہ یہ ہمیں کسی بھی چیز کے عوض ملے۔ تو فرمایا اللہ کی قسم! دنیا اللہ کو اس سے زیادہ ذلیل ہے جیسی یہ تمہارے نزدیک۔ (مسلم، مشکوٰۃ کتاب الرقاق)

تشریح

بکری کا مردار بچہ کوئی چار آنے میں بھی نہیں خریدتا کہ اس کی کھال بیکار اور گوشت وغیرہ حرام ہے اسے کون خریدے۔ وہ بکری کا مردار بچہ گلا سڑا ہوا تھا۔ یعنی اللہ کے نزدیک یہ دنیا اس سے بھی زیادہ حقیر اور ذلیل ہے۔ حدیث سے مراد

دنیا کی حقیقت واضح کرتا ہے۔ دنیا وہ ہے جو اللہ سے غافل کر دے۔ عاقل عارف کی دنیا تو آخرت کی کھیتی ہے۔ اس کی دنیا بہت عظیم ہے۔ غافل کی نماز بھی دنیا ہے کیونکہ وہ دکھلاوے کے لئے پڑھتا ہے۔

صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ دنیا دار کو تمام جہان کے مرشد ہدایت نہیں دے سکتے۔ تارک الدنیا دیندار کو سارے شیاطین ملکر گمراہ نہیں کر سکتے۔ دنیادار دینی کام بھی دنیا کی خاطر کرتا ہے اور دیندار دنیاوی کام بھی دین کے لئے کرتا ہے۔ مولانا فرماتے ہیں۔

خلق را بنگر کہ چوں طفلاں اند
درمتاعِ فانی چوں فانی اند
(مرأت)

حدیث : ۵۷

وَعَنْ صُهَيْبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَجَبًا لِاَمْرِ الْمُؤْمِنِ اِنَّ اَمْرَهٗ كُلَّهٗ لَهٗ خَيْرٌ وَ لَيْسَ ذٰلِكَ لِاَحَدٍ اِلَّا لِلْمُؤْمِنِ اِنْ اَصَابَتْهُ سَرَّاءُ شَكَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَّهٗ وَاِنْ اَصَابَتْهُ ضَرَّاءُ صَبَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَّهٗ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

ترجمہ

روایت ہے حضرت صہیب سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! تعجب ہے مرد مسلمان پر کہ اس کے سارے کام خیر ہیں۔ یہ بات کسی کو حاصل نہیں ہوتی سواء مردِ مومن کے' کہ اگر اسے راحت پہنچے تو شکر کرے تو اس کے لئے راحت خیر ہو اور اگر اسے تکلیف پہنچے تو صبر کرے تو صبر اس کے لئے بہتر ہو۔ (مسلم' مشکواۃ ۔ باب التوکل والصبر)

تشریح۔

صاحبِ مرقات فرماتے ہیں کہ حضرت صہیب ابن سنان ہیں۔ حضرت عبداللہ ابن جدعان کے آزاد کردہ غلام۔ آپ کی کنیت ابو یحییٰ ہے۔ اصلی باشندے موصل کے ہیں مگر رومیوں نے آپ کو قید کر کے روم پہنچا دیا۔ پھر مکہ معظمہ میں آپ فروخت ہو کر آئے۔ مکہ میں ہی ایمان لائے۔ اللہ کی راہ میں بہت ستائے گئے۔ آپ کے متعلق یہ آیت اتری۔ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِىْ نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ آپ نے نوے سال عمر پائی۔ ۸۰ ھ میں وفات پائی۔ جنت البقیع میں دفن ہوئے۔ (مرقات)

مومن کے لئے دنیا میں خیر ہی خیر ہے۔ شر بھی خیر ہے۔ راحت و آرام بھی خیر ہے۔ مصیبت و آلام بھی خیر۔ وہ ہر طرح نفع میں ہے۔ مومن نعمتیں پا کر شاکر بن جاتا ہے اور مصیبتیں پا کر صابر بن جاتا ہے۔ خیال رہے کہ شکر و صبر دونوں تین قسم کے ہوتے ہیں۔ دلی' قولی' عملی یعنی جِنانی' لِسانی' ارکانی' مالدار کا زکوۃ نکالنا عملی شکر ہے۔ یہ ہی حال صبر کا ہے۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ امیری فقیری دو

سواریاں ہیں مجھے پرواہ نہیں کہ کس سواری پر سوار ہو جاؤں۔ (مرقات)

ع فقر و شاہی واردات مصطفیٰؐ است

کافر فقیر ہو تو رب کی شکائیتیں کر کے کافر رہتا ہے۔ امیر ہو تو فخر و تکبّر کر کے اپنا کفر اور زیادہ کر لیتا ہے۔ مومن کا ہر حال اچھا ہوتا ہے۔ امیر ہو تو شاکر ہوتا ہے۔ فقیر ہو تو صابر ہوتا ہے۔ اسکا بھروسہ اور اسکا تصوراتی محور اللہ کی ذات ہے۔

حدیث : ۵۸

وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَوْ اَنَّكُمْ تَتَوَكَّلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ حَقَّ تَوَكُّلِهٖ لَرَزَقَكُمْ كَمَا يَرْزُقُ الطَّيْرَ تَغْدُوْا خِمَاصًا وَتَرُوْحُ بِطَانًا (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

ترجمہ:

روایت ہے حضرت عمرؓ ابن خطاب سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ اگر اللہ پر جیسا چاہیے ویسا توکل کرو تو وہ تم کو ایسے رزق دے جیسے پرندوں کو دیتا ہے کہ وہ صبح کو بھوکے جاتے ہیں اور شام شکم سیر لوٹتے ہیں۔ (ترمذی، ابن ماجہ، مشکوٰۃ باب التوکل والصبر)

تشریح:

حقِ توکل یہ ہے کہ فاعل حقیقی اللہ تعالیٰ کو ہی جانے بعض نے فرمایا کہ

کسب کرنا اور نتیجہ اللہ پر چھوڑنا حقِ توکّل ہے جسم کو کام میں لگائے اور دل کو اللہ سے وابستہ رکھے۔ تجربہ بھی ہے کہ اللہ پر توکل کرنے والے بھوکے نہیں مرتے۔ کسی نے کیا خوب کہا۔

رزق نہ رکھیں ساتھ میں پنچھی اور درویش
جن کا ربّ پر آسرا ان کو رزق ہمیش

پرندے تلاشِ رزق کے لئے آشیانہ سے باہر ضرور جاتے ہیں اور درختوں میں چلنے پھرنے کی طاقت نہیں اس لئے انہیں وہاں ہی کھانا پانی پہنچتا ہے۔ کوّے کا بچہ انڈے سے نکلتا ہے تو سفید ہوتا ہے۔ اس کے ماں باپ اس سے ڈر کر بھاگ جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس بچے کے منہ پر بُھنگے جمع کر دیتا ہے۔ یہ بچہ انہیں کھا کر بڑا ہوتا ہے۔ جب کالا پڑ جاتا ہے تب ماں باپ آتے ہیں۔ (مرقات)

اسطرح صاحبِ توکّل مومن کو اللہ تعالیٰ غیبی رزق سے نوازتا ہے جہاں اس کا گمان بھی نہیں ہوتا۔ وہاں سے اسکو انواع و اقسام کی نعمتیں آتی ہیں۔ وَمَنْ یَّتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ فَھُوَ حَسْبُہٗ

حدیث : ۵۹

وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ الزَّھَادَۃُ فِی الدُّنْیَا لَیْسَتْ تَحْرِیْمَ الْحَلَالِ وَلَا اِضَاعَۃِ الْمَالِ وَلٰکِنَّ الزَّھَادَۃُ فِی الدُّنْیَا اَنْ لَّا تَکُوْنَ بِمَا فِیْ

يَدَيْكَ اَوْثَقَ بِمَا فِي يَدِي اللّٰهِ وَاَنْ تَكُوْنَ فِي ثَوَابِ الْمُصِيْبَةِ اِذَا اَنْتَ اُصِبْتَ بِهَا اَرْغَبَ فِيْهَا لَوْ اَنَّهَا اُبْقِيَتْ لَكَ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ) مشکوٰۃ باب التوکل والصبر

ترجمہ:-

روایت ہے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا دنیا میں زہد و تقویٰ نہ تو حلال کو حرام کر لینے سے ہے اور نہ مال برباد کرنے سے لیکن دنیا میں زہد یہ ہے کہ بغیر اپنے قبضہ کی چیز پر اس پر زیادہ بھروسہ نہ کر جو اللہ کے قبضہ میں ہے اور جب تو مصیبت میں گرفتار ہو تو مصیبت کے ثواب میں زیادہ راغب ہو' اگر وہ تجھ پر باقی رکھی جاوے۔

(ترمذی' ابن ماجہ)

تشریح:-

بعض جھوٹے پیروں فقیروں کو دیکھا گیا کہ وہ گوشت یا دوسرے اعلیٰ کھانے نہیں کھاتے ہمیشہ موٹا کھاتے اور موٹا پہنتے ہیں مگر اس کے ساتھ ہی جھوٹ' غیبت' بھنگ' چرس اور ترکِ نماز میں مبتلا رہتے ہیں اور اسے فقیری بلکہ اولیائی سمجھتے ہیں۔ وہ لوگ اس فرمانِ عالی کے مظہر ہیں' یہ لوگ پیر نہیں بلکہ شیاطین ہیں کہ حرام چیز تو چھوڑتے نہیں اور حلال سے محروم ہو جاتے ہیں۔ فقیری کے لئے بھی علم شریعت کی ضرورت ہے۔ مال برباد کرنے کی چند صورتیں ہیں اور وہ سب حرام ہیں۔

۱۔ ناجائز جگہ خرچ کرنا۔ ۲۔ بلاوجہ مال لٹادینا۔ ۳۔ بال بچے ہوتے ہوئے مال لوگوں میں تقسیم کر دینا۔ ۴۔ سارا مال خیرات کر کے اپنے اور اپنی لولاد کو بھکاری' فقیر بنا دینا۔

ہاں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور ان کے بال بچوں کی طرح جو صابر و شاکر اور متوکل ہوں وہ سب خیرات کریں ورنہ آج خیرات کر کے کل بھیک مانگے گا' یہ حرام ہے۔ فرمایا تو متقی تب بنے گا جب تیرے دو اعتقاد ہو جائیں۔ ایک یہ کہ جو چیز تیرے ملک اور تیرے قبضہ میں ہے اگر اللہ نہ چاہے تو تو اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ دوسرا یہ کہ جو چیز نہ تیری ملک ہو اور نہ تیرے قبضہ میں ہو مگر ربِ تعالیٰ چاہے کہ تو اس سے فائدہ اٹھائے تو عنقریب وہ چیز تیرے پاس پہنچے گی اور تو اس سے فائدہ اٹھائے گا۔ غرض یہ کہ تیرا توکّل اللہ پر ہو' اپنے پر یا اپنے ملک پر یا اپنے قبضہ پر نہ ہو۔ یہ توکّل انسان کو سچا بندہ بنا دیتا ہے۔ کئی دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ اپنے گھر میں پکا ہوا کھانا نصیب نہیں ہوتا اور جہاں وہم و گمان بھی نہ ہو وہاں سے کھانا مل جاتا ہے۔ تجربہ شاہد ہے۔ یہ واقعات اس فرمانِ عالی کی شرح ہیں۔

نیز متقی ہونے کی دوسری شرط یہ ہے کہ اگر تجھ پر کوئی آفت آ جائے اور تیرا دل چاہے کہ یہ آفت جلد ٹل جائے پھر تجھے خیال آجائے کہ یہ مصیبت تو ثواب کا ذریعہ ہے تو تمہارے دل میں اس کے رغبت واقع ہو جانے کی رغبت زیادہ ہو۔ یہاں رغبت کا ذکر ہے دُعا کا ذکر نہیں۔ مصیبت کی دُعا کرنا ممنوع ہے مگر اس کے ثواب کی رغبت کرنا اچھا ہے۔ جب مصیبت آ پڑے تو اس کی تکلیف پر نظر نہ

ہو بلکہ اس کے ثواب پر نظر ہو۔ (مراۃ)

حدیث ۶۰

وَعَنْ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ سَعَادَةِ ابْنِ اٰدَمَ رِضَاهُ بِمَا قَضَی اللّٰہُ لَہٗ وَمِنْ شَقَاوَةِ ابْنِ اٰدَمَ تَرْکُہٗ اِسْتِخَارَةَ اللّٰہِ وَمِنْ شَقَاوَةِ ابْنِ اٰدَمَ سَخَطُہٗ بِمَا قَضَی اللّٰہُ لَہٗ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ) مشکوٰۃ باب التوکل والصبر

ترجمہ:

روایت ہے حضرت سعدؓ سے' فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ انسان کی نیک بختی اس سے ہے کہ اس کا اللہ کے فیصلے سے راضی ہونا ہے اور انسان کی بد بختی اس کا اللہ سے خیر مانگنا چھوڑ دینا ہے۔ انسان کی بدبختی اس سے ہے کہ اس کا اپنے متعلق اللہ کے فیصلے سے ناراض ہونا ہے۔ (احمد ترمذی اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے)

تشریح:۔

سعادت و شقاوت ایک غیبی چیز ہے مگر ان دونوں کی علامات ہیں جو بندہ اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی ہے اس کی قضا پر سر جھکائے رہے۔ سمجھ لو کہ انشاء اللہ

یہ سعید ہے اس کا خاتمہ اچھا ہونے والا ہے اگر اس کے برعکس ہو تو علامت بدبختی کی ہے۔ حضرت انس نے مرفوعاً روایت فرمایا کہ جو استخارہ کرے گا نقصان نہ اٹھائے گا۔ جو مشورہ کرے گا وہ شرمندہ نہ ہو گا۔ جو درمیانی خرچ رکھے گا وہ فقیر نہ ہو گا۔ (طبرانی، مرقات از ملّا علی قاری)

میانہ رَوی بڑی اعلیٰ چیز ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ چار آدمی چار نعمتوں سے محروم نہ ہوں گے۔ شکر گزار بندہ زیادتیٔ نعمت سے محروم نہیں ہوتا اور توبہ کرنے والا بندہ قبولیت سے محروم نہیں ہوتا اور استخارہ کرنے والا خیر سے محروم نہیں ہوتا اور استخارہ کرنے والا خیر سے محروم نہ ہو گا اور مشورہ کرنے والا درستی سے محروم نہ ہو گا۔ جو شخص اللہ کے حکم سے ناراض رہے اور رب کی شکایتیں کرتا رہے وہ بد نصیب ہے۔ یاد رہے کہ مصیبتوں کو دُور کرنے کے لئے تدبیریں کرنا بُرا نہیں ہے بلکہ اس کا حکم ہے۔ رب کے فیصلے سے ناراض ہو کر اس کی شان میں بکواس کرنا بُرا ہے جیسا کہ بعض جاہلوں کا طریقہ ہے۔ (مرأت)

حدیث : ٦١

وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنِّیْ لَاَعْلَمُ اٰیَۃً لَّوْاَخَذَ النَّاسُ بِھَا لَکَفَتْھُمْ وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مَخْرَجًا وَّیَرْزُقْہُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ (رَوَاہُ اَحْمَدُ وَابْنُ مَاجَۃَ وَالدَّارِمِیُّ) مشکوٰۃ باب التوکل والصبر

ترجمہ

روایت ہے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں ایک ایسی آیت جانتا ہوں کہ اگر لوگ اسے اختیار کرلیں تو وہ انہیں کافی ہو کہ جو اللہ سے ڈرے گا تو اللہ اس کے لئے چھٹکارہ بنا دے گا اور بے گمان جگہ سے اسے روزی دے گا۔ (احمد' ابن ماجہ' داری)

تشریح

فرماتے ہیں کہ اگر اس آیت کریمہ پر تمام دنیا عمل کرے تو دین و دنیا کے رنج و غم سے اور فکروں سے آزاد ہو جائے۔ یہ ایک آیت تمام کے لئے کافی ہے۔ تقویٰ سے مراد تقویٰ عامہ ہے یعنی اللہ و رسولؐ کے احکامات پر عمل کرنا اور جن چیزوں سے انہوں نے منع فرمایا ہے ان سے بچے رہنا تقویٰ ہے۔ یہ اللہ کی بڑی نعمت ہے جس پر اس کا کرم ہوتا ہے اسے تقویٰ نصیب ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں تقوی پر وعدے فرمائے۔ ایک تو ہر مشکل و مصیبت سے نجات ملنا اور غیب سے روزی عطا ہونا۔ یاد رہے کہ مصیبت و بلا اور چیز ہے ربِ تعالیٰ کا امتحان کچھ اور مصیبت سے نجات ملنا چاہیے مگر امتحان میں کامیابی ہونی چاہیے۔ حضرت حسین امام المتقین ؓ کو کربلا میں اللہ نے آپ کو ایسی کامیابی عطا فرمائی جس کی مثال نہیں۔

قتلِ حسین اصل میں مرگِ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

لہٰذا اس آیت کریمہ پر یہ اعتراض نہیں کہ جناب حسین یا امام احمد ابن حنبل متقی تھے مگر ان سے مصیبت نہ ٹلی۔ وہ مصیبت نہ تھی آزمائش تھی۔ جو شخص اس آیت کریمہ کو ورد میں رکھے اسے دستِ غیب نصیب ہو جاتا ہے۔

(مرأت)

حدیث : ٦٢

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ اَخَوَانِ عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ اَحَدُهُمَا يَاتِى النَّبِىَّ وَالْاٰخَرُ يَحْتَرِفُ فَشَكَا الْمُحْتَرِفُ اَخَاهُ النَّبِىَّ فَقَالَ لَعَلَّكَ تُرْزَقُ بِهٖ (رَوَاهُ التِّرْمِذِىُّ وَقَالَ هٰذَا الْحَدِيْثُ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ)

ترجمہ:

روایت ہے حضرت انسؓ سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے زمانے میں دو بھائی تھے۔ ایک آپؐ کی خدمت میں آتا تھا جن میں سے دوسرا کوئی پیشہ کرتا تھا۔ تو کماؤ پیشہ والے نے حضورؐ سے اپنے بھائی کی شکایت کی تو فرمایا۔ شاید تجھے اس کی برکت سے روزی مل رہی ہے۔ (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث صحیح غریب ہے) مشکوٰۃ باب التوکل والصبر

تشریح۔

صاحبِ مرقات فرماتے ہیں کہ غالباً" وہ دونوں سگے بھائی تھے جن کا کھانا پینا مشترک تھا۔ (مرقات) ان دونوں میں سے ایک اپنے کو خدمتِ دین کے لئے وقف کر چکا تھا۔ حضورؐ کے پاس علم دین سیکھنے آتا تھا۔ یہ رسم آج تک چلی آ رہی ہے کہ بعض لوگ اپنے کو یا اپنے بچوں کو علم دین کے لئے وقف کر دیتے ہیں اور مسلمان ان کا خرچہ اٹھاتے ہیں۔ اصحابِ صفہؓ بھی ایسے ہی لوگ تھے۔

صاحبِ مرقات نے فرمایا کہ وہ طالب علم غیر شادی شدہ تھا اور یہ کمانے والا بال بچے دار تھا۔ اس طالب علم کا خرچہ یہ کماؤ بھائی ہی اٹھاتا تھا۔ معلوم ہوا کہ طالب علم کی خدمت کرنا خرچہ دینا بہت بڑی عبادت ہے۔ شکایت کرنے والے نے عرض کیا حضورؐ اس کو طلبِ علم سے منع فرما دیں اور اسے کمائی کرنے کا حکم دیں تاکہ یہ اپنی دنیا سنبھال لے اور اس کی شادی وغیرہ کا انتظام ہو سکے۔ مجھ سے اس کا بوجھ اُتر جائے۔ سرکارؐ نے فرمایا تو اسے علم دین سیکھنے دے۔ اس کا خرچہ تو برداشت کئے جا۔ اللہ اس کا رزق تیرے دسترخوان پر بھیجے گا۔ تجھے برکتیں حاصل ہوں گی۔ فرمانِ عالی سے چند مسائل معلوم ہوئے ایک یہ کہ بعض لوگوں کا اپنے کو علمِ دین کے لئے وقف کر دینا سُنتِ صحابہؓ ہے۔ عالِم دین بننا فرض کفایہ ہے۔ بقدرِ ضرورت علمِ دین سیکھنا ہر مسلمان پر فرض عین ہے۔ ۲۔ ان طالب علموں کا خرچہ مسلمانوں کو اٹھانا چاہیے۔ انشاء اللہ اس میں بڑی برکت اور بڑا ثواب ہے۔ ۳۔ اپنے غریب قرابت داروں کی مدد کرنا بڑی برکت کا باعث ہے۔ ربِ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَاٰتِ

ذَالْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ اور جب ایک شخص غریب بھی ہو قرابت دار بھی ہو اور طالب علم بھی ہو تو اس پر خرچ کرنا نُورٌ علیٰ نُور ہے۔

خیال رہے کہ حضور انور ﷺ کا لَعَلَّ فرمانا شک کے لئے نہیں بلکہ کریموں کی شاید بھی یقینی بلکہ حق الیقین ہوتی ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔ وھل ترزقون بضعفائکم یہ حدیث اس حدیث کی شرح ہے۔ (مرأت)

حدیث ۶۳

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ كَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْكِيْ نَبِيًّا مِّنَ الْاَنْبِيَاءِ ضَرَبَهٗ قَوْمُهٗ فَاَدْمَوْهُ وَهُوَ يَمْسَحُ الدَّمَ عَنْ وَّجْهِهٖ وَيَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِيْ فَاِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

ترجمہ:۔

روایت ہے حضرت ابن مسعودؓ سے فرماتے ہیں گویا میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھ رہا ہوں کہ آپؐ نبیوں میں سے ایک نبی کی حکایت بیان فرما رہے ہیں جنہیں ان کی قوم نے مارا تو انہیں خُونم خُون کر دیا۔ وہ اپنے چہرے سے خون پونچھتے تھے اور کہتے تھے الٰہی میری قوم کو بخش دے کہ یہ جانتے نہیں۔ (بخاری و مسلم، مشکواۃ باب التوکل والصبر)

تشریح۔

یہ ہے تصوّرِ رسُول حضرات' صحابہ کرامؓ حضورؐ کی اداؤں کے تصوّر میں رہتے تھے۔

ریاضت نام ہے تیری گلی میں آنے جانے کا
تصوّر میں ترے رہنا عبادت اس کو کہتے ہیں

صاحب اشعۃ فرماتے ہیں کہ نبی سے مراد یا نوحؑ ہیں جو اپنی قوم سے بڑی مصیبت اٹھاتے تھے۔ حتیٰ کہ کئی کئی دن بے ہوش رہتے تھے۔ ہوش آنے پر پھر تبلیغ فرمانے چلے جاتے تھے یا خود حضورؐ کی ذات گرامی ہے۔ یہ واقعہ طائف کی تبلیغ اور احد شریف کے جہاد کا ہے کہ حضور انورؐ ان ظالم کفار کو دعائیں دیتے جاتے تھے۔ چہرۂ پاک سے خون صاف کرتے جاتے تھے تاکہ خون آنکھوں یا منہ میں نہ پڑے یا زمین پر نہ گرے۔ زمین پر گرنے سے عذابِ الٰہی آ جانے کا اندیشہ تھا۔ (اشعۃ)

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِی کا مطلب ہے کہ تو انہیں ایمان کی توفیق دے' عذاب نہ دے ورنہ کفار کے لئے بخشش کی دُعا بحکمِ قرآن منع ہے۔

لَا یَعْلَمُوْنَ کے معنی یہ ہیں کہ یہ لوگ مجھے پہچانتے نہیں' اگر پہچانتے ہوتے تو یہ حرکت نہ کرتے۔ معلوم ہوا کہ جاہل کا گناہ ہلکا ہوتا ہے عالم کے گناہ سے۔ (مرأت)

حدیث : ٦٤

وَعَنْ جُنْدُبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَنْ سَمَّعَ سَمَّعَ اللّٰہُ بِہٖ وَمَنْ یُّرَائِیْ یُرَاءَ اللّٰہُ بِہٖ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ) مشکوۃ باب الریاء والسمعۃ

ترجمہ:۔

روایت ہے حضرت جندبؓ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جو سنانا چاہے گا' اللہ اسے سنا دے گا اور جو دکھانا چاہے گا اللہ اسے دکھا دے گا۔

(مسلم و بخاری)

تشریح:۔

جو شخص کوئی عبادات لوگوں کے دکھلاوے سنانے کے لئے کرے گا تو اللہ تعالیٰ دنیا میں یا آخرت میں اس کے عمل لوگوں میں مشہور کر دے گا مگر عزت کے ساتھ نہیں بلکہ ذِلت کے ساتھ کہ لوگ اس کے عمل سن کر اس پر پھٹکاری کریں گے۔ تجربہ شاہد ہے کہ بعض لوگ اپنے صدقات خیرات شہرت کے لئے اخباروں میں' دیواروں پر لکھواتے ہیں۔ لوگ پڑھ پڑھ کر ان پر لعن طعن کی بوچھاڑ کرتے ہیں کہ اس شہرت کی کیا ضرورت تھی۔ بعض لوگ شہرت کے لئے اولاد کی شادیوں میں بہت خرچ کرتے ہیں مگر چو طرفہ سے ان پر وہ پھٹکار پڑتی ہے کہ خدا کی پناہ۔ اس حدیثِ پاک کا ظہور آج بھی ہو رہا ہے۔ (مراۃ)

حدیث : ٦٥

وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قِیْلَ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ اَرَأَیْتَ الرَّجُلَ یَعْمَلُ الْعَمَلَ مِنَ الْخَیْرِ وَیَحْمَدُہُ النَّاسُ عَلَیْہِ وَفِیْ رِوَایَۃٍ وَیُحِبُّہُ النَّاسُ عَلَیْہِ قَالَ تِلْکَ عَاجِلُ بُشْرَی الْمُؤْمِنِ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ) مشکوٰۃ باب الریا والسمعۃ

ترجمہ:۔

روایت ہے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا گیا کہ اس شخص کے بارے میں آپ ﷺ کی کیا رائے ہے جو اچھا کام کرتا ہے اور لوگ اس پر اس کی تعریف کرتے ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ اس عمل پر لوگ اس سے محبت کرتے ہیں فرمایا' یہ مومن کی فوری بشارت ہے۔ (مسلم)

تشریح:۔

شارح مشکوٰۃ فرماتے ہیں کہ آزمائش کر لو کہ جو کام اللہ کے لئے چھپ کر کرو خود بخود اس کا چرچہ ہو جاتا ہے اور لوگ اس کی تعریفیں کرنے لگتے ہیں۔ لوگ چھپ کر تہجد پڑھتے ہیں مگر ان کے چہرے کا نور ان کا یہ عمل شائع کر دیتا ہے۔ اشارتاً" اس سوال میں یہ صورت بھی داخل ہے۔ سوال یہ ہے کہ یا رسول اللہ ﷺ کیا یہ بھی ریا ہے تو جواب میں فرمایا' یہ ریا نہیں ہے بلکہ قبولیت کی علامت ہے کہ لوگوں کے منہ سے خود بخود اس کی تعریف نکلتی ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے چھپے

ہوئے عمل اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں، حضورؐ نے احادیث میں ایسے شائع ہو گئے کہ آج تک دنیا میں مشہور ہیں۔ یہ بشارتِ ربانی ہے۔ ارشادِ باری ہے۔ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِى الْاٰخِرَةِ۔ غرض یہ کہ ریا کا تعلق عامل کی نیت سے ہے کہ وہ دِکھلاوے یا شہرت کی نیت سے نیکی کرے یہ ہے ریا۔

(مرأت)

حدیث : ٦٦

وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ قَالَ مَنْ كَانَتْ نِيَّتُهٗ طَلَبَ الْاٰخِرَةِ جَعَلَ اللّٰهُ غِنَاهُ فِيْ قَلْبِهٖ وَجَمَعَ لَهٗ شَمْلَهٗ وَ يَاتِيْهِ الدُّنْيَا وَهِيَ رَاغِمَةٌ وَمَنْ كَانَتْ نِيَّتُهٗ طَلَبَ الدُّنْيَا جَعَلَ اللّٰهُ الْفَقْرَ بَيْنَ عَيْنَيْهِ وَشَتَّتَ عَلَيْهِ اَمْرُهٗ وَلَا يَاتِيْهِ مِنْهَا اِلَّا مَا كُتِبَ لَهٗ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَرَوَاهُ اَحْمَدُ وَالدَّارِمِيُّ عَنْ اَبَانٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ) مشکوٰۃ باب الریا والسمعۃ

ترجمہ:

روایت ہے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کی نیت آخرت کمانا ہو تو اللہ اس کی غنا اس کے دل میں ڈال دے گا اور اس کی متفرقات کو جمع کر دے گا اور اس کے پاس دنیا ذلیل ہو کر آئے گی اور جس کی نیت دنیا طلبی ہو تو اللہ فقیری اس کی آنکھوں کے سامنے کر دے گا اور اس پر

اس کے کام پراگندہ کر دے گا اور اس کے پاس آئے گی اتنی جتنی اس کے لئے لکھی گئی۔

تشریح:۔

شارح مشکوٰۃ فرماتے ہیں کہ شمل جمع ہے شملۃٌ کی بمعنی حاجت یا عادت یعنی اخلاص والے کو ربِ تعالیٰ دلی استغنا بھی بخشتا ہے اور اس کی متفرق حاجتیں یکجا جمع بھی فرما دیتا ہے کہ گھر بیٹھے اس کی ساری ضرورتیں پوری ہوتی رہتی ہیں۔ ضرورتوں کے پاس وہ نہیں جاتا' ضروریات اس کے پاس آتی ہیں جو اللہ کا ہو جاتا ہے اللہ اس کا ہو جاتا ہے جس جانور کو (کھونٹے) سے باندھ دیتے ہیں اس کی ہر ضرورت وہاں ہی پہنچ جاتی ہے۔

دنیا سے مراد دنیاوی نعمتیں بھی ہیں اور دنیا کے لوگ بھی۔ یعنی دنیا اور دنیادار اس کے پاس خادم بن کر حاضری دیتے ہیں' جیسا کہ اولیاء اللہ کے آستانوں پر دیکھا جا رہا ہے۔

ان کے در کا جو ہوا خلقِ خدا اس کی ہوئی
ان کے در سے جو پھرا اللہ اس سے پھر گیا

فقیری سے مراد لوگوں کی محتاجی اور ان کا حاجت مند رہنا مراد ہے۔ دنیاداروں کے دروازوں پر دھکے کھانا اور ان کی خوشامدیں کرنا۔

شَتَّتَ عَلَیْہِ اَمْرَہٗ سے مراد اس کا دل پریشان رہے کبھی روٹی کے پیچھے دوڑے گا اور کبھی کپڑے کی فکر میں مارا مارا پھرے گا یا دیگر ضروریات کے

لئے پریشان پھرے گا اور اللہ اللہ کرنے کا وقت نہ پائے گا۔ یہ بات تجربہ سے بھی ثابت ہے۔ کُتِبَ لَہٗ کا مطلب ہے کہ ایسی دوڑ دھوپ سے اس کی دنیا میں اضافہ نہ ہوگا بلکہ اس کی پریشانیوں میں اور اضافہ ہو گا۔ دنیا اسے وہی ملے گی جتنی اس کے مقدر میں لکھی جا چکی ہے۔ (مراۃ)

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ انسان کو اپنی خواہش کے مطابق رزق نہیں ملتا۔ شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں

تعلق حجابست و بے حاصلی

چو پیوند ہا بگسلی واصلی

حدیث : ۶۷

وَعَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بِحَسْبِ امْرِیٍٔ مِّنَ الشَّرِّ اَنْ يُّشَارَ اِلَيْهِ بِالْاَصَابِعِ فِیْ دِيْنٍ اَوْ دُنْيَا اِلَّا مَنْ عَصَمَهُ اللّٰهُ (رَوَاهُ الْبَيْهَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ) مشکوٰۃ باب الریا والسمعۃ

ترجمہ:۔

روایت ہے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ انسان کے شر کے لئے یہ کافی ہے کہ اس

کی طرف دین یا دنیا میں انگلیوں سے اشارہ کیا جائے۔ سوائے اس کے جسے اللہ محفوظ رکھے۔ (بیہقی شعب الایمان)

تشریح:۔

صاحبِ مرأت فرماتے ہیں کہ دینی کمالات' دولت' صحت' طاقت میں یوں ہی دینی کمالات علم' عبادت' ریاضت میں مشہور ہونا عوام کے لئے خطرناک ہی ہے کہ اس سے عموماً" دل میں غرور و تکبر پیدا ہو جاتا ہے اس سے گمنامی بہتر ہے۔ ہاں بعض بندے ایسے بھی ہیں کہ وہ شہرت سے متکبر نہیں ہوتے وہ سمجھتے ہیں کہ نیک نامی و بدنامی اللہ کے قبضہ میں ہے اور لوگوں کا کوئی اعتبار نہیں۔ انہیں زندہ باد اور مُردہ باد کے نعرے لگاتے دیر نہیں لگتی۔ حضورؐ کے تحمّل کا تو یہ حال ہے کہ

ان کے قدم پہ جبہ سا روم و عجم کی نخوتیں
ان کے حضورؐ سجدہ ریز چین و عرب کی خود سری
پیش او گیتی جبیں فرسودہ است
خویشتن را عبدہٗ فرمودہ است

حضورؐ کی چوکھٹ پر دنیا سر رگڑ رہی ہے مگر خود کو یہ فرماتے ہیں کہ میں اللہ کا بندہ ہوں یہ ہے تحمّل اور برداشت۔ حضورؐ کے بعض نائبین کو یہ تحمّل اور برداشت نصیب ہو جاتا ہے۔ اِلَّا مَنْ عَصَمَةُ اللّٰہ سے یہی مراد ہے۔

صاحب مرقات فرماتے ہیں کہ شہرت پسندی کی بیماری میں مبتلا علماء اور عابدین کی تعداد زیادہ ہے۔ (مرأت)

حدیث : ٦٨

وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اَنَّهُ خَرَجَ يَوْمًا اِلٰى مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَوَجَدَ مُعَاذَ ابْنَ جَبَلٍ قَاعِدًا عِنْدَ قَبْرِ النَّبِيِّ ﷺ يَبْكِيْ فَقَالَ مَا يُبْكِيْكَ قَالَ يُبْكِيْنِيْ شَيْءٌ سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ اِنَّ يَسِيْرَ الرِّيَاءِ شِرْكٌ وَمَنْ عَادٰى لِلّٰهِ وَلِيًّا فَقَدْ بَارَزَ اللّٰهَ بِالْمُحَارَبَةِ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْاَبْرَارَ الْاَتْقِيَاءَ الْاَخْفِيَاءَ الَّذِيْنَ اِذَا غَابُوْا لَمْ يُتَفَقَّدُوْا وَاِنْ حَضَرُوْا لَمْ يُدْعَوْا وَلَمْ يُقَرَّبُوْا قُلُوْبُهُمْ مَصَابِيْحُ الْهُدٰى يَخْرُجُوْنَ مِنْ كُلِّ غَبْرَاءَ مُظْلِمَةٍ رواہ اِبْنُ مَاجَةَ وَ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ) مشکوٰۃ باب الرّیا والسمعۃ

ترجمہ

روایت ہے حضرت عمر ابن خطابؓ سے کہ وہ ایک دن رسول اللہ ﷺ کی مسجد کی طرف گئے تو نبی کریم ﷺ کی قبرِ انور کے پاس معاذ بن جبلؓ کو بیٹھا ہوا پایا جو رو رہے تھے تو فرمایا کہ آپ کو کون سی چیز رلاتی ہے بولے مجھے وہ چیز رلاتی ہے جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنی تھی۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ تھوڑی سی

ریاکاری بھی شرک ہے اور جو اللہ کے ولی سے دشمنی کرے وہ اللہ کے سامنے جنگ کے لئے آگیا۔ اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے ان نیکوں پرہیزگاروں چھپے ہوؤں کو کہ جب وہ غائب ہو جائیں تو ڈھونڈے نہ جائیں اور اگر حاضر ہوں تو نہ بلائے جائیں' نہ قریب کئے جائیں۔ ان کے دل ہدایت کے چراغ ہیں۔ ہر تاریک گرد آلود سے نکلیں۔ (ابن ماجہ' بیہقی)

تشریح:۔

شارح مشکوٰۃ فرماتے ہیں کہ اس زمانہ میں حجرہ شریف میں دروازہ تھا جس سے لوگ قبرانور تک پہنچ جاتے۔ بہت عرصہ بعد دروازہ بند کر دیا گیا۔ اب قبرانور تک ہر آدمی نہیں پہنچ سکتا۔ معاذ بن جبلؓ خاص قبرانور سے متصل بیٹھے ہوئے رو رہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کہ اے معاذ! کیوں رو رہے ہو' فراق رسولؐ رلا رہا ہے یا کوئی اور تکلیف۔ معلوم ہوا کہ مسلمان بھائی کو تکلیف میں دیکھے تو ضرور وجہ پوچھے۔ اگر ہو سکے تو اس کی تکلیف دُور کرنے کی کوشش کرے۔ حضرت معاذؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک نصیحت حضورؐ سے سنی مگر اس پر عمل نہ کر سکا۔ اپنی اس محرومی یا معذوری پر رو رہا ہوں۔ علماء فرماتے ہیں کہ ریا کے بہت درجے ہیں۔ کچھ درجے چھوٹی چیونٹی سے زیادہ باریک ہیں۔ انسان ان کو ریا نہیں سمجھتا مگر وہ ہے ریاء۔ ان سے بچنا بہت ہی مشکل ہے۔ اس سے تو خاص لوگوں کا بچنا بھی مشکل ہے۔ عوام کا تو ذکر ہی کیا۔ معاذ فرماتے ہیں کہ مجھے خطرہ ہے کہ میں بھی ریاء کے کسی درجہ میں مبتلا ہوں۔

مزید فرماتے ہیں کہ میرے رونے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ حضور انورؐ نے فرمایا کہ اللہ کے دوستوں کی ایذاء رب سے جنگ ہے اور اولیاء اللہ ایسے چھپے ہوئے ہیں کہ ان کی پہچان بہت مشکل ہے۔ کئی دفعہ پڑوسیوں یا دوستوں سے شکر رنجی ہو جاتی ہے۔ ممکن ہے کہ ان میں سے کوئی اللہ کا ولی ہو ان کی تکلیف میرے لئے مصیبت بن جائے۔ حدیثِ قدسی میں ہے۔ اولیاء تحت قبائی لا یعرفھم غیری میرے ولی میری قبا میں رہتے ہیں انہیں میرے سوا کوئی نہیں پہچانتا۔ (مرقات)

خیال رہے کہ اولیاء اللہ دو قسم کے ہیں۔ تکوینی ولی اور تشریعی ولی۔ تکوینی ولی جو دنیا کے سیاہ و سفید کے مالک و مختار بنا دیئے جاتے ہیں۔ ان کی تعداد مقرر ہے مگر تشریعی اولیاء اللہ تعداد میں جہاں چالیس متقی مسلمان جمع ہوں وہاں ایک ولی انشاء اللہ ضرور ہوتا ہے اس ولی کو خود بھی خبر نہیں ہوتی کہ میں ولی ہوں مگر ولی ہوتا ہے۔ شاید حدیث پاک میں غالباً" اس سے وہی اولیاء تشریعی مراد ہوں۔ ممکن ہے اس سے مراد تکوینی اولیاء ہوں کہ اکثر ان میں چھپے ہوئے رہتے ہیں۔ وہ حضرات کم ہیں جنہیں مخلوق پہچانتی ہے۔ مثلاً" غوثِ پاکؒ' خواجۂ اجمیریؒ اور داتا گنج بخشؒ ہجویری وغیرہ۔ یاد رہے نبوّت کا اعلان ضروری ہے مگر ولایت کا اعلان ضروری نہیں۔ اکثر اعلان ولایت کرنے والے خالی ہوتے ہیں۔ سعدیؒ فرماتے ہیں۔

ایں مدعیاں در طلبش بے خبر انند
آنرا کہ خبر شد خبرش باز نہ آمد

علماء کے لئے اعلان ضروری ہے کیونکہ العلماء ورثۃ الانبیاء اسی طرح نبوّت کا اعلان بھی ضروری لیکن اولیاء اللہ اکثر چھپے رہتے ہیں۔ علماء دین اسلام کی ظاہری پولیس ہے جبکہ ولی اللہ خفیہ پولیس ہیں۔ یہ حضرات بھی اپنے کو ولی نہیں کہتے۔ بعض اولیاء کے متعلق لوگوں کی زبان سے خواہ مخواہ ولی نکلتا ہے۔ جس طرح چراغ سے ہدایت و نُور ملتا ہے ایسے ہی ان کے دلوں' ان کی نگاہوں سے لوگوں کو نُور ملتا ہے۔ یہ حضرات حقانیّتِ اسلام کی دلیلیں ہیں۔ حقِ دین وہ ہے جس میں اولیاء اللہ ہوں انہیں کا راستہ مستقیم ہے۔ فرمان باری ہے۔ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ اور فرماتا ہے وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ اس شاخ کا تعلق جڑ سے قائم ہے جس میں سبزہ پھول ہوں' سوکھی شاخ کا تعلق جڑ سے ٹوٹ چکا۔ وہ آگ کے لائق ہے۔ اسلام کی اس شاخ کا تعلق حضورؐ سے قائم ہے جس میں ولایت کے پھول ہوں۔ یہ اولیاء اللہ تاریک گھروں' غیر مشہور محلّوں' نامعلوم بستیوں سے پیدا ہوتے رہیں گے۔

خاکسارانِ جہاں را بحقارت منگر
تو چہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

یا یہ مطلب ہے کہ یہ حضرات تاریک گردوغبار والے عقائد و اعمال و شُبہات سے نکل جائیں گے' کبھی اس میں پھنسیں گے نہیں۔ (مرقات)

صاحبِ مرقات فرماتے ہیں کہ امام غزالیؒ نے فرمایا کہ ہر عالِم دین متقی ولّی اللہ ہے۔ اگر متقی عالم' ولّی نہ ہو تو کوئی ولّی ہی نہیں۔ (مرقات)

مشہور یہ ہے کہ جس سے روحانی فیوض جاری ہوں انہیں صوفیاء اور اولیاء کہا جاتا ہے جن سے شرعی فیوض جاری ہوں انہیں علماء کہتے ہیں۔ (مرأت)

حدیث ۶۹:

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ بَيْنَا اَنَا فِیْ بَيْتِیْ فِیْ مُصَلَّایَ اِذْ دَخَلَ عَلَیَّ رَجُلٌ فَاَعْجَبَنِیْ الْحَالُ الَّتِیْ رَآنِیْ عَلَيْهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ رَحِمَكَ اللّٰهُ يَا اَبَا هُرَيْرَةَ لَكَ اَجْرَانِ اَجْرُ السِّرِّ وَاَجْرُ الْعَلَانِيَةِ

(رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ) مشکوٰۃ باب الریا والسمعۃ

ترجمہ:۔

روایت ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ جب کہ میں اپنے گھر میں اپنے مصلّی پر تھا کہ میرے پاس ایک شخص آگیا تو مجھے اپنی حالت پسند آئی جس پر مجھے اس نے دیکھا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے ابو ہریرہ تم پر اللہ رحمت کرے تم کو دو ثواب ہیں۔ خفیہ کا ثواب اور اعلانیہ کا ثواب (ترمذی) فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔

تشریح:۔

ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں اپنے گھر میں مصلّے پر نوافل یا ورد و ظیفہ پڑھ

رہا تھا کیونکہ حضرات صحابہؓ فرض نمازیں مسجد میں باجماعت ادا کرتے تھے۔ گھر کا ذکر اس لئے فرمایا تاکہ معلوم ہو کہ میں ریاکاری کے لئے یہ عمل نہ کر رہا تھا ورنہ لوگوں کے مجمع میں کرتا۔ گھر کے گوشہ میں نہ کرتا۔ اس آنے والے نے مجھے مصلّے پر یہ عمل کرتے دیکھا۔ دخل فرما کر یہ بتایا کہ میں نے اسے بلایا نہ تھا' نہ اس نے آنا چاہا تھا۔ اتفاقاً" ہی آگیا۔ آنے والا ان کا کوئی عزیز یا قریبی ہوگا جو بغیر اذن آسکے یا آپ کے گھر والوں نے اسے اجازت دے دی ہوگی۔

فَاَعْجَبَنِیَ الْحَالِی سے مراد ہے کہ آپ کو یہ خوشی یا تو اس لئے تھی کہ وہ آنے والا بھی میری طرح یہ اعمال کرے مجھے دیکھ کر تو اس کے اعمال میں مجھے بھی ثواب ملے یا اس لئے کہ وہ مسلمان میرے اس عمل پر بلکہ میرے ایمان و اسلام پر گواہ ہو جائے کل قیامت میں بارگاہِ الٰہی میں مسلمانوں بلکہ اللہ کی مخلوق کی گواہیاں بہت ہی کام آئیں گی۔ بہرحال یہ خوشی غرور کی نہ تھی بلکہ اللہ کے اس کرم کی خوشی تھی۔ صاحبِ مرقات اور صاحبِ اشعۃ فرماتے ہیں کہ سرکارؐ نے ابو ہریرہؓ کو فرمایا تمہارے اس کام کی ابتداء محض اخلاص پر تھی اسی وجہ سے تم گھر کے کونے میں یہ کام کر رہے تھے۔ اللہ نے تمہارے اس کام کو ظاہر فرما دیا۔ یہ بھی اس کا کرم ہے۔ تمہارا اس پر خوش ہونا کہ مجھے مسلمان نے برے کام پر نہ دیکھا بلکہ اچھے کام پر دیکھا۔ یہ خوشی بھی اللہ کا کرم ہے' اس پر بھی ثواب ہے کہ یہ خوشی شکر کی ہے نہ کہ فخر کی۔ غافل زیادتیٔ مال سے خوش ہوتا ہے۔ مومن عاقل توفیقِ اعمال سے، رب فرماتا ہے۔ قُلْ بِفَضْلِ اللّٰہِ وَ بِرَحْمَتِہٖ

فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوا نبی کریمؐ نے فرمایا کہ جسے گناہ پر رنج اور نیکی پر خوشی ہو وہ کامل مومن ہے لہٰذا تمہیں اس خوشی پر ثواب ہے۔ (مرقات و اشعۃ)

بہرحال ریاء اور اخلاص کا مدار نیت پر ہے۔

حدیث : ۰۷

وَعَنْ شَدَّادِ بْنِ اَوْسٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُوْلُ مَنْ صَلّٰى يُرَائِىْ فَقَدْ اَشْرَكَ وَمَنْ صَامَ يُرَائِىْ فَقَدْ اَشْرَكَ وَمَنْ تَصَدَّقَ يُرَائِىْ فَقَدْ اَشْرَكَ.

(رَوَاہُ اَحْمَدُ) مشکوٰۃ باب الریا والسمعۃ

ترجمہ:۔

حضرت شداد بن اوس سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ؐ کو فرماتے سنا کہ جو دکھلاوے کے لئے نماز پڑھے' اس نے شرک کیا اور جو دکھلاوے کے لئے روزہ رکھے اس نے شرک کیا اور جو دکھلاوے کے لئے صدقہ دے اس نے شرک کیا۔ (احمد)

تشریح:۔

شارح مشکوٰۃ فرماتے ہیں کہ شرک دو قسم کا ہے۔ شرک جلی یعنی کھلم کھلا شرک' بت پرستی کرنا اور شرک خفی ریاکاری ہے۔ یوں کہو کہ شرک اعتقادی

تو کھلا شرک ہے اور شرک عملی ریاکاری ہے۔ صوفیاء فرماتے ہیں۔ کل ما صدک عن اللّٰہ فھو صنمک جو تمہیں اللہ سے روکے وہی تمہارا بت ہے' نفس امارہ بھی بت ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ روزہ میں بھی ریاکاری ہو سکتی ہے۔ ہاں روزے میں ریاء خالص نہیں ہو سکتی' اسی لئے ارشاد ہے اَلصَّوۡمُ لِیۡ وَاَنَا اَجۡزِیۡ بِہٖ بعض لوگ روزہ رکھ کر لوگوں کے سامنے بہت کلیاں کرتے' سر پر پانی ڈالتے رہتے ہیں' کہتے پھرتے ہیں' ہائے روزہ بہت لگا ہے' بڑی پیاس لگی ہے وغیرہ۔ یہ بھی روزے کی ریاء ہے اور اس حدیث میں داخل ہے۔ خیال رہے ریاء کی دو قسمیں ہیں' ایک ریاء اصل عمل میں' دوسری ریاء وصفِ عمل میں۔ اصل عمل میں ریاء یہ ہے کہ کوئی دیکھے تو یہ نماز پڑھ لے' نہ دیکھے تو نماز پڑھے ہی نہیں۔ وصفِ عمل میں ریاء یہ ہے کہ لوگوں کے سامنے نماز خوب اچھی طرح پڑھے۔ تنہائی میں معمولی طرح پڑھے۔ پہلی ریاء بہت بُری ہے اور دوسری اس سے کم بُری ہے۔ شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں۔

کلید در دوزخ است آں نماز
کہ در رُوئے مردم گزاری دراز

(مرأت المناجیح)

حدیث : ۷۱

وَعَنۡ اَبِیۡ سَعِیۡدٍ خُدۡرِیِّ قَالَ خَرَجَ عَلَیۡنَا رَسُوۡلُ اللّٰہِ

وَنَحْنُ نَتَذَكَّرُ الْمَسِيحَ الدَّجَّالَ فَقَالَ اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِمَا هُوَ اَخْوَفُ عَلَيْكُمْ عِنْدِيْ مِنَ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ فَقُلْنَا بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ الشِّرْكُ الْخَفِيُّ اَنْ تَقُوْمَ الرَّجُلُ فَيُصَلِّيْ فَيَزِيْدُ صَلٰوتَهٗ لِمَا يَرٰى مِنْ نَظَرِ رَجُلٍ (رَوَاهُ اِبْنُ مَاجَةَ) مشکوٰۃ باب الرّیا والسمعۃ

ترجمہ:۔

روایت ہے حضرت ابو سعید خدری؄ سے فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس رسول اللہؐ تشریف لائے جبکہ ہم مسیح دجال کا تذکرہ کر رہے تھے تو فرمایا کہ کیا میں تم کو اس چیز کی خبر نہ دوں جو میرے نزدیک تمہارے لئے مسیح دجال سے زیادہ خطرناک ہے۔ ہم نے عرض کیا ہاں یارسول اللہؐ۔ فرمایا وہ خفیہ شرک ہے یعنی یہ کہ کوئی آدمی نماز پڑھنے کھڑا ہو تو اپنی نماز اس لئے زیادہ کرے کہ کسی شخص کو دیکھے کہ وہ آکر دیکھ رہا ہے۔ (ابن ماجہ)

تشریح:۔

خَرَجَ عَلَيْنَا یعنی دولت خانہ سے یا باہر سے مسجد نبوی شریف میں تشریف لائے، نماز کا وقت تھا یا ویسے ہی حضرات صحابہ؄ کا مجمع تھا اور اتفاقاً دجال کے خطرات کا ہم لوگ تذکرہ کر رہے تھے۔ فرمایا دجال کو تو کوئی شخص ہی پائے گا وہ بھی

قیامت کے قریب- پھر انسان اس سے بچ بھی سکے گا کہ نہیں- نہ اس کے پاس جائے نہ اس پھندے میں پھنسے- مگر ریاکاری کی مصیبت ہر شخص کو ہر وقت درپیش ہے اس لئے یہ آفت دجال سے زیادہ خطرناک ہے- اگر اکیلے نماز پڑھے تو تھوڑی اور ہلکی پڑھے، مگر جب اسے کوئی دیکھ رہا ہو تو نوافل بہت تعداد میں پڑھے اور خوب دراز پڑھے- یہ ہے وصف میں ریاء- جب یہ بھی شرکِ خفی ہوا تو اصل نماز میں ریاء بہت ہی خطرناک ہے- ریاء کی دو قسمیں گذشتہ احادیث کی شرح میں بیان ہو چکی ہیں- اصل عبادت میں ریاء زیادہ خطرناک ہے نماز کا ذکر مثلاً" فرمایا ہر نیکی کا یہی حال ہے- اس بیماری میں واعظین زیادہ مبتلا ہیں- عموماً" ہر واعظ کا خیال یہ ہوتا ہے کہ میرا وعظ سب سے اچھا رہے- لوگ خوب واہ واہ کہیں- بعض واعظین بغیر داد لئے وعظ نہیں کر سکتے- اللہ تعالیٰ اخلاص عطاء فرمائے- ریاء والی عبادت گھنے ہوئے تخم کی طرح ہے جس سے پیداوار نہیں ہوتی-یا جیسے بادام بغیر مغز کے کسی کام کا نہیں ہوتا- (مرأت)

حدیث : ۷۲

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَوْ اَنَّ رَجُلًا عَمِلَ عَمَلًا فِیْ صَخْرَۃٍ لَا بَابَ لَھَا وَلَا کُوَّۃَ خَرَجَ عَمَلُہٗ اِلَی النَّاسِ کَائِنًا مَا کَانَ (رَوَاہُ الْبَیْھَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ)

ترجمہ:

روایت ہے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے' فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ؐ نے فرمایا کہ اگر کوئی آدمی پتھر کی چٹان میں بیٹھ کر عمل کرے جس کا نہ کوئی دروازہ ہو نہ روزن تو بھی اس کا عمل لوگوں تک نکل آوے گا جو عمل بھی ہو۔ (بیہقی' شعب الایمان' مشکوۃ باب الریاء والسمعہ)

تشریح:

صاحبِ مرأت فرماتے ہیں کہ فرض کرو کوئی شخص ایسے بند غار میں نیکی کرے جس میں نہ تو دروازہ ہو کہ کوئی وہاں پہنچ سکے نہ کوئی روزن و سوراخ ہو جس سے کوئی جھانک سکے۔ یعنی کیسے ہی خلوت خانہ میں کیسے ہی چھپ کر عبادت کرے۔ ظاہر ہو ہی جاتا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ تم ریاء کر کے اپنے ثواب کیوں برباد کرتے ہو۔ تم اخلاص سے نیکیاں کرو' خفیہ کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہاری نیکیاں خودبخود لوگوں کو بتادے گا۔ لوگوں کے دل تمہیں خود بخود نیک ماننے لگیں گے۔ یہ نہایت ہی مجرب ہے بعض لوگ خفیہ تہجد پڑھتے ہیں' لوگ خواہ مخواہ انہیں تہجد خواں کہنے لگتے ہیں۔ تہجد بلکہ ہر نیکی کا نور چہرے پر نمودار ہو جاتا ہے۔ جس کا رات دن مشاہدہ ہو رہا ہے۔ لوگ یوں ہی حضور غوثِ پاک'' خواجہ اجمیری'' کو ولی کہتے ہیں کیونکہ ربِ تعالیٰ کہلوا رہا ہے کہ یہ اس فرمانِ عالی کا ظہور ہے۔

نیک اعمال کا نور چہرہ پر ظاہر ہوتا ہے' فرمانِ باری ہے سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ تجربہ تو یہ ہے کہ خوفِ خدا اور عشقِ مصطفےٰ ؐ

دل میں ہو تو چہرہ اور ہی طرح کا ہو جاتا ہے۔ بعض بزرگوں کے چہرے دیکھ کر کافر مسلمان ہو گئے۔ گناہ گاروں نے دیکھا تو نہ صرف گناہوں سے تائب ہوئے بلکہ متقی بن گئے۔

(مرأت از شیخ الحدیث مفتی احمد یار خاں نعیمی)

مولانا رومؔ فرماتے ہیں۔

اے لقائے تو جوابِ ہر سوال
مشکل از تو حل شود بے قیل و قال

حدیث ۷۳

وَعَنْ حَارِثَةَ بْنِ وَهْبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِاَهْلِ الْجَنَّةِ كُلُّ ضَعِيْفٍ مُتَضَعَّفٍ لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِاَهْلِ النَّارِ كُلُّ عُتُلٍّ جَوَّاظٍ مُسْتَكْبِرٍ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ كُلُّ جَوَّاظٍ زَنِيْمٍ مُتَكَبِّرٍ) مشکوٰۃ باب الغضب والکبر

ترجمہ:۔

روایت ہے حضرت حارثہ ابن وہبؓ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں جنتی لوگ نہ بتاؤں۔ ہر کمزور جسے کمزور سمجھا جاوے، اگر وہ

اللہ پر قسم کھا جائے۔ تو اللہ اس کی قسم پوری کر دے گا۔ کیا میں تمہیں آگ والے نہ بتاؤں۔ ہر سخت دل' بدکار' متکبر۔ (بخاری و مسلم) اور مسلم کی روایت میں ہے کہ ہر سخت دل حرامی غرور والا

تشریح:۔

شارح مشکوٰۃ فرماتے ہیں کہ ضعیف کے معنی یہ ہیں کہ اس میں تکبر' جبر' ظلم نہ ہو۔ یہ مطلب نہیں کہ اس میں طاقت و قوّت نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کو قوّی اور طاقت ور مسلمان پسند ہیں۔ یعنی اس میں طاقت تو ہو مگر وہ اپنی طاقت مسلمانوں پر استعمال نہ کرے اور متضعف کے معنی ہیں کہ مسلمانوں کو اس پر امن ہو کہ یہ کسی کو نقصان نہیں پہنچاتا۔ اس کے شر سے مسلمان اپنے کو محفوظ سمجھیں۔ یہ مطلب نہیں کہ مسلمان اسے ذلیل و خوار سمجھیں۔ مسلمان تو بڑی عزت والا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِيْنَ۔

لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ کا مطلب ہے کہ اگر وہ کہہ دے کہ قسم خدا کی تیرے ہاں بیٹا ہوگا یا قسم بخدا آج بارش ہوگی یا اسلامی لشکر کو فتح ہوگی تو اللہ تعالیٰ اس کی قسم ضرور پوری فرما دے۔ ضرور اس کے بیٹا ہو' ضرور بارش آئے' ضرور لشکرِ اسلام کو فتح ہو۔ خیال رہے کہ پہلے تو بندہ اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتا ہے پھر ایک وقت وہ آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے کی رضا چاہتا ہے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا وَلَسَوْفَ يَرْضٰى اور اپنے محبوب ﷺ کے لئے فرمایا وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى معلوم ہوا بزرگوں سے اللہ کی نعمتیں مانگنا جائز ہے کہ ان کے منہ سے نکلی بات اللہ تعالیٰ پوری کرتا ہے۔

عتل کے بہت معنی ہیں- سخت دل' بدزبان' جھگڑالو- اسی طرح جواظ کے معنی- موٹا' فربہ' بدکار' فاسق' بخیل' جو اپنا مال چھپائے اور دوسروں کے مال پر نظر رکھے- (مرقات) یہاں سارے معنی درست ہیں- زنیم بنا ہے زنم سے یعنی کان کٹی بکری' جس کا کان کٹ کر لٹک رہا ہو- اصطلاح میں زنیم حرامی کو کہتے ہیں کہ یہ شخص بھی دوسری قوم سے ملحق ہوتا ہے- جیسے ولید بن مغیرہ- یہاں زنیم بمعنی شریر و لئیم ہے جس کے شر سے مسلمان پریشان ہوں- اکثر دیکھا گیا ہے کہ حرامی بچے بڑے شریر و خبیث ہوتے ہیں- (مرقات)

صاحب مرقات فرماتے ہیں کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ حرامی جنت میں نہ جاوے گا- اس کی کوئی اصل نہیں- ہاں جو حرامیوں کے سے کام کرے وہ اولاً" جنت میں نہ جائے گا- (مرقات)

حدیث : ۷۴

وَعَنْ اِبْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ مَنْ کَانَ فِیْ قَلْبِہٖ مِثْقَالُ ذَرَّۃٍ مِنْ کِبْرٍ فَقَالَ رَجُلٌ اِنَّ الرَّجُلَ یُحِبُّ اَنْ یَکُوْنَ ثَوْبُہٗ حَسَنًا وَ نَعْلُہٗ حَسَنًا قَالَ اِنَّ اللّٰہَ جَمِیْلٌ وَیُحِبُّ الْجَمَالَ اَلْکِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ (رَوَاہُ مُسْلِم) مشکوۃ باب الغضب والکبر

ترجمہ:

روایت ہے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ؐ نے فرمایا کہ وہ جنت میں نہ جائے گا جس کے دل میں ذرہ برابر غرور ہو تو ایک آدمی نے عرض کیا کہ کوئی شخص چاہتا ہے کہ اس کے کپڑے اچھے ہوں' اس کا جوتا اچھا ہو۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور جمال کو پسند فرماتا ہے۔ غرور' حق کو جھٹلانا اور لوگوں کو ذلیل سمجھنا ہے۔ (مسلم)

تشریح:

فرمانِ عالی کے چند معنی ہو سکتے ہیں۔ (i) دنیا میں جس کے دل میں رائی کے برابر بھی کفر ہو وہ جنت میں ہرگز نہ جائے گا۔ کبر سے مراد اللہ و رسول ؐ کے سامنے غرور کرنا' یہ کفر ہے۔ (ii) دنیا میں جس کے دل میں رائی برابر غرور ہو گا وہ جنت میں اولاً" نہ جائے گا۔ (iii) جس کے دل میں رائی برابر غرور ہو گا وہ غرور لیکر جنت میں نہ جائے گا۔ پہلے ربِ تعالیٰ اس کا تکبر دور کر دے گا پھر اسے جنت میں داخل فرمائے گا۔ ارشادِ ربانی ہے ونزعنا ما فی صدور هم من غلّ اخواناً علی سررٍ متقابلین آگ میں کبر اور غرور ہے اور خاک میں عجز و انکساری۔ باغ کھیت میں لگتے ہیں' آگ میں نہیں۔ اسی طرح ایمان و عرفان کے باغ' خاک جیسے عاجز و منکسر دل میں لگتے ہیں۔ آگ جیسے متکبر دل میں نہیں لگتے۔

سائل سمجھے کہ شاید اچھا لباس' اچھا جوتا پہننا' بھی غرور میں داخل ہے۔ اس میں اپنی مالداری یا بڑائی کا اظہار ہے نیز اکثر متکبرین اعلیٰ درجہ کا لباس پہنتے ہیں تو یہ عمدگی لباس متکبرین کی علامت ہے۔ سوال درست ہے فرمایا ربِ تعالیٰ ذات و

صفت میں جمیل ہے' اچھا ہے' مخلوق اس کی صفت کی مظہر ہے تو مسلمان کو چاہیئے کہ اپنی عادات' صورت' لباس' اور اعمال اچھے رکھے تاکہ خالق کی صفتِ جمیل کا مظہر بنے۔ نیز اس لباس میں ربِ تعالیٰ کی نعمت کا اظہار ہے جو محبوب ہے رب فرماتا ہے وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ اسے تکبر سے کوئی تعلق نہیں۔ متکبر وہ ہے جو کسی معمولی انسان کی حق بات کو صرف اس لئے جھٹلائے کہ یہ اس آدمی کے منہ سے نکلی ہے اور مساکین کو ذلیل سمجھے۔ (مرأت)

حدیث : ۷۵

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ثَلٰثَةٌ لَا یُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَلَا یُزَكِّیْهِمْ وَفِیْ رِوَایَةٍ وَّلَا یَنْظُرُ اِلَیْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ شَیْخٌ زَانٍ وَّ مَلِكٌ كَذَّابٌ وَعَائِلٌ مُّسْتَكْبِرٌ (رَوَاهُ مُسْلِم) مشکوٰۃ باب الغضب والکبر

ترجمہ

روایت ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' تین آدمی ایسے ہیں جن سے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نہ تو کلام کرے گا اور نہ انہیں پاک کرے گا اور ایک روایت میں ہے کہ نہ ان کی

طرف نظر کرے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ بڈھا زانی' جھوٹا بادشاہ اور فقیر غرور والا۔ (مسلم)

تشریح:۔

ملّا علی قاری مرقات میں فرماتے ہیں کہ ان تین قسم کے لوگوں سے اللہ تعالیٰ کرم و محبت کا کلام نہ کرے گا۔ غضب و قہر کا کلام کرے گا' لہٰذا حدیث واضح ہے یا مطلب یہ ہے کہ قیامت کے اوّل وقت جب عدلِ الٰہی کا ظہور ہو گا تب ان سے کلام نہ کرے گا یا مطلقاً" بلاواسطہ کلام نہ کرے گا بواسطہ فرشتوں کے کرے گا۔ (مرقات)

ان کے گناہ معاف نہ کرے گا یا ان کی صفائی لوگوں پر ظاہر نہ کرے گا۔ تزکیہ کے یہ دونوں معنی ہی آتے ہیں۔ ربِ تعالیٰ ان پر نظرِ رحمت نہ کرے گا بلکہ نظرِ قہر کرے گا۔ زنا اگرچہ بہرحال بُرا ہے' سخت گناہ ہے مگر بڈھا آدمی زنا کرے تو بد ترین گناہ ہے کہ اس کی شہوت قریباً" ختم ہو چکی ہے وہ مغلوب و مجبور نہیں جوان آدمی گویا معذور ہے۔ (مرقات)

بعض لوگ مجبوراً" جھوٹ بولتے ہیں بعض لوگ حاکم کے ڈر یا بادشاہ کے خوف سے جھوٹ بولتے ہیں' بعض لوگ تنگدستی سے تنگ آ کر جھوٹ کے ذریعے روزی کماتے ہیں۔ بادشاہ کو ان میں سے کوئی مجبوری نہیں وہ اگر جھوٹ بولتا ہے تو بلا وجہ ہی بولتا ہے۔ حکومت والوں' مال والوں کے پاس غرور و تکبر کے اسباب موجود ہیں اگر فقیر غرور کرے تو محض دلی خباثت کی وجہ سے ہی کرے گا اس لئے اس کا تکبر بدترین جرم ہے بعض لوگ غریب ہوتے ہوئے معمولی نوکری' معمولی

کام نہیں کرتے زکوٰۃ و خیرات قبول نہیں کرتے۔ خود بھوکے رہتے ہیں اور اپنے بال بچوں کو بھی بھوکا مارتے ہیں۔ وہ بھی اس وعید میں شامل ہیں۔ بعض لوگ غریب ہوتے ہوئے اپنی لڑکیوں لڑکوں کے لئے بڑے مالدار رشتے تلاش کرتے ہیں اسی تلاش میں اولاد بوڑھی ہو جاتی ہے مگر شادی نہیں کرتے جس کے نتیجے بہت بُرے ظاہر ہوتے ہیں۔ یہ سب اس فرمانِ عالی میں داخل ہیں۔ درود ہو اس حکیم مطلق، محبوبِ کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم پر جو ہم پر ہمارے والدین بلکہ خود ہم سے زیادہ مہربان ہیں۔ قرآن پاک میں ہے۔ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ اللہ تعالیٰ ان کی تعلیم پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اس ایک کلمہ میں کیسی ہدایتیں ہیں۔ (مراٰت المناجیح)

حدیث: ۷۶

وَعَنْ عُمَرَ قَالَ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَا اَيُّهَا النَّاسُ تَوَاضَعُوْا فَاِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ يَقُوْلُ مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ فَهُوَ فِيْ نَفْسِهٖ صَغِيْرٌ وَفِيْ اَعْيُنِ النَّاسِ عَظِيْمٌ وَمَنْ تَكَبَّرَ وَضَعَهُ اللّٰهُ فَهُوَ فِيْ اَعْيُنِ النَّاسِ صَغِيْرٌ وَفِيْ نَفْسِهٖ كَبِيْرٌ حَتّٰى لَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِمْ مِنْ كَلْبٍ اَوْ خِنْزِيْرٍ (رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ) مشکوٰۃ باب الغضب والکبر

ترجمہ

روایت ہے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آپ نے ممبر پر فرمایا اے لوگو انکساری اختیار کرو کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ جو اللہ تعالیٰ کے لئے انکسار و عجز کرتا ہے اللہ اسے اونچا کر دیتا ہے تو وہ اپنے دل کا چھوٹا ہوتا ہے اور لوگوں کی نگاہ میں بڑا اور جو غرور کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے نیچا کر دیتا ہے تو وہ لوگوں کی نگاہ میں چھوٹا ہوتا ہے اور اپنے دل میں بڑا' حتیٰ کہ وہ لوگوں کے نزدیک کتے اور سُور سے زیادہ ذلیل ہوتا ہے۔

تشریح

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کسی خاص شخص سے معمولی طریقہ سے نہ کہا بلکہ بہت اہتمام کے ساتھ بر سرِ ممبر اعلان فرمایا کہ ہر مسلمان اپنے بھائی کے ساتھ نرم رہے۔ ربِّ تعالیٰ مومنوں کی صفت یوں بیان فرماتا ہے۔ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِيْنَ جو شخص اپنے کو رضاء الٰہی کے لئے مسلمانوں کے لئے نرم کر دے ان کے سامنے انکسار سے پیش آئے تو اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں میں اس کی عزت پیدا فرما دیتا ہے اور اسے بڑی بلندی بخشتا ہے۔ حضورؐ نے ایک دعا تعلیم فرمائی ہے۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِىْ فِىْ نَفْسِىْ صَغِيْرًا وَّفِىْ اَعْيُنِ النَّاسِ كَبِيْرًا۔ الٰہی مجھے میری اپنی نگاہ میں چھوٹا' لوگوں کی نگاہ میں بڑا بنا دے۔ حضرات اولیاء اللہ ہمیشہ اپنے کو عاجز و گنہگار سمجھتے ہیں اور لوگ ان کے آستانوں پر پیشانیاں رگڑتے ہیں۔

پیشِ او گیتی جبیں فرسودہ است
خویشتن را عبدہٗ فرمودہ است

حضورؐ نے ہمیشہ اپنے کو بندہ فرمایا- دنیا ان کے آستانے پر ماتھا ٹیکتی ہے- آج حضورؐ کے آستانہ کا غبار بھی قیمتی ہے- بعض لوگ شیخی کے مارے اکڑ جاتے ہیں- لوگ انہیں گالیاں دیتے ہیں- انہیں برائی سے یاد کرتے ہیں- دیکھ لو' ابلیس اپنے آپ کو بہت ہی اونچا سمجھتا ہے مگر دنیا اس پر لعنت و پھٹکار کر رہی ہے یہ ہے اس فرمانِ عالی کا ظہور- لوگوں کی نگاہ میں اس کی یہ ذلت اس کی دلیل ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی ذلیل ہے' مومنوں کی نگاہ میں ذلت و مردودیت کی دلیل ہے- خدا کی پناہ-
(مراٗت المناجیح)

حدیث : ۷۷

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ ثَلٰثٌ مُّنْجِيَاتٌ وَثَلٰثٌ مُهْلِكَاتٌ فَاَمَّا الْمُنْجِيَاتُ فَتَقْوَى اللّٰهِ فِي السِّرِّ وَالْعَلَانِيَةِ وَالْقَوْلُ بِالْحَقِّ فِي الرِّضَا وَالسَّخَطِ وَالْقَصْدُ فِي الْغِنٰى وَالْفَقْرِ وَاَمَّا الْمُهْلِكَاتُ فَهَوًى مُّتَّبَعٌ وَشُحٌّ مُّطَاعٌ وَاِعْجَابُ الْمَرْءِ بِنَفْسِهٖ وَهِيَ اَشَدُّهُنَّ.
(رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

ترجمہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین چیزیں نجات دینے والی ہیں اور تین چیزیں ہلاک کر دینے والی ہیں۔ نجات دینے والی چیزیں' یہ کہ اللہ سے ڈرنا ہے' خفیہ اور علانیہ اور سچی بات کہنا ہے خوشی اور ناخوشی' میں اور درمیانی چال ہے امیری اور فقیری میں۔ لیکن ہلاک کرنے والی چیزیں تو وہ نفسانی خواہش ہے جس کی پیروی کی جائے اور بخل ہے جس کی اطاعت ہو اور انسان کا اپنے کو اچھا جاننا۔ یہ ان سب میں سخت تر ہے۔

(مشکوٰۃ باب الغضب والکبر)

تشریح

فِی السِّرِّ وَالْعَلَانِیَةِ یعنی لوگوں کے سامنے اور خلوت ہر حالت میں نیک کام کرے' اللہ سے ڈرے' اللہ کا ڈر تمام نیکیوں کی جڑ ہے اللہ نصیب کرے۔ قصد میانہ روی یعنی ہر حالت میں سچ بولے' غصہ اور خاموشی اسے حق گوئی سے باز نہ رکھے اور اپنا خرچ درمیانہ رکھے' نہ بخل کرے نہ فضول خرچی۔ کمانا ایک کمال ہے اور صحیح خرچ کرنا پچاس کمال درمیانی چال ہمیشہ ہی مفید ہے۔ نفسانی خواہش کی پیروی کرنے کا مطلب ہے کہ جو دل چاہے وہ کرے جائز ناجائز کا خیال نہ کرے اس کی باگ ڈور نفسِ امّارہ کے ہاتھ میں ہو۔ ظاہر ہے کہ ایسا شخص ہلاک ہی ہوگا۔ پرایا مال ناحق کھانا اپنے ذمہ جو حقوق ہوں وہ ادا نہ کرنا' گناہ میں مشغول رہنا' یہ سب بخل کی اطاعت ہی سے ہوتا ہے۔ بخل کا نتیجہ حرص ہے۔

(مرقات)

اِعۡجَابُ الۡمَرۡءِ بِنَفۡسِہٖ یعنی کسی کی بات نہ ماننا' خواہ کتنی اچھی ہو اپنی بات ہی منوانا' خواہ کتنی ہی بری ہو- اپنے کو کامل سمجھنا دوسروں کو ناقص جاننا یہ بھی تکبر کی ایک قسم ہے- ہر عیب سے پاک ہونا' ہر خوبی سے موصوف ہونا اللہ تعالیٰ کی صفت ہے جو اپنے کو ایسا سمجھے وہ اپنے کو خدا کا ہمسر سمجھتا ہے- ہم سب عیب دار ہیں- بے عیب ذات' اللہ کی ذات ہے یا اس کی جسے بے عیب بنا دے جیسے فرشتے یا انبیاء یا بعض اولیاء کرام - (مرقات)

حدیث : ۸۷

وَعَنۡ اَبِیۡ هُرَیۡرَةَ اَنَّ رَسُوۡلَ اللّٰہِ قَالَ اَتَدۡرُوۡنَ مَا الۡمُفۡلِسُ قَالُوا الۡمُفۡلِسُ فِیۡنَا مَنۡ لَّا دِرۡھَمَ لَهٗ وَلَا مَتَاعَ فَقَالَ اِنَّ الۡمُفۡلِسَ مِنۡ اُمَّتِیۡ مَنۡ یَّاۡتِیۡ یَوۡمَ الۡقِیٰمَةِ بِصَلٰوةٍ وَّصِیَامٍ وَّزَکٰوةٍ وَّیَاۡتِیۡ قَدۡ شَتَمَ هٰذَا وَقَذَفَ هٰذَا وَاَکَلَ مَالَ هٰذَا وَسَفَکَ دَمَ هٰذَا وَضَرَبَ هٰذَا فَیُعۡطٰی هٰذَا مِنۡ حَسَنَاتِهٖ وَهٰذَا مِنۡ حَسَنَاتِهٖ فَاِنۡ فَنِیَتۡ حَسَنَاتُهٗ قَبۡلَ اَنۡ یُّقۡضٰی مَا عَلَیۡهِ اُخِذَ مِنۡ خَطَایَاهُمۡ فَطُرِحَتۡ عَلَیۡهِ ثُمَّ طُرِحَ فِی النَّارِ (رَوَاهُ مُسۡلِمٌ) مشکوٰۃ باب الظلم

ترجمہ:

روایت ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' کیا تم جانتے ہو کہ مفلس و کنگال کون ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ ہم میں مفلس وہ ہے جس کے پاس نہ درہم ہوں اور نہ مال و سامان' تو فرمایا کہ میری امت میں مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نماز' روزے' زکوٰۃ لے کر آیا اور یوں آئے کہ کسی کو گالی دی' کسی کو تہمت لگائی' کسی کا مال کھایا' کسی کا خون بہایا' کسی کو مارا' تو اس کی نیکیوں میں سے کچھ اس مظلوم کو دے دی جائیں اور کچھ اس مظلوم کو' پھر اگر اس کے ذِمّہ حقوق کی ادائیگی سے پہلے اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں تو ان مظلوموں کی خطائیں لے کر اس ظالم پر ڈال دی جائیں۔ پھر اسے آگ میں پھینک دیا جائے۔ (مسلم)

تشریح:

شارح مشکوٰۃ فرماتے ہیں کہ مفلس سے مراد کامل پورا پورا غریب ہے یا وہ جو بظاہر غنی معلوم ہوتا ہو مگر حقیقتاً" مفلس ہو' صحابہ نے عرض کیا کہ ہم لوگ اپنے محاورہ و اصطلاح میں مفلس اسے کہتے ہیں جس کے پاس مال نہ ہو' بہرحال حضورؐ کا سوال حقیقت پر مبنی ہے' صحابہ کرامؓ کا جواب عرف پر ہے۔ فرمایا وہ نیک اعمال سے بھرپور آئے' مالی' بدنی ہر طرح کی نیکیاں اس کے پاس ہوں۔ خیال رہے کہ دنیا کی تونگری مال سے ہے۔ آخرت کی تونگری اعمال سے ہے۔

صاحبِ مرقات نے فرمایا کہ اعمال سے مراد مقبول نیکیاں ہیں جو شرعاً" درست ہوں اور عند اللہ قبول ہوں' تقویٰ کے دو بازو ہیں۔ ایک بازو ہے' بری

چیزوں خصوصاً" لوگوں کی حق تلفی سے بچنا۔ دوسرا بازو ہے نیک اعمال کرنا۔ یہ نفی ہے اور اثبات کا مجموعہ تقویٰ ہے۔ اس فرمان عالی سے معلوم ہوا کہ گنہگار بھی حضورؐ کا امتی ہے کہ اسے حضورؐ نے امتی فرمایا' دوسرا یہ کہ گنہگاروں کی نیکیاں بھی قبول ہو سکتی ہیں۔ ہاں نیکیوں کا بقا اس سے ہے کہ اس نے کسی کے حق نہ مارے ہوں' وہ شخص نیکیاں لے کر تو آئے مگر اس کی نیکیاں کچھ تو قرض خواہ لے لیں' کچھ دوسرے مظلوم لوگ۔ یہ لائے سب کچھ مگر بچے کچھ نہیں۔

تفسیر روح البیّان میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے نیکیوں میں اضافہ فرماتا ہے کہ ایک کا ثواب دس سے لے کر سات سو تک۔ بعض کا اس سے بھی زیادہ' یہ چھین لیا جانا اس زیادتی میں ہو گا۔ اصل ایک نیکی بھی نہ چھینی جائے گی یعنی روزہ' قرض دار کو نہ دیا جائے گا کہ فرمایا جائے گا۔ اَلصَّوْمُ لِیْ وَ اَنَا اَجْزِیْ بِہٖ روزہ میرا ہے اور میں ہی اس کا عوض ہوں۔ صاحبِ مرقات فرماتے ہیں کہ حقوق العباد میں شفاعت نہ ہو گی جب تک کہ صاحبِ حق معاف نہ کر دے۔ (مرقات)

معلوم ہوا قرض' بلکہ سارے حقوّق العباد کی نہ معافی ہے نہ شفاعت۔ بغیر صاحبِ حق کے معاف کئے معاف نہیں ہو سکتے۔ حدیث کا مقصد یہ ہے کہ روپیہ پیسہ کی مفلسی عارضی ہے جو موت آنے پر' بلکہ کبھی زندگی میں ہی دولت مل جانے پر ختم ہو جاتی ہے۔ یہ مفلس وہ ہے جو مرنے کے بعد ہو گا' اصل نیکی اہلِ حقوق کو نہ دی جائے گی بلکہ وہ زیادتیاں جو ربّ کے فضل سے ملی ہیں وہ دے دی جائیں گی۔

روزہ کی اصل کسی کو نہ دی جائے گی نہ زیادتی۔ اہلِ حقوق کے گناہ ظالم پر ڈالنا عین عدل ہے۔ دنیا میں مقروض کا مکان' سامان اہلِ حقوق کو دے دیئے جاتے ہیں۔ وہاں اگر ایسا ہو تو مضائقہ نہیں۔ خیال رہے یہاں سیئات سے مراد بُرے عقائد نہیں بلکہ بُرے اعمال ہیں وہ بھی صغیرہ۔ لہٰذا اگر کسی مسلمان پر کافر کا قرض رہ گیا تو اس کا کفر یا زنا' چوری وغیرہ اس پر نہ ڈالی جائے گی۔ (مرأت)

حدیث: ۷۹

وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مِنْ شَرِّ النَّاسِ مَنْزِلَةً یَوْمَ الْقِیٰمَةِ عَبْدٌ اَذْھَبَ اٰخِرَتَہٗ بِدُنْیَا غَیْرِہٖ رَوَاہُ ابْنُ مَاجَةَ. (مشکوٰۃ باب الظلم)

ترجمہ

روایت ہے حضرت ابو امامہ سے' کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ لوگوں میں بدترین درجہ والا قیامت کے دن وہ بندہ ہے جو دوسروں کی دنیا کی خاطر اپنی آخرت برباد کر دے۔

تشریح

صاحبِ مرأت فرماتے ہیں کہ یہ اس طرح کہ دوسرے کو ناجائز طریقہ سے دنیا کما کر دے۔ دنیا اس کی بڑھائے' آخرت اپنی برباد کرے جیسا کہ ظالم حکام

رعایا پر ظلم کر کے ناجائز ذریعوں سے بادشاہ کے خزانے بھرتے ہیں۔ یا اس طرح کہ دنیادار کی ناجائز تعظیم و توقیر کر کے خود گناہ گار ہوا کرے جیسا کہ خوشامدی لوگوں کا وطیرہ ہے۔ (مرأت)

حدیث : ۸۰

وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِيَّاكَ دَعْوَةَ الْمَظْلُوْمِ فَاِنَّمَا يَسْئَالُ اللّٰهَ حَقَّهٗ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَمْنَعُ ذَا حَقٍّ حَقَّهٗ (رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْاِيْمَانِ) مشکوٰۃ باب الظلم

ترجمہ:۔

روایت ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مظلوم کی بددعا سے بچو۔ وہ اللہ سے اپنا حق مانگتا ہے اور اللہ کسی حق والے کا حق اس سے نہیں روکتا۔ (بیہقی شعب الایمان)

تشریح:۔

مظلوم کافر ہو یا مسلمان' فاسق ہو یا پرہیزگار' دعا خواہ زبان سے ہو یا دل سے' خواہ آنکھوں کے آنسوؤں سے ہو' صبر کا گھونٹ پی جانے سے ان سب سے ہی بچو۔ مظلوم جو رب سے فریاد کرتا ہے وہ اپنا حق مانگتا ہے۔ ربِ تعالیٰ کے ہاں

ظلم نہیں۔ مشہور ضرب المثل ہے کہ خدا کی لاٹھی بے آواز ضرور ہے مگر بے انصاف نہیں۔ اللہ تعالیٰ عادل بادشاہ ہے ہر حق والے کو اس کا حق دلواتا ہے۔ خواہ جلدی یا دیر سے۔ دوسرے کا حق سخت ہڈی ہے کہ اگر نگل لی جائے تو پیٹ پھاڑ ڈالتی ہے۔

بہت دفعہ ہماری دعائیں یا بزرگوں کی ہمارے لئے دعائیں اس لئے قبول نہیں ہوتیں کہ ہم نے لوگوں کے حق مارے یا دبائے ہوتے ہیں۔ ان کی یہ بددعائیں ہمارے پیچھے پڑی ہوتی ہیں۔ خاص کر مظلوموں کی بددعا کا اجابت استقبال کرتی ہے۔

بترس از آہِ مظلوماں کہ ہنگام دعا کردن
اجابت از درِ حق بہرِ استقبال می آید

حدیث ۸۱:

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ الْمُؤْمِنَ لَيُدْرِكُ بِحُسْنِ خُلُقِهٖ دَرَجَةَ قَائِمِ اللَّيْلِ وَصَائِمِ النَّهَارِ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

مشکوٰۃ باب الرفق والحیاء وحسن الخلق

ترجمہ:

روایت ہے حضرت عائشہؓ سے فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ مومن اچھی عادت سے رات میں کھڑے رہنے والے اور دن میں روزہ رکھنے والے کا درجہ پالیتا ہے۔

تشریح:

مومن سے مراد مومن کامل عالم و عامل ہے۔ (مرقات)

خوش خلق مسلمان کو خوش خلقی کی وجہ سے نفلی روزوں اور نفلی تہجد کا ثواب مل جاتا ہے کہ وہ اعلانیہ اور خفیہ اللہ کی مخلوق کو خوش رکھتا ہے۔ نفلی روزہ' نماز کا فائدہ صرف اپنے کو ہوتا ہے مگر خوش خلقی کا فائدہ مخلوق اٹھاتی ہے۔ لازم سے متعدی اچھی ہے۔ (مرأت)

حضرت فرید الدین گنج شکرؒ فرماتے ہیں کہ خوش کلامی ایک ایسا پھول ہے جو کبھی نہیں مرجھاتا۔ حضرت ابو بکر الکستانی فرماتے ہیں کہ تصوّف' اخلاقِ حُسنہ کا نام ہے۔ جو شخص تم پر اخلاقِ حُسنہ میں فوقیت لے جائے' سمجھو کہ تزکیۂ نفس اور قلبی صفائی میں بھی وہ سب سے آگے ہے۔

حدیث : ۸۲

وَعَنْ اُمِّ كُلْثُوْمٍ بِنْتِ عُقْبَةَ بْنِ اَبِىْ مُعَيْطٍ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ لَيْسَ الْكَذَّابُ الَّذِىْ

يُصْلِحُ بَيْنَ النَّاسِ وَيَقُولُ خَيْرًا وَيَنْمِي خَيْرًا (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَزَادَ مُسْلِمٌ قَالَتْ وَلَمْ اَسْمَعْهُ تَعْنِي النَّبِيَّ ﷺ يُرَخِّصُ فِي شَيْءٍ مِمَّا يَقُولُ النَّاسُ كَذِبٌ اِلَّا فِي ثَلٰثٍ اَلْحَرْبُ وَالْاِصْلَاحُ بَيْنَ النَّاسِ وَحَدِيثُ الرَّجُلِ امْرَاَتَهٗ وَحَدِيثُ الْمَرْاَةِ زَوْجَهَا۔ مشکوٰۃ باب ما ینھی عنہ من التھاجر

ترجمہ:۔

روایت ہے حضرت اُمِ کلثوم بنت عقبہ ابن ابی معیط سے فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ جھوٹا وہ نہیں جو لوگوں کے درمیان صلح کرا دے۔ بات بھلی کہے اور بھلی بات پہنچائے۔ (مسلم و بخاری)

مسلم نے یہ زیادتی کی کہ' فرماتی ہیں کہ میں نے انہیں یعنی نبی کریم ﷺ کو نہیں سنا کہ آپ لوگ جو جھوٹ بولتے ہیں۔ ان میں سے کسی چیز کی اجازت دیتے ہوں سوائے تین جھوٹ کے۔ جنگ' لوگوں کے درمیان صلح اور مرد کی اپنی بیوی سے بات اور بیوی کی اپنے خاوند سے بات۔

تشریح:۔

شارح مشکوٰۃ فرماتے ہیں کہ ام کلثوم صحابیہ ہیں۔ انہوں نے ہجرت سے پہلے کسی سے نکاح نہیں کیا۔ بعدِ ہجرت عبد الرحمن ابن عوف سے اور ان کی وفات کے بعد حضرت عمرؓ نے بالکل نکاح نہیں کیا۔ ان کا باپ عقبہ ابن ابی معیط مشہور

کافر ہے جو حضورؐ کا سخت ترین دشمن تھا۔ (اشعۃ اللمعات)

اُمِ کلثوم بنت رسول اللہؐ اور ہیں جو حضرت عثمانؓ کی زوجہ ہیں اور اُمِ کلثوم بنت علیؓ جو حضرت فاطمہؓ کے شکم سے ہیں وہ اور ہیں یہ حضرت عمرؓ کے نکاح میں تھیں۔

یُصْلِحُ بَیْنَ النَّاسِ یعنی جن مسلمانوں میں آپس میں لڑائی ہو ان میں جھوٹ بول کر صلح کرا دے کہ ہر ایک تک دوسرے کی دل خوش کُن بات گھڑ کر سنا دے کہ وہ تمھاری بہت تعریف کرتا تھا۔ تم سے مل جانے کا خواہش مند ہے وغیرہ۔ بھلی بات سے مراد دل خوش کن اور دل پسند بات ہے۔ بھلی فرما کر اشارتاً بتایا کہ جھوٹ ہے مگر بُرا نہیں بلکہ اچھا ہے اور اس پر ثواب ہے۔ خیال رہے کہ بعض سچ کفر ہو جاتے ہیں اور بعض جھوٹ ایمان و عرفان کا رکن بن جاتے ہیں۔ بے گناہ کا اپنے آپ کو گناہ گار' کہنا ہے تو جھوٹ مگر رب کو مقبول ہے' پسند ہے۔ شیطان نے سچ ہی کہا تھا کہ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ (القرآن) مگر اس سچ پر ہی مردُود ہوا۔ بہر حال یہ حدیث بہت جامع ہے۔ جھوٹ سے مراد ہے خلافِ واقعہ۔ حضورؐ نے تین موقعہ پر خلافِ واقعہ بات کہہ دینے کی اجازت دی کہ ان کا انجام بہت اچھا ہے۔ جہاد میں اگر مسلمان کمزور ہوں' کفار قوی' پھر مسلمان کہیں کہ ہم بڑے طاقت ور ہیں' تم کو فنا کر دیں گے۔ ہمارے پاس سامانِ جنگ بہت ہے جس سے کفّار کا حوصلہ پست ہو بالکل جائز ہے کہ اگرچہ یہ ہے تو جھوٹ مگر ہے جنگی تدبیر۔ زوجین میں سے کوئی دوسرے سے اپنی بہت محبت

ظاہر کرے حالانکہ اسے اتنی محبت نہ ہو یا اپنی بیوی سے زیور کا وعدہ کرے مگر بنوا نہ سکے۔ یہ سب اگرچہ ہے جھوٹ مگر ہے جائز کہ اس میں معاشرہ کی اصلاح ہے۔
مرأت

حدیث : ۸۳

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ اِنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَيْنَ الْمُتَحَابُّوْنَ بِجَلَالِىْ اَلْيَوْمَ اُظِلُّهُمْ فِىْ ظِلِّىْ يَوْمَ لَاظِلَّ اِلَّاظِلِّىْ (رَوَاهُ مُسْلِمْ) مشکوٰۃ باب الحب فی اللہ ومن اللہ

ترجمہ۔

روایت ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا کہ کہاں ہیں میری عظمت کے لئے آپس میں محبت کرنے والے آج میں انہیں اپنے سایہ میں جگہ دوں گا جبکہ میرے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہیں۔ (مسلم)

تشریح۔

شارح مشکوٰۃ فرماتے ہیں کہ حکم ہو گا کہ وہ مسلمان ہماری بارگاہ میں

حاضر ہوں جو کسی دنیاوی وجہ سے نہیں بلکہ صرف میری رضا' میری خوشنودی کی وجہ سے آپس میں محبت کرتے تھے کہ میری عظمت ان کے دلوں میں تھی۔ اس لئے مجھے راضی کرنا چاہتے تھے۔ میرے بندوں کو راضی کر کے۔ ظِلّ کے معنی ہیں' سایہ۔ مگر کبھی اس سے مراد ہوتی ہے پناہ' امان جسے کہا جاتا ہے کہ عادل بادشاہ ظِلّ اللہ ہے یا بزرگوں کو لکھتے ہیں' دام ظلہم۔ اگر یہاں سایہ کے معنی میں ہے تو مراد ہے' عرشِ اعظم کا سایہ' کہ سایہ جسم کا ہوتا ہے' ربِ تعالیٰ جسم سے پاک ہے اور اگر مراد اس سے پناہ ہے تو معنی ظاہر ہے۔ (مراۃ)

یہاں شارح مسلم اس حدیث پاک کے تحت فرماتے ہیں کہ بروزِ قیامت رب العالمین فرمائے گا کہ میری جلالِ ذات سے محبت کرنے والے آج کہاں ہیں یعنی جو لوگ میرے حق کی وجہ سے میری تعظیم' میری اطاعت اور مجھ سے محبت کرتے تھے' کسی دنیاوی غرض کی وجہ سے میری تعظیم اور میری اطاعت نہیں کرتے تھے' اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے کا ذکر ان آیات میں ہے۔ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ (ترجمہ) اور بعض لوگ وہ ہیں جو اللہ کے غیروں کو اللہ کا شریک قرار دیتے ہیں اور وہ ان سے ایسی محبت کرتے ہیں جیسی اللہ سے محبت کرنی چاہیے اور ایمان والے سب سے زیادہ اللہ سے محبت کرنے والے ہیں۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ (ترجمہ) اے ایمان والو! تم میں سے جو شخص اپنے دین سے مرتد ہو جائے گا تو عنقریب اللہ ایسی قوم کو لائے گا کہ اللہ ان سے محبت کرے گا اور وہ اللہ

سے محبت کریں گے۔ حدیث مذکور میں ہے کہ میری جلال ذات سے محبت کرنے والے آج کہاں ہیں۔ آج میں انہیں اپنے سائے میں رکھوں گا۔ آج میرے سائے کے علاوہ کسی کا سایہ نہیں ہے۔ علامہ وشتانی ابی مالکی فرماتے ہیں کہ بعض احادیث میں ہے میرے عرش کا سایہ' بظاہر اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو سورج کی گرمی اور محشر کے عذاب سے اپنے سائے میں رکھے گا۔

امام بخاری حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا' سات آدمیوں کو اللہ تعالیٰ اس دن اپنے سائے میں رکھے گا جس دن اس کے سائے کے سوا اور کسی کا سایہ نہیں ہوگا۔ ان سات آدمیوں میں وہ دو آدمی بھی ہیں جو اللہ کی محبت میں ملیں اور اللہ کی محبت میں جدا ہوں۔

(صحیح بخاری)

معلوم ہوا کہ قیامت کے دن عرش کے سایہ کے علاوہ بھی کوئی اور سایہ ہوگا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ قیامت کے دن بہ قدرِ اعمال سایے ہوں گے جو سورج اور جہنم کی گرمی سے بچائیں گے لیکن سب سے عظیم اور مکرّم سایہ عرش کا ہو گا جو اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کو عطا فرمائے گا۔ ان نیک بندوں میں اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والے بھی ہوں گے۔ (شرح مسلم علامہ غلام رسول سعیدی)

حدیث : ۸۴

وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَجُلًا قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَتَی السَّاعَةُ

قَالَ وَيْلَكَ وَمَا عَدَدْتَ لَهَا قَالَ مَا اَعْدَدْتُ لَهَا اِلَّا
اِنِّي اُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ قَالَ اَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ
قَالَ اَنَسٌ فَمَا رَأَيْتُ الْمُسْلِمِيْنَ فَرِحُوْا بِشَيْءٍ بَعْدَ الْاِسْلَامِ
فَرْحَهُمْ بِهَا (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) مشکوٰۃ باب الحب فی اللہ ومن اللہ

ترجمہ:۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کب ہے۔ فرمایا افسوس تجھ پر' تو نے اس کے لئے کیا تیاری کی ہے' وہ بولا' میں نے اس کی تیاری کوئی نہیں کی۔ بجز اس کے کہ میں اللہ اور اس کے رسول ؐ سے محبت کرتا ہوں فرمایا تو اس کے ساتھ ہو گا۔ جس سے تجھے محبت ہو۔ حضرت انس ؓ نے فرمایا کہ میں نے مسلمانوں کو اسلام کے بعد کسی چیز پر ایسا خوش ہوتے نہ دیکھا جیسا کہ وہ اس سے خوش ہوئے۔ (بخاری و مسلم)

تشریح:۔

وَیْلَکَ غضب کے لئے نہیں' کرم کے لئے ہے جس طرح ابوذر غفاری ؓ سے فرمایا رغم انف ابی ذر اس کلمہ کا مزہ وہ جانے جس کو دل سے لگی ہو یا مقصد یہ ہے کہ تو اعمال تو کرتا نہیں صرف قیامت کے متعلق پوچھتا ہے۔ سائل بڑے متقی پرہیزگار عبادت گزار تھے مگر انہوں نے اپنے اعمال کو قیامت کی تیاری قرار نہ دیا کہ یہ سب نیکیاں تو اللہ کی نعمتوں کا شکریہ ہے جو مجھے دنیا میں مل

چکیں اور مل رہی ہیں۔ آخرت کی صرف تیاری یہ ہے کہ مجھے اس برات کے دولہا سے محبت ہے۔ دولہا سے تعلق اس سے محبت برات کے کھانے والے کو انعام کا مستحق بنا دیتے ہیں۔ مرقات میں ملّا علی قاری فرماتے ہیں کہ اللہ اور رسولؐ سے محبت سائرین اور طائرین کے مقامات میں سے اعلیٰ مقام ہے۔ ساری عبادات محبت کی فروغ ہیں مگر محبت کے ساتھ اطاعت بلکہ مطابعت ضروری ہے۔ برات کا کھانا صرف عمدہ لباس سے نہیں ملتا بلکہ دولہا سے تعلق کی بناء پر ملتا ہے۔ اگر ربّ العالمین سے کچھ لینا ہے تو رَحمتُ اللِعَالمین سے تعلق پیدا کرو۔

فَرِحُوا۔ یعنی صحابہ کرام کو سب سے بڑی خوشی تو اپنے اسلام لانے پر ہوئی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں مومن صحابی بننے کی توفیق بخشی۔ اس کے بعد آج یہ فرمان عالی سن کر بڑی خوشی ہوئی۔ اس خوشی کی وجہ یہ ہے کہ حضرات صحابہؓ حضورؐ پر دل و جان سے فدا تھے۔ ان میں سے بعض تو حضورؐ کے بغیر چین نہ پاتے تھے۔ انہیں کھٹکا تھا کہ مدینہ منورہ میں تو ہم کو حضورؐ کی ہمراہی نصیب ہے کہ یار نے مدینہ میں اپنا کاشانہ بنایا ہے مگر جنّت میں کیا بنے گا کہ حضورؐ کا مقام اعلیٰ علیین سے بھی اعلیٰ ہو گا۔ ہم کسی اور درجہ میں ہوں گے۔

آج حضورؐ نے پردہ اٹھا دیا' تمام کو تسلی دے دی' فرما دیا کہ جس کو مجھ سے صحیح محبت ہو گی اسے مجھ سے فراق نہ ہو گا۔ میرے ساتھ ہی رہے گا۔ ادھر ربِ کائنات قرآن پاک میں اپنی محبت کا راستہ بتاتے ہوئے فرماتا ہے۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ

خیال رہے کہ حدیثِ پاک میں درجہ کی ہمراہی یا برابری مراد نہیں بلکہ

ایسی ہمراہی مراد ہے جیسے سلطان کے خواص' خدامِ سلطان کے ساتھ اس کے ساتھ اس کے بنگلہ میں رہتے ہیں۔ سب سے بڑا خوش نصیب وہ ہے جسے کل حضورؐ کا قُرب نصیب ہو جائے۔ اس قُرب کا ذریعہ حضورؐ سے محبت ہے اور حضورؐ کی محبت کا ذریعہ اتباعِ سُنّت' کثرت سے درُود پاک پڑھنا اور آپؐ کے حالاتِ طیّبہ کا مطالعہ اور محبت والوں کی صحبت ہے۔ یہ صحبت اکثیرِ اعظم ہے۔

(مراٗت)

حدیث : ۸۵

وَعَنْ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِنَّ مِنْ عِبَادِ اللّٰہِ لَاُنَاسًا مَاھُمْ بِاَنْبِیَآءَ وَلَا شُھَدَآءَ یَغْبِطُھُمُ الْاَنْبِیَآءُ وَالشُّھَدَآءُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ بِمَکَانِھِمْ مِنَ اللّٰہِ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ تُخْبِرُنَا مَنْ ھُمْ قَالَ ھُمْ قَوْمٌ تَحَابُّوْا بِرُوْحِ اللّٰہِ عَلٰی غَیْرِ اَرْحَامٍ بَیْنَھُمْ وَلَا اَمْوَالٍ یَتَعَاطُوْنَھَا فَوَ اللّٰہِ اِنَّ وُجُوْھَھُمْ لَنُوْرٌ وَاِنَّھُمْ لَعَلٰی نُوْرٍ لَا یَخَافُوْنَ اِذَا خَافَ النَّاسُ وَلَا یَحْزَنُوْنَ اِذَا حَزِنَ النَّاسُ وَقَرَاَ ھٰذِہِ الْاٰیَۃَ اَلَا اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ (رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ وَرَوَاہُ فِیْ شَرْحِ السُّنَّۃِ

عَنْ اَبِیْ مَالِكٍ بِلَفْظِ الْمَصَابِیْحِ مَعَ زَوَائِدَ وَكَذَا فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ) شکوٰۃ باب الحب فی اللہ ومن اللہ

ترجمہ:-

روایت ہے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ کے بعض بندے وہ ہیں جو نہ تو نبی ہیں نہ شہید ان پر حضرات انبیاء و شہداء قیامت کے دن رشک کریں گے' ان کے قُربِ الٰہی کی وجہ سے۔ لوگ بولے یا رسول اللہ' ہمیں خبر دیں کہ وہ کون لوگ ہیں فرمایا وہ' وہ قوم ہے جو اللہ کے قرآن کی وجہ سے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں' بغیر آپس کی قرابت داری کے اور بغیر آپس کے مالی لین دین کے تو اللہ کی قسم ان کے چہرے نُور ہوں گے اور وہ نُور پر ہوں گے۔ جب لوگ ڈریں گے تو یہ نہ ڈریں گے' اور جب لوگ غمگین ہوں گے تو یہ غمگین نہ ہوں گے اور یہ آیت تلاوت فرمائی۔ خبردار رہو' بے شک اللہ کے ولی نہ ان پر ڈر ہے' نہ وہ غمگین ہوں گے۔ (ابوداؤد) اور اسے شرح سنہ میں حضرت ابو مالک سے روایت کیا۔ مصابیح کے الفاظ میں مع زیادہ کے یوں ہی شعب الایمان میں ہے۔

تشریح:-

اُنَاسٍ جمع فرما کر یہ بتایا کہ یہ حضرات انسان ہیں اور وہ ایک دو نہیں بلکہ پوری جماعت ہے۔ یہ اولیاء اللہ اور ایسے لوگ ہمیشہ رہیں گے اور ان حضرات کے قُربِ الٰہی کی انبیاء و شہداء تعریف کریں گے یا ان کی بے غمی و بے فکری پر

رشک کریں گے۔ بروزِ قیامت گناہگاروں کو اپنی اور انبیاء کرام کو اپنی اُمت کی فکر بھی ہو گی غم بھی مگر یہ حضرات اپنے اور دوسروں کے غم و فکر سے آزاد ہوں گے۔ اس آزادی پر حضرات انبیاء رشک کریں گے۔ اس سے یہ لازم نہیں کہ یہ لوگ انبیاء سے افضل ہوں۔ ربِ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَلَاۤ اِنَّ اَوْلِیَاۤءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ یہاں اولیاء اللہ ارشاد ہوا' انبیاء اللہ ارشاد نہ ہوا۔

رُوْحُ اللّٰهِ قویٰ یہ ہے کہ رُوحُ اللہ را کے ضمہ سے ہے۔ بمعنی زندگی بخش چیز اور اس سے مراد قرآن حکیم ہے کہ یہ بھی مسلمانوں کو جاودانی زندگی بخشتا ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْكَ رُوْحًا" من امرنا اس کی اور بھی شرحیں کی گئیں ہیں یعنی قرآن مجید کی اتباع اس کے احکام کی پابندی کی وجہ سے محبت کرتے ہیں کہ یہ لوگ پکے مسلمان ہیں اور ان کی اس محبت کی وجہ آپس کی قرابتداری اور مالی لین دین نہیں ہوتی۔ صرف اس لئے محبت کرتے ہیں کہ وہ اللہ کا مقبول بندہ ہے۔ حضورؐ کا مطیع فرمان ہے' خواہ اپنا عزیز ہو یا اجنبی۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ لِلّٰہ فِی اللہ محبت صرف اجنبی سے ہی چاہیے۔ اپنے عزیزوں' قرابتداروں سے نہ چاہیے اگرچہ وہ کیسا ہی نیک اور صالح ہو۔ چونکہ دنیاوی محبتیں اکثر نسب اور مالی تعلق کی بناء پر ہوتی ہیں اس لئے ان ہی دو چیزوں کا ذکر فرمایا گیا۔ طمع' لالچ' مال کی زیادتی ہوتی ہے۔

وَجُوْهُهُمْ لَنُوْرٌ یعنی ان کے چہرے نُورانی ہوں گے اور وہ نُور کے ممبروں پر ہوں گے۔ جیسے دنیا کی مجلسوں میں معزّز آدمی کو عزت کی جگہ بٹھلیا جاتا

ہے اسی طرح ربِ تعالیٰ انہیں عزت کی جگہ پر بٹھائے گا تاکہ اہلِ محشر پر ان کی عظمت ظاہر ہو۔ اس ارشادِ عالی نے حضرات انبیاء کے رشک کی وجہ بیان فرما دی کہ یہ لوگ اس دن اپنی اور دوسروں کی فکروں سے آزاد ہوں گے۔ اس بے فکری اور آزادی پر رشک کیا جائے گا۔ نہ انہیں اپنے بخشے جانے کی فکر' کہ وہ بخش دیئے گئے اور نہ دوسروں کو بخشوانے کی فکر کہ وہ کسی کے ذمہ دار نہیں' لہٰذا حدیث بالکل واضح ہو گئی۔ آیتِ کریمہ یا تو حضورؐ نے تلاوت فرمائی' اپنے فرمان کی تائید کے لئے یا حضرت عمرؓ نے تلاوت کی۔ حدیث کی تقویت کے لئے خیال رہے کہ ضعیف سے ضعیف حدیث بھی اگر قرآنی آیات سے قوت پائے تو صحیح ہو جاتی ہے۔ یعنی ان لوگوں کو نہ عذاب کا خوف ہو گا اور نہ ثواب جاتے رہنے کا غم ہو گا۔

(مرأت)

حدیث : ۸۶

وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَتَدْرُوْنَ اَیُّ الْاَعْمَالِ اَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ قَالَ قَائِلٌ اَلصَّلٰوةُ وَالزَّكٰوةُ وَقَالَ قَائِلٌ اَلْجِهَادُ قَالَ النَّبِیُّ ؐ اِنَّ اَحَبَّ الْاَعْمَالِ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى اَلْحُبُّ فِی اللّٰهِ وَالْبُغْضُ فِی اللّٰهِ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَرَوٰى اَبُوْدَاوٗد اَلْفَصْلُ الْاٰخِرَ) مشکوٰۃ باب الحب فی اللہ ومن اللہ

ترجمہ:۔

روایت ہے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرماتے ہیں ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ کون سا عمل اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسند ہے' کسی کہنے والے نے کہا کہ نماز اور زکوٰۃ اور کسی کہنے والے نے کہا کہ جہاد۔ نبی کریمؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو بہت پیارا عمل اللہ کی راہ میں محبت اور اللہ کی راہ میں عداوت ہے۔ (احمد اور ابوداؤد نے آخری حصہ روایت کیا)

تشریح:۔

صاحبِ مرقات فرماتے ہیں کہ صحابۂ کرامؓ مسجد مبارک میں تھے۔ حضور انورؐ حجرہ مقدسہ میں تھے۔ اچانک حجرہ اقدس سے مسجد میں ہمارے پاس تشریف لائے۔ (مرقات)

غالباً" یہ تشریف آوری نماز کے لئے نہ تھی بلکہ ان حضرات کو شرف ملاقات بخشنے کے لئے۔ اس لئے عَلَینَا فرمایا اَحَبُّ فرمایا افضل نہ فرمایا۔ اس لئے کہ محبوبیّت کے لئے افضلیّت لازم نہیں۔ جیسا کہ حضرت علیؓ حضور انورؐ کو محبوب ترین ہیں مگر حضرات شیخین حضرت علیؓ سے افضل ہیں۔ (مرقات)

ان حضرات نے افضلیّت اور احبیّت میں فرق نہ فرمایا۔ چونکہ نماز یا زکوٰۃ یا جہاد افضل اعمال ہیں۔ اس لئے ان لوگوں نے یہ جواب دیا یہاں "و" بمعنی او ہے۔ خیال رہے کہ عموماً" نماز تمام اعمال سے افضل ہے۔ بعض ہنگامی حالات میں جہاد نماز سے افضل ہوتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ نماز زکوٰۃ اور جہاد بھی اَلْحُبُّ فِی اللّٰہِ کی شاخیں ہیں کہ مسلمان ان اعمال سے اللہ کے لئے محبت کرتا ہے اور

تمام گناہوں سے نفرت اَلْبُغْضُ فِی اللّٰہِ کی شاخیں ہیں کہ مومن تمام گناہوں سے اللہ تعالیٰ کے لئے نفرت کرتا ہے۔ یوں ہی نمازیوں' عابدوں سے محبت اللہ کے لئے ہے۔ کفار اور فساق سے نفرت اللہ کے لئے ہے نیز کل قیامت میں جس عامل پر حضرات انبیاء و شہداء غبطہ کریں گے وہ یہی اللہ کے لئے محبت' اللہ کے لئے عداوت ہے۔ لہٰذا اس عمل کا محبوب ترین ہونا بالکل درست' دوسری عبادات اگرچہ افضل ہوں مگر یہ عمل ان عبادات کا ذریعہ ہے۔ لہٰذا یہ ربِ تعالیٰ کو بڑا پیارا ہے۔ ابو داؤد نے حضور انور ؐ کا تشریف لانا' سوال فرمانا اور صحابہ کا مذکورہ جواب دینا۔ اسکا ذکر نہ کیا بلکہ احب الاعمال سے روایت فرمائی۔

مرأت

حدیث : ۸۷

وَعَنْ اَبِیْ رَزِیْنٍ اَنَّہٗ قَالَ لَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَلَا اَدُلُّكَ عَلٰی مِلَاكِ ھٰذَا الْاَمْرِ الَّذِیْ تُصِیْبُ بِہٖ خَیْرَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ عَلَیْكَ بِمَجَالِسِ اَھْلِ الذِّكْرِ وَاِذَا خَلَوْتَ فَحَرِّكْ لِسَانَكَ مَا اسْتَطَعْتَ بِذِكْرِ اللّٰہِ وَاَحِبَّ فِی اللّٰہِ وَبْغِضْ فِی اللّٰہِ یَا اَبَا رَزِیْنٍ ھَلْ شَعَرْتَ اَنَّ الرَّجُلَ اِذَا خَرَجَ مِنْ بَیْتِہٖ زَائِرًا اَخَاہُ شَیَّعَہٗ سَبْعُوْنَ اَلْفُ مَلَكٍ كُلُّھُمْ یُصَلُّوْنَ عَلَیْہِ وَیَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اِنَّہٗ

وَصَلَ فِيْكَ فَصِلْهُ فَإِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَعْمَلَ جَسَدَكَ فِي ذٰلِكَ فَافْعَلْ (رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيْمَانِ)

ترجمہ:۔

روایت ہے حضرت ابو رزین سے، ان سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تمھیں اس چیز کی اصل پر رہبری نہ کروں جس سے تم دنیا و آخرت کی بھلائی پالو تم ذکر والوں کی مجلس اختیار کرو اور جب تم تنہائی میں ہو تو جہاں تک کر سکو اپنی زبان اللہ کے ذکر میں ہلاتے رہو اور اللہ کی راہ میں محبت کرو اور اللہ کی راہ میں عداوت کرو۔ اے ابو رزین کیا تمھیں خبر ہے کہ کوئی شخص جب اپنے گھر سے اپنے بھائی کی ملاقات کے لئے نکلتا ہے تو اسے ستر (۷۰) ہزار فرشتے پہنچاتے ہیں وہ تمام اس کے لئے دعا کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ الٰہی اس نے تیری راہ میں (تعلق) جوڑا ہے تو اسے جوڑ۔ تو اگر کر سکو کہ اپنے جسم کو اس میں مشغول کرو تو ضرور کرو۔

تشریح:۔

صاحبِ مرقات و اکمال فرماتے ہیں کہ ابو رزین کا نام لقیط ابن عامر ابن صبرہ عقیلی ہیں۔ طائف کے رہنے والے تھے۔ مشہور صحابی ہیں۔ آپ سے حضرت عبداللہ ابن عمر وغیرہ ہمہ حضرات نے روایات لیں۔

مِلَاکْ میم کے کسرہ سے وہ چیز جس پر کوئی چیز قائم ہو جیسے دل، کہ اس پر جسم قائم ہے اس کا ترجمہ اصل بہت مناسب ہے هٰذَا الْاَمْرِ سے مراد دین ہے

یا دین و دنیا کی تمام خوبیاں- دوسرے معنی یہاں زیادہ ظاہر ہیں جیسا کہ اَلَّذِیْ تَصِیْبَ بِہٖ ---- الخ سے معلوم ہو رہا ہے یعنی اے صحابہ کیا ہم تم کو دین و دنیا کی تمام خوبیوں کی اصل، سب کی جڑ نہ بتا دیں-

مجالس سے مراد علماء دین اور اولیاء کاملین و صالحین و اصلین کی مجالس ہیں کیونکہ یہ مجلسیں جنت کے باغات ہیں جیسا کہ دوسری حدیث شریف میں ہے یہ مجلسیں خواہ مدرسے ہوں یا درسِ قرآن و حدیث کی مجلسیں یا حضرات صوفیاء کرام کے ذکر کی محفلیں- یہ فرمان بہت جامع ہے- جس مجلس میں اللہ کا خوف حضورؐ کا عشق اور اطاعتِ رسولؐ کا شوق پیدا ہو وہ مجلس اکسیر ہے- انسان کی دو ہی حالتیں ہوتی ہیں، خلوت یا جلوت- اس فرمانِ عالی میں دونوں کی اصلاح فرما دی گئی جلوت ہو تو اللہ والوں کی صحبت میں، خلوت ہو تو اللہ کے ذکر میں، بعض مشائخ نے اس فرمانِ عالی سے دلیل پکڑی کہ ذکرِ خفی افضل ہے- ذکرِ جلی سے، بعض نے فرمایا کہ ذکرِ لسانی افضل ہے کیونکہ یہاں زبان ہلانے کا حکم دیا گیا ہے مگر انسان بھی مختلف ہیں- حالات بھی مختلف، بعض حالات میں ذکرِ جلی افضل، بعض وقت ذکرِ خفی افضل- کون کہہ سکتا ہے کہ اذان اور حج کی تلبیہ نمازِ جہر کی قرأت آہستہ کہی جائیں اور کون کہہ سکتا ہے کہ نمازِ تہجد اور نمازِ خفی میں قرأت جہر سے کی جائے-

صوفیاء فرماتے ہیں کہ ذکر وہ بہتر ہے کہ ذاکر ذکر میں فنا ہو اور مذکور سے باقی ہو وَاذْکُرْ رَبَّکَ اِذَا نَسِیْتَ سب کچھ بھول کر اپنے سے بھی غافل ہو کر رب کو یاد کرو ذکرِ جہری ہو یا خفی- وَاحُبُّ فِی اللّٰہِ یعنی جو تمہیں اللہ کے ذکر پر

مدد دے اس سے اللہ کے لئے محبت کرو اگرچہ وہ اجنبی ہو اور جو تمہیں اللہ کے ذکر سے غافل کر دے' اس سے اللہ کے لئے نفرت کرو' اگرچہ تمہارا عزیز ہو۔

شَیَّعَهٗ سَبْعُوْنَ اَلْفُ مَلَکٍ یعنی اسے اس شخص کے گھر تک پہنچاتے ہیں یہ پہنچانا عزت افزائی کے لئے ہوتا ہے اور یہ پہنچانا دعائے خیر کے ساتھ ہوتا ہے کہ اسے دعائیں دیتے جاتے اور ساتھ چلتے جاتے ہیں۔ سبحان اللہ ممکن ہے کہ اس میں صالحین کی قبور کی زیارت بھی داخل ہو کہ وہ بھی اللہ کے لئے کی جاتی ہے۔

فرشتے دعا مانگتے ہیں کہ اس شخص نے تیری راہ میں اس سے رشتہ محبت جوڑا ہے تو اس کا اپنے سے رشتۂ بندگی رشتۂ اطاعت جوڑ لے کہ اسے اپنا خاص بندہ بنا لے۔

فَاَفْعَلُ یعنی یہ عمل تھوڑا ہے مگر اس کے فائدے بہت ہیں لہٰذا اسے ہمیشہ کیا کرو۔ بعض حضرات جب کسی مقبول بندے سے ملاقات کے لئے جاتے ہیں تو با وضو اور ذکرِ الٰہی کرتے جاتے ہیں۔ یہاں مرقات نے برروایت ابو یعلیٰ حضرت عائشہ صدیقہ ؓ سے مرفوعاً روایت کی کہ ایسا خفی ذکر جلی ذکر سے ستر (۷۰) درجہ افضل ہے۔

(مرقات و مراۃ)

حدیث : ۸۸

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ

عَالَ جَارِيَتَيْنِ حَتّٰى جَاءَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَنَا وَهُوَ هٰكَذَا وَضَمَّ اَصَابِعَهٗ

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ) مشکوٰۃ باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق

ترجمہ:۔

روایت ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو دو لڑکیوں کو پالے حتیٰ کہ وہ جوان ہو جائیں تو میں اور وہ قیامت کے دن ایسے آئیں گے اور اپنی انگلیوں کو ملایا۔ (مسلم)

تشریح:۔

شارح مشکوٰۃ فرماتے ہیں خوش دلی سے دو لڑکیوں کو پال دینا خواہ اپنی بیٹیاں ہوں یا بہنیں ہوں یا یتیم بچیاں۔ کل قیامت میں حضور انورؐ سے قرب کا ذریعہ ہیں اور جس کو اس دن حضورؐ کا قرب نصیب ہو جائے اسے سب کچھ مل جائے۔

گر محمد کا ساتھ ہو جائے
پھر تو سمجھو نجات ہو جائے

ایک اور حدیث میں ہے کہ فرمایا جو کوئی بیٹیوں میں جتلا کر دیا جائے پھر ان سے اچھا سلوک کرے تو وہ اس کے لئے آگ سے آڑ ہو جائیں گی۔

(مسلم و بخاری)

اس اجر کی وجہ یہ ہے کہ لڑکوں سے لوگوں کو بہت امیدیں وابستہ ہیں کہ جوان ہو کر ہماری خدمت کریں گے۔ لڑکیوں پر خرچ ہی کرنا ہوتا ہے وہ بھی بغیر کسی امید کے مگر دیکھا گیا ہے کہ آج کل بمقابلہ لڑکوں کے لڑکیاں والدین کی خدمت بھی زیادہ کرتی ہیں اور مرنے کے بعد ختم یا فاتحہ بھی زیادہ لڑکیاں ہی کرتی ہیں۔ کوئی خوش نصیب ہی لڑکوں سے آرام پاتا ہے۔ اکثر لڑکے بدنامی کا باعث بنتے ہیں اور بربادی بھی کرتے ہیں۔ (مرأت)

حدیث : ۸۹

وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ اَنَا وَكَافِلُ الْيَتِيْمِ لَهٗ وَلِغَيْرِهٖ فِي الْجَنَّةِ هٰكَذَا وَاَشَارَ بِالسَّبَّابَةِ وَالْوُسْطٰى وَفَرَّجَ بَيْنَهُمَا شَيْئًا (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

مشکوٰۃ باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق

ترجمہ:

روایت ہے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اور یتیم کا پالنے والا خواہ اپنا ہو یا غیر کا جنت میں اس طرح ہوں گے اور کلمہ کی اور بیچ کی۔ انگلی سے اشارہ فرمایا ان کے درمیان کچھ

کشادگی فرمائی۔ (بخاری)

تشریح:۔

یتیم وہ نابالغ انسان ہے جس کا والد فوت ہو چکا ہو خواہ لڑکا ہو یا لڑکی۔ لفظ یتیم ان دونوں کو شامل ہے۔ (مرقات)

جانوروں میں یتیم وہ چھوٹا بچہ جس کی ماں مرگئی ہو اور موتی وہ یتیم کہلاتا ہے جو اپنی سیپ میں اکیلا ہو۔ یہاں انسان یتیم مراد ہے خواہ لڑکا ہو یا لڑکی۔ وہ یتیم خواہ اپنا پوتا' نواسہ' بھتیجہ یا بھانجا ہو یا کوئی غیر کا بچہ جس سے یہ رشتہ داریاں نہ ہوں۔ فرمایا جس طرح ان دونوں انگلیوں میں کوئی فاصلہ نہیں ایسے ہی قیامت میں مجھ میں اور اس میں کوئی فاصلہ اور دُوری نہ ہو گی اس کو مجھ سے بہت ہی قرب نصیب ہو گا۔

حدیث : ۹۰

وَعَنْ عِيَاضِ بْنِ حِمَارٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَهْلُ الْجَنَّةِ ثَلٰثَةٌ ذُوْ سُلْطَانٍ مُقْسِطٌ مُتَصَدِّقٌ مُوَفَّقٌ وَرَجُلٌ رَحِيْمٌ رَقِيْقُ الْقَلْبِ لِكُلِّ ذِيْ قُرْبٰى وَمُسْلِمٍ وَعَفِيْفٌ مُتَعَفِّفٌ ذُوْ عِيَالٍ وَاَهْلُ النَّارِ خَمْسَةٌ اَلضَّعِيْفُ الَّذِيْ لَا زَبْرَ لَهُ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْكُمْ تَبَعٌ لَا يَبْغُوْنَ اَهْلًا وَلَا مَالًا وَالْخَائِنُ

الَّذِیْ لَا یَخْفٰی لَہٗ طَمَعٌ وَّاِنْ دَقَّ اِلَّا خَانَہٗ وَرَجُلٌ لَا یُصْبِحُ وَلَا یُمْسِیْ اِلَّا وَھُوَ یُخَادِعُکَ عَنْ اَھْلِکَ وَ مَالِکَ وَذَکَرَ الْبُخْلَ اَوِالْکَذِبَ وَالشِّنْظِیْرُ الْفَحَّاشُ

(رَوَاہُ مُسْلِمٌ) مشکوٰۃ باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق

ترجمہ:

روایت ہے حضرت عیاض ابن حمار سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جنتی لوگ تین ہیں۔ وہ حاکم جو عدل والا' صدقہ والا' توفیق والا اور وہ شخص جو رحم دل اور نرم دل ہو ہر قرابت والے پر اور وہ مسلمان جو پاک دامن سوال کرنے سے بچنے والا عیالدار ہو۔ آگ والے پانچ ہیں' وہ کمزور جس کی خود اپنی رائے نہ ہو جو کہ تم میں رہیں' تمہارے تابع ہو کر' نہ گھربار چاہتے ہیں نہ مال اور وہ خیانت والا جس کی ہوس ڈھکی چھپی نہیں رہتی' اگرچہ معمولی چیز ہو مگر خیانت کر لیتا ہو اور وہ شخص جو نہیں صبح کرتا نہ ہی شام کرتا ہے مگر وہ تم کو دھوکہ دیتا رہتا ہے تمہارے گھربار اور تمہارے مال میں اور حضورؐ نے کنجوسی اور جھوٹ کا بھی ذکر فرمایا اور بد خلق اور فحش گو۔ (مسلم)

تشریح:

شارح مشکوٰۃ فرماتے ہیں کہ سرکار نے فرمایا کہ میری امت میں تین قسم کے لوگ یقیناً" جنتی ہیں۔ سلطانِ مُقْسِط یعنی جسے اللہ حکومت بھی دے' تو وہ لوگوں

کے ساتھ بھلائی اور نیک سلوک کرے اگر حاکم درست ہو جائے تو رعایا خود بخود درست ہو جاتی ہے۔ یعنی عوام مسلمانوں پر عموماً" اور اپنے عزیز قرابت داروں پر خصوصاً" مہربان ہو۔

ذُوْ عیال وہ مسلمان جو باوجود عیالدار ہونے کے کسی سے بھیک نہ مانگے اور گناہ کے قریب نہ جائے۔ اَلَّذِیْ لَا زَبْرَلَہٗ یعنی اس میں اتنی عقل نہ ہو کہ اسے برائیوں سے بچائے کبھی آخرت کے نفع و نقصان کو سوچتا ہی نہ ہو۔ جانوروں کی طرح صرف کھانے، عیش کرنے کی فکر میں لگا رہے۔

لَا یَبْغُوْنَ اَھْلاً وَّلَا مَالاً یعنی حلال بیوی رکھتے نہیں' حلال روزی کماتے نہیں' محنت سے جی چراتے ہیں اور غیر عورتوں پر نظرِ حرام رکھتے ہیں۔ غیروں کا مال ناجائز طور پر کھانے کے درپے رہتے ہیں۔ یہی دوزخی ہیں۔

اِلَّا خَانَہٗ یعنی اسے خیانت کرنے کی ایسی عادت پڑ گئی کہ معمولی اور حقیر سی امانت میں خیانت کرنے سے باز نہیں رہتا یعنی وہ گنہگار ہونے کے علاوہ ذلیل طبیعت والا بھی ہے' یہ بھی دوزخی ہے کیونکہ یہ عادات خالص دوزخیوں کے ہیں۔

یُخَادِعُکَ میں صبح و شام سے مراد ہمیشہ ہے یعنی وہ دھوکہ دینے کا عادی ہو چکا ہے۔ تم سے جب کبھی کلام یا معاملہ کرے تو دھوکہ ہی دے گا۔ یہ بھی دوزخی ہے۔

بُخْلَ اَوِالْکَذِبَ چونکہ راوی کو حضورؐ کے وہ الفاظ طیبہ یاد نہ رہے جو حضورؐ نے بخل اور جھوٹ کے متعلق فرمائے۔ اس لئے راوی نے ذِکْرَ کا لفظ

بیان کیا اگر اسے الفاظ طیبہ یاد ہوتے تو باقاعدہ بطریق روایت ارشاد کرتے۔
شَنْظِيْرُ فَحَّاشُ بخل و کذب کا معطوف ہے تو نصبی حالت میں ہے یعنی حضورؐ نے شَنْظِيْر اور فحاش کا بھی ذکر فرمایا کہ وہ بھی دوزخی ہیں۔ شَنْظِيْر بر وزن خنزیر بمعنی بد خلق' سخت طبیعت۔ ہو سکتا ہے کہ یہ دونوں مبتداء ہوں اور ان کی خبر مِنْ اَهْلِ النَّار پوشیدہ ہو تب یہ دونوں مرفوع ہوں گے۔ مشکوٰۃ کے بعض نسخوں میں والفحاش ہے یعنی فحاش معطوف ہے۔ اَلشَّنْظِيْر پر تب تو معنی بالکل ظاہر ہیں۔

(مراۃ)۔

حضرت فرید الدین گنج شکرؒ فرماتے ہیں کہ خوش کلامی ایک ایسا پھول ہے جو کبھی نہیں مرجھاتا۔

حدیث : ۹۱

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ قِيْلَ مَنْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ الَّذِيْ لَا يَاْمَنُ جَارُهٗ بَوَائِقَهٗ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)
مشکوٰۃ باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق۔

ترجمہ:۔

روایت ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ اللہ کی قسم وہ مومن نہیں اللہ کی قسم وہ مومن نہیں، اللہ کی قسم وہ مومن نہیں۔ عرض کیا گیا کون یا رسول اللہ؟ فرمایا وہ جس کا پڑوسی اس کی شرارتوں سے امن میں نہ ہو۔ (بخاری و مسلم)

تشریح:۔

شارح مشکوٰۃ فرماتے ہیں کہ تین بار لَا یُؤْمِنُ فرمانا تاکیداً ہے۔ لَا یُؤْمِنُ میں کمال ایمان کی نفی ہے یعنی وہ کامل مومن نہیں ہو سکتا، نہیں ہو سکتا، نہیں ہو سکتا۔ حضورؐ نے اس کی وضاحت پہلے نہ فرمائی بلکہ سائل کے پوچھنے پر بتایا تاکہ سننے والوں کے دل میں یہ بات بیٹھ جائے، جو بات انتظار اور پوچھ گچھ کے بعد معلوم ہو وہ بہت دل نشین ہوتی ہے۔ اگرچہ ہر مسلمان کو اپنے شر سے بچانا ضروری ہے مگر پڑوسی کو شر سے بچانا نہایت ہی ضروری ہے کیونکہ اس سے ہر وقت کام رہتا ہے۔ وہ ہمارے اچھے اخلاق کا زیادہ مستحق ہے۔ ربِ کائنات پڑوسی کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے۔ وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰی وَالْجَارِ الْجُنُبِ یعنی پڑوسی خواہ رشتہ دار ہو یا نہ ہو اس سے اچھا سلوک کرو۔ (مرأت)

حدیث : ۹۲

وَعَنْ عَائِشَةَ وَابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ مَازَالَ جِبْرِيْلُ يُوْصِيْنِيْ بِالْجَارِ حَتّٰى ظَنَنْتُ اَنَّهٗ سَيُوَرِّثُهٗ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) مشکوٰۃ باب الشفقت والرحمۃ علی الخلق

ترجمہ:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ مجھے جبریلؑ پڑوسی کے متعلق حکم الٰہی پہنچاتے رہے حتیٰ کہ میں نے گمان کیا کہ وہ پڑوسی کو وارث بنا دیں گے۔

(بخاری و مسلم)

تشریح:

شارح مشکوٰۃ فرماتے ہیں کہ یہاں وصیّت سے مراد اصطلاحی وصیّت نہیں بلکہ تاکیدی حکم مراد ہے۔ حکم کس کا؟ احکم الحاکمین کا' نہ کہ جبرائیلؑ کا کیونکہ حضرت جبرائیلؑ امین حضورؐ کے خادم ہیں۔ ربّ کی طرف سے فرمان رساں و فیضان رساں ہیں۔ یُوْصِیْنِی سے مراد ہے کہ حضرت جبرائیلؑ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو حکم پہنچاتے رہے کہ آپ اپنی امت کو یہ حکم پہنچا دو۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں کہ مجھے یہ خیال ہوا کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو

پڑوسی کی مالی میراث میں شریک کردے گا۔ قرابت کی طرح یہ وصیت بھی میراث پانے کا ذریعہ ہو جائے گی۔ حضور ؐ کی میراث مراد نہیں کہ حضرات انبیاء کرامؑ کی مالی میراث کسی کو نہیں ملتی۔ (مرأت)

حدیث : ۹۳

وَعَنْ اَبِیْ مُوسیٰ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ اِجْلَالِ اللّٰہِ اِکْرَامَ ذِی الشَّیْبَۃِ الْمُسْلِمِ وَحَامِلِ الْقُرْاٰنِ غَیْرِ الْغَالِیْ فِیْہِ وَلَا الْجَافِیْ عَنْہُ وَ اِکْرَامَ السُّلْطَانِ الْمُقْسِطِ (رَوَاہُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالْبَیْہَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ) مشکوٰۃ باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق

ترجمہ۔

حضرت ابو موسیٰ سے روایت ہے' فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کی تعظیم میں سے ہے کہ بوڑھے مسلمان اور حاملِ قرآن کا احترام کیا جائے جو حاملِ قرآن نہ تو اس میں زیادتی کرے اور نہ اس سے دور رہے اور عادل بادشاہ کا احترام کیا جائے۔ (ابو داوٗد و بیہقی شعب الایمان)

تشریح:-

ذِی الشَّیْبَۃِ الْمُسْلِمِ یعنی سفید ڈاڑھی والے مسلمان کا احترام خود رب تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب وہ دعا کے لئے ہاتھ پھیلاتا ہے تو اللہ کریم اس سے شرم فرماتا ہے کہ ان ہاتھوں کو خالی پھیرے تو بندہ اس کا احترام کیوں نہ کرے۔

حاملِ قرآن میں حفّاظ' علماء' عالمِ دین' قراء' مفسّرین اور ہمیشہ تلاوت کرنے والا سب ہی داخل ہیں' سب کا احترام چاہیے۔ (مرقات از ملّا علی قاری)

وہ حاملِ قرآن وہ عالم' وہ حفّاظ قابلِ تعظیم ہیں جو بد مذہب' بے دین نہ ہوں' نیز جو قرآن کو لوگوں کو گمراہ کرنے کا ذریعہ بنائیں' اس کی غلط تاویلیں کریں' اس میں خیانتیں کریں' اس کے ذریعہ مسلمانوں میں فتنہ و فساد پھیلائیں۔ ان پر تو اللہ تعالیٰ کی بھی پھٹکار ہے اور اس کے بندوں کی بھی۔ (مرقات)

دیوان حافظ میں یہ شعر ہے کہ

حافظا مے خور رندی کن و خوش باش ولے
دام تزویر مکن چوں دگراں قرآن را

منصف حاکم' عدل والا بادشاہ اللہ کی رحمت ہے جس کے سایہ میں اللہ کی مخلوق آرام پاتی ہے وہ رعایا کے لئے مہربان باپ کی مثل ہوتا ہے اس لئے اس کا احترام ضروری ہے۔ (مرأت)

حدیث : ۹۴

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ لَا یَظْلِمُہٗ وَلَا یَخْذُلُہٗ وَلَا یُحَقِّرُہٗ اَلتَّقْوٰی ھٰھُنَا وَیُشِیْرُ اِلٰی صَدْرِہٖ ثَلٰثَ مِرَارٍ بِحَسْبِ امْرِءٍ مِّنَ الشَّرِّ اَنْ یَّحْقِرَ اَخَاہُ الْمُسْلِمَ کُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَی الْمُسْلِمِ حَرَامٌ دَمُہٗ وَمَالُہٗ وَعِرْضُہٗ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ) مشکوٰۃ باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق

ترجمہ:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' مسلمان' مسلمان کا بھائی ہے نہ وہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ اسے حقیر جانتا ہے نہ اسے بے یار و مددگار چھوڑتا ہے۔ تقویٰ یہاں ہے اور اپنے سینہ کی طرف تین مرتبہ اشارہ فرمایا۔ انسان کے لئے یہ شر کافی ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر جانے۔ ہر مسلمان پر دوسرے مسلمان کا خون' مال اور اس کی عزت حرام ہے۔

(مسلم)

تشریح:

وَلَا یُحَقِّرُہٗ یعنی نہ تو مسلمان کو دل میں حقیر جانو' نہ اسے حقارت

کے الفاظ سے پکارو یا بُرے لقب سے یاد کرو' نہ اس کا مذاق بناؤ- آج کل یہ عیب ہم میں بہت ہیں- پیشوں' نسبوں یا غربت و افلاس کی وجہ سے مسلمان بھائی کو حقیر جانتے ہیں- یہاں تک کہ ہم میں صوبائی تعصب بہت ہو گیا ہے کہ وہ پنجابی ہے' وہ بنگالی' وہ سندھی' وہ سرحدی ہے- اسلام نے یہ سارے فرق مٹا دیئے- شہد کی مکھی مختلف پھولوں کے رس چُوس لیتی ہے تو اس کا نام شہد بن جاتا ہے- مختلف لکڑیوں کو آگ جلائے تو اس کا نام راکھ ہو جاتا ہے- آم' جامن' بکائن اور کیکر کا فرق مٹ جاتا ہے- یوں ہی جب سرکارِ دو عالمؐ کا دامن پکڑ لیا تو سب مسلمان ایک ہو گئے- حبشی ہو یا رومی- مولانا جامیؒ فرماتے ہیں-

بندۂ عشق شُدی تَرک نسب کُن جامیؔ

کہ دریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

اَلتَّقْوٰی هٰهُنَا اسلام میں عزت تقویٰ و پرہیز گاری سے ہے اور تقویٰ کا اصلی ٹھکانہ دل ہے- تمھیں کیا خبر کہ جس مسکین مسلمان کو تم حقیر سمجھتے ہو اس کا دل تقویٰ کی شمع سے روشن ہو اور وہ اللہ کا پیارا ہو' تم سے بہتر ہو-

خاکسارانِ جہاں را بحقارت منگر

تو چہ دانی کہ دریں راہِ سوارے باشد

صوفیاء کرام اس جملہ کے معنی یہ کرتے ہیں کہ حضور خاتم النبیّین صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سینۂ انور کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ تقویٰ و پرہیزگاری یہاں ہے- یعنی تقویٰ کی کان' پرہیزگاری کا مرکز میرا سینہ ہے- میرے سینہ سے

تمام اولیاء و علماء کے دلوں کی طرف تقویٰ کے دریا بہتے ہیں۔ ان سینوں سے عوام کے سینوں کی طرف تقویٰ کی نہریں نکلتی ہیں۔ (مرقات از ملا علی قاری)

حضورؐ کا سینۂ انور کشفِ غیوب کا آئینہ ہے۔ کونین میں حضورؐ کی عطائیں بٹتی ہیں۔ (مرقات)

دَمُهٗ وَمَالُهٗ وَعِرْضُهٗ یعنی کوئی مسلمان کسی مسلمان کا مال بغیر اس کی اجازت نہ لے۔ کسی کی آبروریزی نہ کرے، کسی مسلمان کو ناحق اور ظلماً قتل نہ کرے کیونکہ یہ سب سخت جرم ہیں۔

(مراٰت المناجیح)

حدیث : ۹۵

وَعَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اٰوٰى يَتِيْمًا اِلٰى طَعَامِهٖ وَشَرَابِهٖ اَوْجَبَ اللّٰهُ لَهُ الْجَنَّةَ اَلْبَتَّةَ اِلَّا اَنْ يَّعْمَلَ ذَنْبًا لَا يُغْفَرُ وَ مَنْ عَالَ ثَلٰثَ بَنَاتٍ اَوْ مِثْلَهُنَّ مِنَ الْاَخَوَاتِ فَاَدَّبَهُنَّ وَرَحِمَهُنَّ حَتّٰى يُغْنِيَهُنَّ اللّٰهُ اَوْجَبَ اللّٰهُ لَهُ الْجَنَّةَ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَاثْنَتَيْنِ قَالَ اَوِ اثْنَتَيْنِ حَتّٰى لَوْ قَالُوْا اَوْ وَاحِدَةً لَقَالَ وَاحِدَةً وَمَنْ اَذْهَبَ اللّٰهُ بِكَرِيْمَتَيْهِ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

وَمَا كَرِيْمَتَاهُ قَالَ عَيْنَاهُ (رَوَاهُ فِى شَرْحِ السُّنَّةِ) مشکوٰۃ باب الشفقۃ علی الخلق

ترجمہ:-

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کسی یتیم کو اپنے کھانے پینے میں شامل کرے تو اللہ اس کے لئے جنّت یقینی طور پر لازم فرما دیتا ہے سوائے اس کے کہ کوئی ایسا گناہ کرے جو ناقابل بخشش ہو اور جو تین بیٹیاں یا ان کی مثل بہنوں کی پرورش کرے کہ انہیں ادب سکھائے۔ ان پر مہربانی کرے یہاں تک کہ اللہ انہیں بے نیاز کر دے تو اللہ اس کے لئے جنّت واجب کر دیتا ہے۔ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر دو کو' تو فرمایا یا دو کو۔ یہاں تک کہ اگر لوگ کہتے یا ایک کو تو حضور فرما دیتے' ایک کو اور اللہ جس کی پیاری دو چیزیں دور کر دے اس کے لئے جنّت واجب ہو گئی۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ کون سی دو پیاری چیزیں۔ فرمایا اس کی دونوں آنکھیں۔ (شرح سنہ)

تشریح:-

شارح مشکوٰۃ فرماتے ہیں کہ کھانے پینے میں شامل کرنا عام ہے۔ خواہ اسے اپنے ساتھ کھلائے' پلائے یا اسے اپنے گھر میں رکھ کر اس کی پرورش کرے یا یتیم خانہ بنا کر ان پر خرچ کرے۔

ذَنْبًا لَا يُغْفَرُ یعنی شرک و کفر کہ یہ گناہ قابل بخشش نہیں۔ ربِّ کائنات فرماتا ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یغفر ان یشرک بہٖ و یغفر مادون ذٰلک اسی طرح حقوق العباد بھی کسی نیک عمل سے معاف نہیں ہوتے وہ تو ادا کرنا ہی

پڑیں گے یا حق والے سے معاف کرانا ہوں گے۔

(مرقات)

عموماً" بیٹوں سے دنیاوی امیدیں وابستہ ہوتی ہیں کہ یہ جوان ہو کر ہماری خدمت کریں گے' ہمیں کما کر کھلائیں گے۔ لڑکیوں سے یہ امید نہیں ہوتی اس لئے لڑکیوں کا پالنا' ان پر صبر کرنا زیادہ ثواب ہے۔ لڑکی سے مراد خواہ بیٹی ہو یا بہن ہو۔ انہیں سکھانے سے مراد ہے علم دین سکھانا' سینا پرونا اور جن ہنروں کی ان کو ضرورت ہے وہ سکھانا جس سے وہ کسی کی محتاج نہ رہیں۔ صاحبِ مرقات فرماتے ہیں کہ یہاں جوابِ عالی سے معلوم ہو رہا ہے کہ اللہ کی رحمتیں اور اس کی بخشیں حضورؐ کے قبضہ میں دی گئی ہیں۔ جس نعمت کو چاہیں عام فرما دیں۔

(مرقات)

دیکھو جو وعدہ تین لڑکیوں کے پالنے پر کیا گیا تھا ایک اُمتی کے سوال پر وہی وعدہ دو بیٹیوں کے پالنے پر ہو گیا۔ یہ ہے حضورؐ کا مختار من اللہ ہونا۔

اس جگہ حضرت شیخ محدث عبدالحق دہلوی" فرماتے ہیں کہ "احکام مفوض است برآں حضرت ہرچہ خواہد کند و بہر کہ خواہد بکند و ہر کہ خواہد تخصیص نماید" یعنی تمام احکام اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کے سپرد کر دیئے ہیں جو کچھ چاہیں کریں اور جو نہ چاہیں نہ کریں اور جس کی چاہیں تخصیص کر دیں۔

(اشعۃ اللمعات' مرأت)

حدیث : ۹۶

وَعَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيْدَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ ذَبَّ عَنْ لَحْمِ اَخِيْهِ بِالْمُغِيْبَةِ كَانَ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ اَنْ يُّعْتِقَهُ مِنَ النَّارِ (رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ) مشکوٰۃ باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق

ترجمہ:۔

حضرت اسماءؓ بنت یزید سے روایت ہے' فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو اپنے بھائی کے گوشت سے اس کی پیٹھ پیچھے اس کے گوشت سے دفاع کرے تو اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے کہ اسے آگ سے آزاد کرے۔

(بیہقی' شعب الایمان' مشکوٰۃ باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق)

تشریح:۔

حضرت اسماء (رضی اللہ عنہا) بنت یزید ابن سکن مشہور صحابیہ ہیں' انصاریہ ہیں' بڑی عاقلہ' بڑی عابدہ تھیں۔ آپ سے بہت سی احادیث مروی ہیں۔ (مرأت)

لَحْمَ اَخِيْهِ یعنی بھائی کے گوشت سے مراد ہے مسلمان بھائی کی غیبت۔ دفع کرنے سے مراد ہے غیبت نہ ہونے دینا یا اس کا جواب دے دینا۔

يُعْتِقَهُ مِنَ النَّارِ آگ سے آزادی کا مژدہ ہے اس کے لئے جو کسی

گنہگار مسلمان کی غیبت نہ ہونے دے اور اس کی پسِ پشت حمایت کرے تو جو کوئی سید الانبیاء محبوبِ کبریاء حضرت محمد ﷺ کے بدگو دشمنوں کو جوابات دے۔ ناموسِ رسالتؐ پر ہونے والے حملوں کا مؤثر جواب دے اور حضورؐ کی صفات عالیہ کے گیت گائے۔ سوچ لو کہ اس خوش نصیب کا درجہ کیا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نصیب کرے۔ حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

فان ابی والدتی و عرضی
لعرضی محمدٌ منکم وقآء

"میرے ماں باپ میری عزت و آبرو محمد ﷺ کی عزت و آبرو کے لئے تمہارے مقابلہ میں ڈھال ہیں"۔

(مراۃ)

حدیث: ۹۷

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَیْرُ الْاَصْحَابِ عِنْدَ اللّٰہِ خَیْرُ ھُمْ لِصَاحِبِہٖ وَخَیْرُ الْجِیْرَانِ عِنْدَ اللّٰہِ خَیْرُ ھُمْ لِجَارِہٖ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَالدَّارِمِیُّ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ غَرِیْبٌ) مشکوٰۃ باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق

ترجمہ:۔

حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کے نزدیک بہترین ساتھی وہ ہیں جو اپنے ہمراہیوں کے لئے بہتر ہوں اور اللہ کے نزدیک بہترین پڑوسی وہ ہیں جو اپنے پڑوسی کے لئے اچھے ہوں۔

(ترمذی' داری' ترمذی)

ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن غریب ہے)

تشریح:۔

خَیْرُ الْاَصْحَاب "بہترین ساتھی" یہاں ساتھی سے مراد عام ساتھی ہیں۔ سفر کے ساتھی' مدرسہ کے ساتھی' گھر کے ساتھی' غرضیکہ مسلمان کو چاہیے کہ ہر ساتھی کے ساتھ اچھا سلوک کرے' ان کی خیر خواہی کرے' ان سے اچھا برتاؤ کرے انہیں بُری باتوں سے روکنا' اچھی راہ دکھانا سب ہی اس میں داخل ہے۔ "خَیْرُ الْجِیْرَان" یعنی بہترین پڑوسی۔ شارح مشکوٰۃ نے فرمایا کہ عبادات کی درستی سے بھی زیادہ اہم ہے معاملات کی درستی' پڑوسی سے ہر وقت معاملہ رہتا ہے اس لئے اس سے اچھا برتاؤ کرنا بہت ضروری ہے۔ اس کے بچوں کو اپنی اولاد سمجھے۔ اس کی عزت ذِلّت کو اپنی عزت ذِلّت سمجھے' پڑوسی اگر کافر بھی ہو تب بھی اس کے حقوق ادا کرے۔ حضرت بایزید بسطامیؒ کا پڑوسی یہودی تھا' سفر میں گیا اس کے بال بچے گھر میں رہ گئے۔ رات کو یہودی کا بچہ روتا تھا۔ آپ نے پوچھا کہ بچہ کیوں روتا ہے؟ یہودن بولی "گھر میں چراغ نہیں ہے' بچہ اندھیرے میں گھبراتا

ہے" اس دن سے آپ روزانہ چراغ میں خوب تیل بھر کر روشن کر کے یہودی کے گھر بھیج دیا کرتے تھے۔ جب یہودی لوٹا' اس کی بیوی نے یہ واقعہ سنایا۔ یہودی بولا کہ جس گھر میں بایزید" کا چراغ آگیا وہاں اندھیرا کیوں رہے۔ وہ سب مسلمان ہو گئے۔ سبحان اللہ۔ (مرأت المناجیح)

حدیث : ۹۸

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ كَيْفَ لِي اَنْ اَعْلَمَ اِذَا اَحْسَنْتُ وَ اِذَا اَسَاْتُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَمِعْتَ جِيْرَانَكَ يَقُوْلُوْنَ قَدْ اَحْسَنْتَ فَقَدْ اَحْسَنْتَ وَ اِذَا سَمِعْتَهُمْ يَقُوْلُوْنَ قَدْ اَسَاْتَ فَقَدْ اَسَاْتَ (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَهْ)

مشکوٰۃ باب الشفقۃ علی الخلق

ترجمہ:۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے' فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا' یارسول اللہ میں کیسے جانوں جب کہ میں بھلائی کروں یا جب کہ میں برائی کروں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم

اپنے پڑوسیوں کو یہ کہتے سنو کہ تم نے بھلائی کی تو واقعی تم نے بھلائی کی اور جب تم انہیں کہتے سنو کہ تم نے برائی کی تو واقعی تم نے برائی کی۔ (ابن ماجہ)

تشریح:۔

شارح مشکوٰۃ مفتی احمد یار خان نعیمی فرماتے ہیں کہ سائل نے عرض کیا کہ مجھے تو اپنے سارے کام ہی اچھے معلوم ہوتے ہیں مگر واقعہ میں اچھے کام اور بُرے کام کی علامت کیا ہے' یہاں کام سے مراد معاملات ہیں۔ عقائد اور عبادات میں کسی کے اچھا اور بُرا کہنے کا اعتبار نہیں۔ معاملات میں اچھائی بُرائی کی علامت یہ ہے کہ تمہارے سارے پڑوسی قدرتی طور پر تم کو اچھا کہیں یا بُرا کہیں' قدرتی بات ہے کہ بعض بندوں کے لئے خود بخود اچھائی نکلتی ہے۔ حضورؐ کا ارشادِ گرامی ہے۔ اَنۡتُمۡ شُهَدَاءُ اللّٰهِ فِي الۡاَرۡضِ مسلمانوں کی زبان خالق کا قلم ہے۔ پڑوسی چونکہ چھپے حالات سے واقف ہوتے ہیں اس لئے یہاں پڑوسی کی قید لگائی۔ اپنے متعلق خود فیصلہ نہ کرو کہ ہم اچھے ہیں یا بُرے۔ مخلوق کی زبان سے وہی نکلتا ہے جو ربّ نکلواتا ہے۔ آج بعض قبر والوں کو لوگ ولی اللہ کہہ رہے ہیں' ان کے مزارات پر میلے لگے ہوتے ہیں۔ یہ ہے خلق کی زبان۔ (مراٰت ج ٦)

حدیث ؛ ۹۹

وَعَنۡ عَبۡدِ الرَّحۡمٰنِ ابۡنِ اَبِیۡ قُرَادٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّاَ یَوۡمًا فَجَعَلَ اَصۡحَابُهٗ یَتَمَسَّحُوۡنَ

بِوُضُوئِہٖ فَقَالَ لَھُمُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا یَحْمِلُکُمْ عَلٰی ھٰذَا قَالُوْا حُبُّ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ سَرَّہٗ اَنْ یُّحِبَّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ اَوْیُحِبَّہُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ فَلْیَصْدُقْ حَدِیْثَہٗ اِذَا حَدَّثَ وَالْیُؤَدِّ اَمَانَتَہٗ اِذَا اُئْتُمِنَ وَالْیُحْسِنْ جِوَارَ مَنْ جَاوَرَہٗ (رَوَاہُ الْبَیْہَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ) مشکوٰۃ باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق

ترجمہ:۔

روایت ہے حضرت عبدالرحمٰن بن ابی قراد سے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک دن وضو کیا تو حضورؐ کے صحابہ آپکے بقیہ وضو کو اپنے پر ملنے لگے تو ان سے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم کو اس پر کیا چیز ابھارتی ہے۔ وہ بولے' اللہ اور رسول کی محبت۔ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا جسے یہ پسند ہو کہ اللہ و رسولؐ سے محبت کرے یا اس سے اللہ رسولؐ محبت کریں تو وہ جب بات کرے تو سچی کرے' جب امین بنایا جائے تو امانت ادا کرے اور اپنے پڑوسی کا پڑوس اچھا نبھائے۔

(بیہقی شعب الایمان)

تشریح:۔

یَتَمَسَّحُوْنَ صحابہ کرامؓ برکت حاصل کرنے کے لئے ہمیشہ نبی کریم

رؤف الرحیم ﷺ کے وضو کا مستعمل پانی ہاتھوں اور منہ پر ملتے تھے۔ حضور ﷺ کا جسم انور سراپا نورٌ ہے لہٰذا جو پانی جسم انور سے مس ہو جاتا وہ نورانی ہو جاتا۔ ہمارے وضو اور غسل کا مستعمل پانی قابلِ استعمال نہیں ہوتا مگر حضور ﷺ کا استعمال شدہ پانی پاک' طیّب اور طاہر ہے بلکہ پاک کرنے والا ہے۔ حضورؐ کے اعضائے مبارکہ سے مس ہونے والے پانی کی تاثیر کا کیا ٹھکانہ! سبحان اللہ۔

مَا یَحۡمِلُکُمۡ حضورؐ کا یہ دریافت فرمانا آنے والے مضمون کا ابتدائیہ ہے ورنہ حضور انور ﷺ ہر شخص کی دِلی کیفیت سے بھی آگاہ ہیں۔ بقول مولانا رومؒ

اے فروغتِ صبح آثار و دھور
چشم تو بینندۂ ما فی الصدور

حُبُّ اللهِ وَ رَسُولِہٖ صحابہ کرامؓ کا جواب محبت الٰہی اور عشق رسول ﷺ کا غماز ہے کہ حضور ﷺ ہمارے محبوب ہیں اور دلوں کا چین اور قرار ہیں جو پانی جسم اطہر سے مس ہو جائے ہمیں وہ پیارا لگتا ہے اس لئے اسے چومتے ہیں۔

فَلۡیَصۡدُقۡ حَدِیۡثَہٗ یعنی ہمارے غسالہ سے برکت حاصل کرنا تو درست ہے اور اس میں فیوض و برکات بہت ہیں مگر اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے نسبتِ محبت استوار کرنے کے لئے یہ عمل کافی نہیں۔ یہ کام نفس پر گراں نہیں۔ یہ کام تو منافقین بھی کر لیتے ہیں۔ اللہ اور رسولؐ کی محبت کے لئے

ان کی اطاعت و فرمانبرداری بھی ضروری ہے کہ وہی نفس کے لئے مشکل ہے۔ سچائی' امانت اور پڑوسی کا خیال' یہ تینوں کام اصلاحِ احوال اور درستی معاملات کی بنیاد ہیں اس لئے ان کا ذکر فرمایا۔ جو مسلمان اپنے معاملات درست کرے گا اسے عبادات درست کرنا آسان ہو گا اور معاملات میں زبان سچی' ہر قسم کی امانت کی ادائیگی اپنے پڑوسیوں سے اچھا سلوک بڑی ہی اہم چیزیں ہیں۔ کسی کو آزمانا ہو تو کثرتِ نوافل و عبادات سے نہ آزماؤ بلکہ معاملات سے آزماؤ۔ اگر معاملات درست ہیں تو واقعی کامل ہے۔ آج کل نمازی' حاجی' صوفی اور قاری تو بہت ہیں مگر سچے اُمتی تھوڑے۔ اعلانِ نبوّت سے پہلے ہی حضور سرور کائنات ﷺ صادق اور امین کے لقب سے پکارے جاتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا اس نے خدا کو پہچان لیا۔

مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ

حدیث : ۱۰۰

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ فُلَانَةَ تُذْكَرُ مِنْ كَثْرَةِ صَلَاتِهَا وَصِيَامِهَا وَصَدَقَتِهَا غَيْرَ اَنَّهَا تُؤْذِیْ جِيْرَانَهَا بِلِسَانِهَا قَالَ هِیَ فِی النَّارِ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَاِنَّ فُلَانَةَ تُذْكَرُ قِلَّةَ صِيَامِهَا وَ صَدَقَتِهَا وَصَلَاتِهَا وَ اِنَّهَا تَصَدَّقُ بِالْاَثْوَارِ مِنَ

الاُقسِطِ وَلَا تُوذِی بِلِسَانِهَا جِیرَانَهَا قَالَ هِیَ فِی الْجَنَّۃِ (رَوَاہُ اَحْمَدُ وَالْبَیْهَقِیُّ فِی شُعَبِ الْاِیْمَانِ)

ترجمہ:۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ؐ فلاں بی بی کی نماز' روزے اور اس کے صدقات کا چرچہ ہے۔ سوائے اس کے کہ وہ اپنے پڑوسیوں کو اپنی زبان سے ستاتی ہے۔ فرمایا وہ آگ میں ہے۔ عرض کیا یا رسول اللہ ؐ فلاں عورت اس کی نماز' روزے صدقات کی کمی کا ذکر ہوتا ہے وہ تو پنیر کے کچھ ٹکڑے ہی خیرات کرتی ہے اور وہ اپنی زبان سے اپنے پڑوسیوں کو تکلیف نہیں دیتی۔ فرمایا وہ جنتی ہے۔

(احمد' بیہقی شعب الایمان' مشکوٰۃ باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق)

تشریح:۔

یہاں شارح مشکوٰۃ فرماتے ہیں کہ شاید کہنے والے نے اس بی بی کا نام لیا ہوگا مگر راوی کو یاد نہ رہا یا قصداً" نہ لیا تاکہ اس مومنہ کی رسوائی نہ ہو۔ زبان کا ذکر اس لئے کیا کہ اکثر لوگ دوسروں کو زبان سے تکلیف دیتے ہیں۔ لڑنا بھڑنا' غیبت چغلی کھانا وغیرہ زبان کا زخم سناں کے زخم سے زیادہ تکلیف دہ ہوتا ہے کہ یہ مرہم سے بھر جاتا ہے مگر وہ نہیں بھرتا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

جراحات السّہام لہا التیام
ولا یلتام ما جرح للسّان

ھِیَ فِی النَّار یعنی یہ کام دوزخیوں کے ہیں' اگر یہ عبادت گزار بی بی اپنی تیز زبان سے توبہ نہ کرے گی تو اولا" دوزخ میں جائے گی- نوافل پڑھنے سے لوگوں کے حق معاف نہیں ہوتے پھر سزا بھگت کر جنّت میں جائے گی لہٰذا یہ حدیث اس قانون کے خلاف نہیں کہ تمام صحابہ عادل ہیں- کوئی فاسق نہیں- بعض صحابہ سے گناہ ہوئے مگروہ قائم نہ رہے توبہ کر کے دنیا سے رخصت ہوئے-

تُذکَرُ قِلّۃً یعنی وہ نفلی نماز' نفلی صدقات کم کرتی ہے فرضی نماز میں کمی مراد نہیں کیونکہ یہ تو فسق ہے صحابہ کرام فسق سے محفوظ ہیں-

تَصَدُّقُ بِالاَثُوارِ یعنی وہ بی بی صاحبہ مسکین غریب ہیں- معمولی چیز یعنی کچھ پنیر ہی خیرات کر سکتی ہیں اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نفلی عبادات کی کمی مراد ہے کہ پنیر کے ٹکڑے قطرے زکوۃ وغیرہ میں خیرات نہیں کئے جاتے- صرف نفلی صدقات میں دیئے جاتے ہیں-

ھِیَ فِی الْجَنَّۃ اس فرمان عالی سے ہم لوگوں کے کان کھل جانے چاہئیں ہم میں سے اکثر لوگ اصول چھوڑ کر فضول میں کوشش کرتے ہیں- فرائض کی پرواہ نہیں' نوافل پر زور- معاملات خراب' وظیفوں' چلّوں' کا اہتمام کرتے ہیں- دوا کے ساتھ پرہیز ضروری ہے- اللہ تعالیٰ معاملات کی درستی نصیب فرمائے- آمین- (مراٗت)

حدیث : ۱۰۱

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَقَفَ عَلٰی نَاسٍ جُلُوْسٍ فَقَالَ اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِخَیْرِكُمْ مِنْ شَرِّكُمْ قَالَ فَسَكَتُوْا فَقَالَ ذٰلِكَ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ فَقَالَ رَجُلٌ بَلٰی یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَخْبِرْنَا بِخَیْرِنَا مِنْ شَرِّنَا فَقَالَ خَیْرُكُمْ مَنْ یُرْجٰی خَیْرُهٗ وَیُؤْمَنُ شَرُّهٗ وَشَرُّكُمْ لَا یُرْجٰی خَیْرُهٗ وَلَا یُؤْمَنُ شَرُّهٗ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَالْبَیْهَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ)

ترجمہ:۔

روایت ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے' فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ بیٹھے ہوئے لوگوں کے سامنے کھڑے ہوئے فرمایا کہ کیا میں تمہیں اچھوں بروں کی خبر نہ دوں۔ راوی کہتے ہیں کہ حاضرین خاموش رہے تو یہ تین بار فرمایا تو ایک شخص نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ ؐ ہم کو ہمارے برے عملوں ن خبر دیجئے تو فرمایا کہ تمہارا بھلا وہ شخص ہے جس سے خیر کی امید کی جائے اور اس کے شر سے اطمینان کیا جائے اور تمہارا برا وہ شخص ہے جس سے خیر کی امید نہ کی

جائے اور اس کے شر سے امن نہ ہو۔ (ترمذی' بیہقی شعب الایمان اور ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے' مشکوٰۃ باب الشفقۃ علی الخلق)

تشریح:-

حضور ﷺ ایک مجلسِ صحابہ پر گزرے تو وہاں کھڑے ہو گئے' ٹھہر گئے اور پہلے لوگوں سے یہ سوال فرمایا تاکہ ترغیب اور تعلیم ہو اور دلوں میں جم جائے۔

فَسَكَتُوا وہ حضرات اس لئے خاموش رہے کہ شاید حضور ﷺ ہمارے نام لیکر فرمائیں گے کہ فلاں اچھا ہے فلاں بُرا جس سے ہمارے پردے فاش ہو جائیں گے اس لئے خاموشی بہتر ہے تاکہ ہمارے پردے رہیں۔

ثَلٰثَ مَرَّاتٍ یعنی تین بار فرمایا' حضورؐ کا منشایہ تھا کہ یہ حضرات خود اشتیاق ظاہر کریں تو ہم بتائیں تاکہ یہ حضرات اشتیاق کا ثواب پائیں اور ہمارا کلام بغور سنیں اس لئے بار بار سوال فرمایا اور خود ہی بیان نہ فرمادیا۔ حضور انورؐ وہ سخی ہیں جو تقاضے کر کر کے فقیروں کو بھیک دیتے ہیں۔

فَقَالَ رَجُلٌ بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ان صاحب نے محسوس فرمایا کہ حضور انورؐ کو اس فرمانِ عالی کی رغبت ہے اور حضورؐ فرمانا چاہتے ہیں۔ اس رغبت میں اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے لہٰذا عرض کیا کہ حضورؐ ضرور فرمائیں۔ حضورؐ کے ارادہ مبارکہ میں ہمارا بھلا ہی ہو گا۔ خَيْرُكُمْ مَنْ يُرْجٰى خَيْرُهٗ یعنی قدرتی طور پر لوگوں کے دلوں میں اس کی طرف سے اطمینان ہو کہ یہ شخص کسی کو تکلیف نہیں

دیتا' ہو سکے تو خیر خواہی ہی کرتا ہے۔

لَا یُرْجٰی خَیْرُہٗ یعنی قدرتی طور پر لوگ اس سے ڈرتے ہوں کہ یہ شخص خطرناک ہے اس سے بچو اس سے خیر نہ پہنچے گی شرہی پہنچے گا معلوم ہوا کہ لوگوں کے دل ان کی زبان رب کا قلم ہے لہذا جسے عام طور پر لوگ ولی کہیں' وہ عنداللہ ولی ہی ہے۔ (مراۃ)

حدیث ؛ ١٠٢

وَعَنْ سُرَاقَةَ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلَا اَدُلُّكُمْ عَلٰى اَفْضَلِ الصَّدَقَةِ اِبْنَتُكَ مَرْدُوْدَةٌ اِلَيْكَ لَيْسَ لَهَا كَاسِبٌ غَيْرُكَ (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

مشکوٰۃ باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق

ترجمہ:۔

روایت ہے حضرت سراقہ ابن مالک سے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ کیا میں تم کو بہترین صدقہ پر رہبری نہ کروں۔ تمہاری وہ بیٹی جو تم تک لوٹا دی جائے تمہارے سواء اس کا کوئی کمانے والا نہ ہو۔ (ابن ماجہ)

تشریح:۔

شارح مشکوٰۃ فرماتے ہیں کہ سراقہ ابن مالک ابن جعشم ہیں۔ قبیلہ بنی

مدلج سے آپ صحابی ہیں۔ فتح مکہ کے دن اسلام لائے۔ یہاں صدقہ سے مراد شرعی صدقہ' واجبہ نہیں کہ وہ تو اپنی اولاد کو جائز نہیں بلکہ مراد نیکی اور کار ثواب ہے اس کا بہترین نیکی ہونا اس لئے ہے کہ اس میں حقِ قرابت کا ادا کرنا بھی ہے اور بے کس کی پرورش بھی اور ایک عصمت والی بی بی کی حفاظت بھی۔

لَیْسَ لَھَا کَاسِبٌ غَیْرُکَ یعنی وہ تمہاری بیٹی جس کا خاوند فوت ہو گیا ہو یا پاگل دیوانہ ہو گیا ہو یا گم ہو گیا ہو یا اس نے طلاق دے دی' مگر لڑکی کسی مجبوری کی وجہ سے دوسرا نکاح نہیں کر سکتی یا اسے اچھا رشتہ ملتا نہیں' اس لئے وہ مجبورا" میکے میں آ گئی۔ اس کے ساتھ اچھا سلوک کرنا' اس کی پرورش کرنا بہترین صدقہ ہے کہ وہ اب بے آس ہو کر تمہارے سہارے پر تمہارے پاس آئی۔ بعض لوگ خود لڑکیوں کو اپنے گھر بٹھا لیتے ہیں اسے بلا وجہ بسنے نہیں دیتے' وہ یہاں مراد نہیں۔ ایسے لوگ تو بڑے مجرم ہیں اسی لئے یہاں مَرْدُوْدَۃً ارشاد ہوا۔

(مرأت المناجیح)

حدیث : ۱۰۳

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَجُلٌ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ مَنْ اَحَقُّ بِحُسْنِ صَحَابَتِیْ قَالَ اُمُّکَ قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ اُمُّکَ قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ اُمُّکَ قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ اَبُوْکَ وَفِیْ

رِوَایَةٍ قَالَ اُمُّكَ ثُمَّ اُمُّكَ ثُمَّ اُمُّكَ ثُمَّ اَبَاكَ ثُمَّ اَدْنَاكَ فَاَدْنَاكَ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) مشکوٰۃ باب البر والصلۃ

ترجمہ:۔

روایت ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے اچھے برتاوے کا زیادہ حقدار کون ہے فرمایا تمہاری ماں، عرض کیا پھر کون، فرمایا تمہاری ماں، عرض کیا پھر کون، فرمایا تمہاری ماں، عرض کیا پھر کون، فرمایا تمہارا باپ اور ایک روایت میں ہے کہ فرمایا تمہاری ماں، پھر تمہاری ماں، پھر تمہاری ماں، پھر تمہارا باپ، پھر تمہارا قریبی، پھر قریبی

تشریح:۔

صحابہ صاد کے کسرہ سے بمعنی مدد یا برتاوا خدمت، اسی سے ہے صحبت وہ ہمراہی جو الفت، خدمت و مدد کے ساتھ ہو۔ اسلئے جن کفار نے حضور انورؐ کے ساتھ مجلس کی انہیں صحابی نہیں کہا جاتا کہ وہ ہمراہی الفت و خدمت کے ساتھ نہ تھی یعنی میرے رشتہ دار قریبی دور کے بہت ہی ہیں اچھا برتاوا کس سے کروں اس کا کون مستحق ہے۔

ثُمَّ اَبُوْكَ اس فرمان عالی سے معلوم ہوا کہ ماں کا حق باپ سے تین گنا زیادہ ہے کیونکہ ماں بچہ پر تین احسان کرتی ہے، باپ ایک احسان۔ پیٹ میں رکھنا، جننا، پرورش کرنا لیکن باپ صرف پرورش ہی کرتا ہے۔ بیٹا ماں باپ دونوں کی

خدمت کرے مگر مقابلہ کی صورت میں ادب و احترام باپ کا زیادہ کرے۔ خدمت و انعام ماں کی زیادہ۔ (اشعۃ اللمعات)

والدین کے ساتھ سلوک یہ ہے کہ ان سے نرم اور نیچی آواز سے کلام کرے۔ مالی و بدنی خدمت کرے۔ صرف اپنے نوکروں سے ہی ان کا کام نہ لرائے بلکہ خود کرے' ان کا ہر جائز حکم تسلیم کرے۔ انہیں نام لے کر نہ پکارے' اگر وہ غلطی پر ہوں تو نرمی سے ان کی اصلاح کرے' اگر قبول نہ کریں تو ان پر ڈانٹ ڈپٹ نہ کرے۔ ان کی سختی پر تحمّل کرے۔ یہ آداب قرآنِ پاک میں حضرت ابراھیمؑ کے عمل شریف میں مذکور ہیں۔

فَاَدْنٰکَ یعنی ماں باپ کے ساتھ ان کے عزیزوں کے حق بھی ادا کرے کہ چچا' ماموں' دادا' نانا' بہن' بھائی وغیرہ۔ سب کے درجہ بدرجہ حقوق ادا کرے۔

(مرأت)

یہاں شارح مسلم بحوالہ علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں کہ ماں کا حق مقدم کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اولاد کی تربیت میں ماں کو زیادہ مشقت اٹھانا پڑتی ہے۔ ماں کی اولاد پر شفقت زیادہ ہوتی ہے۔ حمل' وضعِ حمل' دودھ پلانے اور پرورش کے دیگر مراحل طے کرنے میں ماں کو زیادہ مشقّت اٹھانا پڑتی ہے۔ خیال رہے کہ سب سے زیادہ حُسنِ سلوک کی حقدار ماں ہوتی ہے پھر باپ اور اس کے بعد قرُب کے اعتبار سے درجہ بہ درجہ رشتہ دار۔ حارث محاسی نے کہا ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ ماں کا درجہ باپ سے زیادہ ہے۔ قاضی عیاض نے لکھا ہے کہ جمہور

کا یہی نظریہ ہے اور بعض علماء نے کہا ہے کہ دونوں کا درجہ برابر ہے۔ کہا گیا ہے کہ یہ قول امام مالک کا ہے لیکن صحیح بات یہ ہے کہ ماں کا درجہ زیادہ ہے اور یہی احادیثِ صحیحہ سے مستفاد ہے۔ مسند احمد میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اس کی عمر بڑھا دی جائے اور اس کے رزق میں زیادتی کی جائے وہ اپنے ماں باپ کے ساتھ نیکی کرے اور صِلہ رحمی کرے۔

(شرح مسلم از علامہ غلام رسول سعیدی)

حدیث : ۱۰۴

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَغِمَ اَنْفُهٗ رَغِمَ اَنْفُهٗ قِیْلَ مَنْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ مَنْ اَدْرَكَ وَالِدَیْهِ عِنْدَ الْکِبَرِ اَحَدُهُمَا اَوْ کِلَاهُمَا ثُمَّ لَمْ یَدْخُلِ الْجَنَّةَ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

مشکوٰۃ باب البر والصلۃ

ترجمہ:۔

روایت ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس کی ناک رگڑ جائے' اس کی ناک رگڑ جائے' عرض کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ کس کی؟ فرمایا اس کی جو اپنے ماں باپ کو پائے اور ان میں ایک یا دونوں

بڑھاپے میں ہوں پھر جنت میں نہ چلا جائے۔ (مسلم)

تشریح:۔

رَغِمَ اَنفُہٗ یعنی وہ ذلیل ہو جائے' وہ ذلیل ہو جائے' ناک رگڑنے سے مراد ذِلت و خواری ہے۔ ناک رگڑنے سے مراد ہے کہ وہ تباہ و برباد ہوا۔

اَحَدُھُمَا اور کِلَاھُمَا یہ دونوں عندالکبر کا فاعل ہیں' لہٰذا مرفوع ہیں یعنی انہیں اس حال میں پائے کہ وہ دونوں یا ایک' بڑھاپے کی قید اس لئے لگائی کہ اس وقت ہی خدمت کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے اور بارگاہِ الٰہی میں بوڑھے کی دُعا زیادہ قبول ہوتی ہے وہ کریم' سفید داڑھی بالوں والے بندے کے پھیلے ہوئے ہاتھ خالی نہیں پھیرتا۔ اولاد کو چاہیے کہ ایسے وقت اور ایسے وقت کی خدمت کو غنیمت جانیں۔

ثُمَّ لَمْ یَدْخُلِ الْجَنَّۃَ اس طرح کہ ان کی نافرمانی کرے یا ان کی خدمت میں کمی کرے یا انہیں سخت الفاظ اور درشت لب ولہجے میں جواب دے۔ خیال رہے کہ بڑھاپے میں مزاج چڑچڑا ہو جاتا ہے اور غصہ بڑھ جاتا ہے' ایسے وقت میں ان کی سخت باتوں کو برداشت کرتا رہے' ایسے حالات میں ان کو راضی رکھے۔ انشاء اللہ دونوں جہاں میں آرام پائے گا' قرآن کریم فرماتا ہے۔

وَاِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَکَ الْکِبَرَ اَحَدُھُمَا اَوْ کِلَاھُمَا فَلَا تَقُلْ لَّھُمَا اُفٍّ وَّلَا تَنْھَرْھُمَا وَ قُلْ لَّھُمَا قَوْلًا کَرِیْمًا بڑھاپے کا ذکر بار بار اس لئے ہوتا ہے کہ وہ وقت سنبھالنے کا ہوتا ہے جس نے وہ وقت سنبھال لیا اس نے کمائی کر لی ایسے آڑے وقت میں ان پر دل کھول کر خرچ بھی کرے' ان

کی خدمت بھی کرے' ان کے لئے دُعا بھی کرے۔ بچپن میں یہ مجبور تھا تو والدین نے پرورش کی' نگہداشت کی اور اب وہ مجبور ہیں تو یہ انہیں سنبھالے' اللہ کی رحمت اسے سنبھالے گی۔

(مرقات)

یہاں صاحب شرح مسلم فرماتے ہیں کہ عن ابی بکر قال من زار قبر ابویه او احدهما فی کلّ یوم الجمعة فقراءِ عنده یٰس غفرله

(کامل لابن عدی)

یعنی حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ جو شخص ہر جمعہ کے دن اپنے ماں باپ یا ان میں سے کسی ایک کی قبر کی زیارت کرے اور وہاں سورہ یٰسین پڑھے تو اس شخص کی مغفرت ہو جائے گی۔ نیز حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ تین چیزوں کو دیکھنا عبادت ہے۔ ماں باپ کے چہرے کو دیکھنا' قرآن مجید کو' اور سمندر کو (ابو نعیم' شرح مسلم)

حدیث : ۱۰۵

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ تَعَلَّمُوْا مِنْ اَنْسَابِكُمْ مَا تَصِلُوْنَ بِهٖ اَرْحَامَكُمْ فَاِنَّ صِلَةَ الرَّحِمِ مَحَبَّةٌ فِی الْاَهْلِ مَثْرَاةٌ فِی الْمَالِ مَنْسَاَةٌ

فِی الْاَثَرِ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ ھٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ) مشکوٰۃ
باب البر والصلۃ

ترجمہ:۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنے نسب یاد رکھو' جس سے اپنے رشتے جوڑو کیونکہ رشتے جوڑنا گھر والوں میں محبت ہے' مال میں برکت ہے' عمر میں درازی ہے۔
(ترمذی اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے)

تشریح:۔

مَا تَصِلُوْنَ بِہٖ اَرْحَامَکُمْ اپنے ددھیال ننھیال کے رشتے یاد رکھو اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ کس سے ہمارا کیا رشتہ ہے تاکہ رشتوں کے مراتب کے مطابق حقوق ادا کئے جائیں۔ صِلہ رحمی کا ناطہ قائم رہے گا۔ اگر تم کو رشتوں کی خبر نہ ہوگی تو ان سے سلوک کیسے کرو گے؟

مِثْرَاۃٌ بنا ہے ثری سے بمعنی کثرت۔ اسی سے "ثروت" ہے۔ مثرات کے معنی ہیں مال میں اضافہ اور ذریعہ برکت۔

مَنْسَاۃٌ بنا ہے نساء سے بمعنی تاخیر یا دیر۔ اس لئے ادھار کو نسیہ کہتے ہیں کیونکہ اس کی وصولی میں دیر ہوتی ہے۔

صلہِ رحمی سے انسان کی عمر میں برکت ہوتی ہے۔ راحت' چین اور سکون کے باعث نعمتِ عمر میں اضافہ ہوتا ہے۔ قطع رحمی سے کشیدگی اور پریشانی

جنم لیتی ہے جبکہ صلہ رحمی سے خوشی و مسرت کے چشمے پھوٹتے ہیں اور قربتوں اور محبتوں کی فراوانی ہوتی ہے۔ (مرأت)

حدیث : ۱۰۶

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْسَ الْوَاصِلُ بِالْمُکَافِیْ وَلٰکِنَّ الْوَاصِلَ الَّذِیْ اِذَا قُطِعَتْ رَحِمُہٗ وَصَلَھَا (رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ) مشکوٰۃ باب البر والصلۃ

ترجمہ:

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رشتہ جوڑنے والا وہ نہیں جو یہ کہ چکا ہو لیکن جوڑنے والا وہ ہے کہ جب اس سے رشتہ توڑا جائے تو وہ اسے جوڑ دے۔

(بخاری، مشکوٰۃ باب البر والصلۃ)

تشریح:

وَصَلَھَا وہ اسے جوڑ دے، جو شخص اپنے عزیزوں سے سلوک کرے وہ کچھ کریں تو بدلہ چکانے کے لئے جواباً" کچھ کرے تو یہ کوئی کمال نہیں۔ کامل رشتے جوڑنے والا وہ ہے جو اپنے عزیزوں کی برائیکا بدلہ بھی بھلائی سے دے۔ وہ زیادتی کریں اور یہ حسنِ سلوک کا مظاہرہ کرے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل شریف

صلۂ رحمی اور حسنِ سلوک کی اکمل تفسیر ہے۔ حضرت یوسفؑ نے بھائیوں کے ستم سہہ کر ان کی پرورش فرمائی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ "اِدۡفَعۡ بِالَّتِیۡ هِیَ اَحۡسَنُ" غرض یہ کہ یہ حدیث طیبہ کمال اخلاق کی تعلیم دے رہی ہے۔ آج تعلیماتِ نبوی ﷺ سے دُوری کی وجہ سے گھروں قبیلوں اور خاندانوں سے سُکھ چین رخصت ہو رہا ہے۔ وہ ہمارے باپ کی وفات پر نہ آیا ہم اس کے کسی رشتے دار کی موت پر تعزیت کیوں کریں؟ اس طرح کا تصوّر حضور ﷺ کی تعلیمات کے منافی ہے۔ کاش کہ آج ہم پھر حضورؐ کی تعلیماتِ مقدّسہ کو سمجھیں اور رشتوں کے تقدّس کو کسی صورت پامال نہ ہونے دیں۔

(مراٰت)

حدیث : ۱۰۷

وَعَنۡ اَبِیۡ هُرَیۡرَةَ اَنَّ رَجُلًا قَالَ یَا رَسُوۡلَ اللّٰهِ اِنَّ لِیۡ قَرَابَةً اَصِلُهُمۡ وَیَقۡطَعُوۡنِیۡ وَاُحۡسِنُ اِلَیۡهِمۡ وَیُسِیۡـُٔوۡنَ اِلَیَّ وَاَحۡلُمُ عَنۡهُمۡ وَیَجۡهَلُوۡنَ عَلَیَّ فَقَالَ لَئِنۡ کُنۡتَ کَمَا قُلۡتَ فَکَاَنَّمَا تُسِفُّهُمُ الۡمَلَّ وَلَا یَزَالُ مَعَكَ مِنَ اللّٰهِ ظَهِیۡرٌ عَلَیۡهِمۡ مَا دُمۡتَ عَلٰی ذٰلِكَ (رَوَاهُ مُسۡلِمٌ) مشکوٰۃ باب البر والصلۃ۔

ترجمہ:

روایت ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہؐ میرے قرابت دار ہیں میں ان سے جوڑتا ہوں وہ مجھ سے توڑتے ہیں' میں ان سے بھلائی کرتا ہوں وہ مجھ سے برائی کرتے ہیں' میں ان سے بردباری سے برتتا ہوں وہ مجھ پر جہالت کرتے ہیں تو فرمایا کہ اگر تو ویسا ہی ہے جیسا کہہ رہا ہے تو تو انکے منہ میں بھوبل ڈال رہا ہے اور تیرے ساتھ اللہ کی طرف سے ان پر مددگار رہے گا جب تک تو اس حال پر رہے۔ (مسلم)

تشریح:

قرابت سے مراد ذی قرابت یعنی رشتہ دار ہیں۔ یہ صاحب ان کی شکایت بارگاہِ رسالت میں کر رہے ہیں۔ عرض کرتے ہیں کہ میں ہر طرح ان کی برائیوں کا بدلہ بھلائی سے دیتا ہوں۔ یہ دوسروں کی غیبت یا اپنی شیخی مارنا نہیں بلکہ مسئلہ دریافت کرنا ہے۔ تسف کے معنی ہیں ان کے منہ میں بھرتا ہے۔ ملّ میم کے فتح لام کے شد سے بمعنی گرم راکھ جسے اردو میں بھوبل کہا جاتا ہے۔ اس جملہ کے بہت معنی ہیں۔ (۱)۔ اس حالت میں ان لوگوں کو تیرا مال حرام ہے اور پھر وہ کھا رہے ہیں تو گویا اپنے منہ میں گرم راکھ بھر رہے ہیں۔ (۲)۔ ان کو ان حالات میں ایسی شرمندگی چاہئے کہ ان کے منہ جھلس جائیں جیسے بھوبل پڑ جانے سے منہ جھلس جاتا ہے۔ (۳)۔ ان کی برائیوں کے عوض تیرا ان سے سلوک کرنا گویا ان کے منہ میں بھوبل بھرنا ہے تو انہیں ذلیل کر رہا ہے۔ تیری عزت بڑھ رہی ہے اور ان کی شرمندگی و ذِلّت بڑھ رہی ہے۔ خیرات کرنے سے مال بڑھتا ہے اور عفو و کرم

سے عزت بڑھتی ہے۔

مَادُمْتَ عَلٰی ذٰلِکَ یعنی جب تک تیرا یہ حلم اور برائی کے عوض بھلائی ہے تب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے تجھے مدد پہنچتی رہے گی یا تجھ پر رب کی طرف سے فرشتہ مقرر رہے گا جو تجھے ان کے شر سے بچائے گا اور تیرے عزت و مال میں برکت دے گا۔ (مراٰت)

یہاں صاحب شرح مسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص قطع رحم کرنے والے کے ساتھ صِلۂ رحم کرتا ہے وہ ان کو جلی ہوئی راکھ کھلا رہا ہے۔ اس جلتی ہوئی راکھ کھانے کو اس عذاب سے تشبیہ دی ہے جو قطعِ رحم کرنے کی وجہ سے ان کو لاحق ہوگا اور اس میں حُسنِ سلوک کرنے والے پر کوئی ضرر نہیں ہے۔ یا اس کا مطلب یہ ہے کہ نیکی کرنے والے کی مسلسل نیکیوں اور بدکار کی مسلسل جفاؤں سے وہ دل میں جلتا ہے اور اپنی بدسلوکی کا احساس کر کے اپنی حقارت محسوس کرتا ہے جیسے کسی کے منہ پہ جلتی ہوئی آگ ڈال دی ہو نیز اس حدیث میں ہے کہ جب تک تم اس روش پہ رہو گے' اللہ کی طرف سے ان کے مقابلہ میں تمہارا ایک مددگار رہے گا۔ اس کا معنی یہ ہے کہ ان کی جفا کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ تمہیں صبر کی توفیق دیکر تمہاری مدد کرے گا اور دنیا و آخرت میں تمہارا درجہ بلند کرے گا۔ بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ جس شخص کے متعلق تمہیں یہ گمان ہے کہ وہ تمہارے سلام کا جواب نہیں دے گا تم اس کو سلام مت کرو کیونکہ تم سلام کر کے اس کو حرام کا مرتکب کر رہے ہو۔ یہ نکتہ غلط ہے بلکہ تم اس کو سلام کرو ہو سکتا ہے کہ وہ اس

سے توبہ کر لے اور تم کسی ظنی امر کی وجہ سے سُنت کو مت چھوڑو اور اس حدیث میں بھی اس قول کا رد ہے کیونکہ آپ نے سوال کرنے والے صحابی کو اس کے حُسنِ سلوک پر دوام اور بقاء کی ہدایت دی اور اس روش پر رہنے سے انسان کو بدی کے مقابلہ میں نیکی کرنے اور برائی کا جواب اچھائی سے دینے کا موقع ملتا ہے۔

(شرح مسلم علامہ غلام رسول سعیدی)

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر تم خوش رہنا چاہتے ہو تو دوسروں کو خوش رکھنے کی کوشش کرو۔

حدیث : ۱۰۸

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَجُلًا اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ اَصَبْتُ ذَنْبًا عَظِيْمًا فَهَلْ لِيْ مِنْ تَوْبَةٍ قَالَ هَلْ لَكَ مِنْ اُمٍّ قَالَ لَا قَالَ وَهَلْ لَكَ مِنْ خَالَةٍ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَبِرَّهَا (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

ترجمہ:

روایت ہے حضرت ابن عمرؓ سے کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو عرض کیا' یارسول اللہ میں نے بہت بڑا گناہ کر لیا ہے تو کیا میری توبہ ہو سکتی ہے؟ فرمایا کیا تیری ماں ہے' عرض کیا نہیں۔ فرمایا کیا تیری کوئی خالہ ہے' عرض کیا ہاں' فرمایا اس سے اچھا سلوک کرو۔

(ترمذی، مشکوٰۃ، باب البر والصلۃ)

تشریح:۔

اَصَبْتُ ذَنْبًا عَظِیْمًا یعنی میں نے قولی یا عملی بدترین گناہ کر لیا ہے، ایسے بدترین گناہ کی بھی توبہ ہو سکتی ہے یا نہیں؟ خیال رہے کہ یہاں سوال گناہ کے متعلق ہے کسی بندے کے حق کے متعلق نہیں کہ حق العبد بغیر ادا کئے یا بغیر اس صاحبِ حق کے معاف کئے معاف نہیں ہوتا۔

فَبَرَّهَا یہ ہے حضورؐ کی شان پردہ پوشی کہ اس سے یہ نہیں پوچھا کہ تو نے گناہ کیا کیا ہے تاکہ وہ لوگوں کے سامنے بیان کر کے رسوا نہ ہو۔ حضورؐ کو معلوم تھا کہ اس نے گناہ کیا ہے جو صِلۂ رحمی کی وجہ سے معاف ہو سکتا ہے، کسی کا حق نہیں مارا ہے جس کی معافی صِلۂ رحمی وغیرہ، نیک عمل سے نہ ہو سکے۔ اس فرمانِ عالی سے دو مسئلے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ صِلۂ رحمی سے گناہ معاف ہوتے ہیں کہ صِلۂ رحمی بھی نیکی ہے اور نیکیوں سے گناہوں کی معافی ہوتی ہے۔ ربِّ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّ الْحَسَنَاتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّئَاتِ دوسرا یہ کہ چھپے گناہ کی توبہ بھی چھپ کر ہی کرے۔ ہاں علانیہ گناہ کی توبہ علانیہ کرے۔ اَلتَّوْبَةُ عَلٰی قَدْرِ الْحُوْبَةِ توبہ گناہ کے حد کی ہو۔ اس سے نبی کریمؐ کے علمِ غیب کا بھی ثبوت ہوا۔

(مرأت)

حدیث : ۱۰۹

وَعَنْ اَبِیْ اُسَیْدِ السَّاعِدِیِّ قَالَ بَیْنَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذْجَاءَہٗ رَجُلٌ مِنْ بَنِیْ سَلْمَۃَ فَقَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ ھَلْ بَقِیَ مِنْ بِرِّ اَبَوَیَّ شَیْءٌ اَبَرُّھُمَا بِہٖ بَعْدَ مَوْتِھِمَا قَالَ نَعَمْ اَلصَّلٰوۃُ عَلَیْھِمَا وَالْاِسْتِغْفَارُ لَھُمَا وَاِنْفَاذُ عَھْدِھِمَا مِنْ بَعْدِ ھِمَا وَاِصِلَۃُ الرَّحِمِ الَّتِیْ لَا تُوْصَلُ اِلَّا بِھِمَا وَاِکْرَامُ صَدِیْقِھِمَا

(رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَۃَ) مشکوٰۃ باب البر والصلۃ

ترجمہ:۔

روایت ہے حضرت ابو اسید ساعدیؓ سے فرماتے ہیں جب کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس تھے کہ بنی سلمہ کا ایک آدمی آیا عرض کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ کیا میرے والدین کی بھلائیوں میں سے کوئی بھلائی باقی ہے؟ جو میں ان کی موت کے بعد ان سے کروں' فرمایا ہاں ان کے لئے دعاءِ رحمت' ان کی بخشش کی دُعا' ان کے بعد ان کے وعدے پورے کرنا اور ان رشتوں کو جوڑنا جو ان ہی کی وجہ سے ہی جوڑے جائیں اور ان کے دوستوں کا احترام کرنا۔

(ابو داؤد' ابن ماجہ)

تشریح۔

اُسَیْدِ سَاعِدِی ؓ صحابی انصاری ہیں۔ تمام غزوات میں حضورؐ کے ساتھ رہے۔ آپ سے بہت محدّثین نے روایات کیں۔ آخر عمر میں نابینا ہو گئے تھے۔ (۷۸) سال عمر پائی۔ ۶۰ ھ میں وفات ہوئی۔ آپ سارے بدری صحابہ میں آخری صحابی تھے۔ آپ کی وفات سے بدری صحابہ کا سلسلہ ختم ہوا بڑی عظمت والے تھے۔

هَلْ بَقِیَ مِنْ بِرٍ یعنی میرے والدین انتقال کر چکے ہیں اب میں ان سے کوئی سلوک کیسے کروں' دل کرتا ہے کہ سلوک کا سلسلہ جاری رہے۔ رحمتہ للعالمینؐ نے فرمایا' تم ان کے ساتھ چار قسم کے سلوک کر سکتے ہو۔ ایک تو انکے لئے دعائے خیر' اور ان کے گناہوں کی معافی کی رب سے درخواست دُعا میں نماز جنازہ بھی داخل ہے۔

(مرقات)

ہر نماز کے آخر میں رَبِّ اغْفِرْلِی وَلِوَالِدَیَّ پڑھنا بھی ان کے نام پر صدقات و خیرات کرنا بھی ان کی طرف سے حج بدل کرنا یا کرانا بھی۔ ان کا ۳واں' دسواں' چالیسواں اور برسی وغیرہ کرنا بھی۔ الغرض یہ لفظ بہت جامع ہے۔

(مرأت)

مزید یہ کہ خالقِ کائنات نے ہمیں یہ دعا مانگنا بھی بتایا ہے۔ ارشادِ باری ہے۔ وَقُلْ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِي صَغِيْرًا والدین کی وصیت

پوری کرنا۔ انہوں نے اپنی زندگی میں کسی سے جو وعدہ کیا ہو اور بغیر پورا کئے مر گئے ہوں وہ پورا کرنا اس میں ادائے قرض بھی شامل ہے۔ بعض لوگ اپنے والدین کی اچھی رسمیں باقی رکھتے ہیں۔ یہ بھی اسی میں داخل ہے اگر والدین کسی تاریخ کو خیرات کرتے تھے یا میلاد شریف یا گیارھویں کرتے تھے تو وہ ہمیشہ نبھاتے رہیں۔ جس مسجد میں نماز پڑھتے تھے اس مسجد کی آبادی کی کوشش کرنا۔ جس خانقاہ سے انہیں عقیدت تھی اس خانقاہ سے وابستہ رہنا' یہ تمام صورتیں اسی حدیث میں داخل ہیں۔

لَا تُوْصَلُ اِلَّا بِهِمَا اس فرمانِ عالی کے دو مطلب ہو سکتے ہیں ایک یہ ہے کہ جن عزیزوں سے رشتہ صرف ماں یا باپ کی وجہ سے ہو دوسری وجہ سے نہ ہو ان سے سلوک کرنا کہ یہ میرے والدین کی خوشنودی کا ذریعہ ہے' اس میں بھائی' بہن' چچا' ماموں' پھوپھی' خالہ سب ہی داخل ہیں۔ دوسرا یہ کہ خالص رضاء والدین کے لئے ان سے سلوک کرنا اپنی ناموری یا شہرت وغیرہ کو دخل نہ دے' اس سے معلوم ہوا کہ بندوں کی رضا کے لئے کام کرنا بھی بعض صورتوں میں ثواب کا باعث ہے۔ لہذا حضورؐ کی رضا کے لئے نیک اعمال کرنا بالکل جائز ہے۔ شرک یا گناہ نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حق والدین سے زیادہ ہے۔ مرقات اور اشعہ نے اسی دوسرے احتمال کو اختیار کیا۔ غرضیکہ ان عزیزوں کی والدین کی رضا کے لئے خدمت کرے اور والدین کی رضا اللہ و رسولؐ کے لئے چاہیے۔

اِكْرَامُ صِدِيْقِهِمَا احترام میں تعظیم و اکرام بھی شامل ہے اور ان کی خدمت ان پر مال خرچ کرنا بھی شامل ہے۔ بیٹے کو چاہیئے کہ باپ کے دوستوں سے

اچھا سلوک کرے اور ماں کی سہیلیوں کی قدر کرے۔

(مرأت)

حدیث : ۱۱۰

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْعَبْدَ لَيَمُوْتُ وَالِدَاهُ اَوْ اَحَدُهُمَا وَاِنَّهٗ لَهُمَا لَعَاقٌّ فَلَا يَزَالُ يَدْعُوْلَهُمَا وَيَسْتَغْفِرُ لَهُمَا حَتّٰى يَكْتُبَهُ اللّٰهُ بَارًّا (رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ) مشکوٰۃ باب البر والصلۃ

ترجمہ:

روایت ہے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کوئی بندہ جس کے ماں باپ یا ان میں سے ایک فوت ہو جائے اور وہ ان کا نافرمان ہو پھر وہ ان کے لئے دعا کرتا رہے' بخشش مانگتا رہے۔ حتیٰ کہ اللہ اسے نیکوکار لکھ دیتا ہے۔

(بیہقی شعب الایمان)

تشریح:

شارح مشکوٰۃ فرماتے ہیں کہ والدین کی نافرمانی میں حق اللہ کی تلفی بھی ہے اور حق العباد کی بربادی بھی۔ لہٰذا یہ ہملاں گناہ بھی ہے اور ماں باپ کا حق مارنا بھی اور یہ گناہِ کبیرہ ہے۔

يَدْعُوْ لَهُمَا وَيَسْتَغْفِرُ لَهُمَا یعنی یہ نافرمان والدین کی وفات کے بعد اولاً نافرمانی سے توبہ کرے۔ پھر مرتے دم تک ان کے لئے گناہوں سے بخشش کی دعا اور ایصالِ ثواب کرتا رہے تو ربِ تعالٰی برزخ میں اسکے والدین کو اس سے راضی کردے گا۔ یاد رہے کہ گناہِ کبیرہ بغیر توبہ معاف نہیں ہوتا۔

(مرقات)

ہم لوگ ماں باپ کی وفات کے بعد ان کا ۳ واں' ۴۰ واں' ۱۰ واں اور برسی وغیرہ یا وقتاً فوقتاً ان کے نام پر جو خیرات کرتے ہیں ان سب کی اصل یہ حدیث ہے بلکہ ہر نمازی نماز ختم کرتے وقت ماں باپ کو دعائیں دیکر سلام پھیرتا ہے۔ رَبَّنَا اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ۔

(مراۃ)

حدیث ۱۱۱

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ وَلَدٍ بَارٍّ یَنْظُرُ اِلٰی وَالِدَیْہِ نَظْرَۃَ رَحْمَۃٍ اِلَّا کَتَبَ اللّٰہُ لَہٗ بِکُلِّ نَظْرَۃٍ حَجَّۃً مَبْرُوْرَۃً قَالُوْا وَاِنْ نَظَرَ کُلَّ یَوْمٍ مِائَۃَ مَرَّۃٍ قَالَ نَعَمْ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَاَطْیَبُ

(رَوَاہُ الْبَیْہَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ) مشکوٰۃ باب البر والصلۃ

ترجمہ:-

روایت ہے حضرت ابن عباسؓ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں ہے کوئی اپنے ماں باپ سے بھلائی کرنے والا لڑکا جو اپنے والدین کو ایک نظرِ رحمت سے دیکھے مگر اللہ اس کے لئے نظر کے عوض مقبول حج لکھتا ہے' عرض کیا کہ اگرچہ ہر دن سو بار دیکھے فرمایا ہاں اللہ سب سے بڑا ہے اور سب سے پاک ہے۔

(بیہقی شعب الایمان)

تشریح:-

شارح مشکوٰۃ فرماتے ہیں کہ اطاعت شعار لڑکے کو فرمانبرداری کا ثواب تو ملے گا ہی لیکن پیار اور محبت سے انہیں دیکھنے کا الگ ثواب ملے گا۔ غور کیجئے کہ جب والدین کے دیکھنے کا اتنا ثواب ہے تو جو مومن ان آنکھوں سے حضورؐ کا چہرہ انور محبت سے دیکھے اس کو ثواب کتنا ملے گا۔ اس کا اندازہ میری عقل سے وراء ہے۔ سرکار دو جہاں ﷺ کے نامِ پاک کو محبت سے دیکھنا چومنا بھی ثواب ہے۔

خوشا وہ وقت کہ طیبہ مقام تھا ان کا
خوشا وہ وقت کہ دیدار عام تھا ان کا

عرض کیا گیا کہ اگر دن میں سو بار دیکھے تو پھر۔ (شاید) سائل نے سمجھا ہو گا کہ دن بھر کی نگاہیں ایک بار میں شمار ہوں گی اس لئے یہ سوال کر کے مسئلہ حل

کرالیا کہ اگر والدین کو دن بھر میں سَو دفعہ بھی اگر نظرِ رحمت سے دیکھا جائے تو ہر بار دیکھنے کا ثواب حجِ مقبول ہے۔

(مرأت)

حضورؐ کا جواب اللہ اکبر سے دنیا اس لئے ہے کہ اللہ کو ایسی چیزوں کی پرواہ نہیں کہ کتنا دیا اور کتنا دے رہا ہوں وہ ایسے احساسات سے بہت بلند ہے۔

حدیث ۱۱۲:

وَعَنْ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ لَا تُطْرُوْنِیْ كَمَا اَطْرَتِ النَّصَارٰی اِبْنَ مَرْيَمَ فَاِنَّمَا اَنَا عَبْدُهٗ فَقُوْلُوْا عَبْدُ اللّٰہِ وَرَسُوْلُهٗ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) مشکوٰۃ باب المفاخرۃ والعصبیۃ

ترجمہ:۔

روایت ہے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم مجھے ایسا نہ بڑھاؤ جیسا عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ ابن مریمؑ کو بڑھایا' میں اس کا بندہ ہی ہوں تو کہو اللہ کے بندے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم (بخاری و مسلم)

تشریح:۔

لَا تُطْرُوْ بنا ہے اَطْرَاءٌ سے بمعنی مبالغہ کرنا' جھوٹی تعریف کرنا' حد

سے بڑھانا یعنی مجھے خدا یا خدا کا بیٹا یا خدا تعالیٰ کا رشتہ دار عزیز نہ کہو کہ یہ چیزیں ہم جنسوں میں ہوتی ہیں۔ ربِ تعالیٰ جنس سے پاک ہے۔ یہاں خاص مبالغہ کی ممانعت ہے یعنی جس قسم کا مبالغہ عیسائیوں نے عیسیٰؑ کے بارے میں کیا تم میرے بارے میں وہ نہ کرو۔

عَبْدُ اللّٰہِ وَ رَسُوْلُہٗ اس کے معنی یہ نہیں کہ تم مجھے عبد اللہ و رسولہٗ کے سوا کچھ نہ کہو' نہ شفیع المذنبین کہو' نہ رحمتہ اللعالمین کہو بلکہ مطلب یہ ہے کہ میری وہ صفات بیان کرو جو عبدیت کے ماتحت ہوں۔ الوہیّت والی صفات مت بیان کرو لہٰذا یہ حدیث ان احادیث کے متعارض نہیں۔ انا سید و لد آدم یا جیسے انا خطیبم اذا صمتوا۔ نہ یہ حدیث قرآن کریم کی آیاتِ نعت کے خلاف ہے۔

ربِ تعالیٰ فرماتا ہے۔ یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا وَّ دَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَ سِرَاجًا مُّنِیْرًا حق یہ ہے کہ سواء ابن اللہ وغیرہ کے جو تعریف کر سکتے ہو کرو۔ امام بوصیریؒ فرماتے ہیں۔

دع ما ادعتہ النصاری فی نبیھم
و احکم بما شئت من شرف و من عظم
فان فضل رسول اللہ لیس لہ
حد فیعرب عنہ ناطق بفم

سوائے ابن اللہ وغیرہ کے باقی جو کہہ سکتے ہو کہو کہ ہمارے الفاظ محدود ہیں۔ حضورؐ کی صفات غیر محدود ساری دنیا' ساری عمر حضورؐ کی صفتیں بیان کرے' سمندر کا قطرہ بیان نہیں ہو سکتا کہ غیر محدود کو محدود کس طرح بیان کرے۔

ہمارے الفاظ محدود ہیں۔ ۲۸ (اٹھائیس) حرفوں میں حضورؐ کے صفات لا محدود ہیں۔ (مرأت)

اس طرح علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں۔

عبد دیگر عبدہٗ چیزے دگر
ایں سراپا انتظار اُو منتظر

اسی جگہ شیخ محقق عبدالحق محدّث دہلوی اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں۔

و بحقیقت ہیچ یکے جز خدا حقیقت او را نداند
و ثنائے او نتواند گفت زیرا کہ او را چنانچہ اوست۔
ہیچکس جزؔ خدا نشناسد چنانکہ خدا را چوں او کس شناخت

(ترجمہ) اور حقیقت یہ ہے کہ خدا کے بغیر حضورؐ کی حقیقت کو کوئی نہیں جانتا اور آپ کی تعریف نہیں کر سکتا۔ چنانچہ حضورؐ کی ذات کو خدا نے ہی پہچانا ہے اور خدا کی ذات کو حضور ﷺ نے ہی پہچانا ہے۔ (اشعۃ اللمعات)

حدیث ۱۱۳ :

وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ دَعَا رَجُلًا بِالْکُفْرِ اَوْقَالَ عَدُوَّ اللّٰہِ وَلَیْسَ کَذٰلِکَ اِلَّاحَارَعَلَیْہِ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ) باب حفظ اللسان من الغیبۃ والشتم۔

ترجمہ

روایت ہے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کسی شخص کے کافر ہونے کا دعویٰ کرے یا کہے اللہ کا دشمن اور وہ ایسا ہو نہیں، مگر وہ اس پر لوٹتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

تشریح:-

شارح مشکوٰۃ مفتی احمد یار خاں نعیمیؒ فرماتے ہیں کہ کسی مسلمان کو کافر یا فاسق نہ کہو کیونکہ اگر وہ واقعی کافر یا فاسق ہُوا تب تو یہ لفظ اس پر صادق آئے گا ورنہ کہنے والے پر کہ یہ کہنے والا یا کافر و فاسق ہو جائے گا یا کافر و فاسق کہنے کا وبال اس پر پڑے گا۔ مطلب یہ ہے کہ مسلمان کا کسی عقیدہ اسلامیہ کی وجہ سے کافر کہنے والا یا ایسے مسلمان کو جس کا اسلام یقینی قطعی ہو کہنے والا خود کافر ہے۔ بطور گالی کافر کہنے کا سخت گنہگار ہے۔ جیسے کسی کو حرامی کہا تو اسے حدِ قذف لگ سکتی ہے۔

(مرأت)

حدیث ۱۱۴:

وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْسَابُكُمْ هٰذِهٖ لَيْسَتْ بِمَسَبَّةٍ عَلٰى اَحَدٍ كُلُّكُمْ بَنُوْ اٰدَمَ طَفُّ الصَّاعِ بِالصَّاعِ لَمْ تَمْلَؤُهُ لَيْسَ

لِاَحَدٍ عَلٰی اَحَدٍ فَضْلٌ اِلَّا بِدِیْنٍ وَتَقْوٰی لِفَی بِالرَّجُلِ اَنْ یَکُوْنَ بَذِیًّا فَاحِشًا بَخِیْلًا (رَوَاہُ اَحْمَدُ وَالْبَیْہَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ)

ترجمہ:-

حضرت عقبہ بن عامر سے روایت ہے' فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے یہ نسب کسی پر گالی کا سبب نہیں ہیں۔ تم سب آدم کی اولاد ہو جیسے صاع کی چیز صاع (ٹوپہ) سے ہے۔ جسے اس نے بھرا نہ ہو۔ کسی کو کسی پر کوئی برتری نہیں مگر دین اور تقویٰ سے۔ انسان کے لئے یہ عار کافی ہے کہ وہ بد زبان فحش گو کنجوس ہو۔

(احمد' بیہقی' مشکوٰۃ باب المفاخرۃ والعصبیۃ)

تشریح:-

لَیْسَتْ بِمَسَبَّۃٍ نسب گالی کا باعث نہیں۔ کوئی کسی کو نسب کی گالی نہ دے۔ جیسے کہا جاتا ہے او جولاہے! او نائی! وغیرہ' اگر حقارت کرنا مقصود ہو تو یہ حرام ہے۔ یہ مرض پھیلتا جا رہا ہے جس سے انسانیت کی تحقیر ہوتی ہے۔

طَفَّ ط کے فتحہ سے ف کے شد سے بمعنی کم ہونا یا کم کرنا۔ اسی سے ہے تطفیف' بمعنی کم تولنا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

"وَیْلٌ لِّلْمُطَفِّفِیْنَ" اصطلاح میں طَفَّ وہ چیز ہے جو صاع (ٹوپہ)

وغیرہ پیانہ میں بھری جائے مگر اسے پُر نہ کرے کچھ خالی رہے' مطلب یہ ہے کہ ہر انسان پورا کامل انسان نہیں' اسمیں کچھ کمی ضرور ہے جیسے صاع پیانہ کا طَفّ کہ اس میں کمی ہوتی ہے۔

بَذِيًّا فَاحِشًا بَخِيلًا بد زبانی' فحش گوئی اور کنجوسی یہ خصلتیں باعث شرم و عار ہیں نہ کہ نسب۔ ان عیوب سے بچنے کی کوشش کرو نسب پر طعن کیسا۔ رزق حلال کمانے کے لئے جو بھی پیشہ اختیار کیا جائے درست ہے ہاں آج کل کچھ ایسے کاروبار بھی چل نکلے ہیں جن سے فحاشی و عریانی اور مغربیّت کو فروغ مل رہا ہے اور ہمارے نوجوان اخلاقی بے راہ روی کا شکار ہو رہے ہیں۔ یہ واقعی قابلِ مذمت ہیں۔ مثلاً" انڈین فلموں کے وڈیو کیسٹ' بلیو پرنٹ' یہ سب "فاحشا" کے زمرے میں آتے ہیں۔ ایسی کمائی جو مخربِ اخلاق لٹریچر یا کسی ایسی سرگرمی سے حاصل کی جائے جس کی اسلام اجازت نہیں دیتا' مذموم ہے۔ مذکورہ حدیثِ مقدّسہ میں واضح کیا گیا ہے کہ سب آدم کی اولاد ہیں۔ فضیلت کا معیار تقویٰ اور دین ہے۔ قابلِ نفرت رذائل (بدزبانی' بے حیائی اور کنجوسی) ہیں۔ (مرأت)

حدیث: ۱۱۵

وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَجُلًا مِنْ اَهْلِ الْبَادِيَةِ كَانَ اِسْمُهٗ زَاهِرَ ابْنَ حَرَامٍ وَكَانَ يُهْدِيْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْبَادِيَةِ فَجَهَّزَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهِ

وَسَلَّمَ اِذَا اَرَادَ اَنْ يَّخْرُجَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
اِنَّ زَاهِرًا بَادِيَتُنَا وَنَحْنُ حَاضِرُوْهُ وَكَانَ النَّبِيُّ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّهٗ وَكَانَ دَمِيْمًا فَاَتَى النَّبِيُّ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا وَهُوَ يَبِيْعُ مَتَاعَهٗ فَاحْتَضَنَهٗ
مِنْ خَلْفِهٖ وَهُوَ لَا يُبْصِرُهٗ فَقَالَ اَرْسِلْنِيْ مَنْ هٰذَا
فَالْتَفَتَ فَعَرَفَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ
لَا يَالُوْمَا اَلْزَقَ ظَهْرَهٗ بِصَدْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ حِيْنَ عَرَفَهٗ وَجَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَقُوْلُ مَنْ يَّشْتَرِي الْعَبْدَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِذًا وَّاللّٰهِ
تَجِدُنِيْ كَاسِدًا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
لٰكِنْ عِنْدَ اللّٰهِ لَسْتَ بِكَاسِدٍ (رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ)
مشکوٰۃ باب المزاح۔

ترجمہ:۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ دیہاتیوں میں سے ایک شخص زاہر بن حرام تھے اور وہ حضور نبی کریم ﷺ کے لئے ہدیہ لاتے تھے' پھر رسول اللہ ﷺ انہیں سامان دیتے تھے۔ جب وہ جانا چاہتے ' نبی کریم

نے فرمایا کہ زاھر ہمارے دیہاتی بھائی ہیں اور ہم زاھر کے شہری ہیں اور نبی کریمؐ ان سے محبت کرتے تھے' وہ خوبصورت نہ تھے۔ ایک دن نبی کریم ﷺ تشریف لائے' زاھر اپنا سامان بیچ رہے تھے۔ حضورؐ نے پیچھے سے اپنی گود میں لے لیا وہ حضور ﷺ کو نہ دیکھتے تھے۔ بولے یہ کون ہیں؟ مجھے چھوڑ دو انہوں نے التفات کیا تو نبی کریمؐ کو پہچان لیا تو انہوں نے کمی نہیں کی۔ اپنی پشت نبی کریمؐ کے سینہ انور سے رگڑنے لگے جبکہ حضورؐ کو پہچان لیا اور نبی کریمؐ فرمانے لگے' اس غلام کو کون خریدتا ہے؟ وہ بولے تب تو اللہ کی قسم آپؐ مجھے بے قیمت پائیں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لیکن تم اللہ کے نزدیک بے قیمت نہیں ہو۔ (شرح سنہ)

تشریح:۔

حدیث مذکورہ میں جن خوش نصیب صحابی حضرت زاھر بن حرام کا ذکر ہے ان کے حالات معلوم نہیں ہو سکے حتیٰ کہ صاحبِ مشکوٰۃ نے اپنی کتاب اکمال میں بھی بیان نہیں کئے' کیونکہ یہ صحابی کسی حدیث کے راوی نہیں ہیں۔

یُھْدِی لِلنَّبِیِّ ﷺ دیہاتی چیزیں پھل پھلاری' کھیت کی پیداوار وغیرہ حضور انور ﷺ کے لئے تحفہ ہی لایا کرتے تھے۔

فَجَھَّزَہٗ جب زاہر رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ سے جانے لگتے تو حضورؐ شہر میں پائی جانے والی چیزیں انہیں بطور ہدیہ تحفہ عنایت فرماتے کہ وہ اپنے بچوں کے لئے گھر لے جائیں۔

زَاھِرًا بَادِیَتُنَا وَ نَحْنُ حَاضِرُوْہُ یعنی زاھر ہماری دیہاتی ضرورتیں پوری کرتے رہتے ہیں' اور ہم زاھر کی شہری ضروریات پوری کرتے

ہیں۔ گویا زاھر ہمارا گاؤں ہیں اور ہم زاھر کا شہر۔ یہ اخلاقِ کریمانہ ہیں کہ اپنے غلاموں کو ان القاب سے نوازتے ہیں۔

دَمِیْمًا اگر وہ ویسے ہی تھے جیسے حبشی لوگ خصوصا" دیہاتی ہوتے ہیں۔ شکل و لباس دیہات کا سا۔ دَمِیْم کے معنی ہوتے ہیں بد شکل۔ مگر اس کی شکل پر ہزارہا حسین قربان کہ جن سے حضور نبی کریم ؐ محبت فرماتے تھے۔ جسے پیا چاہے وہ سہاگن۔

(مرقات)

فَاحْتَضَنَهُ مِنْ خَلْفِهٖ اس طرح کہ حضور انورؐ ان کے پیچھے بیٹھے۔ انہیں پیچھے سے اپنی گود میں لے لیا۔ انکی بغلوں میں سے ہاتھ ڈال کر اپنا ہاتھ شریف زاھر کی آنکھوں پر رکھ لیا۔ یعنی پہچانو ہم کون ہیں۔ یہ واقعہ بیچ بازار ہو رہا ہے۔ کاش اس وقت میں بھی وہاں ہوتا اور حضرت زاھر کے قدموں سے اپنی آنکھیں ملتا۔ حضرت زاھر پہچان تو پہلے ہی گئے ہوں گے بھلا حضورؐ کی خوشبو اور مہک کسی اور میں کہاں۔ مقصد یہ ہے کہ جب انہوں نے حضورؐ کو آنکھوں میں دیکھ لیا بذریعہ کنکھیوں کے۔ لہٰذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ حضورؐ کے جسمِ اطہر میں ایسی خوشبو تھی کہ جس گلی سے گزرتے وہاں کے گھروں میں بیٹھے ہوئے لوگ پہچان جاتے تھے کہ حضورؐ گزرے۔

آمدی از پس بیازی چشم پوشیدی مرا
اے نگارِ دست رنگیں دست بکشا کیستی

فَجَعَلَ لَا يَأْلُو مَا اَلزَقَ ظَهْرَهٗ حضرت زاہر نے یہ موقع غنیمت جانا کہ خود حضور انورؐ نے مجھے اپنی گود میں لے لیا ہے اور اپنا سینہ میری پشت سے متصل کر دیا ہے ایسے موقعے بار بار ہاتھ نہیں آتے اس نے اپنی پشت کو حضور ﷺ کے سینہ انور سے خوب مس کیا برکت حاصل کرنے کے لئے۔ معلوم ہوا کہ اپنے خدام سے خوش طبعی کرنا سنت رسول اللہؐ سے ثابت ہے اور برکت کے لئے بزرگوں کا جسم ان کے کپڑے چھونے سنت صحابہ ہے۔

مَنْ يَّشْتَرِي الْعَبْدَ یہ کلام بالکل حق ہے۔ عبد سے مراد عبداللہ اور خریدنے سے مراد ہے اس کے عوض دوسرا لانا یعنی کون ہے جو اس جیسا اللہ کا بندہ مجھے دکھائے یا اشتراء میں تجرید ہے۔ لہٰذا بمعنی ماخذ ہے' یعنی اس اللہ کے بندے کو کون لیتا ہے مجھ سے۔

(مرقات)

وَاللّٰهِ تَجِدُنِيْ كَاسِدًا یعنی مجھ میں نہ شکل نہ عقل نہ رنگ نہ ڈھنگ' مجھے کون قبول کرے گا ایسوں کو کون لیتا ہے۔ کاسد کا معنی ہوتا ہے کھوٹا ردی۔

لَسْتَ بِكَاسِدٍ یعنی اللہ کے نزدیک تم کاسد نہیں ہو۔ جو حضورؐ کا ہو جائے وہ بے قیمت کیسے ہو سکتا ہے ان کی قیمت سارا جہاں نہیں ہو سکتا۔ مدینہ منورہ میں ایک صاحب تھے بازار میں جو نئی چیز دیکھتے حضور انورؐ کی خدمت میں ہدیتہً لے آتے تھے۔ جب چیز کا مالک قیمت مانگتا تو اسے بھی حضورؐ کے پاس لے

آتے۔ عرض کرتے حضورؐ فلاں دن جو آپ کے پاس فلاں چیز میں نے حاضر کی تھی اس کی قیمت اسے دے دیں' یہ تقاضا کر رہا ہے۔ حضور ﷺ تبسم فرما کر فرماتے کہ تم نے تو وہ چیز ہم کو ہدیۃ" دی تھی۔ عرض کرتے' حضورؐ میرے پاس اس کی قیمت کہاں سے آئی۔ حضورؐ قیمت ادا فرماتے مگر ان سے کچھ نہ کہتے۔

(مرقات)

حدیث : ۱۱۶

وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ قَالَ اسْتَأْذَنَ اَبُوْبَكْرٍ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَمِعَ صَوْتَ عَائِشَةَ عَالِيًا فَلَمَّا دَخَلَ تَنَاوَلَهَا لِيَلْطِمَهَا وَقَالَ لَا اَرَاكِ تَرْفَعِيْنَ صَوْتَكِ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ يَحْجُزُهُ وَخَرَجَ اَبُوْبَكْرٍ مُغْضَبًا فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ حِيْنَ خَرَجَ اَبُوْبَكْرٍ كَيْفَ رَأَيْتِنِيْ اَنْقَذْتُكِ مِنَ الرَّجُلِ قَالَ فَمَكَثَ اَبُوْبَكْرٍ اَيَّامًا ثُمَّ اسْتَأْذَنَ فَوَجَدَهُمَا قَدِ اصْطَلَحَا فَقَالَ لَهُمَا اَدْخِلَانِيْ فِيْ سِلْمِكُمَا اَدْخَلْتُمَانِيْ فِيْ حَرْبِكُمَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ فَعَلْنَا قَدْ فَعَلْنَا (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

مشکوٰۃ باب المزاح۔

ترجمہ:

روایت ہے حضرت نعمان ابن بشیر سے فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت مانگی تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی آواز بلند سنی' تو جب آئے تو انہیں پکڑا تاکہ طمانچہ مار دیں اور فرمایا میں تم کو نہ دیکھوں کہ تم اپنی آواز کو نبی کریمؐ سے اونچی کرتی ہو تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو روکنے لگے اور حضرت ابوبکرؓ ناراض ہو کر چلے گئے۔ نبی کریمؐ نے فرمایا جبکہ ابوبکر صدیقؓ چلے گئے' بولو تم نے مجھے کیسا دیکھا' میں نے تم کو ان صاحب سے بچا لیا۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر کچھ دن حضرت ابوبکرؓ ٹھہرے' پھر اجازت مانگی تو ان دونوں حضرات کو صلح اور محبت میں پایا۔ عرض کیا کہ مجھے اپنی صلح صفائی میں داخل کر لو جس طرح تم نے مجھے اپنی لڑائی میں داخل کیا تھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم نے کر لیا' ہم نے کر لیا۔

(ابوداؤد)

تشریح:

نعمان ابن بشیر' آپ اسلام میں پہلے فرزند ہیں جو اسلام میں پیدا ہوئے۔ حضور انورؐ کی وفات کے وقت آپ کی عمر آٹھ سال سات ماہ تھی۔ آپکے والدین صحابی ہیں۔ (مرأت)

صَوْتَ عَالِیًا" عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی بات کا جواب بلند آواز سے دے رہی تھیں یا بے پرواہی میں یا غصہ میں۔ محبوب کا غصہ بھی پیارا ہوتا ہے۔ اسی لئے اس پر قرآن مجید میں عتاب نہیں آیا۔

ورنہ قرآن کریم فرماتا ہے۔ لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ۔

لَا اَرَاکِ اس جملہ کی روایت تین طرح ہے۔ لااراک۔ میں تم کو دیکھ رہا ہوں، میں تم کو آئندہ نہ دیکھوں، کیا میں ، تم کو نہیں دیکھتا۔ دوسری روایت قوی تر ہے کہ یہ کلمہ نہیں اور مطلب یہ ہے کہ آپ نے گذشتہ پر سزا دینے کے لئے طمانچہ مارنا چاہا اور آئندہ کے لئے منع فرمایا۔ یہ طمانچہ اس تادیب میں سے ہے جو والدین اپنی اولاد کو کیا کرتے ہیں۔ (مرأت)

ملا علی قاری حنفی مرقات میں فرماتے ہیں کہ یہ کلمۂ دعا ہے۔ یعنی خدا کرے میں تم کو حضورؐ کے سامنے اونچی آواز کرتے نہ دیکھوں۔

(مرقات)

یَحْجُزُہٗ یا اس طرح کہ حضور انورؐ نے صدیق اکبرؓ کو پکڑ لیا کہ وہ نہ ماریں یا اس طرح کہ حضور انورؐ دونوں کے درمیان آڑ ہو گئے کہ حضرت صدیقؓ و حضرت صدیقہؓ کے درمیان کھڑے ہو گئے۔

خَرَجَ اَبُوْبَکْرٍ مُغْضَبًا ابوبکرؓ عائشہ صدیقہؓ پر ناراض ہو کر گھر سے باہر چلے گئے۔ یہ ناراضگی بھی عبادت ہے۔

مِنَ الرَّجُلِ یہاں حضورؐ نے من ایک نہ فرمایا، الرّجل فرمایا، یعنی بہادر مرد، جسے اللہ و رسولؐ کے لئے تم پر غصہ آیا۔ یہ غصہ ان کی بہادری کی علامت ہے۔

(مرقات)

حضرت صدیق اکبرؓ کچھ روز حضرت عائشہؓ کے گھر نہ آئے۔ اتفاقاً یا حضرت صدیقہؓ پر ناراضگی کی وجہ سے۔ پہلا احتمال قوی ہے پھر حاضر ہوئے، شاید تین روز کے بعد حاضر ہوئے تو حضورؐ نے نہایت شفقت و مہربانی فرمائی اور خوشی کے جذبہ میں تین بار یا دو بار یہ الفاظ دہرائے کہ قَدْ فَعَلْنَا

(مرأت)

حدیث : ۱۱۷

وَعَنِ الْمِقْدَادِ بْنِ الْاَسْوَدِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا رَءَیْتُمُ الْمَدَّاحِیْنَ فَاحْثُوْا فِیْ وُجُوْھِھِمُ التُّرَابَ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ) مشکوٰۃ باب حفظ اللسان من الغیبۃ والشتم۔

ترجمہ:۔

روایت ہے حضرت مقداد ابن اسود سے فرماتے ہیں کہ' فرمایا یا رسول اللہ ﷺ نے کہ جب تم منہ پر تعریف کرنے والوں کو دیکھو تو ان کے منہ پر مٹی ڈال دو۔ (مسلم)

تشریح:۔

مَدَّاحِیْن سے مراد وہ جھولی چک ہیں جو خوشامد کے لئے لوگوں کے

منہ پر تعریفیں کرتے ہیں بلکہ اس سے اپنا پیٹ بھی پالتے ہیں- جھوٹی تعریفیں کر کے سامنے والے کو خوش کرتے ہیں- جو آدمی کسی نیک شخص کی سچی تعریف کرے جس سے اس کو اور زیادہ نیکی کی رغبت ہو وہ اس میں داخل نہیں- اس لئے مدّاحین صیغہ مبالغہ ارشاد ہوا- یعنی تعریفیں کرنے کا عادی-

بعض شارحین نے حدیث بالا کو بالکل ظاہری معنی پر رکھا کہ واقعی ان پر مٹی ڈال دو تاکہ آئندہ وہ اس کام کی جرأت نہ کریں- دو چار دفعہ منہ پر خاک پڑ جانے سے اس عمل سے توبہ کرلیں- بعض نے فرمایا کہ اس کا معنی یہ ہے کہ اس پر خاک ڈال دو- یہ نہ سمجھو کہ واقعی تم بڑے اچھے آدمی ہو یا یہ مطلب ہے کہ اسے کچھ دے دو- تھوڑا مال بھی گویا خاک ہے تاکہ وہ تمہاری ہجو نہ کرے کیونکہ ایسے لوگ کچھ نہ ملنے پر گالیاں دیتے ہیں یا مطلب ہے کہ انہیں بہت تھوڑا مال دو جو خاک برابر ہو' زیادہ مال نہ دو-

(مرأت)

حدیث : ۱۱۸

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَتَدْرُوْنَ مَا الْغِیْبَةُ قَالُوْا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ ذِكْرُكَ اَخَاكَ بِمَا یَكْرَهُ قِیْلَ اَفَرَاَیْتَ اِنْ كَانَ فِیْ اَخِیْ مَا اَقُوْلُ قَالَ اِنْ كَانَ فِیْهِ مَا تَقُوْلُ فَقَدِ اغْتَبْتَهٗ وَاِنْ

لَمْ يَكُنْ فِيهِ مَا تَقُولُ فَقَدْ بَهَتَّهُ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ) وَفِي رِوَايَةٍ إِذَا قُلْتَ لِأَخِيكَ مَا فِيهِ فَقَدِ اغْتَبْتَهُ وَإِذَا قُلْتَ مَا لَيْسَ فِيهِ فَقَدْ بَهَتَّهُ۔ مشکوٰۃ باب حفظ اللسان من الغیبۃ والشتم

ترجمہ:۔

روایت ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا جانتے ہو غیبت کیا ہے؟ سب نے عرض کیا' اللہ اور رسولؐ ہی خوب جانیں۔ فرمایا تمہارا اپنے بھائی کا ناپسندیدہ ذکر کرنا۔ عرض کیا گیا' فرمایئے تو اگر میرے بھائی میں وہ عیب ہو جو میں کہتا ہوں فرمایا اگر اس میں وہ ہو جو تو کہتا ہے تو تُو نے اس کی غیبت کی اور اگر اس میں وہ نہ ہو جو تو کہتا ہے تو تُو نے اسے بُہتان لگایا۔

(مسلم)

اور ایک روایت میں ہے کہ جب تو اپنے بھائی کا وہ عیب بیان کرے جو اس میں ہے تو تُو نے اس کی غیبت کی اور اگر تو وہ کہے جو اس نے نہ کیا ہو تو تم نے اسے بہتان لگایا۔

تشریح:۔

مَا الْغِيبَةُ یعنی قرآن مجید میں ہے کہ لَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا بعض مسلمان بعض کی غیبت نہ کریں۔ کیا جانتے ہو غیبت کیا چیز ہے اور اس کی تفسیر کیا ہے؟

بِمَایَکْرَہُ یہاں صاحب مرقات فرماتے ہیں کہ کسی کے خفیہ عیب اس کے پسِ پشت بیان کرنا' عیب خواہ جسمانی ہوں' یا نفسانی' دنیاوی ہوں یا دینی ہوں' اس کی اولاد کے ہوں یا بیوی کے' خواہ زبان سے بیان کرو یا قلم سے یا اشارہ سے الغرض کسی طرح سے بھی لوگوں کو سمجھا دو۔ حتیٰ کہ کسی لنگڑے یا ہکلے کی پسِ پشت نقل کرنا' لنگڑا کر چلنا یا ہکلا کر بولنا' سب کچھ غیبت ہے۔ یہ فرمان بہت وسیع ہے۔

(مرقات)

سائل غیبت اور بہتان میں فرق نہ کر سکے وہ سمجھے کہ کسی کو جھوٹا بہتان لگانا غیبت ہے اس لئے انہوں نے یہ سوال کیا۔ وہ "مَا یَکْرَہُ" کے لفظ سے دھوکہ کھا گئے۔

فَقَدْ بَهَتَّهُ سبحان اللہ' کیا نفیس جواب ہے کہ غیبت سچے عیب بیان کرنے کو کہتے ہیں اور بہتان جھوٹے عیب بیان کرنے کو۔ غیبت ہوتا تو سچ ہے مگر ہے حرام۔ اکثر گالیاں سچی ہوتی ہیں مگر ہیں بے حیائی اور حرام۔ ہر سچ حلال نہیں ہوتا۔ خلاصہ یہ کہ غیبت ایک گناہ' بہتان دو گناہ۔

وَفِیْ رِوَایَةٍ یہ روایت مسلم میں نہیں بلکہ امام بغوی نے شرح سنہ میں نقل فرمائی۔ (مرقات)

حدیث : ۱۱۹

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کُلُّ اُمَّتِیْ مُعَافیً اِلَّا الْمُجَاهِرُوْنَ وَاِنَّ مِنَ الْمَجَانَةِ اَنْ یَّعْمَلَ الرَّجُلُ بِاللَّیْلِ عَمَلاً ثُمَّ یُصْبِحُ وَقَدْ سَتَرَهُ اللّٰهُ فَیَقُوْلُ یَا فُلَانُ عَمِلْتُ الْبَارِحَةَ کَذَا وَکَذَا وَقَدْ بَاتَ یَسْتُرُهٗ رَبُّهٗ وَیُصْبِحُ یَکْشِفُ سِتْرَ اللّٰهِ عَنْهُ

(مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ) مشکوٰۃ باب حفظ اللسان من الغیبۃ والشتم۔

ترجمہ:۔

روایت ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میری ساری اُمت کو عافیت دی جائے گی۔ سوائے علانیہ گناہ کرنے والوں کے اور علانیہ سے یہ بھی ہے کہ کوئی شخص رات میں کوئی کام کرے پھر صبح پائے کہ اللہ نے اس کا پردہ رکھ لیا مگر وہ کہے اے فلاں میں نے آج رات ایسا ایسا کیا حالانکہ رات کو اس کے رب نے اسے چھپا لیا وہ صبح کو اللہ کا پردہ خود ہی کھولنے لگا۔ (بخاری و مسلم)

تشریح:۔

معافی کے دو معنی ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ عفو سے یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے معافی دی جائے گی دوسرا یہ کہ عافیت سے ہو یعنی اسے عافیت دی ہوئی ہے

اسکی غیبت حرام ہے۔

اِلَّا الْمُجَاهِرُوْن یعنی علانیہ گناہ کرنے والوں کی نہ آخرت میں پردہ پوشی کی جائے گی نہ دنیا میں ان کی غیبت حرام ہوگی۔ ان کی غیبت جائز ہے کہ وہ خود ہی اپنی پردہ دری کر رہے ہیں اور پوشیدہ باتوں کو ظاہر کر رہے ہیں۔ "مجانہ" کے معنی اعلان بھی ہیں اور بے پرواہ بھی' یہاں دونوں معنی درست ہیں۔

عَمِلْتُ الْبَارِحَةَ یعنی اپنے چھپے گناہ خود ہی لوگوں پر ظاہر کرے۔ اللہ تعالیٰ کی ستاری سے فائدہ اٹھا کر توبہ نہ کرے۔ مثلاً" کوئی رات کو بدکاری کرے اور پھر صبح اپنے دوستوں سے اس کا ذکر کرتا پھرے۔ فقہا فرماتے ہیں کہ چھپے گناہ کی چھپ کر توبہ کرے اور اعلان نہ کرے کہ توبہ کے اعلان میں گناہ کا بھی اعلان ہو گا۔ یہ حکم حقوق العباد اور بعض شرعی سزاؤں کے علاوہ دیگر جرموں کے لئے ہے اگر کسی کا حق ہم نے مار لیا اسے خبر نہ ہوئی تو ضرور اسے خبر دے اور حق ادا کرے۔ اگر خفیہ زناء کرایا ہے تو قاضی کے پاس اقرار کر کے سزا لے جیسے حضرت ماعز نے کہا تھا۔ (مراۃ)

حدیث ۱۲۰۴

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ تُوُفِّيَ رَجُلٌ مِنَ الصَّحَابَةِ فَقَالَ رَجُلٌ اَبْشِرْ بِالْجَنَّةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوَلَا تَدْرِيْ فَلَعَلَّهٗ تَكَلَّمَ فِيْمَا لَا يَعْنِيْهِ اَوْبَخِلَ بِمَا

لَا یَنْقُصُہٗ (رَوَاہُ التِّرمِذِیُّ)

ترجمہ:-

روایت ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ ایک صحابی نے وفات پائی تو کسی نے کہا کہ مبارک ہے جنت کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم نہیں جانتے کہ شاید غیر مفید میں گفتگو کی یا نہ گھٹنے والی چیز میں بخل کیا ہو۔

(ترمذی' مشکوٰۃ باب حفظ للسان من الغیبۃ والشتم)

تشریح:-

اَبْشِرْ بِالْجَنَّۃِ یعنی میری طرف سے جنت کی مبارک قبول کر کہ تو مومن' متقی' صحابی ہو کر دنیا سے جا رہا ہے اس سے بڑھ کر اور کیا درجہ ہو سکتا ہے۔ یہ خطاب اس میت سے ہے تو اسی شخص کے اس کلمہ پر سرکار نے اس سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ فوری جنتی ہونے کا فیصلہ کسی کے لئے نہیں کیا جا سکتا۔ ممکن ہے کہ اس شخص نے بیکار بات کر لی ہو یا مال یا علم میں بخل کیا ہو۔ اس کے حساب میں گرفتار ہو۔ جنت کا داخلہ اس کے حساب سے فراغت کے بعد میسر ہو۔

(مرأت)

بِمَا لَا یَنْقُصُہٗ کی وضاحت شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ بخیلی سے مراد ایسی چیز میں بخل کرنا ہے جس میں خود اسی کا کوئی نقصان نہ ہو مثلاً" تعلیم علم یا ادائے زکوٰۃ کہ ان میں کسی کا اپنا کوئی نقصان نہیں ہوتا بلکہ علم تعلیم سے اور مال ادائے زکوٰۃ سے بڑھتا ہے۔ (اشعۃ اللمعات)

حدیث : ۱۲۱

وَعَنْ جُنْدُبٍ قَالَ جَاءَ اَعْرَابِیٌّ فَاَنَاخَ رَاحِلَتَهٗ ثُمَّ عَقَلَهَا ثُمَّ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَصَلّٰی خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا سَلَّمَ اَتٰی رَاحِلَتَهٗ فَاَطْلَقَهَا ثُمَّ رَکِبَ ثُمَّ نَادٰی اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنِیْ وَمُحَمَّدًا وَلَا نُشْرِكْ فِیْ رَحْمَتِنَا اَحَدًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَتَقُوْلُوْنَ هُوَ اَضَلُّ اَمْ بَعِیْرُهٗ اَلَمْ تَسْمَعُوْا اِلٰی مَا قَالَ قَالُوْا بَلٰی

(رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ) مشکوٰۃ باب حفظ اللسان من الغیبۃ والشتم ۔

ترجمہ:-

روایت ہے حضرت جندبؓ سے فرماتے ہیں کہ ایک بدوی آیا اس نے اپنا اونٹ بٹھا دیا پھر اسے باندھ دیا- پھر مسجد میں آیا تو رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی- پھر جب سلام پھیرا تو اپنی سواری کے پاس گیا' اسے کھولا' اس پر سوار ہوا' پھر پکارا الٰہی مجھ پر اور محمدؐ پر رحم فرما اور ہماری رحمت میں کسی اور کو شریک نہ کر تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا کہتے ہو- یہ زیادہ بے وقوف ہے یا اس کا اونٹ' کہ کیا تم نے نہ سنا جو اس نے کہا لوگ بولے ہاں یا رسول اللہؐ-

(ابو داؤد)

تشریح:-

اعرابی یعنی بدوی حضرات اپنے گاؤں میں عموماً رہتے تھے اتفاقاً کبھی شہر میں کسی کام کے لئے آ جاتے تھے۔ وہ آداب سے کم واقف ہوتے تھے۔ اعرابی نے اپنی غلطی سے اس مذکورہ دعا کو بہت اچھا سمجھا اور حضورؐ کو خوش کرنے کے لئے یہ کہا اس لئے بلند آواز سے کہا کہ حضور انورؐ سن لیں اور خوش ہو جائیں یعنی رب العالمین مجھ پر اور حضورؐ پر ایسی خاص رحمت کر جو کسی پر نہ ہو۔

(مرأت)

یہاں صاحب اشعۃ اللمعات هُوَ ضَلَّ اَمْ بَعِيْرُهٗ کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ضلالت سے مراد گمراہی یا بد عقیدگی نہیں بلکہ بے وقوفی و جہالت ہے کیونکہ اس نے وسیع رحمت کو تنگ کرنے کی دُعا کی یا اس نے حضور ﷺ کی رحمتِ خاصہ میں اپنے کو شریک کیا اس میں بے ادبی ہے اور بظاہر دعوئ مساوات کا ہے۔

(لمعات)

معلوم ہوا کہ دُعا صرف اپنے واسطے نہیں کرنا چاہیئے بلکہ عام صیغوں سے کی جائے خصوصاً یہ کہنا کہ اور کسی پر رحم نہ کر یہ بہت ہی بُرا ہے۔ یہ بھی معلوم ہُوا کہ کسی کا ظاہر ظہور عیب اس کی پس پشت بیان کرنا غیبت نہیں کہ حضورؐ نے اس کی جہالت صحابہ سے بیان فرمائی جب کہ وہ سن نہ رہا تھا۔

(مرأت)

حدیث : ۱۲۲

وَعَنْ عَائِشَةَ اِنَّ رَجُلًا اِسْتَاذَنَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ائْذَنُوْا لَهٗ فَبِئْسَ اَخُوا الْعَشِيْرَةِ فَلَمَّا جَلَسَ تَطَلَّقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ وَجْهِهٖ وَانْبَسَطَ اِلَيْهِ فَلَمَّا انْطَلَقَ الرَّجُلُ قَالَتْ عَائِشَةُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قُلْتَ لَهٗ كَذَا وَكَذَا ثُمَّ تَطَلَّقْتَ فِيْ وَجْهِهٖ وَانْبَسَطْتَ اِلَيْهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَتٰى عَاهَدْتِنِيْ فَحَّاشًا اِنَّ شَرَّ النَّاسِ عِنْدَ اللّٰهِ مَنْزِلًا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مَنْ تَرَكَهُ النَّاسُ اِتِّقَاءَ شَرِّهٖ وَفِيْ رِوَايَةٍ اِتِّقَاءَ فُحْشِهٖ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

ترجمہ:۔

روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے حاضری کی اجازت مانگی' فرمایا کہ اجازت دے دو یہ اس قبیلہ کا بُرا آدمی ہے پھر جب وہ بیٹھا تو نبی کریم ﷺ نے اس کے سامنے خندہ پیشانی اور کشادہ روئی فرمائی۔ پھر جب وہ شخص چلا گیا تو جناب عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے اس کے متعلق ایسا ایسا فرمایا پھر اس کے اوپر

خنداں پیشانی اور کشادہ روئی فرمائی' تو رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم نے مجھے فحش گو کب پایا۔ اللہ کے نزدیک بدترین درجہ والا قیامت کے دن وہ ہے جسے لوگ چھوڑ دیں۔ اس کی شر سے ڈر کر اور ایک روایت میں ہے کہ اس کے فحش سے ڈرتے ہوئے۔

(بخاری و مسلم' مشکوٰۃ باب حفظ لِلسَّان من الغیبۃ والشتم)

تشریح:۔

فَبِئْسَ اَخُو الْعَشِيْرَةِ قبیلے کا بُرا آدمی' حضور انورؐ نے یہ بات اس وقت فرمائی جبکہ وہ ابھی حضورؐ کے پاس پہنچا نہ تھا بلکہ دروازے پر ہی تھا یعنی اس کے پسِ پشت بیان فرمایا جو لُغۃً غیبت ہے اسی لئے صاحب مشکوٰۃ یہ حدیث یہاں اس باب میں لائے۔ اس آدمی کا نام عینیہ ابن حصن تھا۔ مؤلَّفۃُ القلوب سے تھا۔ اپنی قوم کا سردار بہت سخت طبیعت تھا۔ حضورؐ کے پردہ فرمانے کے بعد مرتد ہو گیا پھر حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ہاتھ پر دوبارہ مسلمان ہوا۔ اس کا خاتمہ اسلام پر ہوا۔ اس کا بھتیجا حُرّ ابن قیس پختہ مسلمان' صاحب علم' حضرت عمرؓ کا خاص مقرّب تھا۔ اس کا واقعہ وہ ہے جو بخاری شریف کتاب التفسیر میں ہے کہ یہ شخص اپنے اس بھتیجے کی معرفت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچا اور آپ سے کہا کہ آپ انصاف نہیں کرتے۔ ہم کو ہمارا حق نہیں دیتے' آپ ناراض ہوئے۔ سزا دینی چاہی' حُرّ ابن قیس نے عرض کیا۔ خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ۔ حضور یہ جاہل ہے آپ اس سے درگزر فرمائیں۔

(مرقات' اشعۃ)

بہرحال حضورؐ اپنی عادتِ کریمہ کے مطابق بہت اخلاق سے پیش آئے۔ کرم کریمانہ سے کلام فرمایا۔

وَانبَسَطتَ اِلَیہِ یہ کلام یا تو حضرت عروہ کا ہے اس لئے قلت نہ کہا بلکہ فقالت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرمایا یا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ہی ہے مگر خود اپنے عمل کی حکایت اپنے نام سے کی۔ مقصد یہ ہے کہ حضورؐ کا یہ عمل شریف غیبت میں تو داخل نہیں ہے کہ اس کی غیر موجودگی میں فرمایا اور سامنے اخلاق سے گفتگو فرمائی۔ یعنی فرمانِ عالی ارشاد ہوا کہ ہم دوست' دشمن' نیک و بد سب سے اخلاق ہی برتتے ہیں کسی سے کج خلقی یا بد اخلاقی سے پیش نہیں آئے' تم کو ہمارا تجربہ ہے۔ بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ لوگ ان سے نالاں ہوتے ہیں مگر اس سے ڈر کر اس کا احترام کرتے ہیں' یہ انہیں میں سے ہے' اگر میں اس کے سامنے وہی کہتا جو اس کے پس پشت کہا تھا تو یہ میرے پاس آنا چھوڑ دیتا اور اس کی اصلاح نہ ہو سکتی۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی شخص کا مشہور عیب پسِ پشت بیان کرنا غیبت نہیں نیز لوگوں کو اس کی شر سے بچانے کے لئے اس کے شر سے مطلع کر دینا غیبت نہیں نیز کسی کی اصلاح کے لئے اس کو برا نہ کہنا اس سے اخلاق سے پیش آنا سنتِ رسولؐ ہے۔ ہر شخص کی اصلاح کے طریقے جداگانہ ہیں۔ حضورؐ حکیم مطلق ہیں۔

(مرأت)

حضرت خواجہ محمد عمرؒ بیربلوی فرماتے تھے کہ اللہ کے مقربین اسکی ستاری اور غفاری والی صفت کو سموئے بیٹھے ہیں۔ کہ جو پریشان حال دنیا کا ٹھکرایا ہوا گناہ سے آلودہ شخص انکے در پر آتا ہے وہ دربار میں باریابی پاتا ہے اور انکے آستانوں سے اطمینان و تسلی کی دولت لے کر لوٹتا ہے۔

حدیث : ۱۲۳

وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ غَنْمٍ وَاَسْمَآءَ بِنْتِ يَزِيْدَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خِيَارُ عِبَادِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ اِذَا رُاُوْا ذُكِرَ اللّٰهُ وَشِرَارُ عِبَادِ اللّٰهِ الْمَشَّاؤُنَ بِالنَّمِيْمَةِ الْمُفَرِّقُوْنَ بَيْنَ الْاَحِبَّةِ الْبَاغُوْنَ الْبُرَاءَ الْعَنَتَ

(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ) مشکوٰۃ باب حفظ اللسان من الغیبۃ والشتم

ترجمہ:۔

روایت ہے حضرت عبدالرحمن ابن غنم اور اسماء بنت یزید سے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کے بہترین بندے وہ ہیں کہ جب دیکھے جائیں تو اللہ یاد آجائے اور اللہ کے بد ترین بندے وہ ہیں جو چغلی سے چلیں' دوستوں کے درمیان جدائی ڈالنے والے' پاک لوگوں میں عیب جوئی کرنے والے۔

(بیہقی شعب الایمان' احمد)

تشریح:۔

عبدالرحمٰن بن غنم، اشعری، شامی اور جلیل القدر تابعی ہیں۔ آپ نے حضورؐ کا زمانہ پایا مگر زیارت نہ کرسکے۔ معاذ ابن جبل کے ساتھ رہے۔

(مرأت)

صاحبِ اشعۃ فرماتے ہیں کہ آپ اشعری شامی کے کبار تابعین میں سے ثقہ تابعی ہیں۔ آپ نے جاہلیت اور اسلام کا زمانہ پایا اور اسلام لائے۔ آپ نے معاذ بن جبل کی صحبت کی ہے۔ بخاری میں ہے کہ آپ نے صحبت کی ہے لیکن صحیح قول یہ ہے کہ جو ہم نے عرض کیا۔ آپ شام کے اعلیٰ درجہ کے فقیہہ تھے۔ بہت سے فقہاء آپ کے شاگرد ہوئے۔ (اشعۃ)، اسماء بنت یزید صحابیہ انصاریہ ہیں۔

(اشعۃ)

بعض شارحین فرماتے ہیں کہ بہتر یہ تھا کہ حضرت اسماءؓ کا نامِ شریف پہلے ذکر کیا جاتا۔

(مرأت)

خِيَارُ عِبَادِ اللّٰهِ یعنی ان کے چہروں پر انوار و آثار عبادت ایسے ہوں کہ انہیں دیکھتے ہی رب یاد آجائے۔ ان کے چہرے آئینۂ خُدا نما ہوں۔ حضورؐ فرماتے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ کا چہرہ دیکھنا بھی عبادت ہے۔ آپ کو جو دیکھتا تھا کہتا تھا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ، کیسا کریم، بہادر، حلیم جوان ہے۔

(مرقات)

بعض لوگوں کے پاس بیٹھنے سے قلب جاری ہو جاتا ہے۔ حضور داتا گنج بخش ہجویری" کے مزار پر پہنچ کر دل کی دنیا بدل جاتی ہے۔ مصری عورتوں نے جمالِ یوسفی دیکھتے ہی کہا تھا۔ وَقُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ یہ ہے اللہ کی یاد آ جانا۔ یہاں شاہ عبدالحق" محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ میں ایک بار مکۃ معظمہ کے بازار میں سر جھکائے جا رہا تھا کہ اچانک ایک شخص پر نظر پڑی۔ میرے منہ سے فوراً" نکلا۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

(اشعۃ للمعات)

مولانا فرماتے ہیں۔

اے لقائے تو جوابِ ہر سوال
مشکل از تو حل شود بے قیل و قال

بِالنَّمِيْمَةِ الْمُغْرِقُوْنَ معلوم ہوا کہ فساد و نفاق کے لئے چغلی کھانا ممنوع ہے۔ صلح کرانے کے لئے ایک دوسرے کو اچھی باتیں پہنچانا عبادت ہے۔ باغون جمع ہے باغی کی' جس کا مادہ بغی ہے۔ بمعنی چاہنا' ڈھونڈنا۔ بُرَاءُ جمع ہے بری کی بمعنی دور یعنی جو عیب سے دُور ہوں اُن میں عیب جوئی کرنے والے۔ اپنے عیب ڈھونڈنا عبادت ہے۔ دوسروں کے عیب ڈھونڈنا بُرا ہے۔ خیال رہے کہ اللہ کے مقبول بندوں میں عیب جوئی کُفر ہے بعض بد نصیبوں کو نبیوں' ولیوں میں عیب جوئی کرنے کی عادت ہوتی ہے۔ یہ رذیل عادت یعنی عیب جوئی موجودہ معاشرے

میں ۹۵ فیصد تک موجود ہے۔ لوگ دوسروں کی عیب جوئی تو بڑی آسانی سے کر لیتے ہیں لیکن اپنے گریبان میں جھانکنے سے گریز ہی کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس بُری عادت سے بچائے۔ آمین (مرأت)

حدیث : ۱۲۴

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ کَفَّارَۃِ الْغِیْبَۃِ اَنْ تَسْتَغْفِرَ لِمَنِ اغْتَبْتَہٗ یَقُوْلُ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَنَا وَلَہٗ (رَوَاہُ الْبَیْھَقِیُّ فِی الدَّعْوَاتِ الْکَبِیْرِ وَقَالَ فِیْ ھٰذَا الْاَسْنَادِ ضَعْفٌ) مشکوٰۃ باب حفظ اللسان من الغیبۃ والشتم

ترجمہ:۔

روایت ہے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غیبت کے کفارہ میں سے یہ ہے کہ تو اس کے لئے دعائے مغفرت کرے جس کی تو نے غیبت کی ہے۔ کہے کہ الٰہی ہم کو اور اس کو بخش دے۔ (بیہقی دعوات الکبیر اور بیہقی نے فرمایا کہ اس حدیث کی اسناد میں ضعف ہے۔)

تشریح:۔

اس فرمانِ عالی کے بہت معنی کئے گئے ہیں۔

۱۔ اگر غیبت کی خبر غیبت والے کو پہنچ گئی تو وہ حق العبد بن گئی۔ اس سے جا

کر معافی مانگے اور اگر اس کی خبر غیبت والے کو نہ پہنچی تو حق اللہ ہے اس سے توبہ کرے مگر اس توبہ میں غیبت والے کو بھی شامل کرے۔

۲۔ اگر غیبت والا زندہ ہے تو اس سے معافی مانگے اور اگر مر چکا ہے تو اس کے لئے دعائے مغفرت کرے۔

۳۔ غیبت والے سے معافی مانگے اگر وہ معاف کر دے تو خیر' اگر معاف نہ کرے تو اس کے لئے دعائے مغفرت کرے۔

مُلّا علی قاری نے فرمایا کہ اگر غیبت کی خبر غیبت والے کو پہنچ جائے تو حق العبد ہو جاتی ہے اگر خبر نہ پہنچے تو حق اللہ رہتی ہے۔ (مرقات)

مولانا نعیم الدین مراد آبادی" فرماتے ہیں کہ غیبت بہرحال حق العبد ہے' خواہ اسے خبر پہنچے یا نہ پہنچے جیسے کسی کا مال مار لینا۔ بہرحال حق العبد ہے خواہ مال والے کو خبر پہنچے یا نہ پہنچے کیونکہ غیبت سے غیبت والے کی آبرو ریزی ہوتی ہے اور آبرو بھی مال کی طرح حق العبد ہے۔ اس لئے علماء فرماتے ہیں کہ مُردے کی غیبت زندہ کی غیبت سے سخت تر ہے کہ مُردے سے معافی نہیں مانگی جا سکتی۔ اس میں اختلاف ہے کہ غیبت والے سے معافی مانگیں تو اجمالاً" مانگے یا تفصیلاً" یعنی یہ بتا کر معافی مانگے کہ میں نے تجھے یہ کہا تھا یا صرف یہ کہہ دے کہ میں نے تیری غیبت کی تھی مجھے معاف کر دے۔

(مرأت)

صاحب مرقات فرماتے ہیں کہ غیبت کو لوگ معمولی چیز سمجھ کر اس سے

توبہ نہیں کرتے حالانکہ یہ سخت گناہ ہے۔ زنا کبھی کوئی کرتا ہے اور زنا کو سخت گناہ سمجھ کر توبہ کر لیتے ہیں ۔ مگر غیبت سب ہمیشہ کر لیتے ہیں۔ یہ وباء عام ہے' اس کو لوگ برا بھی نہیں سمجھتے ۔ اس سے بچنا چاہیئے۔

(مرقات)

حدیث : ۱۲۵

وَعَنْ اُسَیْدِ بْنِ حُضَیْرٍ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ قَالَ بَیْنَمَا هُوَ یُحَدِّثُ الْقَوْمَ وَکَانَ فِیْهِ مِزَاحٌ بَیْنَا یُضْحِکُهُمْ فَطَعَنَهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ خَاصِرَتِهٖ بِعُوْدٍ فَقَالَ اَصْبِرْنِیْ قَالَ اَصْطَبِرْ قَالَ اِنَّ عَلَیْکَ قَمِیْصًا وَلَیْسَ عَلَیَّ قَمِیْصٌ فَرَفَعَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قَمِیْصِهٖ فَاحْتَضَنَهُ وَجَعَلَ یُقَبِّلُ کَشْحَهٗ فَقَالَ اِنَّمَا اَرَدْتُّ هٰذَا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗد) مشکوٰۃ باب المصافحۃ والمعانقۃ

ترجمہ:۔

روایت ہے حضرت اسید ابن حضیر سے جو انصاری آدمی ہیں۔ فرمایا جبکہ وہ قوم سے بات چیت کر رہے تھے ان کی طبیعت میں مذاق تھا۔ جبکہ وہ لوگوں کو ہنسا رہے تھے تو نبی کریم ﷺ نے ان کی کوکھ میں چھڑی چبھو دی وہ بولے

مجھے قصاص دیجئے۔ حضور انورؐ نے فرمایا' قصاص لے لو' عرض کیا کہ آپ پر قمیض ہے اور مجھ پر نہیں تو نبی کریمؐ نے اپنی قمیص اٹھا دی وہ حضورؐ سے لپٹ گئے اور آپ کی کوکھ شریف چومنے لگے' پھر بولے یا رسول اللہؐ میں نے یہی چاہا تھا۔

(ابو داؤد)

تشریح:۔

اسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشہور صحابی ہیں۔ بیعتِ عقبہ اور جنگِ بدر میں حاضر تھے۔ بیس (۲۰) ہجری میں مدینہ منورہ میں وفات پائی اور جنت البقیع میں دفن ہوئے۔

(مرقات)

صاحب اشعہ فرماتے ہیں کہ آپ انصاری ہیں' اعلیٰ شان والے اور انصار کے نقیب تھے۔ آنحضرتؐ نے آپ کے اور حضرت زید بن حارثہ کے درمیان مواخات کا رشتہ جوڑا۔

(اشعہ)

اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ اسید بن حضیر کا ہے مگر صحیح یہ ہے کہ یہ واقعہ ایک اور انصاری کا ہے جن کے مزاج میں خوش طبعی بہت تھی۔ مشکوٰۃ کے بعض نسخوں میں یہ عبارت یوں ہے۔ ان رجلا من الانصار بینما یحدث۔

(مرقات)

فطعنه النبی فی خاصرته بعود مرقات۔ یہ چھڑی چبھونا بھی خوش طبعی کے طور پر ہوا' معلوم ہوا کہ کبھی کبھی جائز خوش طبعی کرنا اور سننا اس میں شرکت کرنا جائز ہے۔

(اشعہ)

خیال رہے کہ بیٹا باپ سے' شاگرد اُستاد سے' امتی نبی سے اور غلام مولیٰ سے اپنا قصاص نہیں مانگ سکتا نہ ان کے درمیان قصاص ہے' دیکھو حضرت موسیٰؑ نے اپنے بھائی حضرت ہارونؑ کی بے قصور ڈاڑھی اور سر کے بال پکڑ کر انہیں کھنچا مگر قصاص کا حکم نہ ہوا۔ حضور انورؐ کا یہ عمل تعلیمِ اُمّت کے لئے ہے تاکہ وہ قصاص دینے میں شرم نہ کریں۔ سبحان اللہ' ان صحابی نے یہ قرب حاصل کرنے کے لئے کیسا لطیف بہانہ کیا ورنہ کہاں یہ صحابی' اور کہاں حضور انورؐ سے قصاص۔ (مرأت)

ع دلِ عُشّاق حیلہ گر باشد

چوری بکوئے دلبر بسپار جان مضطر
کہ مبادا بار دیگر نہ رسی بدیں تمنا

(ترجمہ) اگر دلبر کے پاس تو رسائی حاصل کرلے تو بے قرار جان کو ان پر نچھاور کر دے کہ شاید بار بار ایسے موقعہ نصیب نہ ہوں۔

حدیث ۱۲۶

وَعَنْ اَبِیْ ثَعْلَبَةَ فِیْ قَوْلِهٖ تَعَالٰی عَلَیْكُمْ اَنْفُسَكُمْ لَا یَضُرُّكُمْ مَنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَیْتُمْ فَقَالَ اَمَا وَاللّٰهِ لَقَدْ سَاَلْتُ عَنْهَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ بَلْ اَئْتَمِرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنَاهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ حَتّٰی اِذَا رَاَیْتَ

شُحًّا مُطَاعًا وَهَوًى مُتَّبَعًا وَدُنْيَا مُؤْثَرَةً وَاِعْجَابَ كُلِّ ذِيْ رَأْيٍ بِرَأْيِهٖ وَرَأَيْتَ اَمْرًا لَا بُدَّ لَكَ مِنْهُ فَعَلَيْكَ نَفْسَكَ وَدَعْ اَمْرَ الْعَوَامِ فَاِنَّ وَرَائَكُمْ اَيَّامَ الصَّبْرِ فَمَنْ صَبَرَ فِيْهِنَّ كَانَ كَمَنْ قَبَضَ عَلَى الْجَمْرِ لِلْعَامِلِ فِيْهِنَّ اَجْرُ خَمْسِيْنَ رَجُلًا يَعْمَلُوْنَ مِثْلَ عَمَلِهٖ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَجْرُ خَمْسِيْنَ مِنْهُمْ قَالَ اَجْرُ خَمْسِيْنَ مِنْكُمْ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ ابْنُ مَاجَةَ) مشکوٰۃ باب الامر بالمعروف ونہی عن المنکر

ترجمہ:۔

حضرت ابی ثعلبہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ کے متعلق فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی قسم میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس آیت کی بابت پوچھا (یعنی کیا میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو چھوڑ دوں) آپ نے فرمایا نہیں بلکہ جاری رکھو۔ یہاں تک کہ جب تم دیکھو کہ بخل کی اطاعت کی جاتی ہے۔ خواہش نفس کا اتباع کیا جاتا ہے اور دنیا کو آخرت پر ترجیح دی جاتی ہے اور ہر عقلمند اپنی رائے کو پسندیدہ سمجھتا ہے اور تم اس امر کو دیکھو کہ جس سے تم کو چارہ نہیں ہے تو تم اپنے آپ کو لازم پکڑ لو اور عوام کو چھوڑ دو۔ اس لئے کہ تمہارا آئندہ زمانہ ایسا ہوگا جس میں تم کو صبر کرنا پڑے گا اور ان ایام میں جو شخص صبر کرے گا اس کی کیفیت یہ ہوگی کہ گویا

اس نے اپنے ہاتھ میں انگارا لے لیا ہے۔ ان ایام میں جو شخص احکام دین پر عمل کرے گا اس کو پچاس آدمیوں کے عمل کا ثواب ملے گا۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ان پچاس آدمیوں کے عمل کا ثواب جو اسی زمانہ میں ہوں گے؟ فرمایا نہیں تم میں سے پچاس آدمیوں کے عمل کا ثواب (یعنی حضورؐ کے زمانہ کے لوگوں کا ثواب)

(ترمذی' ابن ماجہ)

تشریح:-

اس حدیث پاک سے امربالمعروف کا انتہا اور آخر زمانہ میں انفرادی زندگی کا اختیار کرنا اور جماعتی سے افضل ہونا اور اس وقت عاملین کا قلیل ہونا اور ان کا بہ نسبت متقدّمین کے اجر زیادہ پانا صراحۃً" ثابت ہوتا ہے اور اشارتاً" یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ متقدّمین اگرچہ بلحاظ تقدّم افضل ہیں مگر عرفان میں متاخرین افضل ہوں گے۔ وجہ اشارہ یہ ہے کہ زیادہ اجر کی مدار بادہ عرفان پر ہے۔

(تشریح از مولانا رشید احمدؒ چھنی گہنا)

شیخ محقق عبدالحق محدّث دہلوی اشعۃ اللمعات میں اسی حدیث پاک کے تحت فرماتے ہیں۔ (فارسی کا ترجمہ کچھ یوں ہے) اس حدیث سے آخر امت کی فضیلت اس صفت اور اس حیثیت سے صحابہ پر لازم آتی ہے لیکن فضل جزی منافی فضل کلّی نہیں ہے۔ جمہور علماء کا مختار مذھب اس کے خلاف ہے۔ یہ اختلاف ان صحابہ کرام کے بارے میں ہے جنھوں نے حضورؐ سے دائمی صحبت اور شب و روز حاضری دی۔ انوار و برکاتِ صحبت سے مستفیض ہوئے اس فضیلت میں

ان کے ساتھ کوئی بھی شریک نہیں۔ کیونکہ بیک نظر جمالِ مصطفےٰ ﷺ پڑنے انوار و تجلیات اور فضیلت کے وہ باب کھلتے ہیں کہ دوسرا کوئی بھی اس میں شریک نہیں ہو سکتا۔

بلکہ وہ صحابہ مراد ہونگے جو صرف ایمان لا کر اپنے وطنِ مالوف چلے گئے اس سے زیادہ صحبت سے مشرّف نہ ہو سکے۔ (اشعۃ)

حدیث ۱۲۷

وَعَنْ زَارِعٍ وَكَانَ فِي وَفْدِ عَبْدِ الْقَيْسِ قَالَ لَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ فَجَعَلْنَا نَتَبَادَرُ مِنْ رَوَاحِلِنَا فَنُقَبِّلُ يَدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرِجْلَهٗ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

مشکوٰۃ باب المصافحۃ والمعانقۃ۔

ترجمہ:۔

روایت ہے حضرت زارع سے اور وہ عبد القیس کے وفد میں تھے فرماتے ہیں کہ جب ہم مدینہ آئے تو ہم اپنی سواریوں سے جلدی آنے لگے تو ہم رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ اور پاؤں چومتے تھے۔ (ابوداؤد)

تشریح:۔

صاحبِ مرقات فرماتے ہیں کہ زارع ابن عامر عبد القیس اپنے قبیلہ کے

وفد میں حاضر بارگاہِ رسالت ہوئے' ایمان لائے' صحابی بنے' آخر میں بصرہ میں قیام رہا۔ (مرقات)

صحابی اپنا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب ہم مدینہ منورہ پہنچے تو شوق و محبت میں بے خود ہو گئے اور اپنی سواریوں سے جلد جلد اُتر کر حضور انورؐ کی طرف دوڑنے لگے۔ آج بھی حجاج جب مدینہ منوّرہ پہنچتے ہیں تو انہیں سامان رکھنا مشکل پڑ جاتا ہے۔ یہ تڑپ وہ جانے جس کے دل سے لگی ہو۔ اسی وفد میں ایک صاحب تھے جنکا نام دشج تھا' یہ سردار قافلہ تھے۔ یہ اپنی سواری سے اُترے' غسل کیا۔ سفید عمدہ لباس پہنا۔ پھر مسجد شریف میں آکر دو رکعت نفل ادا کی۔ پھر نہایت ادب و انکسار' خشوع و خضوع سے بارگاہِ بیکس پناہ میں حاضر ہوئے۔ حضور انورؐ ان کے اس ادب سے بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ تمہاری دو خصلتیں اللہ کو بڑی پیاری ہیں ایک حِلم اور دوسرا وقار۔ (اشعہ)

حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کے ہاتھ پاؤں چومنا جائز بلکہ مستحب ہے۔ خواہ پاؤں پر ہاتھ رکھ کر ہاتھوں کو چومے' خواہ پاؤں پر منہ رکھ کر چومے۔ دوسرے معنی زیادہ ظاہر ہیں کیونکہ مصافحہ کر کے اپنا ہاتھ چومنا منع ہے۔ بزرگوں کے ہاتھ اپنے منہ سے چومے۔ ایسے ہی ان کے پاؤں اپنے منہ سے چومے۔ آنکھیں ان کے قدموں سے ملے' مبارک ہیں وہ ہونٹ اور آنکھیں جو حضورؐ کے قدم شریف سے لگ جائیں۔ پابوسی کو سجدہ سمجھنا جہالت ہے۔ سجدہ میں سات اعضاء زمین پر لگنا اور سجدہ کی نیت ہونا ضروری ہے۔ قدم بوسی میں ایسا نہیں ہوتا۔

ابو داؤد کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کرتی ہیں کہ حضرت فاطمہؓ جب بارگاہ رسالت میں آتیں تو حضورؐ ان کے لئے کھڑے ہو جاتے ان کا ہاتھ پکڑتے' انہیں چومتے' انہیں اپنی مجلس میں بٹھاتے اور جب حضور انورؐ انکے پاس تشریف لاتے تو وہ بھی ان کے لئے کھڑی ہو جاتیں۔ حضورؐ کا ہاتھ پکڑتیں' اسے بوسہ دیتیں اور آپ کو اپنی جگہ بٹھاتیں۔

شارحین فرماتے ہیں کہ حضورؐ کا حضرت فاطمہؓ کے لئے کھڑا ہونا تعظیم کے لئے نہیں بلکہ خوشی کا قیام تھا۔ کیونکہ تعظیم تو اپنے سے بڑوں کی کی جاتی ہے۔ اسی طرح آپ کا یہ بوسہ محبت و پیار کا تھا۔ ساری اولاد میں حضورؐ کو جناب فاطمہؓ بہت پیاری تھیں۔ آپ سب سے چھوٹی تھیں اور آپ کی والدہ جناب خدیجۃ الکبریٰؓ آپ کے لڑکپن میں وفات پا گئی تھیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضورؐ کی گود میں اور آپکی آغوش میں پلیں۔ معلوم ہوا کہ تعظیم کیلئے قیام سُنتِ فاطمۃ الزہراءؓ ہے اور خوشی کیلئے قیام' سُنتِ رسول اللہؐ۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ جوان بیٹی کو چومنا اور جوان بیٹی کا اپنے باپ کو چومنا جائز ہے۔

(مرأت)

حدیث : ۱۲۸

وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَقُوْمُ مِنْ مُصَلَّاهُ الَّذِيْ يُصَلِّيْ فِيْهِ

الصُّبْحَ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَاِذَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ قَامَ وَ كَانُوْا يَتَحَدَّثُوْنَ فَيَاْخُذُوْنَ فِيْ اَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ فَيَضْحَكُوْنَ وَيَتَبَسَّمُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ) وَفِيْ رِوَايَةٍ لِلتِّرْمِذِيِّ يَتَنَاشَدُوْنَ الشِّعْرَ۔ مشکوٰۃ باب الضحک

ترجمہ:۔

روایت ہے حضرت جابر ابن سمرہ سے' فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نہ اٹھتے تھے اپنے اس مصلے سے جس میں فجر کی نماز پڑھتے' حتیٰ کہ سورج طلوع ہو جاتا پھر جب سورج طلوع ہو جاتا تو اٹھتے اور لوگ باتیں کرتے تھے تو جاہلیت کے زمانہ کے کاموں کے ذکر میں مشغول ہو جاتے تو ہنستے تھے اور نبی کریم ﷺ مسکراتے تھے۔ (مسلم)' اور ترمذی کی ایک روایت میں ہے کہ وہ حضرات اشعار پڑھتے تھے۔

تشریح:۔

اس حدیث پاک سے چند مسائل معلوم ہوئے کہ

۱۔ نماز فجر کے بعد اشراق تک مصلے پر بیٹھے رہنا سُنت ہے۔

۲۔ اس وقت تلاوت قرآن کرنا بہتر نہیں جن اوقات میں سجدہ حرام ہے ان اوقات میں تلاوت قرآن اس لئے افضل نہیں کہ اس وقت سجدہ تلاوت نہ کر سکے گا۔

۳۔ نفلی معتکف کو مسجد میں دنیاوی باتیں کرنا جائز ہے یہ حضرات بہ نیتِ اعتکاف وہاں بیٹھتے تھے۔

۴۔ مسجد میں جائز اشعار پڑھنا جائز بلکہ نعت شریف پڑھنا سُنتِ صحابہ ہے۔

۵۔ آخرت کی چیزیں کوئی اپنی عقل سے معلوم نہیں کر سکتا۔ یہ صرف نبوت کے نُور سے ہی معلوم ہوتی ہیں۔ دیکھو حضرات صحابہ کرامؓ اب بعد اسلام اپنے زمانۂ جاہلیت کی باتوں پر خود ہنستے تھے کہ ہم اس وقت کیسے نا سمجھ تھے۔ اب حضورؐ کے صدقہ سے سمجھ بوجھ میسّر ہوئی۔

۶۔ حضورؐ بڑے ہی اخلاق کے مالک تھے کہ اپنے کو اپنے خدام کے ساتھ رکھتے تھے اور ان کے ہر کام میں شریک ہو جاتے تھے۔ (مراٗت)

حدیث : ۱۲۹

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لِحَسَّانَ اِنَّ رُوْحَ الْقُدُسِ لَا یَزَالُ یُؤَیِّدُكَ مَانَافَحْتَ عَنِ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَقَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ ھَجَاھُمْ حَسَّانُ فَشَفٰی وَاشْتَفٰی (رَوَاہُ مُسْلِمٌ) مشکوٰۃ باب البیان والشعر

ترجمہ:-

روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرماتی ہیں' میں نے رسول اللہ ﷺ کو حسان سے فرماتے سُنا کہ روح القدس تمہاری تائید کرتے رہتے ہیں جب تک کہ تم اللہ اور رسولؐ کی طرف سے دفاع کرتے ہو اور فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ حسان نے ان کفار کی ہجو کی تو شفا دی اور شفا پائی۔ (مسلم)

تشریح:-

حضرت حسان ابن ثابت ابن منذر ابن حرام انصاری مدنی ہیں۔ ان چاروں کی عمر ایک سو بیس سال ہوئی۔ حضرت حسان نے ساٹھ سال کفر میں گزارے اور ساٹھ سال اسلام میں خاص شاعر اسلام ہیں۔ خلافتِ حیدری میں وفات پائی۔

جب کفارِ اسلام مسلمانوں بلکہ خود حضور ﷺ کی شان اقدس میں بکواس کرتے تھے تو حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ جواباً" کفار' ان کے دین' اور ان کے بتوں کی ہجو اشعار میں کرتے تھے۔ حضورؐ اس کے متعلق حضرت حسان کو بشارت دے رہے ہیں کہ جب تم ہجو کے اشعار لکھنے لگتے ہو تو جناب جبرائیلؑ تمہارے دل میں اچھے مضمون ڈالتے ہیں۔ تمہاری زبان پر اچھے الفاظ جمع فرماتے ہیں اور تم کو دعائیں دیتے' تمہارا احترام کرتے ہیں' یہ ہے جبرائیلؑ کی مدد۔ معلوم ہوا کہ دشمنانِ دین کی ہجو اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے۔ بعض اوقات جہاد میں قصیدے بڑی مدد دیتے

ہیں۔ ستمبر ۱۹۶۵ء کی پاک بھارت جنگ میں اسے اچھی طرح آزمایا گیا۔ ریڈیو پاکستان نے اس قسم کے قصیدوں کے ذریعے غازیوں بلکہ سارے پاکستانیوں کو گرما دیا جس کا نتیجہ نہایت ہی اچھا رہا۔

هَجَاهُمْ حَسَّان :۔ پہلے قریش نے مسلمانوں کی ہجو کی جس سے مسلمانوں کے دل زخمی ہو گئے۔ حضرت حسان نے ان سے بدلہ لیتے ہوئے کفار کی ہجو کی۔ مسلمانوں کے زخموں پر گویا مرہم رکھ دیا۔ حسان کے اشعار مرہمِ زخمِ دل ہیں۔

غزوۂ خندق کے بعد حضور انورؐ نے بنی قریظہ' یہودِ مدینہ کا محاصرہ فرمایا تو حضرت حسان سے فرمایا کہ کفار کی ہجو کرو۔ جبرائیلؑ تمہارے ساتھ معاون ہیں ویسے عام موقعوں پر یہ فرمایا کرتے تھے کہ الٰہی میرے حسان کی جبرائیلؑ سے مدد کر۔ معلوم ہوا کہ مقبولوں کی تعریفیں کرنا نیکی ہے اور مَردُودُوں کی ہجو کرنا نیکی ہے۔

(مرأت)

حدیث : ۱۳۰

وَعَنْ اُمِّ الْعَلَاءِ الْاَنْصَارِيَّةِ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا اَدْرِيْ وَاللّٰهِ لَا اَدْرِيْ وَاَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ مَا يُفْعَلُ بِيْ وَلَا بِكُمْ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ) مشکوٰۃ باب البکاء والخوف

ترجمہ:۔

روایت ہے جناب اُمِّ العُلاءِ الاَ نصاریّہ سے' فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ کی قسم میں نہیں جانتا حالانکہ میں رسول اللہ ہوں کہ میرے ساتھ اور تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا۔

(بخاری)

تشریح:۔

اُمِّ العُلاَء صحابیہ ہیں۔ حضرت خارجہ ابن زید ابن ثابت کی والدہ ہیں یعنی زید ابن ثابت کی بیوی۔ حضور انور ﷺ کو آپ سے بہت محبت تھی۔

(مراٗت)

فرمایا کہ مجھے خبر نہیں کہ دنیا و آخرت میں ربِ تعالیٰ میرے ساتھ کیامعاملہ کرے گا اور تمہارے ساتھ کیا کرے گا۔ اس حدیث کے متعلق محدّثین کے بہت قول ہیں۔ صاحبِ مرقات فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اور یہ آیت قُلْ لَآ اَدْرِیْ مَا یُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِکُمْ اس آیت سے منسوخ ہیں یَغْفِرَلَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ بعض چیزیں قابل نسخ ہوتی ہیں۔

(مرقات)

شارح مشکواۃ صاحبِ مراٗت فرماتے ہیں کہ یہ آیت اور حدیث منسوخ نہیں۔ یہاں علم کی نفی نہیں بلکہ درایت کی نفی ہے۔ علم عام ہے جبکہ درایت کا مطلب ہے کہ کوئی چیز اپنے قیاس اور انکل اندازے سے معلوم کرنا۔ مطلب یہ

ہے کہ میں باوجود اس کے کہ نبی ہوں اور نبی کی عقل تمام جہان سے زیادہ ہوتی ہے مگر اپنے یا دوسروں کا انجام میں بھی عقل و قیاس سے معلوم نہیں کر سکتا۔ بلکہ مجھے یہ علم وحی الٰہی سے ہے۔ اسی لئے اس آیت کے آخر میں ہے۔ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰی اِلَیَّ لٰہذا یہ حدیث دوسری آیات و احادیث کے خلاف نہیں۔ حضورؐ فرماتے ہیں میں اولاد آدم کا سردار ہوں۔ حمد کا جھنڈا قیامت میں میرے ہاتھ ہو گا۔ میں گنہگاروں کی شفاعت کروں گا۔ حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنتی جوانوں کے سردار ہیں اور ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنتی ہیں وغیرہ۔ حضورؐ تا قیامت ہر جنتی و دوزخی کو جانتے پہچانتے ہیں۔ وَیَکُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْکُمْ شَہِیْدًا خیال رہے کہ حضرت اُمِّ العلاء نے حضرت عثمان ابن مظعون کی وفات پر فرمایا تھا کہ میں گواہی دیتی ہوں کہ تم جنتی ہو اس پر ارشاد عالی ہُوا تھا کہ محض اپنی عقل سے یہ کیوں کہہ رہی ہو یہ بات تو میں بھی عقل سے نہیں کہہ سکتا۔

(مرأت)

حدیث : ۱۳۱

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عُرِضَتْ عَلَیَّ النَّارُ فَرَاَیْتُ فِیْہَا امْرَاَۃً مِّنْ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ تُعَذَّبُ فِیْ ھِرَّۃٍ لَّہَا رَبَطَتْہَا فَلَمْ تُطْعِمْہَا وَلَمْ تَدَعْہَا تَاْکُلُ مِنْ خَشَاشِ الْاَرْضِ حَتّٰی مَاتَتْ جُوْعًا وَّرَاَیْتُ عَمْرَو

بْنُ عَامِرِ الْخُزَاعِيِّ يَجُرُّ قُصْبَهُ فِي النَّارِ وَكَانَ اَوَّلَ مَنْ سَيَّبَ السَّوَائِبَ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ) مشکوۃ باب البکاء والخوف۔

ترجمہ:۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ پر آگ پیش کی گئی تو میں نے اس میں بنی اسرائیل کی ایک عورت کو دیکھا جو اپنی ایک بلی کی وجہ سے عذاب دی جا رہی ہے جسے اس نے باندھ دیا تھا کہ نہ اسے کھلایا نہ ہی چھوڑا کہ وہ زمین کے کیڑے مکوڑے کھالیتی حتیٰ کہ بھوک سے مرگئی اور میں نے عمرو ابن عامر خزاعی کو دیکھا کہ وہ آگ میں انتڑیاں گھسیٹ رہا تھا۔ یہ پہلا وہ شخص ہے جس نے سائبہ جانور ایجاد کیے۔ (مسلم)

تشریح:۔

ظاہر یہ ہے کہ یہ واقعہ معراج کا ہے جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنت' دوزخ کی سیر فرمائی اور ہر جگہ کے لوگ ملاحظہ کیے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ یہ واقعہ کسی خواب کا ہو مگر پہلا احتمال قوی ہے۔ (مراۃ)

صاحبِ مرقات فرماتے ہیں کہ وہ عورت بنی اسرائیل کی مومنہ تھی' کافر نہیں تھی اسے اس گناہ کی وجہ سے یہ عذاب ہو رہا تھا۔
(مرقات)

معلوم ہوا کہ مومن کو بھی بعض گناہوں کی وجہ سے عذاب ہو جائے گا۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ چغل خور اور پیشاب کی چھینٹوں سے نہ بچنے والے کو

عذاب قبر ہوگا۔

حَتّٰی مَاتَتْ جُوْعًا:۔ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے۔ ایک یہ کہ جانوروں پر ظلم بھی عذاب کا باعث ہے ان کا حق بھی ضرور ادا کرنا چاہیئے تو جو انسان خصوصاً مسلمان پر ظلم کریں وہ کیسی سزا کے مستحق ہوں گے۔ دوسرا یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ آئندہ واقعات کو بھی دیکھتی ہے۔ مجرموں کا دوزخ میں جانا قیامت کو ہو گا مگر حضور انورؐ نے پہلے ہی ملاحظہ فرما لیا۔ حضور انورؐ نے شبِ معراج جنت میں جاتے ہوئے اپنے آگے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جوتوں کی آہٹ سنی۔ یہ آہٹ آج کی نہ تھی بلکہ بعد قیامت جب حضورؐ جنت میں داخل ہوں گے تب حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہٹو' بچو کرتے آگے ہوں گے۔ وہ آہٹ حضورؐ آج سن رہے ہیں۔ تیسرا یہ کہ حضورؐ لوگوں کے اعمال پر مطلع ہیں کہ کون کیا کرتا ہے۔ (مرأت)

عمرو بن عامر:۔ یہ قبیلہ بنی خزاعہ کا ایک شخص تھا جس نے عرب میں بت پرستی اور بتوں کے نام پر جانور چھوڑنا ایجاد کیا۔ اسے بھی حضور انورؐ نے اسی عذاب میں گرفتار دیکھا۔ سائبہ اس اونٹنی کو کہتے ہیں جو بتوں کے نام پر چھوڑ دی جائے۔ اس پر کوئی سواری نہ کرے وہ جہاں چاہے چرتی پھرے' کوئی اسے روک ٹوک نہ کرے۔ جیسے ہندوؤں کے سانڈ بجار۔ بعض روایات میں عمرو ابن لحی آیا ہے ہو سکتا ہے کہ عامر اس کے باپ کا نام ہو اور لحی اس کے دادا کا نام' لہٰذا احادیث میں تعارض نہیں۔ (اشعہ)

حضور انورؐ نے اس کو آگ میں جلتے' نماز کسوف میں بھی دیکھا ہے (مرأت)

حدیث ۱۳۲

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُبْعَثُ کُلُّ عَبْدٍ عَلٰی مَا مَاتَ عَلَیْہِ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

مشکوٰۃ باب البکاء والخوف۔

ترجمہ:۔

حضرت جابرؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر بندہ اس پر اٹھایا جائے گا جس پر مرے گا۔ (مسلم)

تشریح:۔

اعتبار خاتمے کا ہے اگر کوئی کفر پر مرے تو کفر پر ہی اٹھے گا۔ اگرچہ زندگی میں مومن رہا ہو اور اگر ایمان پر مرے تو ایمان پر اٹھے گا۔ اگرچہ زندگی میں کافر رہا ہو' اسی لئے تو فرمان باری تعالیٰ ہے۔ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقٰتِہٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ صوفیاء فرماتے ہیں کہ انسان جو مشغلہ زندگی میں کرے گا۔ اسی پر انشاء اللہ مرے گا اور جس پر مرے گا اسی پر اٹھے گا۔ انشاء اللہ ذاکرین ذکرِ الٰہی کرتے ہوئے اٹھیں گے۔ شاغلین یار کے شغل میں' واصلین وصال میں' کاملین کمال میں' حتیٰ کہ بلالؓ اذان دیتے ہوئے اٹھیں گے۔ اللہ تعالیٰ زندگی میں اچھا شغل عطا کرے اور اسی پر موت دے۔ آمین ثم آمین۔ (مرأت)

اس جگہ محدث اعظم و عارف کامل حضرت شیخ عبدالحق محدّث دہلوی لکھتے ہیں- (ترجمہ) کہ بعض عارف فرماتے ہیں کہ اگر کسی سالک کو حضورؑ، یاداشت و جوہرِ ذکر کی نعمت نصیب ہو جائے اسکا دل حضوری میں قرار پا جائے تو ایسی حالت میں سکرات موت و بیتابی کی وجہ سے اس کیفیت میں فتور بھی واقع ہو جائے تو کوئی حرج نہیں بعد از مفارقت روح پھر وہی حالت عود کر آتی ہے اور جسم و جان اسی کیف و سرور سے سرشار ہو جاتا ہے-

(اشعہ)

اسکی واضح مثال فروری ۱۹۷۹ء میں ایک دنیا نے اپنی آنکھوں سے دیکھی کہ رابع حضرت بِلّیؒ کا جب لاہور میو ہسپتال میں انتقال ہوا تو ڈاکٹروں نے موت کی تصدیق کرنے سے اس لئے انکار کر دیا کہ دل ذاکر تھا اور پوری شدّ و مد سے چل رہا تھا- غالباً" یہ اس لئے کہ یہ پوری عمر کی مشق تھی کیونکہ سالک اپنی تمام عمر اسی جدوجہد اور اس کی تلاش میں گزار دیتا ہے- بہرحال ہسپتال سے اجازت کے بعد اپنے وطنِ مالوف بِلّہ شریف میں پہنچے تو ایک دنیا نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ دل دھک دھک چل رہا تھا اور وہ پھول جو جسم اطہر پر سجائے گئے تھے اُچھل اُچھل کر دعوتِ نظارہ دے رہے تھے- راقم نے یہی کیفیت قبر میں اترنے کے بعد بھی دیکھی تھی- کسی نے کیا خوب کہا ہے-

ہر گز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بہ عشق
ثبت است بر جریدۂ عالمِ دوامِ ما

حدیث : ۱۳۳

وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
اِنِّیْ اَرٰی مَالَا تَرَوْنَ وَاَسْمَعُ مَالَا تَسْمَعُوْنَ اَطَّتِ السَّمَآءُ
وَحُقَّ لَھَا اَنْ تَاَطَّ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ مَافِیْھَا مَوْضِعُ
اَرْبَعِ اَصَابِعَ اِلَّا وَمَلَکٌ وَاضِعٌ جَبْھَتَہٗ سَاجِدًا لِلّٰہِ وَاللّٰہِ
لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ لَضَحِکْتُمْ قَلِیْلًا وَلَبَکَیْتُمْ کَثِیْرًا وَمَا
تَلَذَّذْتُمْ بِالنِّسَاءِ عَلَی الْفُرُشَاتِ وَلَخَرَجْتُمْ اِلَی الصُّعُدَاتِ
تَجْاَرُوْنَ اِلَی اللّٰہِ قَالَ اَبُوْ ذَرٍّ یَا لَیْتَنِیْ کُنْتُ شَجَرَۃً
تُعْضَدُ (رَوَاہُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ) مشکوۃ باب البکاء والخوف

ترجمہ:۔

حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور وہ سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے۔ آسمان چرچرا رہا ہے اور اس کا حق ہے کہ چرچرائے، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ آسمان میں چار انگشت جگہ بھی ایسی نہیں کہ جہاں فرشتے خدا کے لئے اپنا سر رکھے سجدہ میں نہ پڑے ہوں۔ اللہ کی قسم اگر تم وہ چیزیں جانتے جو میں جانتا ہوں تو تم تھوڑا ہنستے اور روتے زیادہ۔ اور بیویوں سے

بستروں پر لذت حاصل نہ کرتے اور اللہ کی پناہ لیتے ہوئے جنگلوں کی طرف نکل جاتے۔ ابوذر فرمانے لگے کہ ہائے کاش کہ میں درخت ہوتا جو کاٹ دیا جاتا۔

(احمد' ترمذی' ابن ماجہ)

تشریح:۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ غیبی چیزیں دیکھتی ہے اور حضور کے کان غیبی آوازیں سنتے ہیں جس نگاہ سے اللہ تعالیٰ ہی نہ چھپا اس سے اور کیا چیز چھپے گی۔

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا
جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروڑوں درود

مالا تروں میں ما عام ہے ہر غیبی چیز حضورؐ پر ظاہر ہے۔

یعنی قیامت کے خوف و دہشتِ دوزخ کے عذاب اللہ تعالیٰ کی پکڑ عالِم غیب کے اسرار جتنے مجھے معلوم ہیں تم کو ان کا لاکھواں حِصّہ بھی حاصل نہیں نیز تم کو جس قدر علم ہے وہ ہم سے سن کر ہے ہم کو علم ہے دیکھ کر اور دیکھے ہوئے علم میں فرق ہوتا ہے۔ نہ دیکھے ہوئے سے۔

اَطَّت بنا ہے اطیط سے جس کا معنیٰ چرچرانا بھی ہے اور رونا بھی اور مطلق آواز بھی۔ یہاں تینوں معنیٰ ہو سکتے ہیں۔ فرشتوں کے بوجھ سے چرچرانا جیسے اونٹ کا بھرا ہوا پالان بوجھ سے چُرچُر کرتا ہے یا خوفِ الٰہی میں روتا ہے' فرشتوں کی تسبیح و تہلیل سن کر' یا خود اللہ کا ذکر اس کی تسبیح و تہلیل کرتا ہے فرشتوں کے

ساتھ۔

(مرقات و اشعہ)

غرض آسمان آواز ضرور کر رہا ہے اس لئے اس کے لئے سننا فرمایا گیا کہ میں وہ سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے۔ فرمایا آسمان کی آواز میں سن رہا ہوں۔

سَاجِدًا لِلّٰہِ ظاہر یہ ہے کہ یہاں سجدہ کرنے والے فرشتوں کی کثرت کا ذکر ہے کہ آسمان کا ایک چپہ فرشتے کی پیشانی سے خالی نہیں' رکوع' قیام' قعود والے فرشتے ان کے سواء ہیں۔ ربِ تعالٰی نے فرشتوں کا قول نقل فرمایا۔ وَمَامِنَّا اِلَّا لَہٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْم سجدہ والوں کی جگہ اور ہے' رکوع اور قیام والوں کی جگہ اور ہے۔

لَضَحِکْتُمْ قَلِیْلًا یعنی اگر تم کو وہ چیزیں معلوم ہو جائیں یا تو تم ہنسنا بھول ہی جاؤ یا ہنسو بہت کم اور ڈرو بہت زیادہ۔ تم پر خوف کا غلبہ ہو جائے۔ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے۔

الف۔ یہ کہ ساری مخلوق کا علم حضورؐ کے علم کے سامنے اس طرح ہے جیسے سمندر کے آگے قطرہ کیونکہ لَوْ تَعْلَمُوْنَ میں خطاب سارے صحابہؓ سے ہے۔

ب۔ یہ کہ حضورؐ کے قلبِ پاک کو اللہ تعالٰی نے بڑی برداشت کی طاقت دی ہے کہ اس قدر عذاب وغیرہ کو جانتے بلکہ دیکھتے ہوئے بھی اپنے کو سنبھالے ہوئے ہیں۔ یہ ہے حضورؐ کا تحمل اور برداشت کہ لوگوں سے تعلقات بھی رکھتے ہیں سب سے ہنستے بولتے بھی ہیں۔ ہم لوگ تو تارکُ الدّنیا ہو جاتے ہیں۔ ربِ تعالٰی فرماتا ہے۔ لَوْ اَنْزَلْنَا ھٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰی جَبَلٍ لَّرَاَیْتَہٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا

مِنْ خَشْيَةِ اللّٰہِ یعنی اگر ہم قرآن مجید پہاڑ پر اتارتے تو وہ بھی اللہ کی ہیبت سے پھٹ جاتا۔ معلوم ہوا کہ حضور انورؐ کا دل پہاڑ سے زیادہ قوّی ہے۔

صُعُدَات جمع ہے صعید کی بمعنی زمین کی ظاہری مٹی۔ اس سے مراد ہے جنگل جہاں سفیدہ زمین اور مٹی ہی ہوتی ہے۔ پہاڑ وغیرہ نہیں ہوتے یعنی تم خوف و ڈر کی وجہ سے آبادیوں میں رہنا آرام کرنا بھول جاتے۔ جنگلوں میں چیختے روتے پھرتے۔

یَالَیْتَنِیْ کُنْتُ شَجَرَۃً یہ دردناک تمنا راویٔ حدیث حضرت ابوذرؓ کی ہے۔ بعض صحابہؓ فرماتے تھے کہ کاش میں جانور ہوتا جسے ذبح کرکے کھا لیا جاتا۔ صدیق اکبرؓ تمنا کرتے تھے کہ کاش میں چڑیا ہوتا۔

مطلب یہ ہے کہ میں انسان نہ ہوتا جو احکام کے مکلّف ہیں اور گناہ کرتے ہیں۔ یہ ان لوگوں کا خوف ہے جن کے جنتی ہونے کی خبر قرآن کریم اور صاحبِ قرآن نے دے دی ہے۔ اب سوچو کہ ہم کس شمار میں ہیں۔ بات یہ ہے کہ جتنا قرب زیادہ اتنا ہی خوف زیادہ۔ اللہ اپنا خوف عطا کرے۔ امین

مرأت

حدیث : ۱۳۴

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ خَافَ اَدْلَجَ بَلَغَ الْمَنْزِلَ اَلَا اِنَّ سِلْعَةَ اللّٰہِ

غَالِيَةٌ اَلَا اِنَّ سِلْعَةَ اللّٰهِ الْجَنَّةُ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

مشکوٰۃ باب البکاء والخوف؛

ترجمہ:۔

روایت ہے حضرت ابوہریرہؓ سے فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جو ڈرتا ہے' وہ اندھیرے میں اٹھتا ہے' جو اندھیرے میں اٹھتا ہے وہ منزل پر پہنچ جاتا ہے۔ خبردار اللہ کا سودا مہنگا ہے۔ خبردار اللہ کا سودا جنت ہے۔ (ترمذی)

تشریح:۔

یعنی جو دشمن کے شب خون مارنے کا اندیشہ کرتا ہے' وہ جنگل میں رات غفلت سے نہیں گزارتا ورنہ مارا جاتا ہے۔ لُٹ جاتا ہے۔ شیطان شب خون مارنے والا دشمن ہے۔ ہم دنیا میں راہِ آخرت طے کرنے والے مسافر ہیں۔ ایمان کی دولت ہمارے پاس ہے۔ یہاں غفلت نہ کرو ورنہ لٹ جاؤ گے۔

فرمان عالی میں اس آیت کریمہ کی طرف اشارہ ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ۔ جنت سودا ہے رب تعالیٰ فروخت کرنے والا ہے' ہم خریدار ہیں۔ ہمارے مال و جان اس سودے کی قیمت ہیں۔ اس کا عکس یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ خریدار ہے۔ ہمارے جان و مال سودے ہیں۔ جنت اس کی قیمت ہے۔ اگر جان دے کر بھی یہ سودا مل جائے تو سستا ہے۔

جے سردیاں راقب ملے اوہ پیارا
بڑا ستا سودا خریدار نوں ہے۔

ہر دو عالم قیمتِ خود گفتہ
نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز

اللہ تعالیٰ ہم محتاجوں کو اپنے محبوب کے نام کی خیرات دے دے۔ فقیروں بھکاریوں سے قیمت نہیں مانگی جاتی' اس پر کرمِ کریمانہ ہوتا ہے۔

چہ باشد کہ مشتے گدایانِ خیل
بیایند دارالسلام از طفیل

یعنی یا رسول اللہ ﷺ اگر ہم جیسے مٹھی بھر فقیر آپ کے طفیل جنت میں پہنچ جائیں تو آپ کا کیا بگڑتا ہے۔ ہمارا بھلا ہو جائے گا۔
مرأت

چہ کم گردد زجاہے چوں تو شاہے
اگر گاہے کنی سوئیم نگاہے
جامی

ترجمہ۔ آپ جیسے بادشاہ کا مرتبہ کیا کم ہوتا ہے کہ اگر کبھی میری طرف بھی نگاہ کرم ہو جائے۔

حدیث : ۱۲۵

وَعَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ اَبُوْبَكْرٍ يَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَدْ شِبْتَ قَالَ شَيَّبَتْنِيْ هُوْدُ وَالْوَاقِعَةُ وَالْمُرْسَلَاتُ وَعَمَّ يَتَسَاءَلُوْنَ وَاِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

مشکوٰۃ باب البکاء والخوف۔

ترجمہ :۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ بوڑھے ہوگئے۔ فرمایا مجھے سورۃ ہود' سورۃ واقعہ' سورۃ مرسلات' سورۃ نبا اور سورۃ تکویر نے بوڑھا کردیا۔ (ترمذی)

تشریح

اس طرح کہ حضورؐ پر ضعف کے آثار نمودار ہیں حتیٰ کہ اکثر نماز بھی بیٹھ کر پڑھتے ہیں۔ یہ مطلب نہیں کہ آپ کے بال سفید یا نگاہ کمزور ہوگئی کیونکہ حضور انورؐ کے سرمبارک اور داڑھی شریف میں کل بیس (20) بیس سے کم بال سفید تھے۔ (مرقات)

صاحب مرقات مزید فرماتے ہیں کہ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے شمار کیا ہے آپ کے کل چودہ (14) بال سفید تھے۔ (مرقات)

بعض روایات میں ہے کہ چودہ بال سر شریف میں پانچ بال داڑھی میں

اور ایک بال ریش میں۔ فرمایا جن سورتوں میں عذاب الٰہی کا ذکر ہے ان کے عذاب سے مجھے اپنی اُمت کا خوف ہے ان کی فکر اسی قدر ہے کہ اس فکر نے مجھے بوڑھا کردیا۔

ایک بزرگ نے خواب میں حضورؐ کی زیارت کی اور یہ حدیث پیش کی فرمایا۔ حدیث صحیح ہے ہم نے یہ فرمایا ہے۔ اس نے پوچھا کون سی آیت نے حضورؐ کو بوڑھا کیا۔ فرمایا۔ فاستقم کما امرت ومن تاب معک

مرقات

امت کی استقامت بڑی مشکل چیز ہے جس کی فکر حضورؐ کو ہے۔
فرمان باری تعالیٰ ہے لَقَدْ جَائَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْہِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَؤُفٌ رَّحِیْمٌ
حضورؐ فرماتے ہیں کہ ان سورتوں میں عذاب الٰہی کا ذکر ہے جن سے مجھے اپنی اُمت کی فکر ہے۔ (مرأت)

حدیث : ۱۳۶

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثَلٰثُ نَفَسٍ یُّظِلُّھُمُ اللّٰہُ تَحْتَ ظِلِّ عَرْشِہٖ یَوْمَ لَاظِلَّ اِلَّاظِلُّہٗ اَلْمُتَوَضِّیْ فِی الْمَکَارِہٖ وَالْمَاشِیْ اِلَی الْمَسَاجِدِ فِی الظُّلَمِ وَمُطْعِمُ الْجَائِعِ ۔ (مُنَبِّھَاتُ اِبْنِ حَجَرٍ عَسْقَلَانِیْ)

ترجمہ

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تین قسم کے لوگوں کو اللہ تعالیٰ اپنے سایۂ عرش کے نیچے جگہ عطا فرمائے گا۔ جس دن اس کے سایہ کے علاوہ اور کوئی سایہ نہ ہوگا وضو کرنے والا، تکلیفوں میں، اور اندھیرے میں مسجدوں کی طرف چلنے والا، اور بھوکے لوگوں کو کھلانے والا۔

(منبہات)

حدیث : ۱۳۷

وَعَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ اَرْبَعَةٌ فِي الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِّنَ الْجَنَّةِ اَلْخُلُوْدُ فِي الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِّنَ الْجَنَّةِ وَخِدْمَةُ الْمَلَائِكَةِ فِي الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِّنَ الْجَنَّةِ وَجِوَارُ الْاَنْبِيَاءِ فِي الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِّنَ الْجَنَّةِ وَرِضَى اللّٰهِ تَعَالٰى فِي الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِّنَ الْجَنَّةِ وَاَرْبَعَةٌ فِي النَّارِ شَرٌّ مِّنَ النَّارِ اَلْخُلُوْدُ فِي النَّارِ شَرٌّ مِّنَ النَّارِ وَتَوْبِيْخُ الْمَلَائِكَةِ الْكُفَّارَ فِي النَّارِ شَرٌّ مِّنَ النَّارِ وَجِوَارُ الشَّيْطَانِ فِي النَّارِ شَرٌّ مِّنَ النَّارِ وَغَضَبُ اللّٰهِ تَعَالٰى فِي النَّارِ شَرٌّ مِّنَ النَّارِ (منبہات ابن حجر عسقلانی)

ترجمہ

روایت ہے نبی کریم ﷺ سے کہ فرمایا جنت میں چار چیزیں جنت سے بہتر ہیں۔ ہمیشہ رہنا جنت میں جنت سے بہتر ہے' اور جنت میں فرشتوں کی خدمت گاری جنت سے بہتر ہے' اور جنت میں انبیاء کرام کا پڑوسی ہونا جنت سے بہتر ہے اور جنت میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی جنت سے بہتر ہے۔

اور چار چیزیں دوزخ میں دوزخ سے بھی بدتر ہیں۔ دوزخ میں ہیشگی دوزخ سے بدتر ہے' اور دوزخ میں کافروں کو فرشتوں کا جھڑکنا دوزخ سے بدتر ہے' اور دوزخ میں شیطان کا پڑوسی ہونا دوزخ سے بدتر ہے' اور دوزخ میں اللہ تعالیٰ کا غصہ دوزخ سے بدتر ہے۔

(منبہات)

حدیث : ۱۳۸

وَعَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ قَالَ حُبِّبَ اِلَیَّ مِنْ دُنْیَاکُمْ ثَلٰثٌ اَلطِّیْبُ وَالنِّسَاءُ وَجُعِلَتْ قُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ وَکَانَ مَعَہٗ اَصْحَابُہٗ جُلُوْسًا فَقَالَ اَبُوْبَکْرِنِ الصِّدِّیْقُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ صَدَقْتَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَحُبِّبَ اِلَیَّ مِنَ الدُّنْیَا ثَلٰثٌ اَلنَّظَرُ اِلٰی وَجْہِ رَسُوْلِ اللّٰہِ وَاِنْفَاقُ مَالِیْ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ وَاَنْ یَکُوْنَ اِبْنَتِیْ

تَحۡتَ رَسُوۡلِ اللّٰہِ فَقَالَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ صَدَقۡتَ یَا
اَبَا بَکۡرٍ وَحُبِّبَ اِلَیَّ مِنَ الدُّنۡیَا ثَلٰثٌ اَلۡاَمۡرُ بِالۡمَعۡرُوۡفِ
وَالنَّھۡیُ عَنِ الۡمُنۡکَرِ وَالثَّوۡبُ الۡخَلِقُ فَقَالَ عُثۡمَانُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ
صَدَقۡتَ یَا عُمَرُ وَحُبِّبَ اِلَیَّ مِنَ الدُّنۡیَا ثَلٰثٌ اِشۡبَاعُ
الۡجِیۡعَانِ وَکِسۡوَۃُ الۡعُرۡیَانِ وَتِلَاوَۃُ الۡقُرۡاٰنِ فَقَالَ عَلِیٌّ
رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ صَدَقۡتَ یَا عُثۡمَانُ وَحُبِّبَ اِلَیَّ مِنَ الدُّنۡیَا
ثَلٰثٌ اَلۡخِدۡمَۃُ لِلضَّیۡفِ وَالصَّوۡمُ فِی الصَّیۡفِ وَالضَّرۡبُ
بِالسَّیۡفِ فَبَیۡنَا ھُمۡ کَذٰلِکَ اِذۡ جَآءَ جِبۡرَائِیۡلُ وَقَالَ اَرۡسَلَنِی
اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی لَمَّا سَمِعَ مَقَالَتَکُمۡ وَاَمَرَکَ اَنۡ
تَسۡاَلَنِیۡ عَمَّا اُحِبُّ اَنۡ کُنۡتُ مِنۡ اَھۡلِ الدُّنۡیَا فَقَالَ مَا
تُحِبُّ اِنۡ کُنۡتَ مِنۡ اَھۡلِ الدُّنۡیَا فَقَالَ اِرۡشَادُ الضَّالِّیۡنَ
وَمُؤَانَسَۃُ الۡغُرَبَاءِ الۡقَانِتِیۡنَ وَمُعَاوَنَۃُ اَھۡلِ الۡعِیَالِ
الۡمُعۡسِرِیۡنَ وَقَالَ جِبۡرَائِیۡلُ یُحِبُّ رَبُّ الۡعِزَّۃِ جَلَّ جَلَالُہٗ
مِنۡ عِبَادِہٖ ثَلٰثَ خِصَالٍ بَذۡلُ الۡاِسۡتِطَاعَۃِ وَالۡبُکَاءُ
عِنۡدَ النَّدَامَۃِ وَالصَّبۡرُ عِنۡدَ الۡفَاقَۃِ (مُنَبِّھَاتِ اِبۡنِ حَجَرٍ عَسۡقَلَانِی)

ترجمہ و تشریح:۔

رسول اللہ ﷺ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا تمہاری دنیا

سے مجھے تین چیزیں پسند ہیں۔ "خوشبو' عورت (حضور انورؐ نے عورت کو اس واسطے پسند فرمایا کہ دنیا میں بقائے نسل اور گھر کا آرام سکھ سب عورت سے وابستہ ہے) اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز"

جب یہ فرمان ہُوا تو وہاں صحابہ کرامؓ بھی حاضر خدمت تھے اور ابوبکر صدیقؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ آپ نے سچ فرمایا مجھے بھی دنیا سے تین چیزیں محبوب ہیں۔ رسول اللہؐ کے چہرہ انور کو دیکھتے رہنا۔ رسول اللہؐ پر اپنا مال خرچ کرنا' اور میری بیٹی کا حضورؐ کی خدمت میں ہونا۔

اس کے بعد حضرت عمرؓ بولے کہ ابوبکرؓ سچے ہیں مجھے بھی دنیا میں تین چیزیں محبُوب ہیں۔ امر بالمعروف' نہی عن المنکر' اور لباس میں پرانا کپڑا استعمال کرنا پھر حضرت عثمانؓ بولے کہ عمرؓ سچے ہیں مجھے بھی دنیا سے تین چیزیں محبُوب ہیں بھوکوں کو کھانا کھلانا' ننگے بدن کو لباس پہنانا' اور تلاوتِ قرآن کرنا' حضرت علیؓ بھی حاضر درگاہ تھے انہوں نے فرمایا عثمانؓ سچے ہیں مجھے بھی دنیا سے تین چیزیں محبُوب ہیں۔ مہمانوں کی خدمت کرنا' گرمیوں میں روزے رکھنا' اور تلوار سے لڑائی کرنا۔

یہ مبارک مجلس اسی حال میں تھی کہ اچانک جبرائیل امینؑ حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا کہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ لوگوں کی گفتگو سنی تو مجھے بھیجا تاکہ میں بھی اپنی پسندیدہ چیزیں بتاؤں کہ اگر میں دنیا میں ہوتا۔

حضورؐ نے فرمایا کہ اگر تم دنیا میں ہوتے تو تمہاری پسندیدہ چیزیں کیا ہوتیں۔ جبرائیلؑ نے کہا۔ "بھولے بھٹکوں کو راہ بتلانا' غریبوں اور عبادت کرنے والوں سے محبت کرنا' اور بھوکے عیالداروں کی مدد کرنا اور ساتھ ہی حضرت جبرائیلؑ

نے یہ بھی کہا کہ اللہ تعالیٰ بھی اپنے بندوں سے تین خصلتیں پسند کرتا ہے۔ "اپنی طاقت بدنی ہو یا مالی عبادت میں خرچ کرنا۔ گناہوں کی ندامت پر رونا اور بھوک پر صبر کرنا۔"

حدیث ۱۳۹

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سَبْعَةُ نَفَرٍ یُظِلُّهُمُ اللّٰهُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ تَحْتَ ظِلِّ عَرْشِهٖ یَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّهٗ اَوَّلُهُمْ اِمَامٌ عَادِلٌ وَشَابٌّ نَشَاءَ فِیْ عِبَادَةِ اللّٰهِ تَعَالٰی وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللّٰهَ خَالِیًا فَفَاضَتْ عَیْنَاهُ دَمْعًا مِّنْ خَشْیَةِ اللّٰهِ تَعَالٰی وَرَجُلٌ قَلْبُهٗ مُتَعَلِّقٌ بِالْمَسْجِدِ حَتّٰی یَرْجِعَ اِلَیْهِ وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَلَمْ تَعْلَمْ شِمَالُهٗ بِمَا صَنَعَتْ یَمِیْنُهٗ وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِی اللّٰهِ وَرَجُلٌ دَعَتْهُ امْرَاَةٌ ذَاتُ جَمَالٍ اِلٰی نَفْسِهَا فَاَبٰی وَقَالَ اِنِّیْ اَخَافُ اللّٰهَ تَعَالٰی (منبهات ابن حجر عسقلانی)

ترجمہ:۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ سات آدمی ایسے ہیں کہ جن کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے عرش کے سایہ

میں جگہ عطا فرمائے گا جس دن کہ سوائے اس کے اور کوئی سایہ نہ ہوگا۔ امام عادل یعنی بادشاہ انصاف کرنے والا اور وہ جوان کہ جو اللہ تعالیٰ کی عبادات میں بڑا ہوا اور تمام عمر گزار دی اور وہ شخص کہ جس نے تنہائی میں اللہ کو یاد کیا اور اسکی آنکھوں سے خوف خدا کی وجہ سے آنسو ٹپک پڑے اور وہ شخص کہ جس کا دل مسجد سے معلق رہے یہاں تک کہ مسجد کی طرف لوٹ آئے۔ یعنی ایک نماز کے بعد دوسری نماز کے انتظار میں رہے حتیٰ کہ نماز کا وقت آگیا اور مسجد کی طرف لوٹ گیا اور وہ مرد جو صدقہ و خیرات کرے کہ اس کے بائیں ہاتھ کو معلوم نہ ہو کہ دائیں ہاتھ نے کیا دیا اور وہ دو مرد جو محض اللہ تعالیٰ کی خاطر ایک دوسرے سے محبت کرتے ہوں اور وہ مرد جس کو کوئی خوبصورت عورت اپنے نفس کی طرف دعوت دے تو وہ انکار کر دے اور کہے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔

حدیث : ۱۴۰

وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ الْاَنْصَارِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ قَالَ مَا زَالَ یُوْصِیْنِیْ جِبْرَائِیْلُ بِالْجَارِ حَتّٰی ظَنَنْتُ اَنَّہٗ یَجْعَلُہٗ وَارِثًا وَمَا زَالَ یُوْصِیْنِیْ بِالنِّسَاءِ حَتّٰی ظَنَنْتُ اَنَّہٗ سَیُحَرِّمُ طَلَاقَہُنَّ وَمَا زَالَ یُوْصِیْنِیْ بِالْمَمْلُوْکِیْنَ حَتّٰی ظَنَنْتُ اَنَّہٗ یَجْعَلُ لَہُمْ وَقْتًا یُعْتَقُوْنَ فِیْہِ وَمَا زَالَ یُوْصِیْنِیْ بِالسِّوَاکِ حَتّٰی

ظَنَنْتُ اَنَّہٗ فَرِیْضَۃٌ وَمَا زَالَ یُوْصِیْنِیْ بِالصَّلٰوۃِ فِی
الْجَمَاعَۃِ حَتّٰی ظَنَنْتُ اَنَّہٗ لَا یَقْبَلُ اللّٰہُ تَعَالٰی صَلٰوۃً اِلَّا
فِی الْجَمَاعَۃِ وَمَا زَالَ یُوْصِیْنِیْ بِقِیَامِ اللَّیْلِ حَتّٰی ظَنَنْتُ
اَنَّہٗ لَا نَوْمَ بِاللَّیْلِ وَمَا زَالَ یُوْصِیْنِیْ بِذِکْرِ اللّٰہِ حَتّٰی
ظَنَنْتُ اَنَّہٗ لَا یَنْفَعُ قَوْلٌ اِلَّا بِہٖ (منبہات ابن حجر عسقلانی)

ترجمہ:۔

حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ نبی کریم سے' روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے جبرائیل ؑ ہمیشہ ہمسایوں کے متعلق وصیت کرتے رہے یہاں تک کہ مجھے گمان ہوا کہ وہ میرے وارث بنا دیئے جائیں گے۔

اور عورتوں کے بارے میں جبرائیل ؑ مجھے وصیت کرتا رہا کہ مجھے گمان ہوا کہ ان پر طلاق حرام کر دی جائے گی اور غلاموں کے متعلق مجھے وصیت کرتا رہا یہاں تک کہ مجھے گمان ہوا کہ وہ کسی وقت میں آزاد ہو جائیں گے' اور مجھے مسواک کے متعلق وصیت کرتا رہا حتیٰ کہ مجھے گمان ہوا کہ وہ فرض ہو جائے گی' اور مجھے جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کی تاکید کرتا رہا یہاں تک کہ مجھے گمان ہوا کہ جماعت کے بغیر نماز قبول ہی نہیں ہو گی' اور ہمیشہ مجھے رات کے قیام کی وصیت کرتا رہا حتیٰ کہ میں سمجھا کہ رات کی نیند نہیں ہو گی' اور مجھے ذکر اللہ کی وصیت کرتا رہا حتیٰ کہ مجھے گمان ہوا کہ ذکر کے بغیر کسی بات کی اجازت نہیں ہو گی۔

حدیث: ۱۴۱

وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا اَنَّہٗ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ذَاتَ یَوْمٍ لِاِبْلِیْسَ عَلَیْہِ اللَّعْنَۃُ کَمْ اَحِبَّاؤُکَ مِنْ اُمَّتِیْ قَالَ عَشْرُ نَفَرٍ اَوَّلُہُمْ الْاِمَامُ الْجَائِرُ وَالْمُتَکَبِّرُ وَالْغَنِیُّ الَّذِیْ لَایُبَالِیْ مِنْ اَیْنَ یَکْتَسِبُ الْمَالَ وَفِیْ مَاذَا یُنْفِقُ وَالْعَالِمُ الَّذِیْ صَدَّقَ الْاَمِیْرَ عَلٰی جَوْرِہٖ وَالتَّاجِرُ الْخَائِنُ وَالْمُحْتَکِرُ وَالزَّانِیْ وَاٰکِلُ الرِّبٰوا وَالْبَخِیْلُ الَّذِیْ لَایُبَالِیْ مِنْ اَیْنَ یَجْمَعُ الْمَالَ وَشَارِبُ الْخَمْرِ مُدْمِنٌ عَلَیْہَا ثُمَّ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَکَمْ اَعْدَاؤُکَ مِنْ اُمَّتِیْ قَالَ عِشْرُوْنَ نَفَرًا اَوَّلُہُمْ اَنْتَ یَامُحَمَّدُ فَاِنِّیْ اُبْغِضُکَ وَالْعَالِمُ الْعَامِلُ بِالْعِلْمِ وَحَامِلُ الْقُرْاٰنِ اِذَا عَمِلَ بِمَا فِیْہِ وَالْمُؤَذِّنُ لِلّٰہِ فِیْ خَمْسِ صَلَوَاتٍ وَمُحِبُّ الْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاکِیْنِ وَالْیَتَامٰی وَذُوْ قَلْبٍ رَحِیْمٍ وَالْمُتَوَاضِعُ لِلْحَقِّ وَشَابٌّ نَشَأَ فِیْ طَاعَۃِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَاٰکِلُ الْحَلَالِ وَالشَّابَّانِ الْمُتَحَابَّانِ فِی اللّٰہِ وَالْحَرِیْصُ عَلَی الصَّلٰوۃِ فِی الْجَمَاعَۃِ

وَالَّذِی یُصَلِّی بِاللَّیْلِ وَالنَّاسُ نِیَامٌ وَالَّذِی یُمْسِکُ نَفْسَہٗ عَنِ الْحَرَامِ وَالَّذِی یَنْصَحُ وَفِی رِوَایَۃٍ یَدْعُو لِلْاِخْوَانِ وَلَیْسَ فِی قَلْبِہٖ شَیْءٌ وَالَّذِی یَکُوْنُ اَبَدًا عَلٰی وَضُوْءٍ وَسَخِیٌّ وَحَسَنُ الْخُلُقِ وَالْمُصَدِّقُ رَبَّہٗ بِمَا ضَمِنَ اللّٰہُ لَہٗ وَالْمُحْسِنُ اِلٰی مَسْتُوْرَاتِ الْاَرَامِلِ وَالْمُسْتَعِدُّ لِلْمَوْتِ

(مُنبِھَات ابن حجر عسقلانی)

ترجمہ و تشریح:-

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابلیس سے پوچھا کہ میری امت سے تیرے کتنے دوست ہیں تو اس نے کہا کہ دس آدمی میرے دوست ہیں۔

ظالم حاکم، متکبر، وہ مالدار غنی جو یہ نہ سوچے کہ مال کیسے حاصل کر رہا ہوں، اور کہاں خرچ کر رہا ہوں اور وہ عالم کہ کسی امیر کو اس کے ظلم پر اس کو سچا کر دے، اور تاجر جو خیانت کرتا ہو، اور اناج کو ذخیرہ کر کے روکنے والا، اور زنا کرنے والا، اور سود کھانے والا، اور وہ بخیل جو یہ نہ سوچے کہ کہاں سے مال جمع کر رہا ہے، اور شراب پینے والا، جو ہمیشہ اسکا عادی ہو جائے۔

پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اُمّت میں سے تیرے دشمن کون ہیں۔ شیطان ملعون نے کہا کہ بیس۔

سب سے پہلے یا محمدؐ میں آپ کو دشمن رکھتا ہوں' اور وہ عالم جو اپنے علم پر عامل ہو' اور قرآن کا حافظ جبکہ اس کے احکام پر عمل بھی کرے'۔

اور پانچ وقت محض اللہ کی خوشنودی کی خاطر اذان کہنے والا' اور فقراء و مساکین اور یتیموں سے محبت کرنے والا' اور مہربان دل والا' یعنی رحم کرنے والا' اور اللہ کے لئے تواضع کرنے والا' اور وہ جوان جو شروع ہی میں اللہ کی عبادت میں لگ جائے' اور حلال کمائی کھانے والا' اور دو جوان جو آپس میں محض اللہ کی رضا کی خاطر دوستی رکھتے ہوں' اور نمازوں کا حریص یعنی عادی جو جماعت کے ساتھ نماز ادا کرے' اور وہ شخص جو رات جاگ کر نماز پڑھے جبکہ لوگ سوئے ہوئے ہوں' اور وہ جو اپنے آپ کو حرام سے روکے' اور وہ شخص جو ہر ایک کی خیر خواہی کرے' اور ایک روایت میں ہے کہ بھائیوں کے واسطے دعا کرے اور اس کے دل میں ان کے خلاف کوئی چیز نہ ہو'۔

اور وہ شخص جو ہمیشہ باوضو رہے' اور سخاوت کرنے والا' اور حسن اخلاق والا' اور وہ کہ جس کی ضمانت اللہ کے ذمے ہے اس کو سچ جانتا ہو اور ایمان رکھتا ہو مثلاً" رزق وغیرہ' اور بیوہ عورتوں کے ساتھ بھلائی کرنے والا' اور موت کے لئے ہر وقت تیار رہنے والا۔

حدیث ۱۴۲

وَعَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَامَ فِيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَامًا مَا تَرَكَ شَيْئًا يَكُوْنُ فِيْ مَقَامِهٖ ذٰلِكَ

اِلیٰ قِیَامِ السَّاعَةِ اِلَّا حَدَّثَ بِہٖ حَفِظَہٗ مَنْ حَفِظَہٗ وَ نَسِیَہٗ مَنْ نَسِیَہٗ قَدْ عَلِمَہٗ اَصْحَابِیْ هٰٓؤُلَآءِ وَاِنَّہٗ لَیَکُوْنَ مِنْہُ الشَّیْءُ قَدْ نَسِیْتُہٗ فَاَرَاہُ فَاَذْکُرُہٗ کَمَا یَذْکُرُ الرَّجُلُ وَجْہَ الرَّجُلِ اِذَا غَابَ عَنْہُ ثُمَّ اِذَا رَاٰہُ عَرَفَہٗ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ) مشکوٰۃ کتاب الفتن

ترجمہ:۔

حضرت حذیفہ ؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ہم میں رسول اللہ ﷺ نے ایک جگہ قیام فرمایا۔ آپ نے اس جگہ میں قیامت تک ہونے والی کوئی چیز نہ چھوڑی مگر اس کی خبر دی جس نے اسے یاد رکھا‘ اس نے یاد رکھا‘ جو بھول گیا‘ وہ بھول گیا۔ یہ بات میرے یہ دوست جانتے ہیں۔ ان واقعات میں سے کوئی چیز ہوتی ہے جسے میں بھول چکا ہوتا ہوں پھر اسے دیکھتا ہوں تو ایسے یاد کر لیتا ہوں جیسے کوئی شخص کسی کا چہرہ پہچان لیتا ہے جب وہ اس سے غائب رہا ہو پھر جب اسے دیکھے تو پہچان لے۔ (بخاری و مسلم)

تشریح:۔

حدیث مذکور کے راوی حضرت حذیفہ ابن یمان حضورؐ کے صاحبِ اسرار صحابی ہیں۔

قام فینا حضور ﷺ ایک جگہ تشریف فرما ہوئے آپکا یہ قیام آئندہ واقعات

کی خبریں دینے کے لئے تھا۔
اِلَّا حَدَّثَ بِہٖ (مگر اس کی خبر دی) حضورؐ نے ہر چھوٹے بڑے واقعہ حتیٰ کہ قطرہ قطرہ اور ذرہ ذرّہ کا بیان فرما دیا یہ حدیث اس آیت کی تفسیر ہے وَعَلَّمَکَ مَالَمْ تَکُنْ تَعْلَم جس سے معلوم ہو رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کو ہر ذرّے اور ہر قطرے کا علم بخشا۔ اتنے تھوڑے وقت میں یہ سب بیان فرما دینا حضور انورؐ کا معجزہ ہے جیسے داوٗدؑ آن کی آن میں زبور شریف پڑھ لیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور انورؐ کو سب کچھ سکھا دیا جس سے حضور انورؐ ان سب کے عالم بن گئے۔ مگر آپ نے حضرات صحابہؓ کو یہ سب کچھ بتا دیا' سکھلایا نہیں جس نے وہ صحابہ ان سب کے عالم نہ بن سکے۔ لہٰذا صحابہ کا علم حضورؐ کے برابر نہ ہوا جیسے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو تمام چیزوں کے نام سکھا دیئے وَعَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَآءَ کُلَّهَا جس سے وہ ان تمام اسماء کے عالم بن گئے' مگر آدمؑ نے فرشتوں کو یہ نام بتا دیئے' سکھائے نہیں جس سے فرشتے عالم نہ بنے۔ فَلَمَّآ اَنْبَاَهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ
وَنَسِیَهٗ مَنْ نَسِیَهٗ (جو بھول گیا' وہ بھول گیا۔) یعنی یہ ساری باتیں تو کسی ایک کو یاد نہ رہیں۔ بعض کو زیادہ اور بعض کو تھوڑی باتیں یاد رہیں۔ بعض کو بہت چیزیں بھول گئیں۔
قَدْ عَلِمَهٗ اَصْحَابِیْ هٰٓؤُلَآءِ (یہ بات میرے یہ دوست جانتے ہیں) یعنی جو صحابہ آج موجود ہیں انہیں یہ واقعہ یاد ہے جو میں نے بیان کیا کہ حضور انورؐ نے یہ سب باتیں ایک مجلس شریف میں بتائی تھیں۔
ثُمَّ اِذَا رَاٰهُ عَرَفَهٗ (جب دیکھے تو پہچان لے) جس طرح بھولا بچھڑا آدمی جب

سامنے آجائے تو پہچان لیا جاتا ہے اسی طرح بہت دفعہ واقعات ہمارے سامنے آکر ہم کو ہماری بھولی باتیں یاد دلا دیتے ہیں کہ حضور انورؐ نے یہ فرمایا تھا دیکھو وہ واقعہ اس طرح ہے۔ (مرأت)

حدیث : ۱۴۳

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَتَقَارَبُ الزَّمَانُ وَیُقْبَضُ الْعِلْمُ وَتَظْهَرُ الْفِتَنُ وَیُلْقَی الشُّحُّ وَیَكْثُرُ الْهَرْجُ قَالُوْا وَمَا الْهَرْجُ قَالَ اَلْقَتْلُ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ) مشکوٰۃ باب الفتن

ترجمہ:۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے۔ زمانہ چھوٹا ہو جائے گا اور علم اٹھا لیا جائے گا اور فتنے ظاہر ہو جائیں گے اور بخل ڈال دیا جائے گا ہرج بڑھ جائے گا لوگوں نے عرض کیا ہرج کیا ہے فرمایا قتل۔

تشریح:۔

"یتقارب بنا ہے قُرب سے بمعنی نزدیکی اس کے بہت معنی کیے گئے ہیں۔ مشہور معنی یہ ہے کہ زمانے کے اجزاء دن رات' گھنٹہ' منٹ' ہفتہ' مہینہ اور سال ایک دوسرے گزرنے میں قریب ہو جائیں گے کہ بہت جلد جلد گزرنے لگیں

گے اس کی شرح وہ حدیث ہے کہ قربِ قیامت میں سال ایک مہینہ کی طرح، مہینہ ہفتہ کی طرح، ہفتہ دن کی طرح اور دن آگ سلگانے جتنے وقت میں گزریں گے۔ یا یہ معنی ہیں کہ زمانہ قیامت کے نزدیک ہو جائے گا یا یہ کہ زمانہ والے لوگ ایک دوسرے سے جنگ و جدال کے لئے گتھ جائیں گے۔ قریب تر ہو جائیں گے۔ یا سارے اوقات شر فساد میں ایک دوسرے سے قریب و یکساں ہو جائیں گے۔

وَیُقْبَضُ الْعِلْمُ علم سے مراد عِلم دین ہے عِلم دین کے اُٹھ جانے سے مراد یہ ہے کہ علماء دین وفات پاتے رہیں گے اور بعد کے لوگ عالم بننا چھوڑ دیں گے کیونکہ علم دین کی قدر نہ قوم میں رہے گی اور نہ حکومت میں۔ اس کا مشاہدہ آج کل ہو رہا ہے۔ اب علماء بھی واعظ یا پیر بن کر گزارہ کر رہے ہیں۔ صرف علماء کے لئے کوئی ذریعہ نہیں۔ انگریزی ایم اے یا (M.Sc.) ایم ایس سی کر لو تو تمام دروازے کھل جاتے ہیں۔ عالم دین بنو تو حکومت کا کوئی محکمہ تمہیں نہیں لیتا۔ تم پہ حکومت کے سارے دروازے بند ہیں۔ دین کا اللہ ہی حافظ ہے۔ دین رسُولی باغ ہے اور علم دین اس کا پانی۔ جب پانی نہ دیا جائے تو باغ کا کیا ہو گا۔

وَیُلْقَی الشُّحُّ یعنی لوگ کنجوس ہو جائیں گے۔ علماء علم سکھانے میں بخل کریں گے اور کاریگر اپنا ہنر سکھانے میں بخل کریں گے۔ مالدار لوگ اپنا مال خرچ کرنے میں بخیل ہو جائیں گے۔ یُلْقَی فرما کر بتایا گیا کہ یہ بُخل شیطان دلوں میں ڈالے گا۔ لوگوں کو بُخل کے فائدے، سخاوت کے نقصانات ذہن نشین کر دے گا۔

هَرْج' ہرج کے لغوی معنی فتنہ ہے۔ یہاں خاص فتنہ یعنی قتل و خون مراد ہے۔ حرج "ح" سے ہو تو اسکا معنی تنگی ہے۔ لیس علی الاعمٰی حرج

(مرأت)

حدیث : ۱۴۲

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَا تَذْھَبُ الدُّنْیَا حَتّٰی یَاْتِیَ عَلَی النَّاسِ یَوْمٌ لَا یَدْرِیْ الْقَاتِلُ فِیْمَ قَتَلَ وَلَا الْمَقْتُوْلُ فِیْمَ قُتِلَ فَقِیْلَ کَیْفَ یَکُوْنُ ذٰلِکَ قَالَ الْھَرْجُ اَلْقَاتِلُ وَالْمَقْتُوْلُ فِی النَّارِ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ) مشکوٰۃ کتاب الفتن

ترجمہ:۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے دنیا نہ جائے گی حتیٰ کہ لوگوں پر وہ دن آجائے گا جب قاتل نہ جانے گا کہ کس جرم میں قتل کیا گیا اور نہ مقتول جانے گا کہ وہ کس جرم میں قتل کیا گیا۔ عرض کیا گیا کہ کیسے ہو گا فرمایا فتنہ عامّہ کی وجہ سے قاتل مقتول دونوں دوزخ میں جائیں گے۔ (مسلم)

تشریح۔

اس فرمان عالی کا ظہور آج پورے طور سے ہو رہا ہے بات بات پر مکھی' مچھر اور کھٹمل کی طرح انسان قتل کرائے جا رہے ہیں۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ قاتلوں کو سزا نہیں ملتی تو مقتول کے وارثین ایک کے بدلے دو تین کو مار دیتے ہیں پھر وہ لوگ دو کے بدلے تین چار کو مار دیتے ہیں اگر عدالتوں سے سزا پوری پوری ملے تو جرموں کی جڑ کٹ جائے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ۔

اَلْهَرْجُ (فتنہ) یعنی لوگوں میں لاقانونیت' طبیعتوں میں بربریت پیدا ہو جائے گی۔ شرافت انسانی لوگ کھو چکیں گے۔ اس حدیث کی زندہ شرح آج کا زمانہ ہے۔

اَلْقَاتِلُ وَالْمَقْتُوْلُ فِي النَّارِ (قاتل و مقتول دونوں جہنم میں) قاتل تو قتل کی وجہ سے دوزخ میں جائے گا اور مقتول ارادہ قتل کی وجہ سے دوزخ میں جائے گا۔ کیونکہ وہ بھی اسی ارادہ سے آیا تھا۔ اس کا داؤ نہ چلا یا اس کا وار خالی گیا۔ معلوم ہوا کہ گناہ کا پختہ ارادہ بھی گناہ ہے۔ اللہ تعالیٰ گناہ اور ارادہ گناہ دونوں سے بچائے۔ آمین (مرأت)

ایک حدیث میں آتا ہے کہ قریبِ قیامت زلزلے زیادہ آئیں گے۔

(مشکوٰۃ)

حدیث : ۱۴۵

وَعَنْ اَبِیْ قَتَادَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ رَاٰنِیْ فَقَدْ رَاٰی الْحَقَّ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ) مشکوٰۃ کتاب الرؤیا

ترجمہ:۔

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے مجھے دیکھا اس نے حق دیکھا۔

(بخاری و مسلم)

تشریح:۔

حدیث پاک کے چند معنی کیے گئے ہیں

۱۔ دیکھنے سے مراد خواب میں دیکھنا اور حق سے مراد واقعی دیکھنا۔ باطل کا مقابل یعنی جس نے خواب میں مجھے دیکھا اسنے واقعی مجھے دیکھا وہ شکل خیال شیطانی نہیں میری ہے۔

۲۔ تاقیامت جو ولی بیداری میں مجھے دیکھے گا وہ مجھ ہی کو دیکھے گا۔ شیطان میری شکل میں اس کے سامنے نہ آئے گا۔ بعض اولیاء بیداری میں حضورؐ کو دیکھتے اور کلام کرتے ہیں اور مصافحہ و معانقہ کرتے ہیں۔ شیخ ابو مسعودؒ ہر نماز کے بعد حضور انورؐ سے مصافحہ کرتے تھے۔ ابوالحسن شاذیؒ فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضور انورؐ نے فرمایا کہ اپنے کپڑے پاک رکھو۔

نور الدین یحیٰیؒ نے روضہ انور سے جواب سلام سُنا۔ شیخ ابوالعباس کہتے ہیں کہ اگر میں ایک ساعت بھی حضورؐ کا جمال نہ دیکھوں تو اپنے مرتد ہو جانے کا فتویٰ دوں۔ حضرت غوثِ پاک ایک دفعہ وعظ فرما رہے تھے کہ شیخ علی ابن ہیتی سامنے بیٹھے تھے کہ انہیں نیند آ گئی۔ حضور غوثِ پاکؒ منبر سے اتر کران کے پاس باادب کھڑے ہو گئے اور حاضرین سے فرمایا باادب اور خاموش رہو کچھ دیر بعد علی بیدار ہوئے جناب غوث پاک نے فرمایا اے علی کیا تم نے خواب میں حضورؐ کی زیارت کی بولے ہاں۔ فرمایا اسی لئے میں تمہارے پاس باادب کھڑا ہو گیا تھا۔ فرمایا تم کو حضورؐ نے کیا حکم فرمایا' عرض کیا آپ کی مجلس میں حاضر رہنے کا۔ شیخ علی نے کہا جو کچھ میں نے خواب میں دیکھا۔ جنابِ غوث نے بیداری میں دیکھا غرضیکہ بیداری میں حضورؐ کو دیکھنا اولیاء اللہ سے ثابت ہے۔ یہ حدیث اس کی دلیل ہے۔

(اشعۃ)

کوئی شخص اس دنیا میں آنکھوں سے بیداری میں ربِ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکتا کیونکہ فرمان باری تعالیٰ ہے لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ ان آنکھوں سے رب کو صرف حضور انورؐ نے بیداری میں دیکھا۔ مگر زمین پر رہ کر نہیں بلکہ عرش سے دور جاکر یعنی معراج کی رات۔ ہاں خواب میں رب تعالیٰ کی زیارت ہو سکتی ہے بلکہ بعض خواص کو ہوئی ہے۔ حضور انورؐ صبح کی نماز میں دیر سے آئے۔ بعد نماز فرمایا کہ میں نے رب کو اچھی صورت میں دیکھا۔

بعض لوگ اس حدیث کے معنی یہ کرتے ہیں کہ یہاں حق سے مراد

ربِ تعالیٰ کی ذات ہے اور معنی یہ ہیں کہ جس نے مجھے دیکھا اس نے خدا کو دیکھ لیا کیونکہ حضور انورؐ آئینہ ذات کبریاء ہیں جیسے کہا جائے کہ جس نے قرآن مجید پڑھا اپنے رب سے کلام کر لیا یا جس نے بخاری دیکھی اسنے محمد بن اسماعیل کو دیکھ لیا اگرچہ بعض لوگ اس معنی کی تردید کرتے ہیں۔

قرآن کریم نے حضورؐ کو ذکر اللہ فرمایا وَاَنْزَلْنَا اِلَيْكُمْ ذِكْرًا رَّسُوْلًا کیونکہ حضور انورؐ کو دیکھ کر خدا تعالیٰ یاد آتا ہے۔ حضورؐ مذکر ہیں۔ انما انت مذکر (مرات)

حدیث : ۱۴۶

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ رَاٰنِيْ فِي الْمَنَامِ فَسَيَرَانِيْ فِي الْيَقْظَةِ وَلَا يَتَمَثَّلُ الشَّيْطَانُ بِيْ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) مشکوٰۃ کتاب الرؤیا

ترجمہ:۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسنے مجھے خواب میں دیکھا وہ عنقریب مجھے بیداری میں دیکھے گا اور شیطان میری شکل نہیں بن سکتا۔ (بخاری و مسلم)

تشریح:۔

حدیث مذکور کے چند ایک معنی کئے گئے ہیں۔

۱۔ جس صحابی نے مجھے یہاں خواب میں دیکھا وہ مجھے قیامت کے دن بیداری میں دیکھے گا۔

۲۔ جس مسلمان نے مجھے خواب میں دیکھا وہ مجھے قیامت میں بیداری میں دیکھے گا۔

۳۔ جس مسلمان نے مجھے خواب میں دیکھا وہ مجھے اپنی زندگی ہی میں بیداری میں دیکھے گا۔ خواص اولیاء اللہ تو ظاہر ظہور دیکھیں گے۔ ہم جیسے عوام جن میں ضبط کا مادہ نہیں راز چھپا نہیں سکتے وہ مرتے وقت جب زبان بند ہو جائے گی تب پہلے مجھے دیکھیں گے بعد میں وفات پائیں گے۔ تاکہ وہ راز ظاہر نہ کر سکیں۔ چنانچہ حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ نے ایک بار خواب میں سرکار دو عالمؐ کو دیکھا۔ بیدار ہو کر اس حدیث میں غور کیا اور سوچا کہ اب میں حضور انورؐ کو بیداری میں کیونکر دیکھوں گا۔ آپ اپنی خالہ ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالی عنہا کے گھر تشریف لے گئے۔ حضرت میمونہ نے حضورؐ کا آئینہ آپ کو دیا جس میں حضور انورؐ اپنا چہرہ مبارک (والضحیٰ) دیکھا کرتے تھے۔ حضرت عبد اللہؓ نے جب آئینہ دیکھا تو اس میں بجائے اپنی صورت کے حضورؐ کی صورت شریف نظر آئی۔ اپنی صورت بالکل نظر نہ آئی۔

(اشعۃ اللمعات)

۴۔ میرے زمانۂ حیات میں جو مسلمان مجھ تک نہ پہنچ سکا اس نے مجھے خواب میں دیکھ لیا وہ انشاء اللہ عنقریب مجھ تک پہنچ جائے گا اور میری زیارت کر لے گا۔

تیسرے معنی بہت قوی ہیں اور یہ بشارت عام مسلمانوں کے لئے ہے۔

(مرأت)

لَا یَتَمَثَّلُ الشَّیْطَان (شیطان میری شکل نہیں بن سکتا) یہ حضورؐ کا وہ معجزہ ہے جو تا قیامت باقی ہے کہ جیسے شیطان زندگی شریف میں آپ کی شکل اختیار نہ کر سکا اسی طرح تاقیامت کسی کی خواب میں حضورؐ کی شکل میں نہیں آسکتا۔ حضور انورؐ کے سوا اور تمام کی شکلوں میں آجاتا ہے۔ خواب میں باتیں کرجاتا ہے۔ مرد یا عورت کو احتلام اسی ہی کی مہربانی سے ہوتا ہے۔

(مرأت)

علماء فرماتے ہیں کہ شیطان خواب میں خدا بن کر آسکتا ہے مگر مصطفیٰؐ بن کر نہیں آسکتا کیونکہ حضورؐ ہادیٔ مطلق ہیں اور شیطان مُضلِ مطلق۔ گمراہ گر ہادی کی شکل میں کیسے آئے۔ دو ضدیں کس طرح جمع ہوسکتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہادی بھی ہے مُضل بھی۔ دیکھو مدعی الوہیت کے ہاتھ پر عجائبات ظاہر ہوسکتے ہیں جیسے دجال مگر مدعی نبوت کے ہاتھ پر کبھی عجائبات ظاہر نہیں ہوسکتے۔

(اشعۃ اللمعات)

حدیث : ۱۴۷

وَعَنْ اِبْنِ عَائِذٍ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ جَنَازَۃِ رَجُلٍ فَلَمَّا وُضِعَ قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ

لَا تُصَلِّ عَلَيْهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فَاِنَّهٗ رَجُلٌ فَاجِرٌ فَالْتَفَتَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى النَّاسِ فَقَالَ هَلْ رَاٰهُ اَحَدٌ مِنْكُمْ عَلٰى عَمَلِ الْاِسْلَامِ فَقَالَ رَجُلٌ نَعَمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰہِ حَرَسَ لَيْلَةً فِیْ سَبِيْلِ اللّٰہِ فَصَلّٰى عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَثٰى عَلَيْهِ التُّرَابَ وَقَالَ اَصْحَابُكَ يَظُنُّوْنَ اَنَّكَ مِنْ اَهْلِ النَّارِ وَاَنَا اَشْهَدُ اَنَّكَ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَقَالَ يَا عُمَرُ اِنَّكَ لَا تُسْئَالُ عَنْ اَعْمَالِ النَّاسِ وَلٰكِنْ تُسْئَالُ عَنِ الْفِطْرَةِ

(رَوَاهُ الْبَيْهَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ) مشکوٰۃ باب الجہاد

ترجمہ :۔

روایت ہے حضرت ابن عائذ سے، فرماتے ہیں کہ رسول ﷺ ایک شخص کے جنازے میں تشریف لے گئے۔ جب جنازہ رکھا گیا تو حضرت عمر ابن خطابؓ نے عرض کیا۔ یارسول اللہؐ۔ اس پر نماز نہ پڑھیے کیونکہ فاجر آدمی ہے۔ تب رسول ﷺ نے لوگوں کی طرف توجہ فرمائی کہ کیا تم میں سے کسی نے اسے اسلامی کام پر دیکھا ہے تو ایک شخص نے کہا۔ ہاں یارسول اللہؐ اس نے ایک رات راہ خدا میں پہرہ دیا تھا تو اس پر رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھی اور اس پر مٹی ڈالی اور فرمایا تیرے ساتھی تو گمان کرتے ہیں کہ تو دوزخی ہے اور میں گواہی

دیتا ہوں کہ تو جنتیوں میں سے ہے اور فرمایا۔ اے عمر تم سے لوگوں کے اعمال کے متعلق پوچھ گچھ نہ ہوگی لیکن تم سے اسلام کے متعلق پوچھ گچھ ہوگی۔

تشریح:۔

ابن عائذ دو ہیں ایک قیس بن عائذ اور دوسرے منذر ابن عائذ۔ دونوں صحابی ہیں۔

(اشعہ)

غالباً" یہاں قیس ابن عمرو مدنی مراد ہیں جو بیعت رضوان میں شریک ہوئے اور بصرہ میں قیام رہا۔

(مرقات)

فَلَمَّا وُضِعَ (جب جنازہ رکھا گیا) حضور ﷺ نے اس کی نماز جنازہ پڑھانے کا ارادہ فرمایا تب حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ اس پر نماز نہ پڑھائیں تاکہ دوسروں کو عبرت ہو۔

یہاں فاجر سے مراد منافق نہیں بلکہ سخت گنہ گار ہے۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ جہاں تک میرا علم ہے اس نے کبھی کوئی نیکی نہیں کی۔ میں نے اسے نیک کام کرتے نہیں دیکھا۔ برائیاں کرتے دیکھا ہے۔ حضور اس پر نماز نہ پڑھیں تاکہ آئندہ لوگ عبرت پکڑیں اور گناہوں سے باز رہیں جیسا کہ حضورؐ مقروض پر نماز نہیں پڑھتے تھے تاکہ لوگ قرض لینے سے بچیں۔

هَلْ رَاٰهُ عَلٰى عَمَلِ الْاِسْلَامِ۔ کیا تم نے اسے کوئی اسلامی کام کرتے دیکھا ہے؟ یہ ہے حضورؐ کی شانِ ستار العیوبی کہ حضرت عمرؓ یا کسی اور سے اس کے گناہ

دریافت نہ کیے کہ تم نے اسے کیا گناہ کرتے دیکھا ہے؟ تم اسے فاجر کیوں کہتے ہو بلکہ لوگوں سے اس کے نیک اعمال کی گواہی طلب کی تاکہ اس کے عیوب چھپے رہیں اور اس کی نیکی ظاہر ہو جائے۔

اے کریم تمہارے کرم کے قربان مجھ سیاہ کار بدکار کا بھی ایسے ہی پردہ رکھنا۔

خیال رہے کہ حضورؐ کا لوگوں سے اس کی نیکیاں پوچھنا گواہی قائم کرنے کے لئے ہے جیسے قیامت میں ربِ تعالیٰ گواہی شہادت لے کر فیصلے فرمائے گا ورنہ حضورؐ ہر شخص کے ہر نیک و بد اعمال سے خبردار ہیں۔ ارشاد باری ہے۔ وَ يَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا۔

حضورؐ نے دو قبروں پر کھڑے ہو کر فرمایا تھا کہ ان کو عذاب ہو رہا ہے۔ ان میں ایک چغل خور تھا دوسرا چرواہا کہ پیشاب کی چھینٹوں سے نہ بچتا تھا۔

اے فروغت صبح آثارِ دھور
چشم تو بینندۂِ ما فِی الصّدور

حَرَسَ لَيْلَةً فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ایک رات اس نے راہِ خدا میں پہرہ دیا۔ اس طرح کہ لشکرِ اسلام تھکا ہوا آرہا تھا' رات کو ایک جنگل میں آرام کرنا چاہتا تھا۔ پہرہ دار کی ضرورت تھی تاکہ دشمن شب خون نہ مار سکے۔ اس اللہ کے بندے نے تمام لشکر کو سُلا دیا اور خود جاگ کر پہرا دیا۔ اس کی یہ نیکی میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھی ہے۔ وَحَثّٰى عَلَيْهِ التُّرَابَ اس پر مٹی ڈالی یعنی حضورؐ نے اس کے

تمام گناہ نظر انداز فرمادیئے اور اس ایک نیکی کی گواہی لے کر اس کی نماز پڑھی اور قبر پر تین لپ مٹی بھی اپنے دستِ اقدس سے ڈالی۔ اے مرنے والے تیرے نصیب کہ صدقے جاؤں۔ خیال رہے کہ اس شخص نے اگرچہ بہت گناہ کئے ہوں گے مگر ایک رات پہرہ دینے سے سارے معاف ہوچکے اور حضور کا اس پر نماز پڑھنا اور دفن فرمانا اس کے لئے رب سے بڑے درجات لینے کا ذریعہ ہے۔ بعض صحابہ اگرچہ گناہ کرلیتے تھے مگر اس رحمت کے سمندر میں نہا دھو کر پاک و صاف ہوجاتے تھے۔ ثابت ہوا کہ تمام صحابہ عادل ہیں۔ کوئی فاسق نہیں کیونکہ گناہ کرنا اور چیز ہے۔ فاسق ہونا یا رہنا دوسری چیز۔

اَشْهَدُ اَنَّكَ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ میں گواہی دیتا ہوں کہ تو جنتیوں میں سے ہے۔ اول درجے کا جنتی وہ ہے جو مرتے ہی روحانی طور پر اور محشر کے بعد بغیر سزا پائے جنت میں جائے گا کیونکہ تیرے سارے گناہ ایک رات پہرہ دینے اور میری نماز سے معاف ہوچکے۔ یہ ہے اس غیوب دان کا علم۔ صلی اللہ علیہ وسلم

سرکار نے عمرؓ سے فرمایا دنیا میں ہم اور سارے مسلمان تم سے کسی میت کے اعمال کے بارے میں نہ پوچھیں گے۔ لہٰذا تم کسی کے گناہ بیان نہ کرنا۔ عیب پوشی سے کام لینا۔ مسلمان مردوں کو بھلائی سے یاد کرنا۔ دیکھو ہم نے بجائے گناہ کے نیکی کی گواہی لی۔

(اشعہ وغیرہ)

تُسْأَلُ عَنِ الْفِطْرَةِ یعنی ہم اور ہمارے صحابہ تم سے میتوں کے ایمان کی گواہی لیں گے۔ مسلمان کو بعد موت اچھائی سے یاد کرو۔ خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

مقروض میت پر نماز نہ پڑھتے تھے بلکہ صحابہ سے پڑھواتے تھے تاکہ لوگ قرض سے بچیں کیونکہ قرض حق العبد ہے جو توبہ سے بھی معاف نہیں ہوتا۔ نیز فقہا فرماتے ہیں کہ ڈاکو وغیرہ پر نماز نہ پڑھی جائے کیونکہ یہ فتنہ گر ہیں۔ خیال رہے حضور انورؐ کا اس شخص کا جنتی ہونے کی گواہی دینے سے معلوم ہوا کہ حضورؐ سب کی سعادت و شقاوت اور جنتی دوزخی ہونے سے خبردار ہیں۔ ورنہ حضورؐ یہ خبر کس طرح دیتے۔ یہ ہے حضورؐ کا علوم خمسہ پر مطلع ہونا۔ (مرأت)

حدیث : ۱۴۸

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثٌ مُّنْجِیَاتٌ وَّثَلٰثٌ مُّهْلِكَاتٌ وَّثَلٰثٌ دَرَجَاتٌ وَّثَلٰثٌ كَفَّارَاتٌ اَمَّا الْمُنْجِیَاتُ فَخَشْیَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی فِی السِّرِّ وَالْعَلَانِیَةِ وَالْقَصْدُ فِی الْفَقْرِ وَالْغِنٰی وَالْعَدْلُ فِی الرِّضَاءِ وَالْغَضَبِ وَاَمَّا الْمُهْلِكَاتُ فَشُحٌّ شَدِیْدٌ وَّهَوًی مُّتَّبَعٌ وَّاِعْجَابُ الْمَرْءِ بِنَفْسِهٖ وَاَمَّا الدَّرَجَاتُ فَاِفْشَاءُ السَّلَامِ وَاِطْعَامُ الطَّعَامِ وَالصَّلٰوةُ بِاللَّیْلِ وَالنَّاسُ نِیَامٌ وَاَمَّا الْكَفَّارَاتُ فَاِسْبَاغُ الْوُضُوْءِ فِی السَّبَرَاتِ وَنَقْلُ الْاَقْدَامِ اِلَی الْجَمَاعَاتِ وَانْتِظَارُ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الصَّلٰوةِ ۔ (مُنَبِّهَاتِ ابْنِ حَجَرٍ عَسْقَلَانِیْ)

ترجمہ:۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ تین چیزیں نجات دینے والی ہیں۔ تین چیزیں ہلاک کرنے والی ہیں۔ تین چیزیں درجات بلند کرنے والی ہیں اور تین چیزیں گناہوں کا کفارہ ہیں۔

نجات دینے والی یہ ہیں۔

۱۔ ظاہر اور باطن میں اللہ تعالیٰ کا خوف

۲۔ دولت مندی اور غربت میں میانہ روی اختیار کرنا۔

۳۔ خوشی اور غصہ میں عدل کا دامن نہ چھوڑنا۔

ہلاک کرنے والی یہ ہیں۔

۱۔ انتہاء کی بخیلی (کنجوسی)

۲۔ ہر وہ خواہش کہ انسان اس کے پورا کرنے کے درپے ہوجائے۔

۳۔ خود پسندی یعنی کہ اپنے جیسا کسی کو نہ دیکھنا یعنی دوسروں کو اپنے سے کمتر اور ذلیل سمجھنا۔

درجات بڑھانے والی یہ ہیں۔

۱۔ سلام کا پھیلانا۔

۲۔ ہر ایک کو کھانا کھلانا۔

۳۔ اس وقت نماز پڑھنا جب لوگ سو رہے ہوں۔

اور گناہوں کا کفارہ ہونے والی یہ ہیں۔

۱- ناپسند موسم یا حالات میں وضو مکمل کرنا جب کہ طبیعت نہ چاہتی ہو۔

۲- مساجد میں جماعت کے لئے چل کر جانا۔

۳- ایک نماز کے بعد دوسری نماز کی انتظار کرتے رہنا۔

حدیث : ۱۴۹

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُعْطِي اللّٰهُ لِاَحَدٍ خَمْسًا اِلَّا وَقَدْ اَعَدَّ لَهُ خَمْسًا اُخْرٰى لَا يُعْطِيْهِ الشُّكْرَ اِلَّا وَقَدْ اَعَدَّ لَهُ الزِّيَادَةَ وَلَا يُعْطِيْهِ الدُّعَاءَ اِلَّا وَقَدْ اَعَدَّ لَهُ الْاِسْتِجَابَةَ وَلَا يُعْطِيْهِ الْاِسْتِغْفَارَ اِلَّا وَقَدْ اَعَدَّ لَهُ الْغُفْرَانَ وَلَا يُعْطِيْهِ التَّوْبَةَ اِلَّا وَقَدْ اَعَدَّ لَهُ الْقُبُوْلَ وَلَا يُعْطِيْهِ الصَّدَقَةَ اِلَّا وَقَدْ اَعَدَّ لَهُ التَّقَبُّلَ
(مُنَبِّهَات اِبْنِ حَجَرٍ عَسْقَلَانِي)

ترجمہ:۔

نبی کریم ﷺ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ پانچ چیزوں کی توفیق اس کو دیتا ہے جس کے ساتھ پانچ چیزیں تیار کر دیتا ہے۔

شکر کی توفیق اس کو ملتی ہے جس کا مال زیادہ کرنا ہوتا ہے۔

دعا کی توفیق اس کو ملتی ہے جس کے لئے قبولیت تیار ہوتی ہے۔

گناہوں سے معافی کی توفیق اس کو دی جاتی ہے جس کو بخش دینا ہوتا ہے۔
اور توبہ کی توفیق تب ہوتی ہے جب قبولیت سے سرفراز کرنا ہوتا ہے۔
اور صدقہ کی توفیق تب ہوتی ہے جب اس کی قبولیت کرنا ہوتی ہے۔

حدیث : ۱۵۰

وَعَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ قَالَ مَوْقُوْفًا عَلَيْهِ اَوْ مَرْفُوْعًا اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْلَا ادِّعَاءُ الْغَيْبِ لَشَهِدْتُّ عَلٰى خَمْسِ نَفَرٍ اَنَّهُمْ اَهْلُ الْجَنَّةِ اَلْفَقِيْرُ صَاحِبُ الْعِيَالِ وَالْمَرْاَةُ الرَّاضِيْ عَنْهَا زَوْجُهَا وَالْمُتَصَدِّقَةُ بِمَهْرِهَا عَلٰى زَوْجِهَا وَالرَّاضِيْ عَنْهُ اَبَوَاهُ وَالتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ. (مُنَبِّهَات اِبْنِ حَجَر عَسْقَلَانِي)

ترجمہ :-

حضرت عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔ یہ روایت ان کی اپنی ہے یا انہیں کسی اور صحابی کے ذریعے پہنچی ہے۔ فرماتے ہیں کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر غیب کے دعویٰ کا فکر نہ ہوتا تو میں

عرض حال

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

۱۵ جولائی ۹۷ء کو پیرو مرشد قبلہ حضرت حافظ محمد مطلوبُ الرّسول صاحب سجادہ نشین للّٰہ شریف علاقہ دھنی کے سفر (دورہ) پر تشریف لائے تو میں بھی موضع کھوکھر زیر قدم بوسی کیلئے حاضر ہوا۔ وہاں پر حضرت صاحب نے فرمایا کہ حدیث مقدسہ میں سے کچھ احادیث کا انتخاب کر رہا ہوں اور انکو ایک کتابی شکل میں لکھ رہا ہوں۔ جسکی پرنٹنگ آپ نے کرنی ہے اور ایسی کتاب بنانی ہے جو مثالی ہو۔ (چونکہ میں متوسط درجے کی پرنٹنگ کا کام کرتا ہوں) اسلئے شش و پنج میں پڑ گیا کہ کیا اس کام کو کرنے کی حامی بھر لوں۔ پھر خیال آیا کہ ایک بزرگ ہستی کی فرمائش ہے۔ انکی دعائیں اور اللہ تعالیٰ کی امداد شامل حال رہے گی، چنانچہ میں نے اس فریضہ کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کا اقرار کر لیا۔

کتاب کا نام "فصل الخطاب" رکھا گیا ہے، یعنی علماء کرام اور خطیب حضرات و دیگر اہلِ شوق حضرات کیلئے ایک مشعلِ راہ ہے۔

قبلہ حضرت صاحب کی بہت عرصہ سے خواہش تھی کہ وہ ایسی کتاب تصنیف کریں جو کہ عالمِ دین کیلئے زندگی میں ممد و معاون ہو چنانچہ قبلہ حضرت صاحب نے حدیث النبی ﷺ کا انتخاب کیا جبکہ دینِ اسلام کو کامل ضابطۂ حیات کی حیثیت کو سمجھنے اور اپنانے کیلئے کتاب و سنت کی طرف رجوع کرنا ازبس ناگزیر ہے۔ یہ وہ چشمۂ حیات

ہے جس میں سے اسلامی تعلیمات اور دینی احکام و مسائل کے چشمے پھوٹتے ہیں ۔
یہاں یہ کہنا لازمی ہو گا کہ کلامِ الٰہی کا مجموعہ قوانین اور اسلامی طرزِ زندگی کے اصول و قواعد کا مجموعہ ہے ، مگر حدیثِ نبوی اسکے اجمال کی تفصیل اور ابہام کو توضیح پیش کرتی ہے ۔ خود قرآن کریم نے اس حقیقت کو الم نشرح کیا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم قرآن حکیم کے شارح و ترجمان ہیں ۔ لہذا قرآنِ کریم کو سمجھنے اور اسکی تفسیر پر عبور حاصل کرنے کیلئے حدیثِ نبوی کا جاننا نہائیت ہی ضروری ہے ۔ اسکے بغیر کوئی شخص بھی اپنے لئے ایک نظامِ زندگی مرتب نہیں کر سکتا ۔ یعنی ان دونوں کا تعلق آپس میں لازم و ملزوم ہے ۔

توضیحاتِ نبوی کو اگر قرآن سے الگ رکھا جائے تو اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ ہر شخص کلام الٰہی کے احکامات اور مصادر کو اپنی خواہشات کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کریگا۔ جس کے نتیجہ میں بے شمار غلط نتائج ظہور پذیر ہوں گے ۔

اللہ ربّ العالمین کے محبوب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت وہ نور ہے جس سے قرآنِ کریم کے اسرار و رموز آشکارا ہوتے ہیں اور دینِ متین کے حقائق پر واقفیت حاصل ہوتی ہے اور شریعتِ مطہرہ کی شاہراہ یوں جگمگانے لگتی ہے کہ منزلِ حق کا مسافر زندگی کی پرُ خار وادیوں ، کٹھن اور صبر آزما مرحلوں کو کامیابی و سلامتی سے طے کر لیتا ہے ، اور اپنی منزل مقصود کو پا کر بامراد ہو جاتا ہے ۔

افسوس کا مقام تو یہ ہے کہ خدا کے نام پر حاصل کئے ہوئے اس ملک میں کچھ لوگ حدیثِ نبوی کی حجیت سے انکار کر کے صرف قرآنِ کریم کو مخزنِ احکام دین قرار دے رہے ہیں ۔ تاکہ وہ اسطرح دیگر دینی احکام و ارکان سے چھٹی حاصل کر لیں ۔ جنکا اثبات حدیثِ نبوی سے ہوتا ہے ۔

چنانچہ قبلہ حضرت صاحب نے اس کی طرف توجہ مبذول فرمائی جسکے نتیجہ کے طور پر "فصل الخطاب" آپ کے ہاتھوں میں پہنچ گئی ہے ۔ یہ کتاب کا حصہ اول ہے ۔ میری دلی دعا ہے کہ حضرت صاحب کو اللہ تعالی تندرست و توانا رکھے تا کہ وہ اسکا دوسرا حصہ بھی اسی طرح مکمل فرمائیں ۔

ایک صاحب بصیرت محقق کتاب ہذا کی فہرست مضامین پر ایک طائرانہ نگاہ ڈال کر مطمئن ہو جائے گا کہ تاریخ علوم میں اصول حدیث کے علم کو جو مقام حاصل ہے وہ اس سے کہیں بلند و بالا ہے جو فلسفہ اصلاحات کے فن کے مختلف تاریخی ادوار میں حاصل رہا ہے ۔

اس کتاب کی تکمیل و طباعت میں مجھ ناچیز سے غیر معمولی تاخیر ضرور ہوئی ہے مگر اس میں کسی طرح کی قصداً کوتاہی کا دخل نہیں تھا بلکہ مختلف مراحل میں ٹیکنیکل رکاوٹیں حائل ہوتی رہیں، جن کا مجھے پہلے سے تجربہ نہ تھا ۔ مگر پھر بھی میری ہر ممکن کوشش ضرور رہی کہ اسکو اسطرح مکمل کیا جائے کہ یہ ایک مثالی کتاب ثابت ہو ۔ اسکا فیصلہ اب آپ کے ہاتھ میں ہے ۔

اس کتاب کی تکمیل میں عزیزم عبد القیوم کی معاونت بھی شامل ہے ۔

"گر قبول افتد زہے عزو شرف"

ملک محمد عبد القدوس

آف راولپنڈی

خوشا مسجد و منبر و خانقاہے
کہ در وے بود قیل و قال محمدؐ

دارالعلوم جامعہ مقبولیہ مطلوبیہ نقشبندیہ للہ شریف

زیر سرپرستی صاحبزادہ الحاج پیر محمد مطلوب الرسول للہی

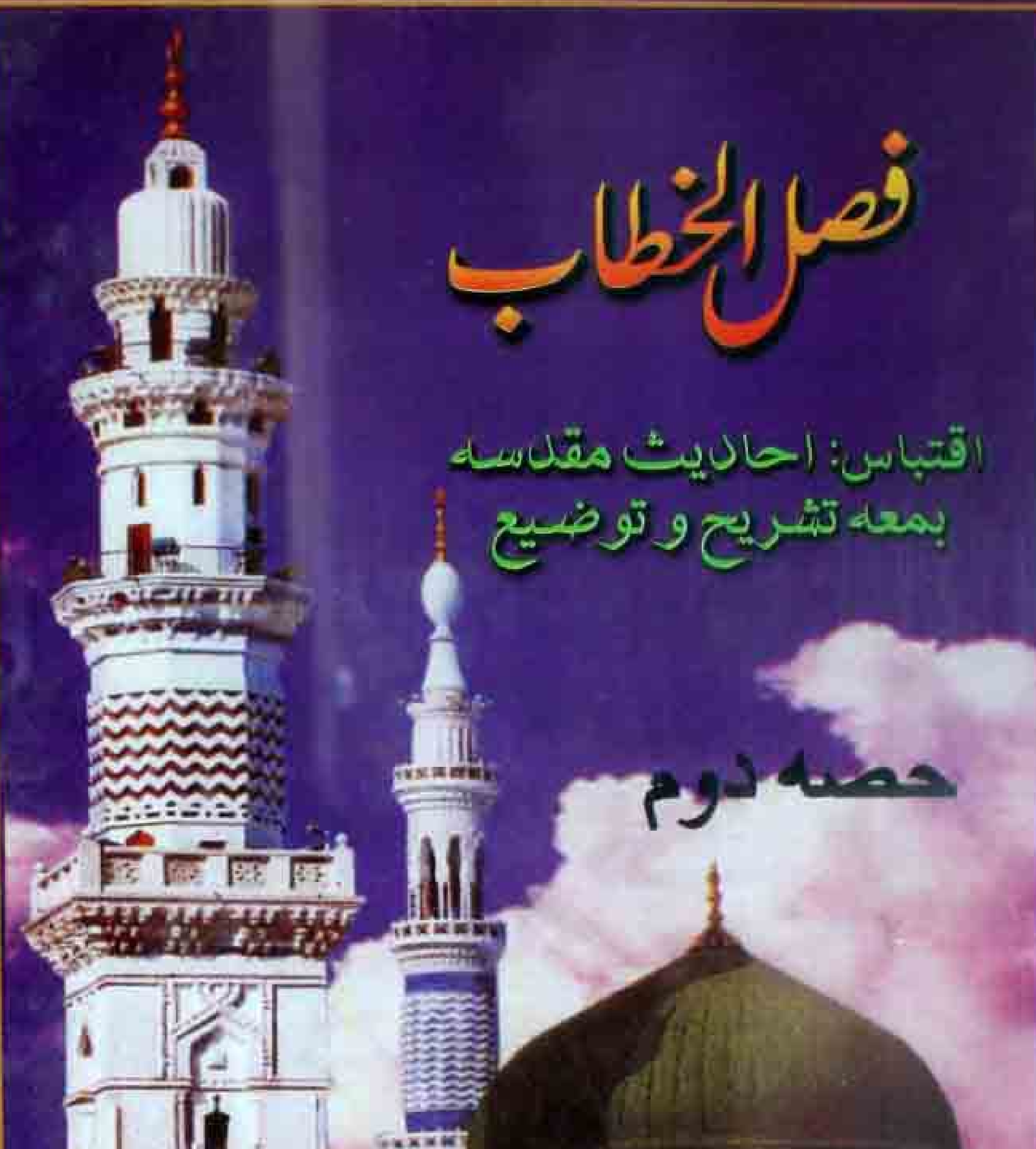
سجادہ نشین آستانہ عالیہ للہ شریف

ادارہ ہذا ایک سو اکسٹھ (161) سال سے تشنگانِ علم و ادب کو سیراب کر رہا ہے۔

شعبہ حفظ و ناظرہ میں درس و تدریس کے ساتھ ساتھ فقہ و حدیث وغیرہ اور میٹرک تک مقامی و غیر مقامی طلباء کو مفت تعلیم دی جاتی ہے۔ قیام و طعام اور لباس ادارہ کے ذمہ ہے۔ غریب طلباء کو وظائف بھی دیے جاتے ہیں۔ اس وقت دو سو طلباء نورِ قرآن سے اپنے قلوب منور کر رہے ہیں۔ یہ سب کچھ حکومتی تعاون کے بغیر ہو رہا ہے۔ تاہم مخیر حضرات کا تعاون قابلِ صد تحسین ہے۔ دارالعلوم میں آٹھ اساتذہ متعین ہیں مزید برآں ادارہ میں سال بھر میں مذہبی تقریبات کا انعقاد بھی کیا جاتا ہے۔ جو ذیل ہیں :۔

- ☆ ۱۲ ربیع الاول میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۔ جلسہ و جلوس
- ☆ عرس اعلیٰ حضرت حافظ غلام نبی رحمۃ اللہ علیہ
- ☆ ۲۶ رجب المرجب شب معراج صلی اللہ علیہ وسلم۔
- ☆ ۷ رمضان المبارک عرس حضرت ثالث عبدالرسول رحمۃ اللہ علیہ
- ☆ ۱۸ ذوالحجہ عرس ثانی حضرت دوست محمد رحمۃ اللہ علیہ

منجانب :۔ ادارہ دارالعلوم جامعہ مقبولیہ مطلوبیہ نقشبندیہ للہ شریف (ضلع جہلم)



فصل الخطاب

اقتباس: احادیث مقدسہ
بمعہ تشریح و توضیع

حصہ دوم

انتخاب: صاحبزادہ محمد مطلوب الرسول للہی
نقشبندی مجددی قادری للہی، للہ شریف، ضلع جہلم

بَلِّغُوْا عَنِّیْ وَلَوْ آيَةً

فصل الخطاب

(حصہ دوم)

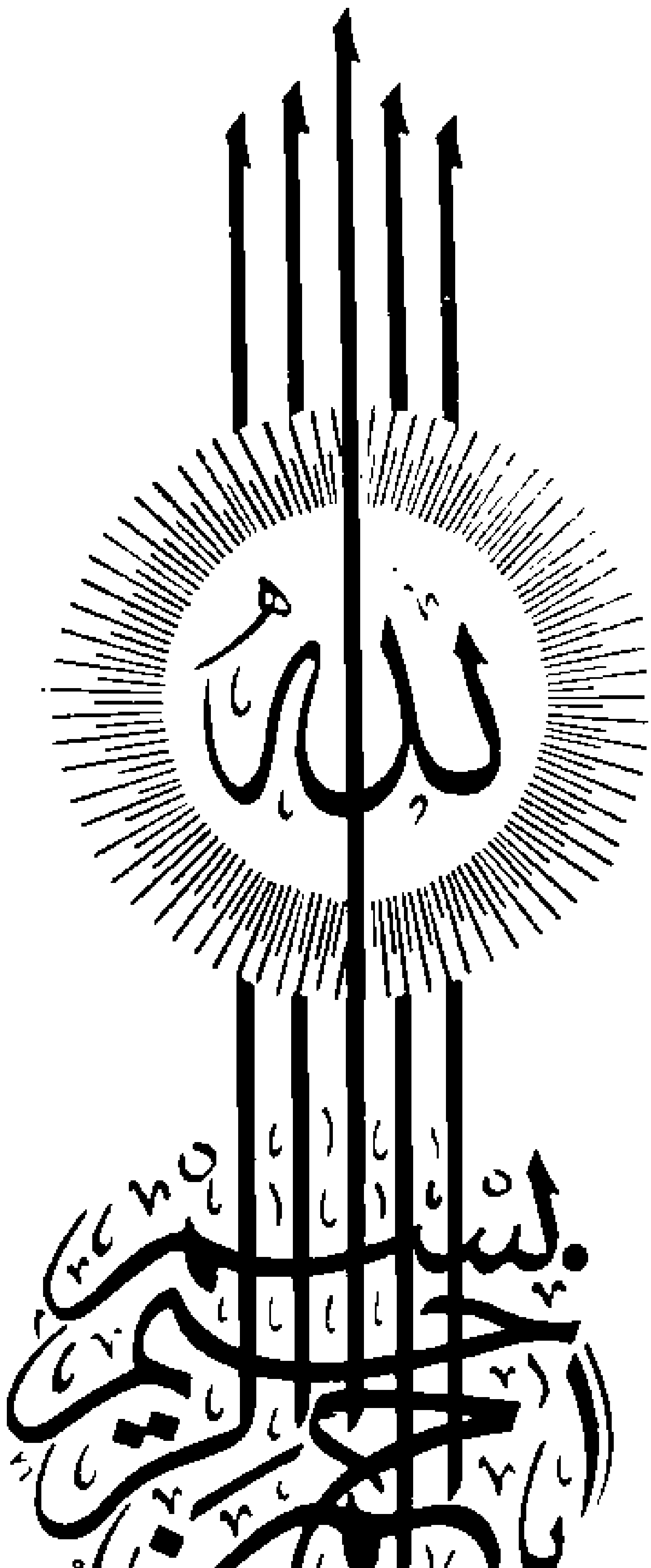
انتخاب:- احادیث مقدسہ بمعہ تشریح و توضیح

صاحبزادہ الحاج حافظ محمد مطلوبُ الرَّسُول نقشبندی قادری للّٰہی

سجادہ نشین آستانہ عالیہ للّٰہ شریف (جہلم)

بہ سعی

حافظ گلزار حسین نقشبندی للّٰہ شریف (جہلم)


الله
بسم الله الرحمن الرحيم

نام کتاب	فصل الخطاب حصہ دوم
مصنف	صاحبزادہ محمد مطلوب الرسول للّٰہی
موضوع	انتخاب احادیث مبارکہ
طباعت	ماہ جولائی ۲۰۰۱ء مطابق ربیع الثانی ۱۴۲۲ھ
تعداد	۵۰۰
کمپوزنگ بذریعہ کمپیوٹر	ملک محمد عبدالقدوس آف راولپنڈی
پہلا ایڈیشن	جولائی ۲۰۰۱ء
طباعت ونگرانی	ملک محمد عبدالقدوس آف راولپنڈی
ہدیہ	۱۲۵ روپے
طباعت	محمود برادرز پرنٹرز گوالمنڈی راولپنڈی

ملنے کا پتہ

۱-دار العلوم جامعہ مقبولیہ، مطلوبیہ، بند شریف ضلع جہلم

۲-حافظ عبدالعلیم صاحب نقشبندی خطیب جامع مسجد حیات النبیؐ، لائن پارک چکوال

[illegible]

اُس محسنِ انسانیت کے نام

جس کا وجود باجود باعثِ تخلیقِ کائنات ہوا - (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

اے شرفِ آلِ آدمؑ و وَے فخرِ انبیاءؑ
اَنْتَ الَّذِیْ وَصَالُکَ لِیْ غَایَةُ الْمُنٰی

(پیر قصوری)

ترجمہ :-اے آدم علیہ السلام کی اولاد کے شرف اور تمام انبیاء علیہم السلام کے فخر، آپ ﷺ ہی وہ ہیں کہ آپ ﷺ کا وصال (ملاقات) میری انتہائی آرزو ہے۔

فہرست مضامین

نمبر حدیث شریف	مضمون	صفحہ نمبر
	مقدمۃ الکتاب	10
۱	ہجرت کا واقعہ اور یار غار کی شان	13
۲	ضماد ازدی کا عجیب واقعہ اور قبول اسلام	17
۳	رسُول اللہ ﷺ کا اپنی زندگی میں خود اپنے کام کرنا	23
۴	حضرت انسؓ اپنی خدمت بیان کرتے ہیں	25
۵	ایک سوالی کو رسُول اللہ ﷺ نے تمام بکریاں عنایت کر دیں	27
۶	حضرت انسؓ پر حضور ﷺ کی شفقت	31
۷	ایک یہودی بچے کی خدمت اور اس کا ایمان	34
۸	رسُول اللہ ﷺ کا بچوں پر شفقت فرمانا	38
۹	رسُول اللہ ﷺ کے پسینہ اطہر کی خوشبو	41
۱۰	رسُول اللہ ﷺ کی نبوت کب سے تھی	44
۱۱	تمام خزانوں کی چابیاں حضور ﷺ کے ہاتھ میں دی گئیں	48
۱۲	ایک وعظ میں رسُول اللہ ﷺ نے ساری غیبی خبریں سنا دیں	51
۱۳	مومن کی بعض فرشتوں پر فضیلت	53
۱۴	جنّت و دوزخ کا مناظرہ	57
۱۵	جنّت کے بازار کا ذِکر	61
۱۶	جنّت کا درخت	64
۱۷	اللہ کی راہ میں چلنے والوں کا ذکر	66

نمبر حدیث شریف	مضمون	نمبر صفحہ
۱۸	جنت ایک نعمت ہے جو ہمارے فہم سے وراء ہے	69
۱۹	نیک بندوں کی شفاعت کا ذکر	71
۲۰	جنت میں داخلہ کی تعداد	73
۲۱	ایک گنہگار کی صرف کلمہء شہادت پر بخشش	77
۲۲	جنت میں بغیر حساب کے داخلہ	81
۲۳	مومن کی بخشش اور کفار پر عتاب	84
۲۴	دنیا کے زوال کی علامات	87
۲۵	قیامت کیسے وقت میں آئیگی	91
۲۶	بحیرہ راہب کا واقعہ حضور ﷺ کو شجر و حجر کا سلام	92
۲۷	رسول اللہ ﷺ کی انگلیوں سے پانی کا چشمہ جاری ہونا	96
۲۸	ستون حنانہ کا ذکر اور اسکا رونا	99
۲۹	رسول اللہ ﷺ کی دعا سے ایک ہفتہ تک بارش برسنا	104
۳۰	ایک مرتد کیلئے حضور ﷺ کی پیشگوئی	109
۳۱	سخت قحط کی وجہ سے حضرت عائشہؓ سے شکائیت	111
۳۲	صحابی اور تابعی کو آگ مس نہیں کر سکتی	114
۳۳	ابوبکر صدیقؓ کی رفعتِ شان ملاحظہ ہو	116
۳۴	حضرت عمرؓ کی تمام نیکیاں ابوبکر صدیقؓ کی ایک نیکی کے برابر ہیں	120
۳۵	خلفاء اربعہ کی فضیلت اور شان	123
۳۶	حضور ﷺ سے اونچی آواز کرنے کی ممانعت	125
۳۷	مسکینوں غریبوں سے حضور ﷺ کا پیار	128

٣٨	حضور علیہ السلام نے کوئی خلیفہ مقرر نہیں فرمایا کہ انکار پر عذاب آجائے گا	131
٣٩	ایک شخص کا سوال کہ ایمان کیا ہے؟	133
٤٠	وسوسہ کے متعلق عجیب وضاحت	135
٤١	اللہ کی ذات پر وسوسہ اور علاج	136
٤٢	نماز میں وہم آنا اور اسکا علاج	138
٤٣	گناہ کبیرہ چار ہیں	140
٤٤	اہل سعادت اور اہل شقاوت کون ہیں	142
٤٥	جنّت اور دوزخ والوں کا فیصلہ ہو چکا ہے	146
٤٦	ایک صحابی کا موت کے وقت پریشان ہونا	151
٤٧	مومن اور منافق سے منکر نکیر کے سوال وجواب	153
٤٨	دعاء مغفرت دفن کے بعد	161
٤٩	سنتِ رسول علیہ السلام پر عمل اصل دین ہے	163
٥٠	رسول اللہ علیہ السلام کی بشریت پر عجیب وضاحت	164
٥١	جنتی کون ہوتا ہے	168
٥٢	آخری زمانے والوں کو نجات کی خوشخبری	169
٥٣	ھدایت پر اجر اور ضلالت پر گناہ	171
٥٤	دو چیزوں پر حسد کرنا جائز ہے	172
٥٥	موت کے بعد تین عمل باقی رہ جاتے ہیں	174
٥٦	درس وتدریس کی فضیلت اور غم ومصیبت سے نجات	176
٥٧	طلب علم اور عالم کی فضیلت	180
٥٨	علم کی تلاش گناہ کا کفارہ ہوتی ہے	185
٥٩	مومن موت تک خیر سننے سے سیر نہیں ہوتا	187
٦٠	اللہ تعالیٰ ہر سو سال کے بعد مجدد بھیجتا ہے۔	188

۶۱	وہ صدقات جاریہ جو موت کے بعد کام آتے ہیں	189
۶۲	ایک ساعت کا درس تمام رات کی عبادت سے بہتر ہے	191
۶۳	عالم کی عابد پر فضیلت حضور ﷺ کا فرمان	192
۶۴	جو صرف آخرت کا غم کھائے تو اسکو دنیا کے غموں سے کافی ہوگا	195
۶۵	چالیس حدیثیں یاد کرنے پر حضور ﷺ کی شفاعت	196
۶۶	وہ عالم جو اپنے علم سے نفع نہ اٹھائے	199
۶۷	علم دو ہیں قلبی اور لسانی	200
۶۸	حضرت ابو ھریرہؓ نے حضور ﷺ سے علم کے دو مدتن حاصل کئے	201
۶۹	جو علم کے لئے گھر سے نکلے وہ اللہ کی راہ میں ہے	203.
۷۰	کون سی چیز گناہ مٹاتی ہے اور درجے بلند کرتی ہے	204
۷۱	قیامت میں حضور ﷺ اپنی امت کو کیسے پہچانیں گے	206
۷۲	قبلہ کی طرف منہ کر کے پیشاب کرنا	212
۷۳	مبشرات کی تشریح	213
۷۴	حضور ﷺ کا کنیت سے منع فرمانا	215
۷۵	حضرت سائبؓ کا مہرِ نبوت ﷺ کو دیکھنا	217
۷۶	آذان کا جواب اور حضور ﷺ کے لئے وسیلے کی دعا	220
۷۷	اذان کی اُجرت لینے سے منع فرمانا	224
۷۸	حضور ﷺ نے اپنا غسالہ اور جوٹھا تبرک کر کے دیا	226
۷۹	حضور ﷺ نے اپنے علم کلی کی تشریح فرمائی	229
۸۰	اللہ تعالیٰ تین شخصوں کا ضامن ہو جاتا ہے	232
۸۱	ایک سوال پر حضور ﷺ کی خاموشی اور جبرائیل علیہ السلام کا انتظار	234
۸۲	حضرت بلالؓ کا حضور ﷺ کے وضو کا پانی پینا اور جماعت کے آگے سے گزرنے کا حکم	236

۸۳	حضرت معاذؓ کو حضور ﷺ کا تنبیہ کرنا کہ نماز ہلکی پڑھائے	240
۸۴	حضرت ربیعہؓ کو حضور ﷺ کا حکم کہ مانگ جو مانگنا ہے	245
۸۵	اپنے گھروں کو قبریں نہ بناؤ	249
۸۶	دو شخصیتوں کے لئے حضورؐ کی بدعا	251
۸۷	درود شریف پڑھنے کی تعداد	253
۸۸	صبح کی نماز سفیدی میں پڑھنے کا اجرِ عظیم	255
۸۹	فقراء اور مالدار صحابہ کا مکالمہ	260
۹۰	امام کو جماعت میں تخفیف کا حکم	264
۹۱	حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کو حضور ﷺ کا حکم ذکر جہر و خفی کی تشریح	268
۹۲	رات کے آخری حصّہ میں نماز اور ذکر کی فضیلت	271
۹۳	رسول اللہ ﷺ کا رات کی نماز کی ترغیب دینا	274
۹۴	صبح بیدار ہوتے ہی ذکر اور اسکی قبولیت	277
۹۵	حضرت ابوھریرہؓ کو تین باتوں کی وصیّت	279
۹۶	جمعہ کی فضیلت اور انبیاء کے جسم سلامت رہنا	282
۹۷	سخت قحط سالی میں حضور ﷺ کی دعا سے بارش کا برسنا	288
۹۸	نابیناؤں کے لئے جنّت کی بشارت	292
۹۹	اللہ تعالیٰ کا بندے سے قیامت کو تین سوال کرنا	293
۱۰۰	اعمال کے محاسبہ پر حضرت عائشہؓ کی عجیب تفسیر	296
۱۰۱	بیماری میں تندرستی والے اعمال لکھے جانا	299
۱۰۲	جسمانی بیماری میں مومن کا پورا عمل لکھا جانا	300
۱۰۳	بیماری سے مومن کے درجات بلند ہوتے ہیں	302
۱۰۴	مومن کی بیماری گناہوں کا کفارہ ہے	304
۱۰۵	حضور ﷺ کا آخری بیماری میں قلم دوات طلب کرنا اور اختلاف	306

۱۰۶	میت کے لئے مسلمانوں کی شفاعت قبول ہے	309
۱۰۷	اونچی قبر گرانے اور تصویر مٹانے کی عجب تشریح	311
۱۰۸	میت کے گھر والوں کے لئے کھانا بھیجنا	314
۱۰۹	نابالغ بچوں کے مرنے پر ماں باپ کو بشارت اور حضور ﷺ کا اختیار	316
۱۱۰	نابالغ بچے کا جھگڑنا اور جنت میں لے جانا	318
۱۱۱	مسکین کی عجب تشریح	320
۱۱۲	نیک کام پر معاوضہ لینا جائز ہے	321
۱۱۳	ماں کے مرنے پر سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کا حضور سے سوال کرنا کہ ان کے لئے کیا صدقہ کروں	325
۱۱۴	ازواجِ مطہرات نے بکری کا گوشت خیرات کیا اور حضور ﷺ کا ارشاد	330
۱۱۵	اللہ تعالیٰ تین لوگوں سے محبت کرتا ہے اور تین سے سخت ناراض ہے	331
۱۱۶	صوم وصال سے صحابہ کو منع کرنا کہ تم میری مثل نہیں ہو	336
۱۱۷	روزہ کے متعلق حضور ﷺ کا واضح حکم	340
۱۱۸	اللہ کی حمد اور پھر صلوٰۃ و سلام کے بعد دعا قبول ہو جاتی ہے	344
۱۱۹	حضرت اُمِّ ھانی کا حضور ﷺ کا جوٹھا پینے کے لئے روزہ توڑ دینا	347
۱۲۰	دو شخصوں پر رشک کرنا جائز ہے	350
۱۲۱	سورۃ حشر کی آخری تین آیات کا درجہ اور ثواب	353

☆☆☆☆☆☆

مقدمۃ الکتاب

فصل الخطاب حصہ اول کو جس قدر پذیرائی ہوئی وہ عنایت خداوندی ہے اور ہدیہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اسی پذیرائی سے حوصلہ پاکر مزید قلمکاری کے لئے آمادگی ہوئی اور حصہ دوم کا کام شروع کیا گیا۔

فصل الخطاب حصہ دوم بھی حصہ اول کی طرح احادیث کا مجموعہ ہے جو حدیث کی مشہور کتاب مشکوٰۃ المصابیح سے منقول وماخوذ ہے۔

مشکوٰۃ کا مختصر تعارف یہ ہے کہ اس کتاب کی جمع و تدوین میں دو بزرگوں کی علمی کاوشوں کو دخل حاصل ہے یہ کتاب شرق و غرب کے اہلِ علم طبقے میں اپنی تدوین کے لحاظ سے یکساں طور پر مقبول ہے۔ اپنی احادیث کے پیش نظر ہمارے قدیم نصاب درسِ نظامی میں شامل ہے۔

کتاب کے مؤلف کا نام محمد اور لقب ولی الدین ہے۔ آپ تبریز میں پیدا ہوئے اسی نسبت سے خطیب تبریزی کے نام سے مشہور ہوئے آپ آٹھویں صدی ہجری کے جلیل القدر علماء میں سے تھے۔ آپ کو اپنے وقت کے نامور علماء سے حصولِ علم کا شرف حاصل ہوا آپ علم کے ساتھ ساتھ عمل و تقویٰ اور اخلاص میں بھی ممتاز تھے۔ آپ کی تعریف اور شان میں علماء نے بہت سے قصیدے لکھے۔ آپ کی ولادت اور وفات کا صحیح تعین نہ ہو سکا لیکن اتنی بات یقینی ہے کہ آپ کا انتقال ۷۴۰ھ ہجری کے بعد ہوا جیسا کہ آپ کی سوانح سے معلوم ہوتا ہے۔

صاحبِ مشکوٰۃ نے کتاب مصابیح جو محی السنہ ابو محمد حسین کی تصنیف ہے کی تکمیل کر کے اس کا نام مشکوٰۃ المصابیح رکھا۔ صاحبِ مصابیح نے حدیث شریف کی چودہ کتابوں کا

ایک مجموعہ مدوّن کیا۔

مصابیح کے ہر باب کے تحت دو فصلوں کا التزام کیا گیا۔ فصل اول کے لئے صحیحین (بخاری و مسلم) سے احادیث منتخب کی گئیں جبکہ فصل ثانی میں دیگر بارہ جوامع و مسانید سے انتخاب درج کیا گیا۔ مصابیح میں درج شدہ احادیث کی اسناد کا ذکر مفقود تھا جبکہ علماءِ احادیث کے ہاں مراتبِ حدیث سے واقفیت نہایت ضروری ہے۔

چنانچہ شیخ ولی الدین محمد بن عبداللہ نے اسی علمی ضرورت کا شدت سے احساس کرتے ہوئے مصابیح کی ہر حدیث کی سند کا ذکر کیا اور ساتھ ہی ہر باب میں فصلِ ثالث کا اضافہ کیا جس میں بخاری و مسلم کے علاوہ دیگر کتبِ احادیث کا بھی انتخاب درج کیا گیا اس نو ترمیم شدہ مجموعہ کو انہوں نے مشکوٰۃ المصابیح سے موسوم کیا۔

اس جگہ بطور اختصار حدیث کی اقسام کا ذکر کرنا بھی نہایت مناسب ہوگا۔

شیخ محقق شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ جمہور محدثین کی اصطلاح میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول و فعل اور تقریر کو حدیث کہا جاتا ہے۔ اسی طرح صحابی اور تابعی کے قول و فعل پر حدیث کا اطلاق ہوتا ہے۔ جو حدیث نبی کریم ﷺ تک پہنچے اس کو مرفوع کہتے ہیں اور جس کی سند صحابی تک پہنچے اس کو موقوف کہتے ہیں۔

حدیث کی اصل تین قسمیں ہیں "صحیح، حسن، ضعیف" صحیح سب سے اعلیٰ مرتبہ ہے ضعیف ادنیٰ ہے اور حسن متوسط درجہ ہے۔ صحیح حدیث کے مختلف مراتب و درجات ہیں اگر اس کا راوی ایک ہے تو وہ غریب ہے اگر ایک سے زیادہ ہوں تو وہ مشہور ہے کسی حدیث کے رواۃ کی کثرت اگر اس حد تک بڑھ جائے جس پر کذب پر متفق ہونا محال ہو تو اس حدیث کو متواتر کہتے ہیں۔ ضعیف حدیث وہ ہے جس میں وہ شرائط مفقود ہوں جو صحیح یا حسن حدیثوں میں پائے جاتے ہیں یا ان میں بعض مفقود ہوں اور اس کے راوی کی کسی علت کی وجہ سے مذمت کی گئی ہو۔ صحیح حدیث کا احکام میں حجت ہونا

مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ ہے۔

مشکوٰۃ المصابیح ایسی اہم علمی اور بنیادی کتاب میں سے بعض احادیث کا انتخاب اور پھر اردو ترجمہ اور تشریح ایک علمی اور دینی ضرورت ہے۔ جس پر اس ناچیز نے علمی کم مائیگی کے باوجود پوری سعی و ہمت سے اس اہم ضرورت پر قلم اٹھائی اور حضرت مفتی اعظم علامہ احمد یار گجراتی" کی تصنیف مراۃ المناجیح سے پورا استفادہ کیا (میرے دونوں مجموعے اسی کتاب کے مرہون منت ہیں) اس ضرورت کی تکمیل میں میرے عزیز حافظ گلزار حسین کی مکمل معاونت حاصل رہی جنہوں نے پوری دلچسپی سے میرے اس کام کو انتہا تک پہنچانے میں میری مدد کی۔ فَجَزَاہُ اللّٰہ ۔

الحمد للہ کہ میں اپنے فرضِ منصبی سے عند اللہ و عند الناس سرخرو ہو رہا ہوں بلا شُبہ علومِ عالیہ کی اشاعت و تبلیغ اپنے جلیل القدر اسلاف سے بطور وراثت منتقل ہوئی جس کی ذمہ داری کسی حد تک پوری ہونے پر مجھے فخر ہے میری اس خدمت سے کسی ایک کلمہ گو کی بھی دینی ضرورت پوری ہوئی تو یقیناً میرے لئے سعادت دارین کا وسیلہ ہو گی۔

وَمَا تَوْفِيْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہ

؎ مگر صاحب دلے روزے برحمت
کند بر حال ایں مسکیں دعائے

صاحبزادہ محمد مطلوبُ الرّسُول للّٰہی

۲۳ اگست ۲۰۰۰ء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

☆حدیث = ۱

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اِنَّ اَبَا بَكْرٍ الصِّدِّيْقَ قَالَ نَظَرْتُ اِلٰى اَقْدَامِ الْمُشْرِكِيْنَ عَلٰى رُؤسِنَا وَ نَحْنُ فِى الْغَارِ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ اَنَّ اَحَدُهُمْ نَظَرَ اِلٰى قَدَمِهٖ اَبْصَرَنَا قَالَ يَا اَبَا بَكْرٍ مَا ظَنُّكَ بِاثْنَيْنِ اللّٰهُ ثَالِثُهُمَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ (مشکوٰۃ باب المعجزات)

☆ترجمہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ ابن مالک سے روایت ہے کہ جناب ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا کہ میں نے اپنے سروں کے اوپر مشرکین کے قدم دیکھے جبکہ ہم غار میں تھے، تو میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ اگر ان میں سے ایک بھی اپنے قدموں کی طرف دیکھے تو ہم کو دیکھ لے گا، فرمایا اے ابو بکرؓ تمہیں ان دو کے متعلق کیا خیال ہے جن کا تیسرا اللہ ہے۔ (بخاری و مسلم)

☆تشریح

حضرت ابو بکرؓ کا لقب صدیق ہے- صادق وہ جو زبان کا سچا ہو، صدیق وہ جو نیّت، ارادہ، زبان، ہاتھ، پاؤں غرضیکہ سارے ظاہر و باطن اعضاء کا سچا ہو- صادق وہ کہ جیسا واقعہ ہو ویسا بیان کرے- اور صدیق وہ کہ جیسا کہے ویسا ہی ہو جائے- اسی لئے شاہی ساقی نے حضرت یوسف علیہ السلام کو صدیق کہا- جبکہ اس نے دیکھا کہ جو آپ نے کہا تھا وہی ہوا عرض کیا- یُوسُفُ اَیُّهَا الصِّدِّیْقُ حضرت صدیق اکبرؓ نے مالک بن سنان کے متعلق جو کہا تھا وہی ہوا کہ وہ شہید ہونے کے بعد زندہ ہو کر آئے- (کتب تواریخ میں وضاحت موجود ہے)

اَبْصَرُنَا (ہم کو دیکھ لے) جب ہجرت مدینہ کی رات حضور انور ﷺ کا سرِ انور گود میں لے کر صدیق اکبرؓ غار ثور میں بیٹھے تھے اور مشرکین عرب اس غار کے دروازے پر پہنچ گئے تب آپؓ نے نہایت خوف کی حالت میں کہا تھا کہ اگر کسی نے اپنے قدموں کی طرف دیکھا تو ہم کو دیکھ لے گا- صدیق اکبرؓ کو اس وقت اپنی جان کا خوف نہیں تھا بلکہ اپنی جان تو آپ پہلے ہی فدا کر چکے تھے کہ اکیلے اندھیرے غار میں گھس گئے- سانپ سے کٹوالیا، خوف تھا تو حضور ﷺ کی تکلیف کا تھا- یہ خوف بہترین عبادت تھا جس پر ساری عبادات قربان ہوں-

اپنی جان سے بڑھ کر اپنے محبوب آقا حضرت محمد ﷺ کی تکلیف کا احساس عین ایمان ہے-

اَللّٰهُ ثَالِثُهُمَا (جن کا تیسرا اللہ ہے) حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حضور ﷺ کی یہ گفتگو رب تعالیٰ کو اتنی پسند آئی کہ قرآن مجید میں ان الفاظ سے

نقل فرمایا - اِذْ هُمَا فِى الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا (توبہ)

ترجمہ = جب وہ دونوں غار میں تھے تو آپ ﷺ نے اپنے ساتھی کو فرمایا کہ خوف نہ کر اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

اس واقعہ میں حضرت صدیق اکبرؓ کے چند فضائل بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں - صدیق اکبرؓ کو حضور ﷺ کا ثانی (دوسرا) کہا گیا، پھر انہیں تیسرا کون کرے۔

لِصَاحِبِهٖ = آپؓ کو صحابی فرمایا گیا آپؓ کی صحابیت قطعی یقینی ہے۔ صدیق اکبرؓ کو یارِ غار کہا گیا یعنی حضور ﷺ کا گہرا دوست و غار کا ساتھی۔

حضور ﷺ نے فرمایا "اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا" (بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے) معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ جیسے اپنے حبیب ﷺ کے ساتھ ہے ، ایسے ہی صدیق اکبرؓ کے ساتھ بھی ہے۔ یعنی جو ان دونوں کے دامن سے الگ ہو اللہ اس کے ساتھ نہیں۔ (مرآت)

صاحب مرقات فرماتے ہیں کہ اَللّٰهُ ثَالِثُهُمَا کہنا عین ایمان ہے اور ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ معجزہ اس لئے بنا کہ حضور ﷺ کی خبر کے مطابق کفار دونوں حضرات کو نقصان نہ پہنچا سکے - مکڑی کے جالے اور کبوتری کے انڈے کے ذریعے رب نے ان کو کفار سے بچالیا۔ (مرقات)

دوسرا یہ کہ حضور ﷺ اور صدیق اکبرؓ کی گفتگو کفار نے نہ سنی اور کفار کی گفتگو جناب صدیق اکبرؓ غار میں سنتے رہے۔

سبحان اللہ اس رات جب صدیق اکبرؓ حضور علیہ السلام کا سر مبارک اپنے زانو پر رکھ کر بیٹھے ہونگے اور خوب جی بھر کر چہرہ انور کو دیکھتے ہونگے اس وقت ان کے دل کا کیا حال ہوگا۔ وہ تو ایسی عبادت کر رہے تھے جو عرش و فرش پر کوئی نہ کر رہا تھا ان کا زانو حضور علیہ السلام کی رحل بنی ہوئی تھی و سامنے جمال یار تھا۔

کمال ذات احمدؐ را چہ میدانند بو جہلاں

زیارِ غار وے پُرسی کہ صد شرح و بیاں دارد

ترجمہ = ابو جہل قسم کے لوگ حضور علیہ السلام کا علو شان کیا جانیں۔ ان کے یارِ غار سے پوچھو کہ ہر ادا پر سو سو شرح و بیان رکھتے ہیں۔

یاد رہے کہ کفار مکہ نے اعلان کیا تھا کہ جو حضور انور علیہ السلام کو گرفتار کر کے یا شہید کر کے ہمیں ثبوت دے گا تو اسے سو اونٹ انعام ملے گا۔ چنانچہ سراقہ ابن مالک ابن جعشم مدلجی کنانی آپہنچے۔ حضور علیہ السلام نے دعا فرمائی تو سراقہ اپنے گھوڑے سمیت پیٹ تک سخت زمین میں دھنس گیا۔ (مرآت)

دلدل یا گہری ریت والی زمین میں دھنس جانا ممکن ہے مگر سخت زمین میں معجزہ ہے۔ سراقہ دل میں ایک بار توبہ کرتے تو زمین چھوڑ دیتی پھر لالچ آتا تو دوبارہ دھنس جاتے۔ تیسری بار حضور علیہ السلام سے امان طلب کی اور وعدہ کیا کہ آپ آرام سے سفر فرمائیں۔ میں اس طرف کسی کو نہ آنے دونگا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا سراقہ میں تمہارے ہاتھوں میں کسریٰ کے کنگن دیکھتا ہوں چنانچہ دورِ فاروقی میں آپؓ نے وہ کنگن پہنے۔ اللہ کی شان ہے کہ جو گرفتار کرنے آیا وہ خود حضور علیہ السلام کی محبت میں گرفتار ہو گیا۔ جو پکڑنے آیا وہ محافظ بن گیا۔

شارح بخاری فرماتے ہیں کہ صدیق اکبرؓ نے بارگاہِ رسالت میں عرض کیا"

جب انہوں نے مشرکوں کے آثار واقدام دیکھے" کہ ان کا ہمیں دیکھ لینا آسان ہے ،اگر وہ اپنے قدموں کی طرف دیکھیں تو ہمیں دیکھ لیں گے۔ سرورِ کائنات ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق اور ہماری مدد اور نصرت کرنے والا ہے۔ ہم دو ہیں ہمارا معین وناصر تیسرا ہے۔ واقدیؒ نے ذکر کیا ہے کہ مشرکوں میں سے ایک شخص ننگا ہو کر غار کے دروازے پر پیشاب کرنے لگا۔ تو ابو بکر صدیقؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اس نے ہمیں دیکھ لیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اگر اس نے ہمیں دیکھا ہوتا تو وہ شرمگاہ ننگی نہ کرتا۔

وَاللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ

(تفہیم البخاری)

داستانِ عشقِ رسول ﷺ کے حرفِ اول حضرت صدیق اکبرؓ کو نماز میں ، غار میں، ہجرت میں، غزوات میں حتیٰ کہ مزار اقدس میں اپنے محبوب آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قرب نصیب رہا۔

☆ حدیث نمبر ۲

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اِنَّ ضِمَادًا قَدِمَ مَکَّۃَ وَکَانَ مِنْ اَزْدِ شَنُوْءَۃَ وَکَانَ یَرْقِیْ مِنْ ھٰذَا الرِّیْحِ فَسَمِعَ سُفَھَاءَ اَھْلِ مَکَّۃَ یَقُوْلُوْنَ اِنَّ مُحَمَّدًا مَجْنُوْنٌ فَقَالَ لَوْ اَنِّیْ رَاَیْتُ ھٰذَا الرَّجُلَ لَعَلَّ اللّٰہَ یَشْفِیْہِ عَلٰی یَدَیَّ قَالَ فَلَقِیَہٗ فَقَالَ یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ اَرْقِیْ مِنْ ھٰذَا الرِّیْحِ فَھَلْ لَکَ فَقَالَ رَسُوْلُ

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَ نَسْتَعِیْنُہٗ مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَ مَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ اَمَّا بَعْدُ فَقَالَ اَعِدْ عَلَیَّ کَلِمَاتِکَ ھٰٓؤُلَآءِ فَاَعَادَ ھُنَّ عَلَیْہِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ فَقَالَ لَقَدْ سَمِعْتُ قَوْلَ الْکَھَنَۃِ وَقَوْلَ الشُّعَرَاءِ فَمَا سَمِعْتُ مِثْلَ کَلِمَاتِکَ ھٰٓؤُلَآءِ وَلَقَدْ بَلَغْنَ قَامُوْسَ الْبَحْرِ ھَاتِ یَدَکَ اُبَایِعُکَ عَلَی الْاِسْلَامِ قَالَ فَبَایَعَہٗ رَوَاہُ مُسْلِمٌ

(مشکوٰۃ باب علامات النبوۃ)

☆ترجمہ

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ ضماد مکّہ مکرمہ آئے اور یہ ازد شنوءہ سے تھے۔ اس قسم کی ہوا سے جھاڑ پھونک کرتے تھے۔ انہوں نے مکّہ کے بے وقوف باشندوں کو کہتے سنا کہ حضور ﷺ دیوانہ ہیں، تو بولے ان صاحب کو میں دیکھ لیتا ہوں۔ شاید کہ اللہ تعالیٰ انہیں میرے ہاتھ پر شفا دے۔ فرماتے ہیں کہ وہ حضور ﷺ سے ملے بولے اے محمد (ﷺ) میں اس خلل والی ہوا سے جھاڑ پھونک کرتا ہوں،، کیا یہ آپ کو ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ساری تعریفیں اللہ کی ہیں۔ ہم اس کی حمد کرتے ہیں اسی سے مدد مانگتے ہیں جسے اللہ ہدایت

دے اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں ،اور جسے وہ گمراہ کردے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں ،میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اس کا کوئی شریک نہیں ،اور گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اللہ کے بندے اس کے رسول ہیں اس کے بعد- پھر ضماد نے کہا اپنے یہ کلمات دوبارہ فرمایئے رسول اللہ ﷺ نے اس کے سامنے یہ کلمات تین بار لوٹائے ،وہ بولا کہ میں نے کاہنوں کی باتیں، شاعروں کے قول سُنے ہیں مگر میں نے آپ ﷺ کی ان باتوں کی مثل کبھی نہیں سنیں یہ تو سمندر کی تہہ کو پہنچی ہوئی ہیں- اپنا ہاتھ لایئے میں اسلام پر آپ ﷺ کی بیعت کرتا ہوں- فرمایا اس نے بیعت کرلی- (مسلم)

☆تشریح

بعض شارحین کہتے ہیں کہ ضماد اور ضمام ایک ہی شخص کے دو نام ہیں- مگر یہ صحیح نہیں ضمام ابن ثعلبہ بنی سعد ابن بکر قبیلہ سے ہیں- اور ضماد ابن ثعلبہ قبیلہ ازد سے ہیں- انہیں طلب علم کا بہت شوق تھا دم ،منتر بھی خوب کرتے تھے- (اشعۃ)

ضماد دیوانوں پاگلوں پر دم کیا کرتے تھے- سبحان اللہ انہیں اسی علم نے حضور ﷺ تک پہنچایا اور مسلمان بنادیا- جیسے فرعونی جادوگروں کو ان کے علم جادو نے موسیٰ علیہ السلام تک پہنچایا اور انہیں ایمان نصیب کردیا- معلوم ہوا کہ علم کوئی بھی برا نہیں ،کبھی یہ علم ایمان و معرفت کا ذریعہ بن جاتا ہے- "ہوا" سے مراد یا تو جنون ہے یا جن -اہل عرب جنات کو ہوا کہتے تھے- چنانچہ فلاں کو ہوا ہوگئی یہ اس وقت بولتے تھے جب اس پر جنات کا خلل ہوگیا ہوتا- سبحان اللہ ضماد جا تو رہے ہیں

علاج کرنے کی نیت سے مگر حقیقتاً علاج کرانے جارہے ہیں۔ وہ سمجھے کہ طبیب بیمار کے پاس جارہا ہے مگر واقعتاً بیمار حکیم کے پاس پہنچ رہا تھا۔

ضماد حضور انور ﷺ کو ہر طرح سے ٹھیک دیکھ کر سمجھا کہ شاید آپ ﷺ کو جنات کا دورہ پڑا کرتا ہے ،اس وقت دورہ نہیں ہے،اس لئے آپ ﷺ ہوش میں بیٹھے ہیں۔تب ہی تو اس نے آپؐ سے پوچھا کہ کیا میں آپ کا علاج کروں۔ تو جواب میں معلوم ہوتا ہے کہ یہ کلمات یعنی اِنَّ الْحَمْدُ لِلّٰہِ ----- اَمَّا بَعْد بطور خطبہ ارشاد فرمائے "اَمَّا بَعْد" کے بعد تلاوت قرآن مجید فرمانا چاہتے تھے ،ضماد کو سنانے کیلئے ، مگر ضماد کو خطبہ سے ہی ایمان مل گیا۔ قرآن مجید تک پہنچنے کی نوبت ہی نہ آئی ،خطبہ کی فصاحت وبلاغت نے ضماد کے ہوش اڑا دیے وہ وارفتگی کی حالت میں بول اٹھے کہ ایک بار یہ کلام اور سنا دیجیے۔ کلمات شاندار مگر بزبان رسول اللہ ﷺ جو سونے پر سہاگہ ہے۔آپ ﷺ نے یہ کلمات تین بار دہرائے۔ معلوم ہوا تین بار میں خاص برکت ہے۔اعضاء دھوؤ تو تین بار، قُلْ ھُوَ اللّٰہُ پڑھو تو تین بار اس طرح ختم قرآن کا ثواب ملے گا۔ حضور انور ﷺ دعا بھی تین بار فرماتے تھے۔

خطبہ کے کلمات نے ضماد کو بتلادیا کہ آپ ﷺ نہ ساحر ہیں نہ شاعر بلکہ سچے رسول ہیں۔خیال رہے کسی نے متکلم سے کلام کو پہچانا مگر ضماد نے کلام سے متکلم کی شان معلوم کی۔

وَلَقَدْ بَلَغْنَ قَامُوْسَ الْبَحْرِ (یہ تو سمندر کی تہہ کو پہنچی ہوئی ہے)

قاموس بنا ہے قمس سے بمعنیٰ گہرائی اس لئے غوطہ خور کو قماس بھی کہتے ہیں اور غواص بھی یعنی ان پیارے کلمات کی فصاحت وبلاغت دریاء معرفت

کی تہہ تک پہنچی ہوئی ہے۔ جہاں کسی انسان کے فکر و وہم نہیں پہنچ سکتے یہ کلمات انسانی نہیں بلکہ القائے ربانی ہیں۔ (مرآت)

جب ضماد ایمان لاکر کفارِ مکہ کے پاس واپس ہوئے تو لوگوں نے ان سے پوچھا کہو کیا گذری؟ جواب دیا کیا گذرنا تھی دیکھتے ہی مسئلہ حل ہو گیا کہ یہ سایہ وہ نہیں (جو میں اور آپ سمجھتے تھے) بلکہ اللہ کا سایہ ہے۔ مولانا فرماتے ہیں

اے لقائے تو جواب ہر سوال
مشکل از تو حل شود بے قیل و قال

ترجمہ = تیرا ملنا ہی ہر سوال کا جواب ہو گیا اور بغیر گفتگو کے ہر مشکل حل ہو گئی۔

خیال رہے کہ حضور انور ﷺ نے ضماد کی بات کا جواب نہ دیا ، اپنی صفائی بیان نہ فرمائی کہ میں دیوانہ نہیں ہوں لوگ غلط کہتے ہیں بلکہ حضور ﷺ کے کلمات نے آپ ﷺ کی شان ظاہر کر دی کہ جس کے منہ سے نکلے ہوئے کلمات ایسے ہوں سمجھ لو کہ وہ ذات کریمی کیسی ہے، خوش نصیب تھے وہ جو سب کچھ لے گئے۔

اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بیعت ہوتے وقت کہ مرید شیخ کے ہاتھ میں ہاتھ دے اور زبان سے بیعت کرے ، دیکھو ضماد نے عرض کیا کہ حضور اپنا ہاتھ لائیں تاکہ میں بیعت کروں۔ بیعت چار قسم کی ہے ، جن میں سے ایک اسلام کی بیعت ہے ، توبہ کی بیعت ، سلوک کی بیعت ، خلیفہ کی اطاعت کی بیعت۔

(مرآت)

شارح مسلم فرماتے ہیں کہ اسلام میں بیعت کا اطلاق دو چیزوں پر کیا جاتا ہے ایک خلیفہ یا امیر کی بیعت اور دوسری مردِ صالح یا مرشد کی بیعت کرنا ، بیعتِ مرشد

کا تصور اس آیت کریمہ سے واضح ہوتا ہے -یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَابْتَغُوْا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَةَ (مائدہ)

ترجمہ = اے ایمان والو اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اس تک پہنچنے کا وسیلہ تلاش کرو-

امام احمد رضا قادری فتاویٰ افریقیہ میں شیخِ طریقت کی چار شرطیں بیان فرماتے ہیں -

۱- مسلمان ہو اور اس کا عقیدہ صحیح ہو-

۲- عقائد کے دلائل اور احکامِ شرعیہ کا عالم ہو حتیٰ کہ پیش آمدہ مسائل کا حل بیان کر سکتا ہو-

۳- علم کے مطابق عامل ہو یعنی فرائض ، واجبات ، سنن اور مستحبات پر دائمی عمل کرتا ہو اور تمام محرمات اور مکروہات سے بچتا ہو-

۴- رسول اللہ ﷺ تک اس کے مشائخ کا سلسلہ پہنچتا ہو-

یہ چار شرطیں ضروری ہیں ان کے علاوہ اگر کسی کو سندِ خلافت ہو ، بیعت کی اجازت ہو، وہ لوگ جو کرامت کا دعویٰ کرتے ہیں مگر شریعت کے پابند نہیں یا جن کو شریعت کا علم نہیں اور حقیقت اور معرفت کی باتیں کرتے ہیں ان کی بیعت کرنا جائز نہیں اس زمانہ میں ایسے پیشہ ور پیر بکثرت موجود ہیں ، اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے- (شرح مسلم)

شیخ شہاب الدین سہروردی نے عوارف المعارف میں لکھا ہے کہ سیدنا بایزید بسطامیؒ نے فرمایا جس کا کوئی پیر نہیں اس کا پیر شیطان ہے - امام قشیری رسالہ قشیریہ میں لکھتے ہیں کہ جس کا کوئی پیر نہ ہو وہ کبھی فلاح نہیں پا سکتا-(شرح مسلم)

مولانا فرماتے ہیں

؎ پیر را بگزیں کہ بے پیر ایں سفر ہست بس پر آفت و خوف و خطر

یعنی پیر پکڑو، پیر کے بغیر یہ سفر بہت ہی خطرناک اور آفتوں سے بھرا ہوا ہے۔

☆ حدیث نمبر ۳

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَخْصِفُ نَعْلَهٗ وَيَخِيْطُ ثَوْبَهٗ وَيَعْمَلُ فِيْ بَيْتِهٖ كَمَا يَعْمَلُ اَحَدُكُمْ فِيْ بَيْتِهٖ وَقَالَتْ كَانَ بَشَرًا مِّنَ الْبَشَرِ يَفْلِيْ ثَوْبَهٗ وَيَحْلِبُ شَاتَهٗ وَيَخْدُمُ نَفْسَهٗ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

(مشکوٰۃ باب فی اخلاقہ وشمائلہ ﷺ)

☆ ترجمہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنا جوتا شریف درست کر لیتے تھے اپنے کپڑے سی لیتے تھے اور اپنے گھر میں ایسے ہی کام کرتے تھے جیسے تم میں سے کوئی اپنے گھر میں کام کرتا ہے۔ فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ لوگوں میں سے ایک کی سی زندگی رکھتے تھے۔ اپنے کپڑوں کی جوئیں دیکھتے تھے۔ اپنی بکری دودھ لیتے تھے اور اپنے کام خود کرتے تھے۔ (ترمذی)

☆ تشریح

آپ ﷺ کے عمل شریف سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ پیوند والا کپڑا اور

پیوند والا جوتا پہننے میں عار محسوس نہیں کرنا چاہیئے ، یہ سنت رسول اللہ ﷺ ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ اپنا کام اپنے ہاتھ سے کرنے میں شرم محسوس نہ کریں دوسروں کے حاجتمند نہ رہیں لیکن یہ دونوں عمل کنجوسی کی بناء پر نہ ہوں بلکہ عاجزی وانکساری کے لئے ہوں۔ یہ فرمانِ پاک اس کے خلاف نہیں کہ اللہ جب نیا کپڑا یا جوتا دے تو پرانا خیرات کردو کہ وہاں سخاوت کی تعلیم ہے اور یہاں عاجزی کی۔ حدیث شریف سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور ﷺ فطری طور پر ہر کام جانتے ہیں۔ آپ ﷺ حکومت کرنے ، فیصلے کرنے ، کپڑے سینے اور جوتے میں پیوند لگانے سے بھی واقف ہیں۔ یہ سب کچھ کسی سے سیکھا نہیں بلکہ رب کے ہاں سے سیکھے سکھائے تشریف لائے ، حضور انور ﷺ نے کوئی کمال کسی مخلوق سے نہیں سیکھا۔

آنحضور ﷺ کی زندگی پاک شاہانہ اور پر تکلف نہ تھی بلکہ عام بشر کی طرح سادہ تھی ، یہ بھی معلوم ہوا صحابہ آپ ﷺ کو بشر نہ کہتے تھے۔ بشر کہنا تو بڑی بات ہے حضرت عباس رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کو بھتیجا بھی نہ کہتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھائی نہ کہتے ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ خاوند کہہ کر نہ پکارتیں۔ یہ تمام حضرات "یارسول اللہ ، یا نبی اللہ وغیرہ القاب سے پکارتے تھے۔ لہٰذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں کہ لَا تَجْعَلُوْا دُعَاءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ط (پ ۱۸، نور)

ترجمہ (اپنے درمیان رسول اللہ ﷺ کو اس طرح مت بلاؤ جس طرح تم میں ایک دوسرے کو بلاتا ہے)۔ خیال رہے کہ حضور انور ﷺ کے سر یا کپڑوں میں جوئیں نہ پڑتی تھیں ہاں کبھی کبھار دوسروں کی چڑھ جاتی تھیں وہ اپنے کپڑے صاف کرتے تھے اور اُمِ حرام آپ ﷺ کے سر مبارک سے نکالتی تھیں ، ہاں مکھی جسم پاک پر نہ

بیٹھتی اور نہ ہی مچھر آپ ﷺ کو ایذا دیتا۔ (اشعۃ)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ اپنے کام خود بھی کر لیتے تھے، لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ حضرت انسؓ ودیگر صحابہ کرامؓ آپ ﷺ کی خدمت کرتے تھے۔ صحابہ کرامؓ آپ ﷺ کی خدمت کرنا فخر محسوس کرتے تھے جیسے کوئی غلام آقا کی خدمت محض اس لئے کرے کہ میں اس کا منظور نظر ہو جاؤں یا آقا کی نظر عنایت کا مستحق ٹھہروں، ان کا نظریہ تو فقط یہ تھا کہ۔

ع تیری اک نگاہ پہ قربان میری ساری زندگانی (مرآت)

☆ حدیث نمبر ۴

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ خَدَمْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَاَنَا ابْنُ ثَمَانِ سِنِيْنَ خَدَمْتُهٗ عَشَرَ سِنِيْنَ فَمَا لَا مَنِىْ عَلٰى شَىْءٍ قَطُّ اُتِىَ فِيْهِ عَلٰى يَدَىَّ فَاِنْ لَا مَنِىْ لَائِمٌ مِنْ اَهْلِهٖ قَالَ دَعُوْهُ فَاِنَّهٗ لَوْ قُضِىَ شَىْءٌ كَانَ۔

هذا لفظ المصابيح وروى البيهقى فى شعب الايمان مع تغير يسير۔ مشكوٰة باب فى اخلاقه و شمائله ﷺ

☆ ترجمہ

روایت ہے حضرت انسؓ سے، فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی اس وقت خدمت کی جبکہ میں آٹھ سال کا تھا۔ میں نے حضور ﷺ کی دس سال

خدمت کی اگر مجھ سے کسی چیز کو نقصان پہنچ جاتا تو آپ ﷺ نے کبھی مجھے ملامت نہ کی۔ اگر آپ ﷺ کے گھر والوں میں سے کوئی مجھے ملامت کرتا تو فرماتے جانے دو اگر کچھ مقدر میں ہوتا تو وہ ہوتا۔ (یہ مصابیح کے الفاظ ہیں اور بیہقی نے شعب الایمان میں کچھ فرق سے روایت کی ہے)

☆ تشریح

حضرت انسؓ جب حضور پاک ﷺ کی خدمت میں خدمتگار یا خادم خاص کی حیثیت سے حاضر ہوئے تو اس وقت آپؓ کی عمر آٹھ سال تھی آپؓ نے کل دس سال حضور ﷺ کی بے مثال خدمت کی۔ حضور انور ﷺ کی وفات کے بعد آپؓ کی عمر اٹھارہ برس تھی۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں چھوٹا بچہ تھا مجھ سے کبھی کوئی چیز ٹوٹ بھی جاتی یا کبھی مجھ سے کام بگڑ جاتے تو حضور ﷺ نے مجھے کبھی بُرا بھلا نہیں کہا نہ ہی آپ ﷺ نے کبھی جھڑکا۔ بلکہ آپ نہ تو خود ملامت کرتے اور نہ ہی کسی دوسرے کو ملامت کرنے دیتے۔ چیز کے ضائع ہونے کا افسوس عورتوں کو بہت زیادہ ہوتا ہے اس وجہ سے ازواجِ مطہراتؓ ناراض ہوتی تھیں تو حضور ﷺ انہیں منع فرماتے تھے اور فرماتے برتن کی عمر اتنی ہی تھی ،اور یہ کام رب کی طرف سے یونہی ہونے والا تھا۔ انس تو اس کا مظہر ہیں انہیں کچھ نہ کہو۔ (مرآت)

اگر آج ہم لوگ اس سنت نبویؐ پر عمل کریں تو یقیناً ہمارے گھر بھی جنت بن جائیں اور اس طرح سے ثواب بھی حاصل ہو جائے۔ گھر میں لڑائی جھگڑا اس وجہ

سے بھی ہوتا ہے کہ ایک فرد نے بچے کو جھڑکا دوسرے نے حمایت کی اس طریقے سے بات بڑھتی ہوئی لڑائی تک پہنچ جاتی ہے۔ آیئے مل کر عہد کریں کہ اس پیاری سنت پر عمل کرنے کی پوری کوشش کریں گے۔ اللہ تعالیٰ توفیق بخشے۔ (آمین)

شارح مسلم فرماتے ہیں کہ حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں نو سال رہا۔ مجھے علم نہیں کہ کبھی آپ ﷺ نے یوں فرمایا ہو کہ تم نے یہ کام اس طرح کیوں کیا؟ اور نہ ہی آپ ﷺ نے کبھی میری کسی چیز کی مذمت کی اور پھر جھڑک دیا۔

علامہ نوویؒ لکھتے ہیں کہ حضرت انسؓ بارگاہ اقدس میں نو سال اور کچھ مہینے رہے بعض روایات میں انہوں نے مہینوں کا اعتبار نہیں کیا اور بعض روایات میں نو سال اور کچھ مہینوں کو تغلیباً دس سال سے تعبیر فرمایا۔ (شرح مسلم)

☆ حدیث نمبر ۵

وَعَنْ اَنَسٍ اِنَّ رَجُلاً سَاَلَ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ غَنَمًا بَيْنَ جَبَلَيْنِ فَاَعْطَاهُ اِيَّاهُ فَاَتٰى قَوْمَهٗ فَقَالَ اَیْ قَوْمِ اَسْلِمُوْا فَوَ اللّٰهِ اِنَّ مُحَمَّدًا لَيُعْطِیْ عَطَاءً مَا يَخَافُ الْفَقْرَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

(مشکوۃ باب فی اخلاقہ و شمائلہ ﷺ)

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ مَا سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ شَيْئًا قَطُّ

فَقَالَ لَا - مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ (مشکوٰۃ باب فی اخلاق و شمائلہ ﷺ)

☆ترجمہ

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے دو پہاڑوں کے درمیان بھری ہوئی بکریاں مانگیں- حضور ﷺ نے وہ سب اسے دے دیں- وہ اپنی قوم کے پاس گیا اور بولا اے میری قوم مسلمان ہو جاؤ، اللہ کی قسم محمد ﷺ ایسی عطا دیتے ہیں کہ فقیری کا خوف نہیں فرماتے- (مسلم)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے کوئی چیز نہ مانگی گئی کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہو "نہیں" (بخاری و مسلم)

☆تشریح

سائل نے اتنی زیادہ بکریاں مانگیں جن سے دو پہاڑوں کے درمیان کا سارا جنگل بھرا ہوا تھا- یہ سب بکریاں حضور انور ﷺ کی اپنی تھیں- غزوۂ حنین میں مالِ غنیمت کے خمس میں اتنی بکریاں آپ ﷺ کو ملی تھیں-

سرکارِ دو عالم ﷺ نے بغیر دغدغہ بلا تامل سب بکریاں سائل کو عطا فرما دیں- بعض روایات میں ہے کہ سائل نے حضور ﷺ کی یہ بکریاں دیکھ کر عرض کیا تھا یا رسول اللہ ﷺ آپ تو بڑے مال دار ہو گئے ہیں- فرمایا کیسے؟ اس نے عرض کیا کہ اتنی زیادہ بکریاں آپ ﷺ کی اکیلے ملک ہیں- فرمایا جا سب تجھے عطا فرما دیں، لے جا وہ حیرت سے حضور ﷺ کا منہ تکتا رہ گیا خیال رہے کہ داتا سخی ہے مگر دینے کے دروازے مختلف ہیں- کسی کو جمال دکھا کر ایمان عطا، کسی کو سخاوت دکھا کر اپنا

متوالا بنالیا، کسی کو میدان جہاد میں جلالِ الٰہی دکھا کر مومن بنادیا- ہم جیسے دور رہنے والے غلاموں کو اپنا نام سنا کر ایمان دے دیا- ان کا نام، ان کے کام کی صورت، ان کی سیرت سب ہی ایمان بخشنے کا ذریعہ ہیں- اس بدوی نے اسی عطا کو حضور ﷺ کی نبوت کی دلیل بنایا- مع اپنی قوم کے مسلمان ہو گیا، وہ بکریاں کیا ملیں کہ انہیں ایمان مل گیا- یاد رہے کسی سے مانگنا عیب ہے- اس سے منع فرمایا گیا ہے- مگر اللہ و رسول سے مانگنا ہم سب کے لئے باعث فخر ہے- (مرآت)

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے کسی سائل یا بھکاری کو کبھی یہ نہ فرمایا کہ ہم تم کو نہیں دیں گے- اگر وہ چیز ہوتی تو عطا فرما دیتے ورنہ خاموشی یا آئندہ کے لئے وعدہ فرمالیا یا معذرت کر دی لہٰذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں- قُلْتَ لَا اَجِدُ مَا اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ-

ترجمہ = تو نے کہا میں وہ چیز نہیں پاتا جس پر تمہیں سوار کروں (پ ۱۰ توبہ)

آیت کریمہ میں معذرت کا "لا" ہے اور انکار کا "لا" مراد ہے-

فرزدق شاعر نے حضور ﷺ کی نعت شریف میں عرض کیا-

مَا قَالَ لَا قَطُّ اِلَّا فِیْ تَشَهُّدِهٖ
لَوْ لَا التَّشَهُّدُ كَانَتْ لَاءُهٗ نَعَمُ

کسی نے اس کا ترجمہ یوں کیا-

نرفت کلمۂ لا بر زبان او ہرگز
مگر بہ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه

یعنی حضور انور ﷺ نے بجز کلمہ طیبہ کے "لا" انکار کے لئے کبھی ارشاد نہ فرمایا- آج بھی حضور ﷺ سے مانگ کر دیکھ لو محروم نہ پھرو گے-

زمانہ نے زمانے میں سخی ایسا کہیں دیکھا
زباں پر جس کے سائل نے نہیں آتے نہیں دیکھا

(مرآت)

سرور کائنات ﷺ نے کبھی کسی سوال کرنے والے کو خالی ہاتھ نہ لوٹایا، آپ ﷺ کے جود و سخا کے واقعات سے سیرت کی کتب بھری پڑی ہیں، جو بھی درِ رسالت پر حاضر ہوا اس کی جھولی بھر کر اسے واپس کیا گیا۔ حضور ﷺ کا یہ فیض، فضل و کرم آج بھی جاری ہے۔ شیخ عبد الحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے کہ سب معاملات حضور ﷺ کے دستِ ہمت و کرامت کے سپرد ہیں۔ حضور ﷺ جو چاہتے ہیں جس کو چاہتے ہیں اپنے رب کے اِذن سے عطا فرماتے ہیں

(اشعۃ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ وَاَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ (اور جو سائل مانگنے آئے اس کو مت جھڑکیے) (ضحیٰ پ ۳۰)

حضور ﷺ کی زندگی مبارک اس آیت کریمہ کی عملی تفسیر ہے۔ حضور ﷺ نے کبھی کسی کو نہ نہیں فرمایا ترمذی شریف میں ہے کہ ایک مرتبہ بحرین کے علاقہ سے ۹۰ ہزار درہم آئے آپ ﷺ نے مسجد نبوی میں ایک چٹائی بچھا کر اس پر نقدی کا ڈھیر لگا دیا۔ نماز فجر کے بعد یہ درہم تقسیم کرنا شروع کیے، نماز ظہر تک ایک درہم بھی باقی نہ رہا۔ جب حضور ﷺ ساری رقم تقسیم فرما چکے تو اتفاق سے ایک سائل آ گیا سرکار نے فرمایا اب تو کوئی چیز باقی نہیں بچی، تم یوں کرو کہ کسی بھی دکاندار کے پاس چلے جاؤ اور اپنی ضرورت کی اشیاء حاصل کرو اسے کہو کہ رقم میرے نام لکھ دے میں ادا کرونگا۔

اس وقت حضرت عمر فاروقؓ موجود تھے انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ اتنی زحمت کیوں گوارا کرتے ہیں کہ قرض لے کر سائل کو دیتے ہیں اللہ نے آپ کو اس بات کا مکلف نہیں فرمایا۔ سرورِ دو عالم ﷺ کو عمر فاروقؓ کی یہ بات پسند نہ آئی آپ ﷺ کے چہرے مبارک پر ناگواری کے آثار نمایاں ہو گئے، ایک انصاری بھی اس وقت حاضرِ خدمت تھے۔ کہنے لگے اے اللہ کے رسول ﷺ بے دریغ خرچ فرمایا کیجئے اور پروردگار سے قلت کا خوف نہ کیجئے۔ اس پر آپ ﷺ کا چہرہ مبارک مُسرّت سے پھول کر شگفتہ ہو گیا اور حضور ﷺ خوشی سے ہنس پڑے پھر فرمایا میرے رب نے مجھے یہی حکم دیا ہے۔ (تفسیر عزیزی)

حضور ﷺ کے خزانے تو ختم ہونے والے نہیں، آپ ﷺ کے دَر پر آنے والا کوئی سائل کیسے خالی ہاتھ جاسکتا ہے۔ للہ در قائل

؎ میرے کریم سے گر قطرہ کسی نے مانگا

دریا بہادیے ہیں دُر بے بہادیے ہیں

☆ حدیث نمبر ۶

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِنْ اَحْسَنِ النَّاسِ خُلُقاً فَاَرْسَلَنِيْ يَوْمًا لِحَاجَةٍ فَقُلْتُ وَاللّٰهِ لَا اَذْهَبُ وَفِيْ نَفْسِيْ اَنْ اَذْهَبَ لِمَا اَمَرَنِيْ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَخَرَجْتُ حَتّٰى اَمُرَّ عَلٰى صِبْيَانٍ وَهُمْ يَلْعَبُوْنَ فِي السُّوْقِ فَاِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ

قَبَضَ بِقفایَ مِنَ وَرَائِیُ قَالَ فَنظَرتُ اِلَیہِ وَ ھُوَ یَضُحکُ فَقَالَ یَا نُیَسُ ذَھبتَ حَیثُ اَمَرتُکَ قُلتُ نَعَم اَنَا اَذھَبَ یَا رَسُولَ اللّٰہِ ﷺ رَوَاہُ مُسلِمٌ "

(شکوٰۃ باب فی اخلاقہ و شمائلہ ﷺ)

☆ترجمہ

حضرت انسؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں میں سب سے اچھے اخلاق والے تھے۔ حضور ﷺ نے مجھے ایک دن کسی کام کے لئے بھیجا، میں نے کہا اللہ کی قسم میں نہ جاؤنگا لیکن میرے دل میں تھا کہ جاؤنگا جس کا مجھے حضور ﷺ نے حکم فرمایا۔ چنانچہ میں روانہ ہو گیا۔ یہاں تک کہ میں بچوں پر گذرا جو بازار میں کھیل رہے تھے۔ اچانک حضور ﷺ نے میرے پیچھے سے میری گردن پکڑی فرماتے ہیں میں نے حضور ﷺ کی طرف دیکھا تو آپ ہنس رہے تھے۔ فرمایا اے انیس کیا تم وہاں جا رہے ہو جہاں جانے کا میں نے تم کو حکم دیا تھا ؟ میں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ ﷺ میں وہاں جا رہا ہوں ۔ (مسلم)

☆تشریح

جس وقت حضور ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو اس وقت حضرت انسؓ کی عمر آٹھ سال تھی ان کے والدین ان کو لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہم نے ان کو آپ ﷺ کی خدمت کے لئے وقف کر دیا ۔ وفات سنہ ۱۰ھ میں ہوئی حضور ﷺ کی وفات تک انسؓ خدمت کرتے رہے۔ بعد

وفاتِ مدینہ سے چلے گئے اور مقام موصل میں آپؓ کا مزار ہے۔ (مرآت)

صاحب مرقات فرماتے ہیں کہ حدیث پاک میں ناس سے مراد سارے ہی انسان ہیں اور خلق سے مراد برتاؤ ہے۔ (مرقات)

حضرت انسؓ نے نافرمانی یا حکم کی مخالفت نہیں کی بلکہ نازبرداری کی ہے اور اپنے کریم پر نیاز مندانہ ناز ہے۔ علامہ اقبالؒ کہتے ہیں۔

؎ کشادہ دستِ کرم جب وہ بے نیاز کرے
نیاز مند نہ کیوں عاجزی پہ ناز کرے

(اقبالؒ)

جیسے بچے ماں باپ سے ضد کرتے ہیں کہ ہم نہیں کرتے نیز یہ واللہ قسم کے لئے نہیں تاکہ اس پر قسم کے احکام جاری ہوں بلکہ بلا قصد یہ لفظ بولا گیا ہے۔ امام شافعیؒ کے ہاں یہ قسم لغو ہے اور امام اعظم کے نزدیک یہ قسم ہے ہی نہیں۔

(مرآت)

فرماتے ہیں میرا یہ انکار صرف زبانی تھا۔ دل سے نہ تھا چونکہ یہ کام لڑکپن میں تھا اس لئے حضور انور ﷺ نے بار بار جانے کا حکم نہ دیا۔ بلکہ نہایت ہی نرمی فرماتے ہوئے خاموش ہو گئے۔ اور میں حکم کی تعمیل میں کام پر چلا گیا۔ (لمعات)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں کھیلنے والے بچوں پر گزرا تو کھیل دیکھنے کے لئے کھڑا ہو گیا، اچانک آپ ﷺ نے پیچھے سے میری گردن پکڑی یہ گردن پکڑنا انتہائی پیار و محبت سے تھا، قفا، گردن کے پچھلے حصے کو کہتے ہیں اور اگلے حصے کو حلقوم کہتے ہیں۔

حضرت انسؓ نے پیچھے دیکھا تو آپ ﷺ مسکرا رہے تھے حضور ﷺ کے

لئے جہاں کہیں لفظ ضَحِکَ آتا ہے وہاں تبسم مراد ہے، کیونکہ حضور ﷺ نے کبھی قہقہہ نہ لگایا- لفظ انس کو انیس فرمانا تصغیر کے لئے ہے- یہ بھی محبت کے لئے تھا- نام بگاڑنا مراد نہیں- جیسے ہمارے ہاں اکرام سے کامی یا سلیم سے سیمی کہا جاتا ہے-

قُلْتُ نَعَمْ (میں نے عرض کیا ہاں) یہ ہے اپنے ارادے کا اظہار یعنی میں نے صرف زبان سے انکار کیا تھا- جانے کا ارادہ اس وقت ہی تھا چنانچہ عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں حکم کے مطابق جا رہا ہوں- (مرآت)

☆ حدیث نمبر ۷

وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ غُلَامًا یَّهُوْدِیًّا كَانَ یَخْدِمُ النَّبِیَّ ﷺ فَمَرِضَ فَاَتَاهُ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَعُوْدُهٗ فَوَجَدَ اَبَاهُ عِنْدَ رَاْسِهٖ یَقْرَاُ التَّوْرَاةَ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَا یَهُوْدِیُّ اَنْشُدُكَ بِاللّٰهِ الَّذِیْ اَنْزَلَ التَّوْرَاةَ عَلٰى مُوْسٰى هَلْ تَجِدُ فِی التَّوْرَاةِ نَعْتِیْ وَ صِفَتِیْ وَ مَخْرَجِیْ قَالَ لَا قَالَ الْفَتٰى بَلٰى وَ اللّٰهِ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اِنَّا نَجِدُ لَكَ فِی التَّوْرَاةِ نَعْتَكَ وَ صِفَتَكَ وَ مَخْرَجَكَ وَ اِنِّیْ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِاَ

صُحَابِہٖ اَقِیْمُوْا ھٰذَا مِنْ عِنْدِ رَأْسِہٖ وَلُوْا اَخَاکُمْ رَوَاہُ ا
لْبَیْھَقِیُّ فِی دَلَائِلِ النُّبُوَّۃِ -

مشکوٰۃ باب اسماء النبی ﷺ و صفاتہ

☆ ترجمہ

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ایک یہودی لڑکا نبی کریم ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا وہ بیمار ہو گیا تو اس کے پاس نبی کریم ﷺ بیمار پرسی کے لئے تشریف لائے ،اور اس کے باپ کو اس کے سرہانے توریت پڑھتے پایا- تو اس سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے یہودی میں تجھے اس اللہ کی قسم دیتا ہوں جس نے موسیٰ علیہ السلام پر توریت اتاری کیا تم میرے اوصاف ، میری نعت اور میری ہجرت توریت میں پاتے ہو کہا نہیں ، تو نوجوان بولا ہاں یارسول اللہ ﷺ اللہ کی قسم ہم آپ ﷺ کی نعت ، آپ کی صفات اور آپ کی ہجرت توریت میں پاتے ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں- تو اس وقت نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہؓ سے فرمایا کہ اس یہودی کو اس جوان کے پاس سے اٹھا دو اور تم اپنے بھائی کا انتظام کرو-

(بیہقی دلائل النبوۃ)

☆ تشریح

عربی میں نابالغ مگر سمجھدار بچے کو غلام کہتے ہیں بہت چھوٹے بچے کو صبی کہا جاتا ہے شیر خوار کو رضیع کہتے ہیں- یہ بچہ یہودی کا تھا- حضور انور ﷺ کی

خدمت میں رہتا تھا اور آپ ﷺ کی ہر طرح سے خدمت کیا کرتا تھا- معلوم ہوا کافر بچوں سے خدمت لینا جائز ہے کبھی یہ خدمت وصحبت ہی ان کی ہدایت کا ذریعہ بن جاتی ہے--جس طرح اس واقعہ میں ہوا،اس بچے اور اس کے باپ کا نام معلوم نہ ہو سکا واقعہ یہ ہے کہ بچہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر نہ ہوا لوگوں سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ بیمار ہے اور چل پھر نہیں سکتا-تب حضور ﷺ معہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اس کی عیادت کے لئے اس کے گھر تشریف لے گئے اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کفار کی بیمار پرسی جائز ہے- خصوصاً جبکہ تندرستی میں کافر ہمارے پاس آتا جاتا ہو اور ہم سے راہ ورسم رکھتا ہو-

معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح ہم اپنے مرنے والے کے پاس سورۃ یٰسین پڑھتے ہیں ایسے ہی یہود اپنے مرنے والوں کے پاس توریت پڑھا کرتے تھے-وہ بچہ غالباً قریب الموت تھا-

حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ جیسے خود قسم کھانا جائز ہے اسی طرح دوسرے کو قسم دینا بھی جائز ہے ،یہ بھی معلوم ہوا کہ جب کسی کو قسم دی جائے یا لی جائے تو قسم میں ایسے الفاظ استعمال کئے جائیں جس سے اس کے دل پر رعب چھا جائے- یہود کے نزدیک توریت شریف اور موسیٰ علیہ السلام بڑی عزت وعظمت والے ہیں اور توریت کا نزول ان کے ہاں اللہ کی بڑی نعمت ہے اس وجہ سے حضور ﷺ نے اس طرح قسم کھائی-

حضور ﷺ کا توریت میں اپنی صفات پوچھنا اقرار کرانے کے لئے ہے- معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے ساری کتب الٰہیہ پڑھی ہوئی ہیں توریت وانجیل میں حضور ﷺ کے نام ،کام ،حالات بلکہ ہجرت مدینہ تک کا ذکر موجود ہے-

اس یہودی نے جان بوجھ کر جھوٹ بولا وہ آپ کے متعلق تمام واقعات اپنی توریت میں پڑھ چکا تھا- لڑکا فوراً بولا حضور توریت میں آپ ﷺ کی صفات موجود ہیں- پتہ چلا کہ لڑکا اگر چہ کم عمر تھا لیکن اس نے توریت میں یہ سب کچھ پڑھ لیا تھا- اور اس کے دل میں حضور انور ﷺ کی محبت تھی- اسے صحبت کی برکت سے یہ نعمت مل چکی تھی- اور وہ آپ ﷺ کے سامنے مسلمان ہو گیا- کوئی شخص اسلام و ایمان لینے آتا ہے مگر اس لڑکے کے پاس ایمان و اسلام آیا- کیونکہ جس ذات کریمہ پر ایمان لایا جاتا ہے جن کے نام سے انسان مسلمان بنتا ہے وہ خود اس کے گھر تشریف لے گئے- یہ تھا صحبت پاک کا اثر-

تیری خلق کو رب نے جمیل کیا تیرے خلق کو رب نے عظیم کیا
کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہو گا شہا تیرے خالق حسن و ادا کی قسم

حضور انور ﷺ نے اپنے صحابہؓ سے فرمایا اس کی تیمار داری کرو اور جب یہ مر جائے تو اس کے کفن دفن اور نماز جنازہ کا انتظام کرو اب اسے یہ یہودی باپ ہاتھ نہ لگائے- حدیث پاک سے یہ مسائل اخذ ہوتے ہیں-

۱- نابالغ سمجھدار بچے کا ایمان معتبر ہے-

۲- مرتے وقت کا ایمان قبول ہے جبکہ غرغرہ کی حالت سے پہلے ہو-

۳- اسلامی رشتہ جانی رشتوں سے قوی تر ہے- کہ مومن کا کفن دفن اجنبی مسلمان تو کریں گے مگر اس کا باپ دادا کافر نہ کرے گا-

۴- اسلام میں نئے پرانے مسلمان برابر ہیں- (مرآت)

اس بچے کی خوش قسمتی ملاحظہ ہو کہ کوئی عمل نہ کیا اور نیکی صرف یہ کی کہ حضور ﷺ کی خدمت میں گاہے گاہے حاضری دیتا رہا مرتے وقت ایمان کی دولت

سے مشرف ہو کر جنت میں چلا گیا۔

اور پھر یہ نگاہ نبوت کا کمال تھا کہ وہ بچہ جو اللہ کے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خدمت گار تھا جب بیمار ہوا تو پتہ چل گیا کہ اب یہ دار فانی سے کوچ کرنے والا ہے۔ تبھی تو ایمان کی دولت عطا کر دی۔ اس سے پہلے ایسا نہیں فرمایا۔ سو جو درِ مصطفےٰ کی خدمت کرے اور پھر بے ایمان مرے یہ بات رحمت مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو گوارا نہ ہوئی۔

بچے کے بارے میں پوچھنا عدمِ علم کی وجہ سے نہ تھا بلکہ عدمِ توجہ کی بناء پر تھا جیساکہ حافظِ قرآن ہر وقت ہر آیت نہیں بتا سکتا ہاں جب توجہ کرتا ہے تو سنا دیتا ہے

☆ حدیث نمبر ۸

وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةَ الْاُوْلٰى ثُمَّ خَرَجَ اِلٰى اَهْلِهٖ وَ خَرَجْتُ مَعَهٗ فَاسْتَقْبَلَهٗ وِلْدَانٌ فَجَعَلَ يَمْسَحُ خَدَّىْ اَحَدِهِمْ وَاحِدًا وَّاحِدًا وَ اَمَّا اَنَا فَمَسَحَ خَدَّىْ فَوَجَدْتُّ لِيَدِهٖ بُرْدًا وَّ رِيْحًا كَاَنَّمَا اَخْرَجَهَا مِنْ جُوْنَةِ عَطَّارٍ۔ رواہ مسلم

مشکوٰۃ باب اسماء النبی ﷺ و صفاتہ

☆ ترجمہ

حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ

ﷺ کے ساتھ پہلی نماز پڑھی پھر آپ ﷺ اپنے گھر کی طرف چلے ، میں حضور ﷺ کے ساتھ چلا آپ ﷺ کے سامنے بچے آئے تو آپ ان میں سے ہر ایک کے رخساروں پر الگ الگ ہاتھ پھیرنے لگے - رہا میں تو حضور ﷺ نے میرے رخساروں پر ہاتھ پھیرا تو میں نے آپ کے ہاتھ کی ٹھنڈک پائی - اور خوشبو ایسی گویا ہاتھ عطار کے ڈبہ سے نکالا ہو - (مسلم)

☆ تشریح

پہلی نماز سے مراد نماز فجر ہے - کیونکہ دن کی پہلی نماز یہی ہے - اس وقت مسجد کے دروازہ پر بچے جمع ہو جاتے تھے - دم کرانے یا دست اقدس سر پر پھروانے کے لئے -

چھوٹے بچے اپنے والد کی گود میں تھے کچھ سمجھدار بچے خود کھڑے تھے - حضور انور ﷺ محبت سے ان کے رخساروں کو اس طرح چھوتے ہوئے نکلتے چلے گئے کہ انگوٹھا شریف ایک رخسار پر تو انگلیاں دوسرے رُخسار پر اور بچوں کی ٹھوڑی حضور ﷺ کی ہتھیلی مبارک میں ، جیسے عموماً بزرگ حضرات بچوں کے رُخساروں پر ہاتھ پھیرتے ہیں -

حضور ﷺ کے ہاتھ مبارک ٹھنڈے اور خوشبو دار تھے - مگر ٹھنڈک تکلیف دہ نہیں بلکہ نہایت خوشگوار تھی - (مرآت)

خیال رہے کہ حضور انور ﷺ کا جسمِ اطہر خود بھی خوشبودار اور معطر تھا ، حضور ﷺ عطر ملتے بھی تھے تا کہ اصل و عارضی دونوں خوشبوئیں مل کر بہت لطف

دیں کیونکہ فرشتوں کو حضور ﷺ سے ملاقات کا شرف حاصل ہوتا رہتا تھا۔

(مرقات)

علامہ سعیدیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت انسؓ ابن مالک بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب صبح کی نماز سے فارغ ہوتے تو مدینہ کے خدام پانی سے بھرے ہوئے اپنے اپنے برتن لے کر آتے، آپ ﷺ ہر برتن میں اپنا ہاتھ ڈبو دیتے بسا اوقات سرد صبح میں یہ واقعہ ہوتا اور آپ ﷺ اپنا ہاتھ ان میں ڈبو دیتے تو لوگ وہ پانی تبرک بنا کر گھروں کو لے جاتے۔

علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ رسول اللہ ﷺ کے دستِ مبارک کے لمس سے برکت حاصل کرنے کے لئے اپنے برتنوں میں رسول اکرم ﷺ کا ہاتھ لگواتے تھے۔

ابن سیرینؒ فرماتے ہیں کہ اگر میرے پاس رسول اللہ ﷺ کا ایک بال بھی ہو تو وہ مجھے دنیا ومافیھا سے زیادہ محبوب ہے۔ (شرح مسلم)

علامہ سعیدیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت جابر بن عبد اللہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں بیمار تھا رسول اللہ ﷺ اور ابو بکر صدیقؓ عیادت کے لئے تشریف لائے میں بے ہوش تھا رسول اللہ ﷺ نے وضو فرمایا اور بچا ہوا پانی مجھ پر ڈال دیا تو مجھے ہوش آگیا۔

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ اس حدیث میں صالحین کی مستعمل اشیاء اور آثار سے تبرک حاصل کرنے کا ثبوت ہے۔ (شرح مسلم)

تاکہ اللہ کے بندے ان مقبول بندوں سے تبرکات اور شفا حاصل کریں اکثر جگہ دیکھا گیا ہے کہ سلف الصالحین کی دستار، کرتہ حتی کہ جوتے وغیرہ بھی پیچھے آنے والوں نے سنبھال کر بطور تبرک محفوظ جگہ میں رکھے ہوتے ہیں ان کی اصل

حدیث پاک ہے۔

☆ حدیث نمبر ۹

وَعَنْ اُمِّ سُلَيْمٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَاتِيْهَا فَيَقِيْلُ عِنْدَهَا فَتَبْسُطُ لَهٗ نِطَعًا فَيَقِيْلُ عَلَيْهِ وَكَانَ كَثِيْرَ الْعَرَقِ فَكَانَتْ تَجْمَعُ عَرَقَهٗ فَتَجْعَلُهٗ فِى الطِّيْبِ وَالْقَوَارِيْرُ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ يَا اُمَّ سُلَيْمٍ مَا هٰذَا قَالَتْ عَرَقُكَ نَجْعَلُهٗ فِىْ طِيْبِنَا وَهُوَ مِنْ اَطْيَبِ الطِّيْبِ وَفِىْ رِوَايَةٍ قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ نَرْجُوْا بَرَكَتَهٗ لِصِبْيَانِنَا قَالَ اَصَبْتِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

مشکوٰة باب اسماء النبی ﷺ و صفاته

☆ ترجمہ

حضرت اُمِّ سلیمؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ان کے پاس تشریف لاتے تھے اور وہاں قیلولہ کیا کرتے تھے۔ وہ حضور ﷺ کے لئے چمڑے کا بستر بچھا دیتی تھیں۔ حضور ﷺ اس پر آرام کیا کرتے تھے، حضور کو پسینہ بہت آتا تھا۔ تو وہ حضور کا پسینہ جمع کر لیتی تھیں۔ اسے خوشبو میں ڈال لیتی تھیں تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے اُمِّ سلیم یہ کیا ہے۔ بولیں حضور ﷺ آپ کا پسینہ ہے۔ جسے ہم اپنی خوشبو

میں ڈال لیتے ہیں- یہ بہترین خوشبو ہے-اور ایک روایت میں ہے کہ بولیں یارسول اللہ ﷺ ہم اس کی برکت سے اپنے بچوں کے لیے امید کرتے ہیں ، فرمایا تم ٹھیک کرتی ہو-
(بخاری و مسلم)

☆تشریح

حدیث پاک کی راوی حضرت اُمِ سلیمؓ کے نام میں اختلاف ہے، کنیت اُمِ سلیم بنت ملحانؓ ہے-آپ پہلے مالک بن نضر کے نکاح میں تھیں-ان سے حضرت انس بن مالکؓ پیدا ہوئے مالک ابن نصیر مشرک مارے گئے تو ابو طلحہؓ نے آپ کو نکاح کا پیغام دیا آپ نے فرمایا میرا مہر یہ ہوگا کہ تم مسلمان ہو جاؤ اس کے بغیر کوئی مہر نہیں چاہتی- چنانچہ ابو طلحہؓ مسلمان ہو گئے اور آپؓ سے نکاح کیا-

صاحبِ مرقات ملا علی قاری حنفی فرماتے ہیں کہ اُمِ سلیم اور اُمِ حرام دونوں ملحان کی صاحبزادیاں ہیں بعض مؤرخین نے کہا کہ یہ دونوں بیبیاں حضور ﷺ کی رضاعی خالہ تھیں-اس لئے آپ ﷺ سے پردہ نہ کرتیں اور آپ ﷺ ان کے ہاں آرام فرماتے تھے-مگر یہ درست نہیں کیونکہ یہ دونوں بیبیاں مدینہ کے انصار بنو نجار سے ہیں- حضور انور ﷺ شیر خوارگی میں مدینہ نہیں گئے-لہٰذا حق یہ ہے کہ یہ دونوں بیبیاں حضور انور ﷺ کے والد حضرت عبداللہ کی رضاعی خالہ تھیں کیونکہ عبدالمطلب نے مدینہ منورہ میں بنی نجار میں ایک بی بی سے نکاح کیا تھا حضرت عبداللہ مدینہ میں ہی پیدا ہوئے وہاں ہی شیر خوارگی کا زمانہ گزارا اور بنی نجار میں ہی پلے بڑھے-اُمِ حرام نے حضرت عبداللہ کو دودھ پلایا جو کہ اُمِ سلیم کی

بہن ہیں - اس لئے یہ کہنا درست ہے کہ یہ دونوں بیبیاں حضور علیہ السلام کی رضاعی دادیاں، پھوپھیاں ہیں - لہٰذا آپ علیہ السلام کا ان کے ہاں تشریف لے جانا اور آرام فرمانا بالکل درست ہے - (مرقات)

شارح مشکوٰۃ مزید فرماتے ہیں کہ چونکہ حضور علیہ السلام بہت حیا والے تھے، جس کو حیاء شرم بہت آتی ہو اسے پسینہ بہت آتا ہے - (مرقات)

حضرت اُم سلیمؓ جسم شریف سے پسینہ پونچھ پونچھ کر اپنے عطر میں ملا لیا کرتی تھیں - انہیں جسم اطہر چھونا جائز تھا - ہو سکتا ہے کہ اس بستر سے یا حضور علیہ السلام کے کسی کپڑے سے نچوڑ لیتی ہوں -

حضور انور علیہ السلام کے پسینے کا خوشبو دار ہونا غیر اختیاری معجزہ تھا - جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کا حسن، یا حضرت داؤد علیہ السلام کی خوش آوازی - انبیاء کرام کے معجزات تین قسم کے ہوتے ہیں - لازمی معجزات، عارضی اختیاری معجزات جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصاء اور ید بیضاء کہ جب پھینکا تو سانپ بن گیا - عارضی غیر اختیاری معجزے جیسے قرآنی آیات کا نزول، یہ خوشبودار پسینہ پہلی قسم کا معجزہ ہے -

صاحب اشعۃ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ اُم سلیم بطور تبرک آپ علیہ السلام کا پسینہ اپنے بچوں پر ملتی تھیں - ، جس سے خوشبو بھی حاصل ہوتی اور برکت بھی، تاکہ اس کی برکت سے بچے آفات اور بلاؤں سے محفوظ رہیں - (اشعۃ)

معلوم ہوا کہ بزرگوں کے تبرکات دافع بلا ہوتے ہیں - حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص نے حضرت یعقوب علیہ السلام کی بینائی بحال کر دی - (القرآن)

صاحب مرقات فرماتے ہیں کہ بزرگوں کے پسینہ، ان کے لباس، بال،

سارے آثار سے برکت اور قرب الہٰی حاصل کرنا مستحب ہے۔ جب حضرت انسؓ کی وفات کا وقت آیا تو آپ نے وصیت کی کہ میری میت پر جو خوشبو لگائی جائے اس میں یہ پسینہ شریف شامل کیا جائے۔ (مرقات)

حضور علیہ السلام نے اپنا تہبند شریف اپنی بیٹی حضرت زینبؓ کے کفن میں برکت کے لئے رکھوایا۔ (مرآت)

علامہ سعیدیؒ شرح مسلم میں فرماتے ہیں کہ امام احمدؒ نے حضرت انسؓ سے روایت کیا ہے کہ میں نے کسی پھول ، مشک یا عنبر کو رسول اللہ ﷺ سے زیادہ خوشبو دار نہیں پایا۔ اور امام ترمذیؒ نے روایت کیا ہے کہ کوئی عطر رسول اللہ ﷺ سے زیادہ خوشبو دار نہ تھا۔ امام ابو یعلیٰؒ نے روایت کیا ہے کہ جو شخص اپنی بیٹی کو رخصت کرتا آپ ﷺ اپنا پسینہ مبارک پونچھ کر اس شخص کو دیتے اور فرماتے کہ اپنی لڑکی سے کہو کہ اسے لگالے۔ چنانچہ جب وہ اس پسینہ کو لگالیتی تو اہل مدینہ اس خوشبو کو سونگھتے ، اور لوگ ان کے گھر کو خوشبو والا گھر کہتے۔ امام دارمی بیہقی اور امام ابو نعیم نے روایت کیا ہے کہ سرکار دوعالم ﷺ جس راستے سے گذرتے بعد میں گذرنے والے آپ ﷺ کے پسینے کی خوشبو سے پہچان لیتے کہ آپ ﷺ ادھر سے گذرے ہیں اور آپ ﷺ جس پتھر کے پاس سے گذرتے وہ آپ کو سجدہ کرتا۔ (شرح مسلم)

☆ حدیث نمبر ۱۰

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَتّٰی وَجَبَتْ لَکَ النُّبُوَّۃَ قَالَ وَاٰدَمُ بَیْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ

مشکوٰۃ باب فضائل سید المرسلین ﷺ

☆ترجمہ

حضرت ابوھریرہؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ لوگوں نے پوچھا یارسول اللہ ﷺ آپ کے لئے نبوت کب ثابت ہوئی، فرمایا کہ جب آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے۔ (ترمذی)

☆تشریح

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کے جسم میں ابھی روح پھونکی نہ گئی تھی، اس وقت ہم نبی تھے۔ حدیث پاک کا یہ مطلب نہیں کہ ہم علم الٰہی میں نبی تھے کہ اللہ تعالیٰ جانتا تھا کہ ہم نبی ہونگے کیونکہ اللہ تعالیٰ تو تمام انبیاء کرامؑ کی نبوت کو جانتا تھا۔ پھر اس میں حضور ﷺ کی خصوصیت کیا بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ حضور ﷺ کی نبوت کا اعلان اس وقت ہو چکا تھا۔ فرشتے حضور ﷺ پر کروڑوں سال سے درُود پڑھ رہے تھے۔ تمام رُوحوں کے سامنے سارے نبیوں سے حضور ﷺ پر ایمان لائے۔ آپ کی نصرت و مدد کرنے کا عہد وپیان لیا گیا تھا۔ وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ الخ (پ ۳ آل عمران) (اور جب اللہ نے نبیوں سے پکا وعدہ لیا) عرش اعظم، آسمانوں، جنت

کے محلوں ، دریچوں میں، وہاں کے درختوں کے پتوں پر حوروں کی پتلیوں میں، فرشتوں کی آنکھوں میں، غلمان کے سینوں پر، طوبیٰ کے غنچہ وگل میں حضور ﷺ کا نام لکھ دیا گیا انشاءاللہ ہم بھی وہاں جاکر یہ ساری بہار اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے۔

صوفیاء فرماتے ہیں کہ عالم ارواح میں حضور ﷺ سارے نبیوں کے نبی تھے۔ آپ ﷺ ان کی روحوں کو تعلیم وتربیت دیتے تھے۔ سارے انبیاء حضور ﷺ کے مدرسہ میں تعلیم حاصل کر کے دنیا میں تشریف لائے اور حضور سے سیکھے ہوئے علوم مخلوق کو سکھائے۔ (اشعۃ)

صاحبِ مرقات نے فرمایا کہ یہ حدیث مختلف الفاظ سے مروی ہے۔ چنانچہ ابن سعد نے اور ابو نعیم نے حلیہ میں، طبرانی نے کبیر میں حضرت ابن عباسؓ سے یوں روایت کی۔ كُنْتُ نَبِيًّا وَّ اٰدَمُ بَيْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ۔

(میں اس وقت نبی تھا جب آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے)

(مرقات)

خیال رہے کہ جسمانی نبوت کے لئے شرط ہے کہ نبی انسان ہوں اور انسانی سلسلہ حضرت آدمؑ سے شروع ہوتا ہے لیکن روحانی نبوت کے لئے یہ شرط نہیں۔ لہٰذا فرمان عالی پر یہ اعتراض نہیں کہ نبی انسان ہونے چاہئیں۔ اس وقت حضور ﷺ صفت انسانیت سے موصوف نہ تھے، یا یوں کہو کہ انسانیت کے لئے اولاد آدم ہونا ضروری ہے۔ لیکن حضرت بی بی حوا انسان ہیں مگر اولادِ آدم نہیں۔ یوں ہی جو مخلوق جنت بھرنے کے لئے پیدا کی جائے گی وہ انسان ہوگی مگر اولادِ آدم نہ ہوگی لہٰذا اس وقت بھی حضور ﷺ انسانیت کی صفت سے موصوف تھے۔ (مرآت)

بنا ساری خدائی سے محمد مصطفٰے پہلے
نہ حوا تھی نہ آدم تھا نہ تھا ظاہر خدا پہلے

سیرۃ الحلبیہ میں علامہ علی بن برہان الدین الحلبی ایک روایت نقل کرتے ہیں جسے حضرت امام زین العابدینؓ نے اپنے والد حضرت امام حسینؓ اور انہوں نے اپنے والد ماجد حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے نقل فرمایا ہے۔

اَنَّ ا لنَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ کُنْتُ نُوْرًا بَیْنَ یَدِیْ رَبِّی قَبْلَ خُلْق آدَمَ عَلَیْہِ ا لصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ باء ربعۃ عشر الف عام	حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں حضرت آدم کی تخلیق سے چودہ ہزار سال پہلے اپنے مولا کی بارگاہ میں نور کی صورت میں موجود تھا

کائنات میں تخلیقِ آدم سے پہلے حضور ﷺ کب سے موجود تھے۔ اس کا تعین کوئی بھی نہیں کر سکتا۔ جیسا کہ اس سلسلے میں مختلف آئمہ نے ایک روایت ذکر کی ہے۔ کہ علامہ حلبیؒ انسان العیون المعروف سیرۃ الحلبیہ میں نقل کرتے ہیں۔

حضرت ابو ھریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ایک مرتبہ حضرت جبرائیل سے دریافت فرمایا کہ جبرائیل ذرا یہ تو بتلاؤ کہ تمہاری عمر کتنی ہے؟ حضرت جبرائیل نے عرض کیا آقا! عمر کا تو مجھے صحیح اندازہ نہیں لیکن اتنا یاد ہے کہ (ساری کائنات سے پہلے اللہ تعالیٰ کے حجابات عظمت میں سے) چوتھے پردہ عظمت میں ایک (نورانی) ستارہ چمکا کرتا تھا اور وہ ستارہ ستر ہزار سال کے بعد ایک مرتبہ

چمکتا تھا- آقا میں نے وہ نورانی ستارہ اپنی زندگی میں بہتر ہزار مرتبہ دیکھا ہے، حضور ﷺ (تبسم کناں چہرہ انور کے ساتھ) فرمانے لگے جبرائیل مجھے اپنے ربِ ذوالجلال کی قسم وہ (چمکنے والا) ستارہ میں ہی ہوں-

عالمِ بشریت میں جلوہ گری تو بہت بعد کی بات ہے، حضور ﷺ تو اس وقت بھی عالمِ وجود میں تھے جب نور کو بھی کوئی وجود نہ ملا تھا- کائنات جب نیست کے مرحلے میں تھی اور فقط خداوندِ قدوس اپنی شانِ الوہیت وربوبیت کے ساتھ موجود تھا، اس سے آگے کوئی کیا بیان کر سکتا ہے-

☆ حدیث نمبر ۱۱

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُول اللّٰه ﷺ قال بعثت بِجَوَامِعِ الْکَلِمِ و نُصرت با لرُّعب وَبَینا انا نا ئم رَأیْتُنِی اتیت بمفاتیحِ خزائنِ الارض فوضعت فی یدی - متّفق علیه

(مشکوٰۃ باب فضائل سید المرسلین ﷺ)

☆ترجمہ

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں جامع باتوں کے ساتھ بھیجا گیا ہوں اور ہیبت سے میری مدد کی گئی ہے، جبکہ میں سو رہا تھا تو میں نے اپنے آپ کو دیکھا کہ میرے پاس زمین کے خزانوں کی چابیاں لائی گئیں اور

☆ تشریح

سید عالم ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے زمین کے سارے خزانوں کی چابیاں عطا فرمائیں۔

تمام زمینی اور دریائی پیداواریں زمینی خزانے ہیں آپ ﷺ کو چابیاں دیے جانے کا مطلب ہے کہ آپ ﷺ کو ان سب کا مالک بنادیا گیا اور مالک بھی اختیار والا کہ آپ لوگوں کو اپنے اختیار سے تقسیم فرمائیں۔ خیال رہے کہ نبی کا خواب اور بیداری میں کوئی فرق نہیں، حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل جاگتا ہے۔

کنجی تمہیں دی اپنے خزانوں کی خدا نے
ھر کار بنایا تمہیں مختار بنایا
بے یار و مددگار جسے کوئی نہ پوچھے
ایسوں کا تمہیں یار و مددگار بنایا

اس حدیث کی تائید قرآن مجید کی اس آیت سے ہے۔

"اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا" (پ ۲۶ فتح)

ترجمہ = اے محمد ﷺ ہم نے تم کو صریح و صاف فتح دی۔

حضور ﷺ بہ عطائے الٰہی اللہ کے تمام خزانوں کے مالک ہیں۔ حضرت ربیعہؓ ابن کعب نے حضور ﷺ سے جنت مانگی جو عطا کر دی گئی۔

جس دن حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر میں چاہوں تو احد پہاڑ کو سونا بنا دوں، اس دن سے آج تک احد پہاڑ سے سونا نکل رہا ہے۔

جَوَامِعُ الْكَلِمِ = (جامع باتیں) قرآن پاک کے الفاظ بھی جامع ہیں اور حضور ﷺ کے الفاظ بھی نہایت جامع ہیں کہ لفظ تھوڑے معنی بہت زیادہ۔ دیکھو حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ اعمال کا اعتبار نیتوں سے ہے ، دین کی حقیقت خیر خواہی ہے ، مومن کامل وہ ہے جو بے کار اور غیر مفید باتیں چھوڑ دے ، بظاہر یہ جملے چھوٹے چھوٹے ہیں مگر ساری شریعت و طریقت ان میں بھری ہوئی ہے۔

وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ =(اور ہیبت سے میری مدد کی گئی) دشمنوں کے دل میں قدرتی طور پر حضور ﷺ کا رعب تھا ایسا دیکھا گیا ہے کہ حضور ﷺ اکیلے سو رہے ہیں ، کافر تلوار لے کر آکھڑا ہوا مگر قتل نہ کر سکا بلکہ تھر تھرا کر خود گر گیا۔ مولانا فرماتے ہیں =-

ہیبتِ حق است ایں از خلق نیست
ہیبت ایں مرد صاحبِ دلق نیست

ترجمہ = یہ ہیبت تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے خلقت سے نہیں ، اور نہ ہی اس گدڑیا پوش مرد کی طرف سے ہے۔

خیال رہے چاند سورج حضور ﷺ کے مطیع ہیں کنکروں ، پتھروں ، لکڑیوں نے حضور ﷺ کا کلمہ پڑھا ، یہ ساری مخلوق حضور ﷺ کو مانتی ہے ، سوائے کفار ، جن و انس باقی سب حضور ﷺ کو مانتے ہیں۔

☆حدیث نمبر ۱۲

وَعَنْ عُمَرَ قَالَ قَامَ فِيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَامًا فَاَخْبَرَنَا عَنْ بَدْءِ الْخَلْقِ حَتّٰى دَخَلَ اَهْلُ الْجَنَّةِ مَنَازِلَهُمْ وَاَهْلُ النَّارِ مَنَازِلَهُمْ حَفِظَ ذٰلِكَ مَنْ حَفِظَهٗ وَنَسِيَهٗ مَنْ نَسِيَهٗ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

(مشکوٰۃ باب بدء الخلق و ذکر الانبیاء)

☆ترجمہ

حضرت عمرؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں ہم میں ایک جگہ رسُول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے تو ہم کو ابتداء خلق کے متعلق خبر دی حتیٰ کہ جنتی جنت میں اپنے گھروں میں داخل ہو گئے اور دوزخی دوزخ میں اپنے مقامات پر، جس نے یاد رکھا اس نے یاد رکھا اور جو بھول گیا وہ بھول گیا۔ (بخاری)

☆تشریح

حضور پاک ﷺ کا یہ وعظ فجر کی نماز سے لے کر مغرب کی نماز تک تھا، درمیان میں سواء ظہر، عصر کی نماز کے اور کسی کام کے لئے وعظ شریف بند نہ فرمایا اور دن بھر میں ابتداء سے انتہا تک بیان فرما دینا حضور ﷺ کا معجزہ ہے۔ جیسے حضرت داؤد علیہ السلام گھوڑے پر زین کستے کستے پوری زبور شریف پڑھ لیتے تھے۔

بعض روایات میں ہے کہ اس واعظ شریف میں پرندوں کا پر مارنا، قطرہ کا

حرکت کرنا، ذرہ کا جنبش کرنا تک بیان فرمادیا- گذشتہ ماضی کے تمام حالات اور آئندہ مستقبل کا ایک ایک حال بیان فرمادیا- یہ حضور ﷺ کے علمِ غیب کُلی کی قوی دلیل ہے- اور یہ حدیث ان آیات کی تفسیر ہے- وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ (اور تمہیں وہ باتیں سکھائی ہیں جو تم نہیں جانتے) (پ ۵ نساء)

وَيُعَلِّمُكُمْ مَّالَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُوْنَ (اور تمہیں ایسی باتیں بتاتے ہیں جو تم پہلے نہیں جانتے تھے) (پ ۲ بقرۃ)

خدا مطلع ساخت ہر جملہ غیب
عَلٰے کُلِّ شَیْءٍ خبیر آمدی

ترجمہ = آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے ہر غیب پر مطلع فرمایا ہے- اور آپ ﷺ ہر چیز پر خبردار ہیں-

اللہ تعالیٰ نے سارے غیب حضور ﷺ کو بتائے، حضور ﷺ کو یاد بھی رہے فرماتے ہیں وَتَجَلّٰى لِیْ كُلُّ شَیْءٍ وَّعَرَفْتُ (اور ہر چیز میرے لئے روشن ہوگئی اور میں پہچان گیا) پھر حضور ﷺ نے یہ سب کچھ صحابہؓ کو بتایا مگر ان میں سے کسی کو سارا یاد نہ رہا- اس تعلیم میں بعض کو زیادہ یاد رہا بعض کو کم اور بعض کو کچھ یاد نہ رہا الغرض رب نے اپنے محبوب کو سب کچھ سکھادیا - حضور ﷺ نے صحابہؓ کو سب کچھ وعظ میں بتایا، جیسے حضرت آدم علیہ السلام کو رب نے سارے نام سکھائے ،، وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ،، (پ ۱ بقرۃ) اور حضرت آدم علیہ السلام نے فرشتوں کو وہ سب نام بتادئے، سکھائے نہیں، یہ فرق خیال میں رہے-

جب حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے اس ہاتھ میں (جو کتاب ہے) مجھ پر ایمان لانے والوں کے نام ہیں اور دوسرے ہاتھ میں جو ایمان نہیں لائیں گے

انکے نام ہیں ، تو اس پر منافقین نے اعتراض کیا کہ ہم نے ظاہری کلمہ پڑھا ہے-
(معاذاللہ ثم معاذاللہ)
ہماری خبر نہیں تو پھر جنتیوں اور دوزخیوں کا کیسے پتہ چل گیا کہ فلاں دوزخ میں جائے گا اور فلاں جنت میں جائے گا-
جب حضور اکرم ﷺ نے نا تو منبر بچھانے کا حکم دیا- صورتِ جلال میں تمام سامعین کو مخاطب کر کے فرمایا- سَلُوْنِیْ عَمَّا شِئْتُمْ (جو چاہو پوچھو)
اس پر ایک شخص نے اپنا نسب پوچھا کہ یارسول اللہ ﷺ لوگ مجھ پر شک کرتے ہیں کہ تیرا باپ فلاں نہیں ، فلاں ہے ، وضاحت فرمادیں- تو حضور ﷺ نے اس کو اس کے حقیقی باپ خذیفہ کی خبر دی-بالآخر حضرت فاروق اعظمؓ نے دست بستہ (اقرار و ایمانِ رسالت کے ساتھ) معذرت خواہانہ انداز میں حاضری دی اور معافی کے خواستگار ہوئے-کیونکہ صحابہؓ تو اپنے محبوب کا جلال دیکھ کر ہیبت زدہ ہو گئے کہ منافقین کے علمِ غیب پر شک کرنے سے کہیں عذاب نازل نہ ہو جائے-
واللہ اعلم

☆ حدیث نمبر ۱۳

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلْمُؤْمِنَ اَکْرَمُ عَلَی اللّٰهِ مِنْ بَعْضِ مَلٰئِکَتِهٖ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ-

(مشکوٰۃ باب بدء الخلق و ذکر الانبیاءؑ)

☆ترجمہ

حضرت ابو ہرہؓ سے روایت ہے کہ رسُول اللہ ﷺ نے فرمایا مومن اللہ کے نزدیک بعض فرشتوں سے زیادہ عزت والا ہے۔ (ابن ماجہ)

☆تشریح

اس حدیث پاک میں جن مومنین کا ذکر ہے ان کی تفصیل یہ ہے، کہ عام مومنین عام فرشتوں سے افضل ہیں اور خاص مومنین خاص فرشتوں سے افضل ہیں یہ بھی خیال رہے کہ خاص مومنین سے مراد حضرات انبیاءؑ، ورسل ومرسلین ہیں اور خاص ملائکہ سے مراد حضرت جبرائیلؑ ومیکائیلؑ وغیرہ اشرف ملائکہ ہیں عام مومنین سے مراد صالحین، متقین ہیں جن میں خلفاء راشدین، تابعین، اولیاء اللہ ہیں۔ رب فرماتا ہے کہ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ (اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے وہ تمام مخلوق سے بہتر ہیں۔) (پ ۳۰ بینہ)

لہٰذا ہر انسان فرشتوں سے افضل نہیں، ہاں ایمان اور عمل صالح اسے افضل بنا دیتا ہے۔صاحبِ مرقات فرماتے ہیں کہ خلفاء راشدین، حضور غوثِ پاکؒ، امامِ اعظم ابو حنیفہؒ عام فرشتوں سے بھی افضل ہیں۔ (مرقات)

ہاں انسانیت ملکیت سے افضل ہے مگر صدیق اکبرؓ انبیاء کے بعد سب سے افضل ہیں۔

بیہقی میں حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے آدم اور ان کی اولاد کو پیدا کیا تو فرشتے بولے یارب تو نے انہیں پیدا فرمایا جو

کھائیں گے، پئیں گے، نکاح کریں گے، سوار ہوں گے۔ تو ان کے لئے دنیا کر دے اور ہمارے لئے آخرت۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جسے میں نے اپنے دستِ قدرت سے بنایا اور جس میں اپنی روح پھونکی اسے اس مخلوق کی طرح نہ کروں جس سے میں نے کہا ہو جا تو وہ ہو گئی۔

فرشتوں کا یہ عرض کرنا کہ اولادِ آدم گھر میں، خشکی میں، دریا میں، سواریوں میں، دورانِ سفر بھی دنیا میں مشغول رہے گی، دنیا انہیں چمٹی رہے گی۔ واقعی فرشتوں نے ٹھیک کہا ہم ویسے ہی ہیں۔ معلوم ہوا فرشتوں کو بھی رب تعالیٰ نے علومِ غیبیہ بخشے کہ وہ لوگوں کے آئندہ حالات کی خبر رکھتے ہیں۔

فرشتوں نے کہا ہم دنیاوی کام نہیں کرتے صرف تیری یاد ہماری زندگی ہے لہٰذا تو انسانوں کو دنیاوی زندگی میں ہمیشہ رکھ اور انہیں وہاں کی نعمتیں ہمیشہ دے۔ ہم کو یہاں ہمیشہ رکھ اور یہاں کی نعمتیں ہمیشہ دے ایسا نہ ہو کہ ان کو تو دونوں جہاں کی نعمتیں ملیں اور ہم ان سے محروم رہیں۔ فرشتوں کی یہ عرض انسانوں کے لئے بددعا یا بدخواہی نہیں بلکہ ان کی بھی خیر خواہی ہے اور اپنے لئے دعا بھی ہے۔

ربِ کائنات نے فرشتوں سے کہا اے فرشتو! میرے ظاہری و باطنی کمالات کا مظہر انسان ہے۔ تم کو میں نے صرف کُن کہہ کر پیدا کیا ہے اور انسان یعنی آدم علیہ السلام کا خمیر عرصہ تک تیار کیا گیا پھر عرصہ تک اسے سکھایا گیا میں نے دستِ قدرت سے اس کی شکل بنائی اسے ظاہری خوبیوں سے آراستہ کیا، پھر اس میں اپنی خاص رُوح پھونکی جس سے وہ باطنی خوبی کا حامل ہو گیا۔ انسان مادہ اور مجرب دونوں کا معجونِ مرکب ہے اور انسان اطاعت اور غصے سے مخلوط ہے۔ لہٰذا وہ ثواب و عذاب کا مستحق ہے، جبکہ تم بذاتِ خود معصوم ہو لہٰذا دوزخ سے محفوظ اور جنت

سے محروم ہو۔

یہ حدیثِ پاک ان حضرات کی دلیل ہے جو کہتے ہیں کہ بشر فرشتہ سے افضل ہے۔ یہ ہی اہلِ سنت کا مذہب ہے۔ فرشتوں کے کمالات انسان پر موقوف ہیں، جنس بشریت، جنس ملکیت سے افضل ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ کی ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کا قد ساٹھ گز لمبا اور سات گز چوڑا تھا۔ گویا لمبائی ۹۰ فٹ اور چوڑائی ½۱۰ فٹ تھی۔ واللہ اَعلَم

(مرآت)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْم -

ترجمہ = میں نے انسان کو بہتر صورت میں پیدا کیا -

حضرتِ انسان تخلیق میں اشرف المخلوقات ٹھہرا اور یہ سہرا ایمان اور عمل صالح کی بناء پر انسان اپنے سر سجائے رکھے تو مخلوق میں حضرتِ انسان اشرف المخلوقات ہے۔ جبکہ فرشتے بھی مخلوق ہیں۔ لیکن انسان ایمان اور عمل صالح سے محروم ہو تو پھر حیوانوں سے بھی بدتر ہو جاتا ہے۔

ثُمَّ رَدَدْنٰہُ اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ -

ترجمہ۔ (پھر ہم نے اس کو دوزخ کے نچلے درجے لوٹا دیا)

اُولٰئِکَ کَالْاَنْعَامِ بَلْ ھُمْ اَضَلّ

ترجمہ۔ (وہ لوگ تو ڈنگر ہیں بلکہ ان سے بھی گئے گذرے)

☆ حدیث نمبر ۱۴

وَعَنَ ابیَ هَریُرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ ﷺ تحَا جَت
الُجَنۃَ وَا لنَّار فقَالتِ ا لنَّار اوثرت بِا لُمُتَکبِرِیَنَ وَا
لُمتجَبِرِیَنَ وَقالَت الُجَنّۃُ فَما لِیُ لَا یَدُ خُلُنِی اِلَّا ضُعَفَآءُ
ا لنَّاسِ وَ سَقطُھُمُ وَ غِرَّتُھُمُ قَالَ اللّٰہُ لِلُجَنَّۃِ اِنَّما اَنُتِ
رَحُمَتِیَ اَرُحمُ بِکِ مَنُ اَشَاءُ مِنُ عِبَادِیَ وَ قَالَ لِلنَّارِ اِنَّما
اَنُتِ عَذَابِیَ اُعَذِّبُ بِکِ مَنُ اَمُشَآءُ مِنُ عِبَادِیُ وَ لِکُلِّ
وَاحِدَۃٍ مِّنُکُمَا مِلُؤُھَا فَاَمَّا النَّارُ فَلَا تَمُتَلِیُٔ حَتّٰی یَضَعَ
اللّٰہُ رِجُلَہٗ یَقُوُلُ قَطُ قَطُ فَھُنَالِکَ تَمُتَلِیُٔ وَ یُزُوی
بَعُضُھَا اِلٰی بَعُضٍ فَلَا یَظُلِمُ اللّٰہُ مِنُ خَلُقِہٖ اَحَدًا وَّ اَمَّا ا
لُجَنَّۃُ فَاِنَّ اللّٰہَ یُنُشِیُٔ لَھَا خَلُقًا مُتَّفَقٌ عَلَیُہِ

(مشکوٰۃ باب خلق الجنۃ والنار)

☆ترجمہ

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جنت اور دوزخ نے مناظرہ کیا تو دوزخ بولی کہ میں غرور والوں اور جابروں کے لئے خاص کی گئی ہوں۔ جنت بولی کہ پھر میرا کیا حال ہے کہ مجھ میں صرف کمزور لوگ ان میں سے گرے پڑے سیدھے سادے ہی داخل ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے

جنت سے فرمایا تو میری رحمت ہے ، تیرے ذریعے جس بندے پر چاہوں گا رحم کرونگا اور دوزخ سے فرمایا تو میرا عذاب ہے ، تیرے ذریعے جس بندے پر چاہوں گا عذاب کروں گا- تم میں سے ہر ایک کا بھرنا طے شدہ ہے- لیکن آگ تو وہ نہ بھرے گی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا قدم رکھے گا تو کہے گی بس بس، اس وقت بھر جائے گی اور بعض بعض کی طرف سمٹ جائے گی- اللہ تعالیٰ اپنی کسی مخلوق پر ظلم نہ کرے گا- رہی جنت تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے ایک مخلوق پیدا کرے گا-

(بخاری و مسلم)

☆ تشریح

جنت و دوزخ کا یہ مناظرہ قولی زبانی ہے، نہ کہ صرف حال کا- اللہ تعالیٰ نے ہر چیز میں حواس و شعور کلام پیدا فرمایا ہے-

وَ اِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ (کوئی چیز نہیں مگر اس کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرتی ہے) (پ ۱۵ بنی اسرائیل)

مولانا روم فرماتے ہیں-

شعر نُطقِ آب و نُطقِ خاک و نُطقِ گِل ہست محسوسِ حواسِ اہلِ دل
فلسفی کو منکرِ حنانہ است از حواسِ انبیاء بیگانہ است

ترجمہ = پانی، مٹی اور خاک کا کلام یہ سب اہلِ دل کے حواس محسوس کر لیتے ہیں فلسفی جو حنانہ کے واقعہ کا انکار کرتا ہے وہ (اس لئے) کہ حواسِ انبیاء کے ادراک سے ناواقف ہے-

دوزخ جنت سے کہنے لگی میں تجھ سے اعلیٰ ہوں کہ مجھ میں اعلیٰ شاندار لوگ آ کر رہیں گے -بادشاہ،وزیر، تکبر کرنے والے اور مالدار کفار مجھ میں رہیں گے - تو مجھ سے کمتر ہے کہ کمترین لوگ یعنی ضعفاء تجھ میں رہیں گے -

دوزخ کے کہنے پر جنت نے بارگاہِ الٰہی میں یہ عرض کیا کہ مجھے کمزوروں کی جگہ کیوں بنایا گیا ؟میں نے کیا قصور کیا ہے ؟ خیال رہے کہ ضعفاء سے مراد بدن اور مال کے لحاظ سے کمزور لوگ مراد ہیں - سقط اور غرت سے مراد ہے احوال و صفات کے لحاظ سے کمزور ، سقط وہ جنہیں لوگ معتبر نہ سمجھیں ان کی طرف توجہ نہ کریں - غرۃ وہ جو دین میں مشغلہ رکھنے والے جنہیں دنیا کا تجربہ کم ہو کسی کو دھوکہ نہ دے سکیں بلکہ چالاک انہیں دھوکہ دے دیں حدیث شریف میں ہے -

اَلْمُؤْمِنُ غرّ کریم الکافر حب لئیم -

ترجمہ = مومن صاف سادہ دل ہے اور کافر حبِ لئیم ہے-

چونکہ جنت اللہ تعالیٰ کی رحمت کی مظہر ہے اور اللہ کی رحمت اس کے غضب پر غالب ہے اس لئے پہلے اس سے خطاب فرمایا گیا یعنی جنہیں تو ضعیف سمجھتی ہے وہ در حقیقت کمزور نہیں ،وہ تو میرے رحم وکرم کا مرکز ہیں -بڑے درجے والے ہیں-

دوزخ سے فرمایا گیا اے دوزخ تو میرے غضب اور قہر کی مظہر ہے تجھ میں وہ لوگ رکھے جائیں گے جو اپنے شامت اعمال کی وجہ سے میرے غضب اور قہر کے حقدار ہونگے - تم دونوں ہی اچھی ہو کہ میری صفات کا مظہر ہو - عذابی سے مراد ہے عذاب کی جگہ یعنی محلِ عذاب - عدل بھی میری صفت ہے اور فضل بھی

میری صفت ہے- تم دونوں کا کمال اسی میں ہے کہ تم دونوں ہی بھر دی جاؤ چنانچہ ہم تم میں کوئی جگہ خالی نہیں چھوڑیں گے دونوں کو بھر دیں گے-

شارحین نے رجلِ الٰہی یعنی قدم کے بہت معنی کئے ہیں- مگر بہتر یہ ہے کہ مراد پاؤں یعنی قدم ہو اور اللہ کے قدم سے مراد وہ ہو جو وہ خود ہی جانے- یہ فرمان عالی متشابہات سے ہے- ورنہ اللہ اس گوشت و پوست کے ہاتھ پاؤں سے پاک ہے- جب اللہ تعالیٰ آگ میں اپنا قدم قدرت رکھے گا تو آگ کا جوش ختم ہو جائے گا اور زیادتی کا مطالبہ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ (پ۲۶ ق) بند ہو جائے گا پھر یہ قدم قدرت نکال لیا جائے گا- مولانا روم فرماتے ہیں-

عالم را لقمہ کرد و در کشید

معدہ اش نعرہ زناں ھل من مزید

ترجمہ = تمام جہاں کو لقمہ بنا کر ہضم کر لیا- ابھی اس کا معدہ نعرہ لگاتا ہے کہ مجھے اور چاہئے-

دوزخ بھرنے عذاب دینے کے لئے کوئی مخلوق پیدا نہ کی جائے گی کیونکہ یہ ظلم ہے اور ربِ تعالیٰ ظلم سے پاک ہے- خیال رہے ظلم کے دو معنی ہیں- کسی کی چیز اس کی اجازت کے بغیر استعمال کرنا ،اور کسی کو بغیر قصور سزا دینا یہ کہہ کر-

وَلَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ

ترجمہ- (اور تم کو بدلہ ویسا ہی ملے گا جیسے تم کام کرتے ہو) (پ۲۳ یٰسین)

پہلے معنی تو ربِ تعالیٰ کے لئے متصور نہیں کہ ہر چیز اللہ کی مخلوق و مملوک ہے، دوسرے معنی ظلم سے رب پاک ہے -اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ - (خدا کسی کی بھی حق تلفی نہیں کرتا) (پ۵ نساء)

خیال رہے دوزخ صرف بد عقیدگی اور بد عملی سے ملے گی، مگر جنت کسبی ، وہبی ، عطائی تین طرح سے ملے گی- اپنی نیکیوں سے جنت ملنا کسبی ہے ، کسی نیک کے طفیل ملنا وہبی ہے ، جیسے مسلمان ماں باپ کے چھوٹے بچے مرے ہوئے یا دیوانہ مسلمان یا ہم جیسے گنہگار حضور ﷺ کے طفیل ، جو قوم جنت بھرنے کے لئے پیدا کی جائے گی انہیں جنت عطائی ملے گی- محض فضلِ الٰہی سے - یہ مسئلہ اس حدیثِ پاک سے حاصل ہوا- (مرآت)

شارح بخاری قَدَمَہٗ کی وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ متشابہات میں سے ہے یا اس سے تقدّم مراد ہے ، یعنی اللہ تعالیٰ دوزخ میں وہ لائے گا جو عذاب کے مستحق اس لئے رکھے گئے ہیں یا ایک مخلوق کا نام ہی قدم ہے یا وضع قدم کے معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کو زجر و تشدید کرے گا- یا دوزخ کو تسلی دے گا-

(تفہیم البخاری)

☆ حدیث نمبر ۱۵

وَ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ فِى الْجَنَّةِ لَسُوْقًا يَاْ تُوْ نَهَا كُلَّ جُمْعَةٍ فَتَهُبُّ رِيْحُ الشِّمَالِ فَتَحْثُوْهُ فِىْ وُجُوْهِهِمْ وَ ثِيَابِهِمْ فَيَزْ دَا دُوْنَ حُسْنًا وَّ جَمَالًا فَيَرْ جِعُوْنَ اِلٰى اَهْلِيْهِمْ وَقَدِ ازْدَادُوْا حُسْنًا وَ جَمَالًا فَيَقُوْلُ لَهُمْ اَهْلُوْ هُمْ وَاللّٰهِ لَقَدِ ازْ دَدْتُمْ بَعْدَ نَا حُسْنًا وَّ جَمَالًا فَيَقُوْلُوْنَ وَ اَنْتُمْ وَاللّٰهِ لَقَدِ ازْدَ دْ تُمْ

بَعْدَنَا حُسْنًا وَّ جَمَالاً رَوَاهُ مُسْلِمٌ

(مشکوٰۃ باب صفۃ الجنۃ و اھلہا)

☆ترجمہ

حضرت انسؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جنت میں ایک بازار ہے جہاں جنتی ہر جمعہ کو آئیں گے تو شمالی ہوا چلے گی ان کے چہروں ان کے کپڑوں میں بھر جائے گی جس سے ان کا حسن و جمال اور بڑھ جائے گا پھر یہ اپنے گھر والوں کی طرف لوٹیں گے جو حسن و جمال میں بڑھ چکے ہونگے۔ ان سے ان کے گھر والے کہیں گے اللہ کی قسم تم تو ہمارے پیچھے حسن و جمال میں بہت بڑھ گئے، تو یہ کہیں گے رب کی قسم تم لوگ بھی ہمارے پیچھے حسن و جمال میں بہت بڑھ گئے۔ (مسلم)

☆تشریح

جنت میں بازار کاروبار یا خرید و فروخت کے لئے نہیں بلکہ آپس میں ملاقات کے لئے ہے۔ اور رب کے دیدار کا بازار ہے۔ وہاں سارے جنتی جمع ہوا کریں گے۔ اور وہاں دیدار یار کے سودے ملیں گے۔ حضور ﷺ کا دیدار، صحابہ کرامؓ کی ملاقات بلکہ ربُّ العالمین کا دیدار یہاں ہوا کرے گا۔ جمعہ سے مراد پورا ہفتہ ہے، اور اس سے ہفتہ بھر کی مقدار مراد ہے کیونکہ جنت میں نہ دن ہے نہ رات ہے نہ ہفتہ، مہینہ وغیرہ۔

ملا علی قاری حنفی فرماتے ہیں کہ جنت کے بعض وقت دوسرے وقتوں سے افضل ہوں گے۔ جنہیں علمائے دین ہی پہچانیں گے اس افضل وقت کا نام جمعہ ہوگا جنتی لوگ علماء سے وہ وقت معلوم کر کے اس بازار میں جایا کریں گے وہاں ان سے پروردگارِ عالم فرمائے گا جو چاہو مانگو یہ لوگ علماء سے پوچھ کر مانگیں گے لہٰذا علماء کی ضرورت وہاں بھی ہوگی۔ (مرقات)

گویا جنت میں جمعہ کا دن رب کی نعمتوں کی زیادتی کا دن ہوگا جیسے دنیا میں جمعہ زیادتی عطا کا دن ہے کہ اس میں ایک نیکی کا ثواب ستر گنا ہے۔ دنیا میں تم جس ہوا کو شمالی (اتروالی) ہوا کہتے ہو جو بارش لاتی ہے وہاں ایسی ہوا چلے گی جو خوشبو عطر وغیرہ ان کے جسموں میں بھر دے گی۔

خیال رہے جب ہم مغرب کی طرف منہ کر کے کھڑے ہوں تو داہنے ہاتھ کا رخ شمال ہے، جنت میں چونکہ مشرق و مغرب نہ ہوگا لہٰذا شمال و جنوب بھی نہ ہوگا اہل عرب شمالی ہوا کو بہت مبارک سمجھتے ہیں اسے مُون سُون کہتے ہیں، یہ بارش لاتی ہے اس لئے اسے شمالی ہوا فرمایا۔ (مرقات)

ہندوپاک میں مشرقی ہوا کو مون سون کہتے ہیں جو بارش لاتی ہے۔ جب جنتی اس بازار سے اپنے گھر واپس آئیں گے تو ان کا حسن و جمال ان کی مہک خوشبو وغیرہ اور بھی زیادہ ہو چکی ہوگی۔ جس پر ان کے گھر والے ان کے حسن و جمال کی زیادتی کا ذکر کریں گے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس بازار میں صرف مرد جایا کریں گے۔ عورتیں اپنے گھروں میں رہیں گی تاکہ عورتوں مردوں کا خلط ملط نہ ہو پردہ وہاں بھی ہوگا۔ مگر عورتوں کو گھر میں ہی وہ سب کچھ دے دیا جائے گا جو مردوں کو بازار میں بلا کر دیا جائے گا۔

مرد کہیں گے اے بیویو! ہم تو اس بازار میں جا کر یہ حسن و جمال، خوشبو، مہک، بھڑک لائے تم کو یہاں گھر بیٹھے ہی یہ سب کچھ مل گیا۔

وہ ہوا یا تو ان بیویوں کو یہاں ہی پہنچ جایا کرے گی۔ یا ان مردوں کے قرب سے انہیں بھی حسن و مہک ملے گا یا مردوں کو اپنا حسن اپنے گھر والوں میں نظر آئے گا۔ اپنی خوشبوان سے بھی محسوس ہو گی۔ (مرقات)

جس کا ہاتھ عطر سے مہک رہا ہو وہ جس سے مصافحہ کرے اسے بھی مہکا دیتا ہے۔

☆ حدیث نمبر ١٦

وَعَنْ اَبِی ھُرَیرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ ﷺ اِنَّ فِی الْجَنَّۃِ شَجَرَۃً یَّسِیْرُ الرَّاکِبُ فِیْ ظِلِّھَا مِائَۃَ عَامٍ لَا یَقْطَعُھَا وَلَقَابُ قَوْسِ اَحَدِکُمْ فِی الْجَنَّۃِ خَیْرٌ مِّمَّا طَلَعَتْ عَلَیْہِ الشَّمْسُ اَوْ تَغْرُبُ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ

(مشکوٰۃ باب صفۃ الجنۃ واھلہا)

☆ ترجمہ

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جنت میں ایک درخت ہے جس کے سایہ میں سوار سو برس چلے گا اور طے نہ کر سکے گا اور تم میں سے ایک کے کمان کی جگہ جنت میں اس سے بہتر ہے جس پر سورج طلوع

یا غروب ہو۔ (بخاری و مسلم)

☆ تشریح

یہ درخت شجرہ طوبیٰ ہے جس کے ہر پتے پر لکھا ہے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ -سایہ سے مراد اس کے نیچے کا ایریا وہاں کا علاقہ ہے یا تجلی الٰہی اور وہاں کی نورانیت اس کا سایہ ہوگا، یا خود اس درخت کا نور -ظِلّ دھوپ اور روشنی کو بھی کہتے ہیں، غرضیکہ یہ سورج والا سایہ مراد نہیں کہ وہاں سورج نہ ہوگا- سو اس سے مراد اتنا عرصہ ہے کہ اگر وہاں دن، رات، مہینے یا سال ہوتے تو سو سال لگتے- قاب کے معنی ہیں برابر یا اندازہ رب فرماتا ہے -فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى (پس وہ دو کمان کے فاصلے پر یا اس سے بھی کم پ ۲۷ نجم)

صاحب اشعۃ فرماتے ہیں کہ قاب کنارۂ کمان کو بھی کہتے ہیں (اشعۃ)

اس سے مراد ہے کم سے کم جگہ ورنہ وہاں کسی جنتی کو اتنی چھوٹی جگہ نہ ملے گی وہاں تو ادنیٰ جنتی کا علاقہ دنیا بھر سے زیادہ ہوگا- (مرآت)

شارح بخاری علامہ رضوی فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں ظِلّ سے مراد راحت اور نعمت ہے کیونکہ جنت میں متعارف سایہ نہیں ہوگا کیونکہ وہ سورج کی گرمی سے بچاتا ہے -اور جنت میں سورج نہ ہوگا جنت تو صرف نور ہی نور ہے -اس میں گرمی اور سردی نہیں بلکہ وہاں سرور ہی سرور ہے اور بے شمار نعمتیں ہیں-

(تفہیم البخاری)

مذکورہ حدیث پاک میں جنت کے درجات کی صرف بھی اشارہ ہے۔

☆حدیث نمبر ۱۷

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ غَدْوَةٌ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَوْ رَوْحَةٌ خَیْرٌ مِّنَ الدُّنْیَا وَ مَا فِیْهَا وَ لَوْ اَنَّ اِمْرَاَةً مِّنْ نِسَآءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ اَطَّلَعَتْ اِلَی الْاَرْضِ لَاَضَآءَتْ مَا بَیْنَهُمَا وَ مَلَئَتْ وَ مَا بَیْنَهُمَا رِیْحًا وَّ لَنَصِیْفُهَا عَلٰی رَاسِهَا خَیْرٌ مِنَ الدُّنْیَا وَ مَا فِیْهَا رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ

(مشکوٰۃ باب صفة الجنة و اهلها)

☆ترجمہ

حضرت انسؓ سے روایت ہے ، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اللہ کی راہ میں صبح یا شام چلنا دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں سے بہتر ہے، اور اگر جنت والی عورتوں میں سے کوئی عورت زمین کی طرف جھانکے تو ان دونوں کے درمیان کو چمکا دے اور ان کے درمیان کو خوشبو سے بھر دے اور اس کے سر کی مانگ دنیا اور دنیا کی چیزوں سے بہتر ہے۔ (بخاری)

☆ تشریح

حدیث پاک میں لفظ،، اَوْ،، شک کے لئے نہیں بلکہ بیانی نوعیت کے لئے ہے۔ اللہ کی راہ میں چلنے کی سینکڑوں قسمیں ہیں ۔ نماز کے لئے مسجد میں جانا، علم دین سیکھنے کے لئے جانا ، جہاد کے لئے جانا ، حج و عمرہ کے لئے جانا ، کسی زندہ یا وفات یافتہ کی زیارت کے لئے جانا اور سنت سمجھ کر حلال روزی کی تلاش کرنا وغیرہ۔ (اشعة اللمعات)

دنیا سے مراد نفس کے لئے کاروبار و مشغولیت رکھنا، یا دنیا کے عیش و آرام ،اگر خدا کرم کرے تو کھانا پینا سونا جاگنا بھی دین بن جائے اگر کرم نہ کرے تو نماز و حج اور جہاد بھی دنیا بن جائے اس کا دارومدار نیت پر ہے۔

جنتی عورتوں سے مراد حوریں ہیں یا جنت میں پہنچ چکنے کے بعد دنیا کی جنتی عورتیں۔ جنت میں جنتی عورتوں کا حسن حُوروں سے زیادہ ہوگا۔ کیونکہ ان پر عبادات کا حُسن بھی ہوگا۔ صاحبِ مرقات ملاّ علی قاری حنفی اس حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں وہ عورت یا تو مشرق و مغرب کے درمیان کو چمکا دے یا جنت اور زمین کے تمام علاقہ کو چمکا دے۔ دوسرے معنیٰ زیادہ ظاہر ہیں کیونکہ یہاں جنت اور زمین کا ذکر ہو رہا ہے۔ (مرقات)

صاحبِ اشعۃ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے دوسرے معنیٰ کو اختیار فرمایا۔ جنتی عورتوں کا حُسن دیکھنے کے لئے آنکھیں بھی دوسری ہی عطا ہونگی ،جو اس تابش کو جھیل سکیں۔ ہم تو ان آنکھوں سے سورج کو نہیں دیکھ سکتے۔ مخلوق تو ان آنکھوں سے جنابِ مصطفےٰ ﷺ کا اصل رنگ و روپ بھی نہیں دیکھ سکتی۔ اسی لئے معراج

رات کے وقت لوگوں سے چھپا کر کرائی گئی- یعنی سارے معجزے دکھائے گئے مگر یہ بڑا معجزہ معراج دکھایا نہ گیا بلکہ چھپا لیا گیا- صرف سنایا گیا، کیونکہ اس دن حسن مصطفےٰ صلی اللہ علیہ اپنے اصلی رنگ میں تھا-

جنتی عورت ، جنت اور زمین کے درمیان کے علاقے کو مہکا دے ،وہ مہک بھی ایسی ہو جس کی دنیا والے تاب نہ لا سکیں ، ہم خالص مشک سونگھیں تو ناک سے خون جاری ہو جائے ،وہ مہک تو اَللّٰہُ اَکْبَرُ-

نَصِیْفُ سے مراد یا تو سر پر باندھنے کا رومال ہے جو امیر عورتیں دوپٹے کے نیچے رکھتی ہیں، یا دوپٹہ ہی مراد ہے ،یا اس سے مراد جنتی عورت کی مانگ ہے ، مانگ میں موتیوں کی لڑی لگائی جاتی ہے ،اس لڑی کے موتیوں کی قیمت دنیا کے سارے خزانوں سے زیادہ ہے- جنتی حوروں کی یہ چیزیں اتنی بیش قیمت ہیں کہ دنیا بھر کے سونے چاندی ، ہیرے ،جواہرات، لعل و گوہر اس ایک کی قیمت نہیں بن سکتے- (مرآت)

اللہ کی راہ میں چلنے والوں کے ذکر کے بعد ساتھ ہی جنتی عورتوں کا ذکر کیا جانا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ کی راہ میں چلنے والو ! تمہیں بیش بہا انعام و اکرام سے نوازا جائے گا- جنتی کو ملنے والے انعام واکرام کی عظمت دخولی کے بیان سے جنتی کی عظمت بآسانی سمجھی جا سکتی ہے، یعنی جو چیز بطور انعام دی جا رہی ہے وہ اتنی خوبیوں والی نعمت ہے، تو جس کو وہ نعمت دی جائے گی اس کی عظمت اس سے کہیں زیادہ ہے-

☆ حدیث نمبر ۱۸

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی اَعْدَدْتُ لِعِبَادِیَ الصَّالِحِیْنَ مَا لَا عَیْنٌ رَأَتْ وَ لَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَ لَا خَطَرَ عَلٰی قَلْبِ بَشَرٍ فَاقْرَءُوْا اِنْ شِئْتُمْ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ - (مشکوٰۃ باب صفۃ الجنۃ و اھلھا)

☆ ترجمہ

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں، کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے وہ نعمتیں تیار کیں جو نہ کسی آنکھ نے دیکھیں اور نہ کانوں نے سنیں اور نہ کسی انسان کے دل پر انکا خطرہ گذرا، اگر چاہو تو یہ آیت پڑھ لو کہ کوئی نفس نہیں جانتا کہ ان کے لئے کیسی آنکھ کی ٹھنڈک چھپا کر رکھی گئی ہے۔ (بخاری و مسلم)

☆ تشریح

شارح مشکوٰۃ فرماتے ہیں کہ صالحین یا تو بنا ہے صلاح سے یا صلاحیت سے یعنی نیک اعمال والے بندوں کے لئے یا جنت کے قابل لوگوں کے لئے۔ پہلی صورت میں جنت کسبی مراد ہے، دوسری صورت میں عام جنت کسبی ہو یا وہبی ہو

یا عطائی- (کسبی، وہبی، عطائی کی تشریح پہلے گزر چکی ہے-)

جنّت کی نعمتیں نہ تو بیان میں آسکتی ہیں نہ گمان میں، وہ تو دیکھ کر ہی معلوم ہونگی- اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو دکھائے- آمین

خیال رہے کہ یہاں آنکھ، کان اور دل سے مراد عام مسلمانوں کے آنکھ، کان اور دل مراد ہیں- ورنہ حضرت آدم علیہ السلام تو وہاں رہ کر آئے ہیں- ہمارے پیارے نبی ﷺ نے معراج میں وہاں کی سیر فرمائی اور حضرت ادریس علیہ السلام تو وہاں ہی موجود ہیں- یا یہ مطلب ہے کہ دنیا میں ان جیسی نعمتیں کسی آنکھ نے نہ دیکھیں، کسی کان نے نہ سنیں- واقعی دنیا میں نہ ایسی نعمتیں ہیں کہ نہ کسی کے دیکھنے میں آئیں-

آیتِ کریمہ میں بھی نفس سے مراد عام لوگ ہیں- آنکھ کی ٹھنڈک سے مراد دل کی خوشی اور سرُور کے اسباب ہیں، جن سے دل میں چین رہے- آج ہم اپنے بیٹوں کو قرۃ العین یعنی آنکھوں کی ٹھنڈک کہتے ہیں اس آیت کریمہ اور حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت اور وہاں کی نعمتیں پیدا ہو چکی ہیں کیوں نہ ہو کہ حضرت آدم و حوا علیہ السلام وہاں رہ چکے ہیں- سرکار دوجہاں دیکھ آئے ہیں- وہاں کی نعمتیں اب دنیا میں بھی آرہی ہیں- نیل و فرات وہاں سے آئے ہیں- اور حجرِ اسود بھی جنت ہی سے آیا ہے- جیسے روایات میں مذکور ہے- (مرآت)

جنتیوں پر جب حُسنِ خدا جلوہ فرما ہوگا تو وہ اس دیدار میں مست ہو جائیں گے- حُسنِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم جب آشکار ہوگا تو عشاق چین پائیں گے-

☆ حدیث نمبر ۱۹

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُصَفُّ اَھْلُ النَّارِ فَیَمُرُّ بِھِمُ الرَّجُلِ مِنْ اَھْلِ الْجَنَّۃِ فَیَقُوْلُ الرَّجُلُ مِنْھُمْ یَا فُلَانُ اَمَا تَعْرِفُنِیْ اَنَا الَّذِیْ سَقَیْتُکَ شَرْبَۃً وَقَالَ بَعْضُھُمْ اَنَا الَّذِیْ وَھَبْتُ لَکَ وُضُوْءً فَیَشْفَعُ لَہٗ فَیُدْخِلُہُ الْجَنَّۃَ رَوَاہُ ابْنُ مَاجَۃَ

(مشکوٰۃ باب الحوض و الشفاعۃ)

☆ ترجمہ

حضرت انسؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دوزخی لوگ صف بستہ ہونگے تو جنتیوں میں سے ایک شخص اُن پر گذرے گا تو ان دوزخیوں میں سے ایک کہے گا اے فلاں کیا تو مجھے پہچانتا نہیں میں وہی ہوں جس نے تجھے ایک گھونٹ پانی پلایا تھا اور ایک اور دوزخی کہے گا کہ میں وہ ہوں جس نے وضو کا پانی دیا تھا- یہ جنتی ان کی شفاعت کرے گا پھر اسے جنت میں داخل کرے گا-

(ابن ماجہ)

☆ تشریح

جنتیوں کے راستے میں گنہگار مسلمان دوزخ میں جانے کے لئے ایسے صف باندھے کھڑے ہونگے جیسے امیر و غنی کی راہ میں بھکاری صف بستہ کھڑے ہوتے ہیں

(مرقات)

وہ ان سے یہ آس لگائے کھڑے ہونگے کہ کوئی ہمیں پہچان لے اور چھوڑائے۔ادھر جنتی آگے پیچھے گزر رہے ہونگے۔

صاحبِ مرقات فرماتے ہیں کہ وہ شخص کہے گا کہ میں نے تجھے فلاں وقت کھانا کھلایا، فلاں وقت سلام کیا، فلاں وقت کپڑا دیا، فلاں وقت تجھے محبت سے کچھ معمولی ہدیہ پیش کیا تھا۔غرضیکہ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا، یہ بھی اسی طرح سہارا لے گا، یہ دو چیزیں بطور مثال ارشاد ہوئی ہیں۔ (مرقات)

حدیث پاک سے چند مسائل معلوم ہوئے۔

☆ صالحین، علماء اور شہدا کی شفاعت برحق ہے۔

☆ شفاعت سے ہم جیسے گنہگاروں کی تقدیریں پلٹ جائیں گی، دیکھو یہ پکارنے والا دوزخیوں کی صف میں آگیا تھا، شفاعت کی برکت سے وہاں سے نکل کر جنتی ہو گیا، دعا سے قضا بدل جاتی ہے۔ (مرآت)

☆ ہم جیسے گنہگاروں کو چاہئے کہ صالحین، مقبولین کی خدمت کیا کریں۔ ان کی خدمت بڑا کام آئے گی۔ان سے تعلق رکھیں ان سے تعلق بہت فائدہ دے گا انہیں ہدیہ پیش کریں اگرچہ زبانی اچھی بات ہی ہو یعنی محبت والی بات

(مرقات و اشعۃ)

☆ ربِ تعالیٰ کی قدرت یہ ہے کہ ہر ایک کو براہِ راست بغیر وسیلہ ہر چیز دے، مگر قانون یہ ہے کہ گنہگاروں کو نیکوکاروں کے وسیلہ سے دے۔دیکھو ان دوزخی صف والوں کو رب ہی بخشے گا مگر جنتی راہ گذروں کی شفاعت سے، بلکہ ان لوگوں کو جنتیوں کے راستہ میں اسی لئے کھڑا کرے گا کہ انہیں ان کے وسیلے سے شفاعت کی بھیک ملے۔

☆ دنیا میں اللہ والوں سے تعلق چاہیے، ان کا دیکھنا بھی کل قیامت میں کام آئے گا۔

اٹھ جاگ فریدا ستیا، خلقت ویکھن جا
مت کوئی بخشیا مل پوے کہ تو بھی بخشیا جا

قیامت میں جان پہچان بھی کام آئے گی یُدْخِلُهُ الْجَنَّةَ فرما کر یہ بتایا کہ وہ جنتی اس دوزخی کو اپنے ساتھ جنت میں لے جائے گا۔

☆ قیامت کے دن لوگوں کو اپنے اچھے بُرے اعمال یاد ہونگے - دنیا کی دوستیاں آپس کے سلوک یاد ہونگے ایک دوسرے کی پہچان ہو گی۔

☆ وفات یافتہ بزرگوں کی فاتحہ، ختم قرآن وغیرہ انشاءاللہ قیامت میں کام آئے گی کیونکہ اس میں بھی ان حضرات کی خدمت میں کھانے پانی وغیرہ کا ثواب ہدیہ کیا جاتا ہے۔ ممکن ہے کہ ان کے ذریعے ہم کو ان کی شفاعت نصیب ہو جائے۔ (مرآت)

☆ حدیث نمبر ۲۰

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ وَعَدَنِیْ اَنْ یَّدْخُلَ الْجَنَّةَ مِنْ اُمَّتِیْ اَرْبَعَ مِائَةَ اَلْفٍ بِلَا حِسَابٍ فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ زِدْ نَا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ وَهٰكَذَا فَحَثَ بِكَفَّیْهِ وَجَمَعَهُمَا فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ زِدْنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ وَهٰكَذَا فَقَالَ عُمَرُ دَعْنَا یَا اَبَا بَكْرٍ فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ وَمَا عَلَیْكَ اَنْ یُّدْخِلَنَا اللّٰهُ كُلَّنَا الْجَنَّةَ فَقَالَ

عُمَرُ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ اِنْ شَاءَ اَنْ يُدْخِلَ خَلْقَهُ الْجَنَّةَ بِكَفٍّ وَاحِدٍ فَعَلَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدَقَ عُمَرُ رَوَاهُ فِي شَرْحِ السُّنَّةِ۔

(مشکواۃ باب الحوض والشفاعة)

☆ترجمہ

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ میری امت سے چار لاکھ کو بغیر حساب جنت میں داخل کرے گا۔ تو جناب ابو بکرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم کو اور زیادہ دیجئے ، فرمایا اور اس طرح پھر آپؐ نے اپنے دونوں ہاتھ ملائے ان کا لپ بھرا۔ حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہمیں زیادہ دیجئے ، فرمایا اور اسی طرح ، تو حضرت عمرؓ نے فرمایا اے ابو بکرؓ ہمیں چھوڑ دو بھی تو ابو بکرؓ نے فرمایا تمہارا کیا حرج ہے کہ ہم سب کو اللہ تعالیٰ جنت میں داخل فرمائے۔ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اگر اللہ چاہے تو ایک مٹھی میں ساری خلقت کو جنت میں داخل کر دے ، وہ کر سکتا ہے، تب نبی کریم ﷺ نے فرمایا عمرؓ سچ کہتے ہیں۔ (شرح سنہ)

☆تشریح

چار لاکھ کی یہ تعداد حضور ﷺ کی امت کی ہے، جو احکام شرعیہ کے مکلف

تھے - انبیاء کرامؑ ، مومنوں کے نا سمجھ بچے جو فوت ہو جائیں ، دیوانے جو دیوانگی میں فوت ہوئے ان کا کچھ حساب نہیں - انبیاء کرام کے بلا حساب جنت میں داخلے کی تائید یہ آیت کریمہ کر رہی ہے - یُدْخَلُوْنَ الْجَنَّةَ یُرْزَقُوْنَ فِیْهَا بِغَیْرِ حِسَابٍ (پ ۲۴ مومن) ترجمہ = وہ جنت میں داخل ہونگے اور انہیں وہاں بغیر حساب رزق دیا جائے گا) ان چار لاکھ کے علاوہ ربِ تعالیٰ کے لپ بھر اور بھی بغیر حساب جنت میں جائیں گے حق تعالیٰ ان مومنوں کو اپنے دونوں دستِ قدرت میں لے کر وہاں پہنچا دے گا - خدا کرے ہم بھی اس لپ میں ہوں ، منہ چھوٹا ہے طلب بڑی ہے مگر وہ بڑی قدرتوں والا ہے - حضور ﷺ نے دونوں ہاتھ جمع فرما کر یہ بتایا کہ رب تعالیٰ مٹھی بھر کر نہیں بلکہ دونوں ہاتھوں سے لپ بھر کر بخشے گا -

صدیق اکبرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اور زیادہ بخشش کی خبر دیجئے اور زیادہ بخشش کرائیے - حضور ﷺ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اس سے بھی زیادہ کو بغیر حساب عذاب سے بخشے - کیونکہ ربِ تعالیٰ . آپؐ کی بات ٹالتا نہیں جو آپؐ کہتے ہیں رب وہی کرتا ہے - وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی ترجمہ = اور عنقریب تمہارا رب تمہیں عطا کرے گا سو آپ راضی ہو جائیں گے -

(پ ۳۰ ضحیٰ)

حضرت عمرؓ نے فرمایا اے ابو بکرؓ یہ اجمال رہنے دو زیادہ کی تصریح نہ کراؤ تا کہ ہم خوف و امید پر اعمال کرتے رہیں - صدیق اکبرؓ کہنے لگے عمرؓ ذرا خاموش تو رہو میں حضور ﷺ سے ساری امت کے لئے بے حساب جنتی ہونے کا وعدہ لے لیتا ہوں اے عمرؓ تمہارا اس میں کیا بگڑتا ہے کہ سارے امتی بے حساب جنتی ہو جائیں - خیال رہے کہ اللہ و رسول کے بعد حضرت صدیق سب سے بڑھ کر رحیم و کریم ہیں

حضرت عمرؓ کہنے لگے اے ابو بکرؓ تم جو کچھ چاہتے ہو وہ تو حاصل ہو گیا کہ صرف چار لاکھ کا حضور علیہ السلام نے ذکر نہیں فرمایا، ساتھ ہی رب کے لپ بھر کا بھی ذکر ہے، یہ لپ بڑا ہی وسیع ہے۔ یاد رہے اللہ تعالیٰ لپ سے پاک ہے یہاں دستِ قدرت کا لپ مراد ہے۔

یہاں صدیق اکبرؓ کی عرض و معروض میں غلبۂ امید کی جھلک ہے اور عمر فاروقؓ کی عرض و معروض میں رضا بالقضاء کا ظہور ہے۔ اس لئے حضرت عمرؓ کے قول کی تائید بارگاہِ نبوت سے ہوئی۔ نیز سب لوگ بغیر حساب بخش دیے جائیں تو شفیعوں کی شفاعت، محبوبوں کی محبوبیت، گرتوں کے سہارے دینے والے، ڈوبتوں کو ترانے، بگڑتوں کو بنانے، گرتوں کو سنبھالنے کا ظہور کیسے ہو۔ اس لئے حضرت عمرؓ کے قول کو ترجیح دی گئی۔ اور بھی وجوہات ہو سکتی ہیں۔ قیامت میں گنہگاروں کو بخشنا بھی ہے مگر محبوبیت کی شانِ بندہ نوازی بھی دکھانی ہے۔ (مرآت)

علامہ سعیدی فرماتے ہیں کہ حضرت عوف بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ رسُول اللہ علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے پاس اللہ کا پیغام آیا اور مجھے اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا کہ اللہ میری آدھی امت کو جنت میں داخل کر دے یا میں شفاعت کروں۔ چنانچہ میں نے شفاعت کو اختیار کر لیا اور یہ شفاعت ہر اس مسلمان کو حاصل ہو گی جو شرک پر نہیں مرے گا۔

علامہ مذکور نے شرح مسلم میں ۴۹ اقسام کی شفاعت کا بھی ذکر کیا ہے۔ جن میں سے ایک قسم "جب تک چاہیں شفاعت کریں" بھی ہے۔ (شرح مسلم

☆حدیث نمبر ۲۱

وَ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ سَیُخَلِّصُ رَجُلاً مِنْ اُمَّتِیْ عَلٰی رُؤُسِ الْخَلَائِقِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ فَیَنْشُرُ عَلَیْہِ تِسْعَۃً وَّ تِسْعِیْنَ سَجِلاًّ کُلُّ سِجِلٍ مِثْلُ مَدَّ الْبَصَرِ ثُمَّ یَقُوْلُ اَتُنْکِرُ مِنْ ھٰذَا شَیْئًا اَظْلَمَکَ کَتَبَتِیْ الْحَافِظُوْنَ فَیَقُوْلُ لَا یَا رَبِّ فَیَقُوْلُ اَفَلَکَ عُذْرٌ قَالَ لَا یَا رَبِّ فَیَقُوْلُ بَلٰی اِنَّ لَکَ عِنْدَنَا حَسَنَۃً وَ اِنَّہٗ لَا ظُلْمَ عَلَیْکَ الْیَوْمَ فَتَخْرُجُ بِطَاقَۃٌ فِیْھَا اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ فَیَقُوْلُ اُحْضُرْ وَزْنَکَ فَیَقُوْلُ یَا رَبِّ مَا ھٰذَا الْبِطَاقَۃُ مَعَ ھٰذِہِ السِّجِلَّاتِ فَیَقُوْلُ اِنَّکَ لَا تُظْلَمُ قَالَ فَتُوْضَعُ السِّجِلَّاتُ فِیْ کَفَّۃٍ وَالْبِطَاقَۃُ فِیْ کَفَّۃٍ فَطَاشَتِ السِّجِلَّاتُ وَ ثَقُلَتِ الْبِطَاقَۃُ فَلَا یَثْقُلُ مَعَ اِسْمِ اللّٰہِ شَیْءٌ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَ ابْنُ مَاجَۃَ

(مشکوٰۃ باب الحساب و القصاص والمیزان)

☆ترجمہ

حضرت عبد اللہ ابن عمروؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ میری امت میں سے ایک شخص کو قیامت کے دن مخلوق کے سامنے چھانٹے گا تو اس کے سامنے ننانوے دفتر پھیلائے جائیں گے- ہر دفتر تا حدِ نگاہ ہو گا- پھر فرمائے گا کیا تو ان میں سے کسی چیز کا انکار کرتا ہے ؟ کیا تجھ پر میرے نگران کاتبین نے ظلم کیا ہے، عرض کرے گا نہیں یا رب -پھر فرمائے گا کیا تیرے پاس کوئی عذر ہے ؟ عرض کرے گا، نہیں یارب- تو فرمائے گا ہمارے پاس تیری ایک نیکی بھی ہے اور آج تجھ پر ظلم نہ ہو گا ، تو ایک ورق نکالا جائے گا جس پر لکھا ہو گا اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ وَ اَنَّ مُحَمَّدً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ - رب فرمائے گا جا اپنے تول پر حاضر ہو وہ کہے گا یارب یہ ورق ان دفتروں کے مقابل کیا ہے- ربّ فرمائے گا کہ ظلم نہیں کیا جائے گا ، پھر یہ ورق ایک پلڑے میں اور دفتر دوسرے پلڑے میں رکھا جائے گا تو یہ دفتر ہلکے ہو جائیں گے اور وہ ورق بھاری ہو جائے گا- اللہ کے نام کے مقابل کوئی چیز وزنی نہ ہو گی- (ترمذی ابن ماجہ)

☆تشریح

باقی مخلوق سے ایک شخص کو الگ کر کے اس کے سامنے ننانوے دفتر پھیلائے جائیں گے- اور اسے دکھائے جائیں گے ، لفظ سِجِلّ سین اور جیم پر زیر اور لام پر شد یعنی قرآن کریم میں دفتر کے محافظ فرشتے کو سجل فرمایا گیا ہے-

كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ ترجمہ = جیسے خطوں کا طومار لپیٹ لیتے ہیں-

(پ ۷ انبیاء)

خیال رہے قیامت میں کوئی شخص اندھا، کانا، ان پڑھ نہ ہوگا ہر جاہل سے جاہل شخص بھی اس دن سب کچھ پڑھے گا۔ یہ بھی خیال رہے کہ بندے کا یہ اقرار جرم ہی اللہ تعالیٰ کو آج بھی پیارا ہے کل قیامت میں بھی پیارا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اقرارِ جرم کی توفیق دے بہانہ بازیاں اور انکارِ جرم بڑی سخت پکڑ ہے۔ اعلیٰ حضرت نے کیا خوب کہا ہے۔

؎ عذرِ بدتر از گنہ کا ذکر کیا ہم پہ بے پوچھے ہی رحمت کیجئے

یہاں عذر سے مراد اپنی معذوری یا بہانہ ہے جو گناہ کا باعث ہو یعنی کیا تیرے پاس کوئی وجہ گناہ موجود ہے، بندہ عرض کرے گا کوئی عذر نہیں میں نے بغیر کسی مجبوری بغیر کسی بے علمی کے گناہ کئے ہیں، میں گناہگار ہوں معافی دے دیجئے۔ جس لائق میں تھا وہ میں نے کر دیا جو تیری شانِ عالی کے لائق ہے وہ تو کر۔ میں گنہگار تو ستار وغفار ہے مہربانی فرما۔

صاحبِ لمعات فرماتے ہیں کہ بندے کے اس عذر پر دریائے رحمت جوش میں آجائے گا۔ بطاقہ وہ چھوٹا سا پرچہ جو حفاظت کے لئے کپڑے میں لپیٹ کر رکھا جائے، طاق کپڑے کی تہہ کو کہتے ہیں ،،ب،، زائد ہے۔ (قاموس ولمعات)

معلوم ہوا مومن کا کلمہ طیبہ رب کی بارگاہ میں بڑا محفوظ ہوتا ہے۔ یہ کلمہ وہ ہوگا جسے مومن زندگی میں صدقِ دل سے پڑھا کرتا تھا، اور جو اس نے مرتے وقت پڑھا تھا اسی پر جان رب کے سپرد کی تھی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا خاتمہ کلمہ طیبہ پر فرمائے۔ آمین

اس بندے کو کہا جائے گا کہ میزانِ اعمال پر جا اور اپنے دفتروں کو اس پرچہ

سے وزن کرا- معلوم ہوا وہاں وزن باتوں سے نہ ہوگا بلکہ نیک اعمال کا بُرے اعمال سے ہوگا، اس لئے حضرت انبیاء کرامؑ اور خاص اولیاء اللہ کے لئے وزن نہیں کیونکہ کوئی گناہ نہیں پھر وزن کس چیز سے ہو-

وہ عرض کرے گا یارب اس وزن سے سوائے میری رسوائی کے اور کیا ہوگا ابھی تو معاملہ تیرے حضور ہے اور جب وزن ہوا تو اس وزن کو سب دیکھیں گے وہاں یہ پرچہ یقیناً ہلکا ہوگا- تو میری رسوائی ہی ہوگی- اس لئے وزن نہ کرا ،بلکہ میرا پردہ رکھ لے- یہ تو بندے کی عرض تھی لیکن اللہ کے حکم سے کلمۂ شہادت کا وہ پرچہ نیکیوں کے پلڑے میں رکھا جائے گا اور گناہوں کے پلہ میں لاکھوں من کے دفتر ، معلوم ہوا وزن خود اعمال کا نہ ہوگا بلکہ اعمال کی تحریروں کا ہوگا- جو نجات کا ذریعہ بن جائے گا- وَ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ (اور جسے چاہے بخش دے)

خیال رہے کہ قیامت کے دن وزن بقدر اخلاص ہوگا منافقین بھی کلمہ پڑھتے تھے ، آج مرزائی، چکڑالوی وغیرہ بھی کلمہ پڑھتے ہیں- ان کے کلمے کا کوئی وزن نہیں ، گویا یہ بے معنی الفاظ ہیں- حضور ﷺ کے نامِ مبارک کا جب یہ وزن ہے تو سمجھو کہ حضور ﷺ کے اعمال کا وزن کیا ہوگا- حضور ﷺ کا ایک سجدہ ہم جیسے کروڑوں گنہگاروں کے گناہوں سے زیادہ وزنی ہوگا- خدا تعالیٰ ہماری بدکاریوں کو ہماری نیکیوں سے نہ تولے بلکہ اس راتوں کو رونے والے ، گنہگاروں کے غم کھانے والے ،امت کے رکھوالے کے سجدہ سے وزن فرمادے تاکہ ہم ڈوبتوں کا بیڑا پار ہو جائے-

بعض صوفیاء فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے اعمال کا وزن نہ ہوگا کیونکہ کارخانۂ قدرت میں کوئی ترازو ایسا نہیں بنا جو حضور ﷺ کے اعمال تول سکے ، جس

طرح آج بھی کوئی ترازو ایسا نہیں جو سمندر کے پانی یا ہوا کو تول سکے، سورج کی روشنی کا کوئی صحیح میٹر نہیں ہے۔ (مرآت)

حدیثِ پاک سے معلوم ہوا کہ ایک پلڑے میں گناہوں کے لاکھوں من دفتر اور دوسرے پلڑے میں صرف کلمۂ شہادت ہوگا جو ان لاکھوں دفتروں سے زیادہ وزنی ہوگا۔ اور یہ گنہگار صرف کلمۂ شہادت کی بناء پر جنت میں داخل ہوگا۔

؎ اس شانِ کریمی نے کچھ اس انداز سے تولا
بھاری ہی رہا میرا دیدۂ تر دامنِ تر سے

☆ حدیث نمبر ۲۲

وَعَنْ اَبِیْ اَمَامَۃَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ وَعَدَنِیْ رَبِّیْ اَنْ یُّدْخِلَ الْجَنَّۃَ مِنْ اُمَّتِیْ سَبْعِیْنَ اَلْفٍ لَا حِسَابَ عَلَیْہِمْ وَلَا عَذَابَ مع کُلِّ اَلْفٍ سبعُوْنَ اَلْفاً وَّ ثلث حشیات مِّنْ حشیات رَبِّیْ رواہُ احمد و الترمذیَ و ابن ماجۃَ

(مشکوٰۃ باب الحساب و القصاص و المیزان)

☆ترجمہ

حضرت ابو امامہؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو

فرماتے سنا کہ مجھ سے میرے رب نے وعدہ فرمایا ہے کہ میری امت میں سے ستر ہزار جنت میں اس طرح داخل فرمائے گا کہ نہ ان کا حساب ہو گا نہ عذاب اور ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار، میرے رب کے لپوں میں سے تین لپ۔

(احمد ترمذی ابن ماجہ)

☆ تشریح

عربی زبان میں لفظ سبعتین یا سبعین الف زیادتی بیان کرنے کے لئے آتا ہے وہی یہاں مراد ہے لاحساب کے معنی ہیں کہ ان سے مطلقاً حساب نہ ہو گا اور جب حساب ہی نہ ہو تو عذاب کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، ان سے نہ حساب یسیر ہو گا نہ حساب مناقشہ - صاحبِ مرقات فرماتے ہیں کہ یہاں حساب مناقشہ کی نفی ہے۔ پیشی والا حساب تو ہو گا۔ (مرقات)

حساب سے مراد حسابِ قیامت ہے اور ہو سکتا ہے کہ حسابِ قیامت اور حسابِ قبر دونوں مراد ہوں نہ حسابِ قبر سب کے لئے ہے نہ عذابِ قیامت سب کے لئے ہے۔ بعض حضرات ان حسابوں سے الگ ہیں (ماوراء ہیں) (مرآت)

پہلے ستر ہزار تو وہ تھے جو اپنے نیک اعمال کی وجہ سے بے حساب جنتی ہوئے اور یہ دوسرے ستر ہزار وہ ہیں جو ان پہلے والوں کے طفیل ان کی خدمت، ان کے قرب کی وجہ سے بے حساب جنت میں جائیں گے۔ گلدستہ میں پھولوں کے ساتھ اگر گھاس بھی بندھ جائے تو وہ بھی عزت پا جاتی ہے۔ یعنی ان میں سے ہر ایک کے

ساتھ بے شمار لوگ ہونگے جو ان کے طفیل بخشے جائیں گے۔

شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں

شنیدم کہ در روزِ اُمید و بیم
بَداں را بہ نیکاں بہ بخشد کریم

ترجمہ = میں نے سنا ہے کہ قیامت کے دن بروں کو نیکوں کے طفیل اللہ تعالیٰ بخش دے گا۔

ظاہر یہ ہے کہ ثَلٰثَ معطوف ہے سَبْعُوْنَ اَلْفاً پر مطلب یہ ہے کہ ہر شخص کے ساتھ ستر ہزار اور رب تعالیٰ کے تین لپ۔ بعض نے فرمایا کہ یہ معطوف ہے سَبْعِیْنَ اَلْفاً پر اور یَدْخُلُ کا مفعول ہے۔ یعنی مجھ سے رب نے وعدہ فرمایا کہ تین لپ بھر اور بھی جنت میں بے حساب بھیجے گا۔ مگر پہلے معنیٰ زیادہ قوی ہیں۔ لپ سے مراد ہے بے اندازہ کیونکہ جب کسی کو بغیر گنے بغیر تولے ناپے دینا ہوتا ہے تو وہاں لپ بھر بھر کر دیتے ہیں۔

یہ حدیث متشابہات سے ہے ورنہ ربِ تعالیٰ مٹھی اور لپ سے پاک ہے۔
(مرآت)

ایک مجلس وعظ میں سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے تمام انبیاء کو بے شمار نعمتیں عطا کیں اور علومِ غیبیہ سے نوازا، لیکن جب اپنے آخری نبی محبوب آخر الزماں کی باری آئی تو اپنی تمام و کمال نعمتیں ساری کی ساری انڈیل دیں۔ جیسے کہ کسی آدمی کی بہت اولاد ہو، تو وہ جھول بھر کر اپنی اولاد میں شیرینی تقسیم کرنے لگے اور جب آخری بیٹا آئے تو اس پر اپنی پوری جھول نچھاور کر دے۔ کہ یہ سب کچھ تم لے لو اسی طرح اللہ تعالیٰ نے انعام و اکرام کی سب نعمتیں اپنے

محبوب نبی کو عنایت کر دیں۔

☆ حدیث نمبر ۲۳

وَعَنْ اِبْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ یُدْنِی الْمُؤْمِنَ فَیَضَعُ عَلَیْہِ کَنَفَہٗ وَ یَسْتُرُہٗ فَیَقُوْلُ اَتَعْرِفُ ذَنْبَ کَذَا اَتَعْرِفُ ذَنْبَ کَذَا فَیَقُوْلُ نَعَمْ اَیْ رَبِّ حَتّٰی قَرَّرَہٗ بِذُنُوْبِہٖ وَرَاٰی فِیْ نَفْسِہٖ اَنَّہٗ قَدْ ھَلَکَ قَالَ سَتَرْتُھَا فِی الدُّنْیَا وَاَنَا اَغْفِرُھَا لَکَ الْیَوْمَ فَیُعْطٰی کِتَابُ حَسَنَاتِہٖ وَاَمَّا الْکُفَّارُ الْمُنَافِقُوْنَ فَیُنَادٰی بِھِمْ عَلٰی رُؤُسِ الْخَلَائِقِ ھٰؤُلَاءِ الَّذِیْنَ کَذَبُوْا عَلٰی رَبِّھِمْ اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الظّٰلِمِیْنَ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

(مشکوٰۃ باب الحساب و القصاص والمیزان)

☆ ترجمہ

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو قریب کرے گا اس پر اپنا پردہ رکھے گا۔ اور اسے چھپائے گا، پھر فرمائے گا کیا تو فلاں گناہ پہچانتا ہے؟ وہ کہیں گے ہاں یارب، حتیٰ کہ اس سے اس کے سارے گناہوں کا اقرار کرا لے گا۔ اور وہ شخص اپنے دل میں سمجھے گا کہ ہلاک

ہوا، رب فرمائے گا کہ میں نے یہ عیب دنیا میں چھپا لئے تھے اور آج انہیں بخشتا ہوں پھر اس کی نیکیوں کی کتاب اسے دے دی جائے گی لیکن کفّار و منافقین کے سامنے پکارا جائے گا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے رب پر جھوٹ بولیں- خبردار ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے-

(بخاری و مسلم)

☆ تشریح

شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ کَنَف کے کئی معنی ہیں ، پردہ، حفاظت ، نگاہ ، سایہ ، پرندے کے بازو وغیرہ مگر یہاں پردہ کے معنی میں ہے-

(اشعۃ)

چونکہ پرندہ انہیں بازوؤں ، پروں سے اپنے انڈوں ، بچوں کو چھپاتا بھی ہے اور ان کی حفاظت بھی کرتا ہے اس لئے اسے کَنَف کہتے ہیں-

قیامت کے دن مومن کو گناہوں کے حساب کے وقت محشر والوں سے چھپایا جائے گا کسی کو خبر نہ ہوگی کہ رب نے کیا حساب لیا اور بندے نے کیا حساب دیا

(مرآت)

فرمان پاک سے معلوم ہوا کہ مومن اپنے گناہوں کا فوراً اقرار کرلے گا- وہاں بہانے نہ بنائے گا بلکہ کفّار و منافقین جھوٹ بولیں گے-

وَاللّٰہِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِیْنَ (اور اللہ کی قسم ہم مشرکوں سے نہ تھے)

(پ ۷ انعام)

یہ بھی معلوم ہوا کہ مومنوں کی نیکیوں کا حساب علانیہ ہوگا اور گناہوں کا

حساب خفیہ ہوگا- بلکہ نیکی مومنوں کے چہرے پر نمودار ہوگی کہ ان کے منہ چمکتے ہونگے مگر بدوں کی بُرائیاں چہروں پر ظاہر نہ ہونگی ان کے منہ نہ بگڑیں گے کیوں نہ ہو کہ یہ لوگ پردہ پوش لجپال محبوب ﷺ کی امت میں سے ہیں-ان کی پردہ پوشی دنیامیں بھی ہے آخرت میں بھی ہوگی-

گناہگار سوچے گا کہ اب میں پکڑا گیا، عذاب میں گرفتار ہوا، وہ شخص یہ دل میں ہی سوچے گا کسی کو بتائے گا نہیں، اس لئے فی نفسہٖ فرمایا گیا، ربّ بھی اس شخص کے عیب چھپائے گا اور بندہ بھی خاموش رہے گا- اس فرمانِ الٰہی سے یہ بھی معلوم ہورہاہے کہ یہاں دنیاکے چھپے گناہوں کو جو بندہ خود ہی اعلانیہ کرتارہاہو پھر وہاں بھی اعلان ہوگا-

حدیثِ پاک سے ثابت ہوا کہ مومن کی بخشش ضرور ہوگی- کسی کو اوّل ہی بخشا جائے گا، کسی کو کچھ سزادے کر، کسی کو شفاعت کے پانی سے اس کے گناہ دھو کر، کسی کی بخشش دوزخ کی آگ میں کچھ روز تپاکر، بہر حال ہر گنہگار کی بخشش یقینی ہے، کیوں نہ ہو کہ محبوب کی امت ہے- علامہ اقبال فرماتے ہیں-

کوئی یہ پوچھے کہ واعظ کا کیا بگڑتا ہے
جو بے عمل پہ بھی رحمت وہ بے نیاز کرے

قیامت میں اس مومن کو تحریر دی جائے گی یہ تحریر گویا جنّت کا پیانہ اور وِیزا ہوگا-اس میں بندے کی نیکیوں کا ذکر تو ہوگا مگر گناہوں کا تذکرہ نہ ہوگا- کیونکہ وہ تو معاف کردیئے گئے- کُفّار ومنافقین کی نیکیوں کا ذکر تک نہ ہوگا- کیونکہ وہ سب رَدہوچکیں- بغیر ایمان کے کوئی نیکی صدقہ وغیرہ قبول نہیں نیز وہ لوگ ان نیکیوں کا بدلہ دنیامیں اللہ کی نعمتیں استعمال کرچکے، ہاں ان کے گناہوں کا اعلان بھی ہوگا

اور ان کا حساب بھی اعلانیہ ہوگا کیونکہ وہ پردہ پوش نبی علیہ السلام کے دامن سے دور رہے۔

لہذا اے مومن تو اپنے سَتَّارُ الْعَیُوْب اور غَفَّارُ الذُّنُوْب رب سے بخشش کی امید بھی رکھ اور اس کی ناراضگی کا خوف بھی رکھ۔ اسی امید و خوف کے درمیان ایمان ہے۔

مومن کی یہ شان نہیں کہ وہ دوسرے مسلمانوں کے عیوب تلاش کر کے ان کا اظہار کرتا پھرے۔

☆حدیث نمبر ۲۴

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اتُّخِذَ الْفَیْئُ دُوَلاً وَالْاَمَانَۃُ مَغْنَمًا وَالزَّکٰوۃُ مَغْرَمًا وَتُعُلِّمَ لِغَیْرِ الدِّیْنِ وَاَطَاعَ الرَّجُلُ اِمْرَاَتَہٗ وَعَقَّ اُمَّہٗ وَاَدْنٰی صَدِیْقَہٗ وَاَقْصٰی اَبَاہُ وَظَھَرَتِ الْاَصْوَاتُ فِی الْمَسَاجِدِ وَسَادَ الْقَبِیْلَۃَ فَاسِقُھُمْ وَکَانَ زَعِیْمُ الْقَوْمِ اَرْذَلُھُمْ وَاُکْرِمَ الرَّجُلُ مَخَافَۃَ شَرِّہٖ وَظَھَرَتِ الْقَیْنَاتُ وَالْمَعَازِفُ وَشُرِبَتِ الْخُمُوْرُ وَلَعَنَ اٰخِرُ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ اَوَّلَھَا فَارْتَقِبُوْا عِنْدَ ذٰلِکَ رِیْحًا حَمْرَاءَ وَزَلْزَلَۃً وَخَسْفًا وَمَسْخًا وَقَذْفًا وَاٰیَاتٍ تَتَابَعُ کَنِظَامٍ قُطِعَ

سِلْکُهٗ فَتَتَابَعَ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ۔

(مشکوٰۃ باب اشراط الساعۃ)

☆ترجمہ

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسُول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب غنیمت کو اپنی دولت اور امانت کو غنیمت اور زکوٰۃ کو ٹیکس بنالیا جائے اور غیر دین کے لئے علم حاصل کیا جائے اور آدمی اپنی بیوی کی اطاعت اور ماں کی نافرمانی کرے اور اپنے دوست کو قریب اور باپ کو دور کرے اور مسجدوں میں آوازیں اونچی ہوں، اور آدمی کی تعظیم اس کے شر کے خوف سے کی جائے اور رنڈیاں، باجے ظاہر ہو جائیں اور شراب پی جائے، اور اس کے پچھلے، پہلے والوں پر لعنت کریں۔ اس وقت تم سُرخ ہوا، زلزلہ، دھنسا اور صورتیں بدلنا، پتھر برسنے اور ان نشانیوں کا انتظار کرنا جو لگاتار ہوں گی، جیسے ہار جس کا دھاگہ توڑ دیا جائے تو لگاتار گرے۔

(ترمذی)

☆تشریح

جہاد میں مال غنیمت غازیوں میں تقسیم ہوتا ہے گویا غنیمت غازیوں کا حصہ ہوتا ہے مگر قریبِ قیامت مالِ غنیمت مالدار آپس میں تقسیم کرلیا کریں گے اور غریب غازیوں کو اس سے محروم کر دیا کریں گے، اسے اپنی دولت سمجھیں گے۔ اور امانت کا مال، مالِ غنیمت کی طرح ہضم کر جائیں گے۔ زکوٰۃ ٹیکس سمجھ کر ادا کریں

گے یعنی بے دلی اور بد دلی یا مجبور ہو کر دیں گے۔ مسلمان دینی علوم چھوڑ کر دنیاوی علوم پڑھیں گے یا دینی علوم دین کے لئے نہیں بلکہ دنیا کمانے کے لئے پڑھیں گے، تبلیغ دین کے لئے نہیں پڑھیں گے۔ جیسے آج عربی فاضل، تنظیم المدارس یا فقہ و تفسیر و حدیث کی ایک آدھ کتاب صرف امتحان کے لئے پڑھ لیتے ہیں۔ ان کا مقصد امتحان پاس کر کے نوکری حاصل کرنا ہوتا ہے۔ بعض صرف وعظ گوئی کے لئے دینی علم پڑھتے ہیں۔ (مرآت)

خیال رہے دنیاوی علوم پڑھنا جرم نہیں ہے بلکہ مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ جدید علوم سیکھنے کے ساتھ ساتھ دینی علوم بھی ضرور حاصل کریں، تاکہ اپنے پیارے مذہب سے بھی واقفیت حاصل ہو۔ مقامِ افسوس ہے کہ آج بعض ایم اے پاس کو دعائے قنوت یا نماز جنازہ بھی یاد نہیں بلکہ تجربہ ہے کہ بعض میٹرک پاس کو غسل کے فرائض تک کا علم نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہماری نوجوان نسل بے راہ روی کا شکار ہو رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے ہدایت نصیب فرمائے۔ (مرآت)

نبی کریم ﷺ نے علامات قیامت بتاتے ہوئے فرمایا کہ آدمی بیوی کے کہنے میں آکر ماں سے دُور رہے گا۔ ماں کی نافرمانی کرے گا۔ نیک باپ سے نفرت اور فاسق دوستوں سے محبت کرے گا۔ غرض یہ کہ بیوی اور دوستوں کی محبت میں والدین کو ستائے گا۔ اور مسجدوں میں دنیاوی باتوں کا شور، لڑائیاں جھگڑے ہونے لگیں گے۔ دیکھ لو آج مسجدوں میں قتل ہو رہے ہیں محفلِ نعت، میلاد شریف، ذکر کے حلقے تو حضور ﷺ کے زمانہ ہی میں مسجدوں میں ہوتے تھے یعنی آپ ﷺ کی ظاہری موجودگی میں۔ بلند آواز میں ذکر ہوتا تھا۔ حضرت حسانؓ مسجد نبویؐ میں حضور ﷺ کی نعت شریف پڑھتے تھے۔ حضور ﷺ نے مسجد میں اپنا میلاد خود ارشاد

فرمایا ہے-لوگ حضور علیہ السلام کے وعظ پر نعرۂ تکبیر بلند کرتے تھے لہٰذا یہ آوازیں یہاں مراد نہیں- (مرآت)

آدمی کی تعظیم اس کی شرارتوں کے خوف سے، رنڈیاں باجے ظاہر ہونا اور فاسق وفاجر کا سردار بنا - یہ تینوں باتیں آج دیکھی جارہی ہیں- شریر لوگوں کے سامنے حق بات کہنے سے لوگ ڈرتے ہیں - عرب کے عام علاقوں میں شراب کھانے کا جزو بن چکی ہے- ریڈیو ٹی وی کے علاوہ آج ڈش انٹینا سے اکثر گھر رنڈی خانہ بنے ہوئے ہیں اور ہر در و دیوار سے گانے کی آوازیں آرہی ہیں- یہودی لالچی کے فحش لٹریچر سے ہماری نسل تباہی کے دہانے پر پہنچ چکی ہے-

سرکارِ دوعالم علیہ السلام نے فرمایا کہ جب مسلمانوں میں مذکورہ عیوب جمع ہو جائیں گے تو ان پر پانچ دنیاوی عذاب یکے بعد دیگرے مسلسل آئیں گے-یعنی سرخ ہوا ، زلزلہ ،دھنسنا ،صورتیں بدلنا اور پتھر برسنا ،یہ عذاب اس طرح آئیں گے جیسے تسبیح کا دھاگہ ٹوٹ جانے پر اس کے دانے مسلسل اوپر تلے گرتے ہیں-دیکھ لو مسلمانوں میں یہ تمام عیوب پیدا ہو چکے ہیں-بعض عیوب مسلمانوں میں ایسے بھی پیدا ہو چکے ہیں جو کسی دوسری قوم میں نہیں مثلاً مسجدوں کی بے ادبی ،سلفِ صالحین کو مشرک کہنا ان کو گالیاں بکنا، عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خچر کے کھر کے نعل کا بھی بڑا ادب واحترام کرتے ہیں- مگر مسلمان خود ہی حضور علیہ السلام کی ذات اقدس میں نقائص کی تلاش میں سرگرداں ہیں آپ علیہ السلام کے تبرکات خود مٹا رہے ہیں ساری قومیں اپنے بزرگوں کا بڑا احترام کرتی ہیں- حتیٰ کہ ہندو ہنومان کا ادب کرتے ہیں جو رام چندر کا ساتھی تھا اور مصیبت کا مددگار تھا- مگر مسلمان قوم میں ایسے افراد بھی ہیں جو اپنے نبی کی بیویوں ،دوستوں پر تبرّا کرنا عبادت سمجھتے

ہیں۔ (مرآت)

ابن عساکرؒ نے حضرت جابرؓ سے مرفوعاً روایت کی کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ابو بکرؓ و عمرؓ کی محبت ایمان ہے۔ ان سے بغض کفر ہے، جو میرے صحابہ کو بُرا کہے اس پر اللہ کی لعنت ہے اور جو ان کی عزت کی حفاظت کرے میں اس کی حفاظت کروں گا۔ (مرقات)

دیکھ لو اب مذکورہ عذاب آنے شروع ہو چکے ہیں ہر جگہ مسلمان زمینی اور آسمانی مصیبتوں میں گرفتار ہیں۔ (مرآت)

☆ حدیث نمبر ۲۵

وَعَنْ اَنَسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَۃُ حَتّٰی یَتَقَارَبَ الزَّمَانُ فَتَکُوْنَ السَّنَۃُ کَالشَّھْرِ وَالشَّھْرُ کَالْجُمُعَۃِ وَتَکُوْنُ الْجُمُعَۃُ کَالْیَوْمِ وَالْیَوْمُ کَالسَّاعَۃِ وَتَکُوْنُ السَّاعَۃُ کَالضَّرْمَۃِ بِالنَّارِ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ۔ (مشکوٰۃ باب اشراط الساعۃ)

☆ ترجمہ

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت قائم نہ ہو گی حتیٰ کہ زمانہ جلد گذرنے لگے گا۔ تو ایک سال ایک مہینہ کی طرح ہو گا اور مہینہ ہفتہ کی طرح اور ہفتہ ایک دن کی طرح، ایک دن ایک گھڑی کی طرح، اور

گھڑی آگ سلگانے کی طرح۔ (ترمذی)

☆تشریح

یہ زمانہ یا تو اس طرح گذرے گا کہ زمانہ اور وقت میں برکت نہ ہوگی انسان ایک کام بھی نہ کر سکے گا کہ دن ختم ہو جائے گا یا اس طرح کہ لوگ مصیبتوں ، آفتوں میں مبتلا ہو جائیں گے کہ انہیں وقت محسوس نہ ہوگا۔ مصیبت کا زمانہ اگر محسوس کیا جائے تو دراز محسوس ہوتا ہے اگر احساس ہی نہ رہے اور ہوش اڑ جائے تو وقت محسوس ہی نہیں ہوتا یا لوگوں میں عیش و آرام بہت زیادہ ہوگا اور عیش و آرام کا زمانہ محسوس نہیں ہوتا۔

" ضرمہ " ض کے فتح اور " ر " کے کسرہ سے بمعنیٰ آگ سلگانا جو جلانے سے پہلے ہوتا ہے یہ فرمانِ عالی بطور مثال سمجھانے کے لئے ہے۔ یہاں ساعت سے مراد پل، سیکنڈ یا گھڑی نہیں بلکہ کم از کم ایک گھنٹہ مراد ہے۔(مرآت)

☆حدیث نمبر ۲۶

وَعَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ فَخَرَجْنَا فِيْ بَعْضِ نَوَاحِيْهَا فَمَا اسْتَقْبَلَهُ جَبَلٌ وَلَا شَجَرٌ اِلَّا هُوَ يَقُوْلُ ا

لسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ

(مشکوٰۃ باب المعجزات)

☆ترجمہ

حضرت علی ابن ابی طالبؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ مکہ میں تھا کہ ہم لوگ اس کے بعض اطراف میں گئے، تو جو درخت، پتھر آپ ﷺ کے سامنے آتا تھا وہ کہتا تھا یا رسول اللہ آپ پر سلام ہو۔

(ترمذی و دارمی)

☆تشریح

غالبًا یہ واقعہ ظہورِ نبوت کے بعد کا ہے، آپؓ کسی کام کے لئے حضور ﷺ کے ساتھ مکہ کے اطراف میں گئے تھے۔

ظاہر یہ ہے کہ درختوں، پتھروں کا یہ سلام حضرت علیؓ نے خود سنا۔ لہذا اس واقعہ میں حضور ﷺ کا معجزہ اور حضرت علیؓ کی کرامت دونوں کا ذکر ہے۔ اس حدیثِ پاک سے معلوم ہوا کہ ہمارا یہ عرض کرنا ،، اَلصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰه ،، شرک یا حرام نہیں بلکہ جائز ہے، اسے تو پتھر اور درخت بھی حرام نہیں سمجھتے، نماز میں سبھی پڑھتے ہیں ،، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ ،، سلام ہو آپ پر اے نبی ﷺ۔

ترمذی اور دارمی کی ایک اور روایت میں حضرت ابو موسیٰؓ فرماتے ہیں کہ

ابو طالب شام کی طرف گئے ان کے ساتھ نبی کریم ﷺ قریش کے سرداروں کی جماعت میں تشریف لے گئے، جب وہ راہب پر پہنچے تو اترے، سواریاں کھولیں ۔ان کے پاس راہب آگیا، حالانکہ اس سے قبل یہ لوگ گزرتے تھے تو وہ ان کے پاس نہ آتا تھا- وہ لوگ ابھی اپنا سامان کھول رہے تھے کہ راہب ان لوگوں کے درمیان گھسنے لگا حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ کا ہاتھ پکڑا اور بولا یہ تمام نبیوں کے سردار ہیں- یہ ربُ العالمین کے رسول ہیں اللہ تعالیٰ انہیں جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجے گا ،تو قریش کے سرداروں نے پوچھا تجھ کو کیسے علم ہوا- وہ بولا تم جب اس گھاٹی کے سامنے آئے تو تمام درختوں اور پتھروں نے سجدہ کیا- یہ مخلوق اللہ کے سوا کسی کو سجدہ نہیں کرتی اور میں اس مہرِ نبوت سے پہچان گیا ہوں جو ان کے کندھے کی ہڈی کے نیچے سیب کی طرح ہے-

راوی فرماتے ہیں کہ راہب چلا گیا ان کے لئے کھانا تیار کرا کے لایا تو اس وقت حضور ﷺ اونٹ چرانے میں مشغول تھے- وہ کہنے لگا انہیں بُلا لاؤ چنانچہ آپ ﷺ تشریف لائے تو آپ پر بادل سایہ کئے ہوئے تھا- جب آپ ﷺ قریب آئے تو دیکھا کہ درخت کے سائے پر قبضہ ہو چکا ہے چنانچہ آپ ﷺ ایک طرف بیٹھ گئے درخت کا سایہ آپ ﷺ پر جھک گیا- پھر وہ راہب بولا میں تم کو قسم دیتا ہوں ان کا ولی کون ہے لوگوں نے کہا ابو طالب ہیں وہ انہیں قسمیں دیتا رہا کہ یہ شخصیت ایسی ہے کہ کسی وقت بھی کوئی خطرہ پیش آسکتا ہے- انہیں واپس لے جاؤ حتیٰ کہ ابو طالب نے آپ ﷺ کو واپس بھیج دیا -راہب نے بسکٹ اور زیتون کا توشہ دیا تھا

(مرآت)

شیخ محقق عبد الحق دہلوی فرماتے ہیں کہ اس وقت حضور ﷺ کی عمر بارہ

سال تھی-ابو طالب تجارتی قافلہ لے کر مکہ سے شام کی طرف گئے تھے- حضور ﷺ
خوشی تشریف لے گئے تھے ، گویا راز یہ تھا کہ راہب جمال دیکھ کر ایمان لائے-اس
عیسائی پادری کا نام بحیرہ تھا اور اس کی منزل کا نام بصری تھا جو شام میں ہے-

(اشعۃ)

پادری انجیل کا بڑا عالم تھا اور عابد بھی، وہ اس راستے پر بیٹھا ہی اس لئے تھا کہ نبی آخرالزماں ﷺ اس راہ سے گزریں گے، گویا اسے زیارت کا شوق تھا-

ملا علی قاری حنفی فرماتے ہیں کہ اَلْعَالَمِیْنَ سے مراد اولین و آخرین تمام جہان ہیں- حضورؐ گزشتہ ، موجودہ ، آئندہ ساری مخلوق کے نبیِ رحمت اور سردار ہیں - اب سارے انبیاء کرامؑ اور ان کی امتیں حضور ﷺ کی امت ہیں-

(مرقات)

وہ راہب اس زمانے کے اولیاء اللہ میں سے تھا اس نے کشف سے ان تمام کا سجدہ دیکھ لیا تھا-خیال رہے اولیاء اللہ کا وجود دین کی حقانیت کی دلیل ہے-اس وقت عیسائیت تھی وہاں اولیاء اللہ تھے، عیسائیت منسوخ ہوتے ہی ولایت نہ رہی ، معلوم ہوا جس مذہب میں ولی ہوں وہ مذہب حق ہے-

گرمیوں میں دن کے وقت بادل حضور انور ﷺ پر سایہ کرتا تھا رات کو نہیں اور سردیوں کے موسم میں سایہ نہ کرتا تھا- آپ ﷺ کا جسم اقدس اوّل ہی سے بے سایہ اور خوشبودار تھا- کبھی جسم مبارک پر مکھی نہیں بیٹھی، بعض نادان کہتے ہیں کہ جب حضور انور ﷺ پر بادل سایہ کئے رہتا تھا تو جسم اقدس کا بے سایہ ہونا کیونکر معلوم ہوا-ان کا یہ سوال عبث ہے کیونکہ سایہ صرف دھوپ میں نہیں پڑتا بلکہ چاندنی میں اور شمع کے سامنے بھی پڑتا ہے-اور رات کے وقت بادل سایہ نہ کرتا

تھا، نیز سردیوں میں بھی بادل کا سایہ نہ ہوتا۔ (مرآت)

صاحب اشعۃ فرماتے ہیں کہ حاکم کی روایت میں ہے کہ اس دوران جب کہ حضورؐ بمعہ قافلہ شام جا رہے تھے، تو راہب کو سات رومی ملے جو حضور ﷺ کے قتل کے ارادے سے اس طرف آ رہے تھے۔ انہیں بھی کاہنوں نے پتہ بتایا تھا کہ نبی آخر الزمان اس ماہ اس راستے سے گذریں گے۔ بحیرہ نے بمشکل انہیں واپس کیا۔

(اشعۃ)

مسلم شریف میں حضرت جابرؓ بن سمرۃ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں مکہ کے اس پتھر کو پہچانتا ہوں جو اعلانِ نبوت سے پہلے مجھ کو سلام کیا کرتا تھا۔ میں اس پتھر کو اب بھی پہچانتا ہوں۔ (شرح مسلم)

وہ پتھر ان لوگوں سے کہیں افضل ہیں جو آج بھی اپنے نبی ﷺ پر سلام بھیجنے پر ہمہ وقت معترض رہتے ہیں۔

☆ حدیث نمبر ۲۷

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍؓ قَالَ كُنَّا نَعُدُّ الْاٰيَاتِ بَرَكَةً وَاَنْتُمْ تَعُدُّوْنَهَا تَخْوِيْفًا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ سَفَرٍ فَقَلَّ الْمَاءُ فَقَالَ اُطْلُبُوْا فَضْلَةً مِنْ مَّاءٍ فَجَاءُوْا بِاِنَاءٍ فِيْهِ مَاءٌ قَلِيْلٌ فَاَدْخَلَ يَدَهٗ فِى الْاِنَاءِ ثُمَّ قَالَ حَىَّ عَلَى الطَّهُوْرِ الْمُبَارَكِ وَالْبَرَكَةُ مِنَ

اللّٰہِ فَلَقَدْ رَاَیْتُ الْمَاءَ یَنْبَعُ مِنْ بَیْنِ اَصَابِعِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَلَقَدْ کُنَّا نَسْمَعُ تَسْبِیْحَ الطَّعَامِ وَھُوَ یُؤْکَلُ رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ -

(مشکوٰۃ باب المعجزات)

☆ترجمہ

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ ہم معجزات کو برکت شمار کرتے تھے اور تم انہیں ڈر کی چیز سمجھتے ہو ہم ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے تو پانی کم ہو گیا، فرمایا کچھ بچا کھچا پانی تلاش کرو، لوگ ایک برتن لائے جس میں تھوڑا سا پانی تھا- حضور ﷺ نے برتن میں اپنا ہاتھ ڈال دیا، پھر فرمایا آؤ برکت والے پاک پانی اور اللہ کی برکت پر- میں نے پانی کو دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کی انگلیوں کے درمیان سے پھوٹ رہا ہے اور یقیناً ہم کھانے کی تسبیح سنتے تھے حالانکہ وہ کھایا جاتا تھا- (بخاری)

☆تشریح

حدیث شریف میں آیات سے مراد حضور ﷺ کے معجزات ہیں- مقصد یہ ہے کہ تم ان قرآنی آیات سے یہ مت سمجھ لینا کہ معجزات ڈرانے یا قوموں پر عذاب کے لئے ہی آتے ہیں، جیسے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی وغیرہ بلکہ

مومنین کے لئے رحمت ہوتے ہیں، اور سرکش کے لئے عذاب جو معجزہ مانگیں اور دکھائے جانے پر ایمان نہ لائیں ان پر عذاب آجاتا ہے۔

سرکار نے فرمایا کسی برتن میں کسی کے پاس کچھ بچا کھچا پانی ہو تو لاؤ، خیال رہے یہاں برکت کا معجزہ دکھانا مقصود تھا۔ اس لئے پانی منگوایا۔ ورنہ آپ ﷺ کو اس بات کی ضرورت نہ تھی، سوکھے برتن میں بھی پانی پیدا ہو سکتا تھا۔ فرمایا یہ پانی پاک اور پاکگر بھی ہے، اور برکت والا بھی ہے کہ تھوڑا پانی سب کو کافی ہوگا اور تمام پانیوں سے افضل اور اعلیٰ بھی ہے کہ ہماری انگلیوں سے اس کا چشمہ پھوٹا ہے۔ دنیا میں تین پانی بڑے افضل ہیں اوّل نمبر یہ پانی کیونکہ حضور ﷺ کی انگلیوں سے ظاہر ہوا، دوم نمبر زمزم جو حضرت اسماعیل علیہ السلام کے قدم سے پیدا ہوا، سوم نمبر وہ پانی جو حضرت ایوب علیہ السلام کی ایڑی سے پیدا ہوا تھا۔ رب فرماتا ہے =

اُرْکُضْ بِرِجْلِکَ هٰذَا مُغْتَسَلٌ بَارِدٌ وَّ شَرَابٌ (اپنے پاؤں سے لات مار، یہ نہانے اور پینے کی ٹھنڈی جگہ ہے) (پ ۲۳ ص)

بعض کے نزدیک پھر وہ پانی جو جناب مریم کے لئے جاری کیا گیا۔

قَدْ جَعَلَ رَبُّکِ تَحْتَکِ سَرِیًّا (تمہارے رب نے تمہارے نیچے ایک چشمہ جاری کردیا ہے) (پ ۱۶ مریم)

خیال رہے جس پانی کو اللہ والوں سے نسبت ہو جائے اس کی عزت و عظمت ہے اور جس کو بتوں سے نسبت ہو وہ منحوس، اگرچہ دونوں پانی اللہ کی مخلوق ہیں۔ آبِ زمزم کی تعظیم ایمان کا رکن ہے اور گنگا کے پانی کی تعظیم کفر ہے، کیونکہ علامتِ کفر ہے۔ (مرآت)

شارح بخاری فرماتے ہیں کہ علامہ عینی اور کرمانی نے کہا کہ یہ پانی تو جناب

رسول اللہ ﷺ کی انگلیوں ہی سے نکل رہا تھا یا بذات خود پانی زیادہ ہو رہا تھا، اور انگلیوں سے جوش مار کر بہہ رہا تھا۔ یہ بہت بڑا معجزہ ہے۔ گو موسیٰ علیہ السلام نے پتھر پر لاٹھی مار کر اس سے پانی جاری کیا تھا، لیکن پتھروں سے طبعاً پانی نکلتا رہتا ہے، ان سے چشمے پھوٹتے ہی رہتے ہیں۔ مگر ہاتھ کی انگلیوں سے پانی کا بہہ نکلنا عجیب تر ہے۔ اس لئے ہمارے نبی ﷺ کے اس معجزے کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزہ پر فوقیت ہے۔

علامہ عینی نے کہا کہ قرطبی نے ذکر کیا کہ سرورِ کائنات ﷺ کی انگلیوں سے پانی کا نکلنا کئی مواقع میں ظہور پذیر ہوا ہے، اور بہت سے مقامات میں ایسا پایا گیا ہے۔ ہمارے نبی کریم ﷺ کے سوا کسی نبی سے ایسا معجزہ نہیں دیکھا گیا کہ کسی نبی کی ہڈیوں، پٹھوں اور گوشت پوست سے پانی جوش مار کر نکلا ہو۔ (تفہیم البخاری)

شارح مسلم فرماتے ہیں کہ سب سے افضل پانی وہ ہے جو آپ ﷺ کی انگلیوں سے جاری ہوا، پھر زمزم کا پانی افضل ہے حتیٰ کہ جنت کی نہروں اور کوثر و تسنیم سے بھی افضل ہے۔ (شرح مسلم)

☆ حدیث نمبر ۲۸

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا خَطَبَ اِسْتَنَدَ اِلٰى جِذْعِ نَخْلَةٍ مِنْ سَوَارِى الْمَسْجِدِ فَلَمَّا صُنِعَ لَهُ الْمِنْبَرُ فَاسْتَوٰى عَلَيْهِ صَاحَتِ ا

لِلنَّخْلَةِ الَّتِیْ کَانَ یَخْطُبُ عِنْدَھَا حَتّٰی کَادَتْ اَنْ تَنْشَقَّ فَنَزَلَ النَّبِیُّ ﷺ حَتّٰی اَخَذَھَا فَضَمَّھَا اِلَیْہِ فَجَعَلَتْ تَاِنُّ اَنِیْنَ الصَّبِیِّ الَّذِیْ یُسَکَّتُ حَتّٰی اسْتَقَرَّتْ قَالَ بَکَتْ عَلٰی مَا کَانَتْ تَسْمَعُ مِنَ الذِّکْرِ رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ

(مشکوٰۃ باب المعجزات)

☆ترجمہ

حضرت جابرؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب خطبہ پڑھتے تو کھجور کے ایک ڈنڈے سے ٹیک لگا لیتے تھے- جو مسجد کے ستونوں میں سے ایک تھا، پھر جب حضور ﷺ کے لئے منبر بنادیا گیا تو آپ اس پر جلوہ گر ہوئے، تو جس ستون کے پاس آپ ﷺ خطبہ پڑھا کرتے تھے وہ چیخ پڑا حتیٰ کہ قریب تھا کہ چر جاوے- نبی کریم ﷺ منبر سے اترے حتیٰ کہ اسے پکڑا اپنے ساتھ چمٹایا تو وہ سسکیاں بھرنے لگا اس بچے کی سسکیوں کی طرح جسے چپ کرایا جائے حتیٰ کہ قرار پکڑ گیا- راوی نے کہا کہ وہ اس ذکر الٰہی پر رویا جو وہ سنا کرتا تھا- (بخاری)

☆تشریح

اس ستون کا نام اسطوانِ حنانہ ہے، حنانہ بنا ہے حنین سے بمعنیٰ

باریک آواز سے رونا- یہ ستون محرابُ النبی ﷺ کے بائیں طرف بالکل متصل ہے- اب وہاں نیا ستون بنایا گیا ہے- اسے اب بھی حنانہ کہتے ہیں ، یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب منبر نہیں بنا تھا- حضور انور ﷺ زمین پر ہی کھڑے ہو کر خطبہ فرماتے تھے حنانہ کے رونے کی آواز تمام صحابہؓ نے سنی ، یہ ستون کیوں رویا؟ اس کے متعلق بعض ظاہر بین لوگوں نے کہا ہے کہ وہ ذکرِ الٰہی سنا کرتا تھا اب اس محرومی پر رویا ہے مگر یہ سوچ محض غلط ہے، آج ہم لوگ بھی ذکرِ الٰہی کرتے ہیں ، ستون کیوں نہیں روتے- نیز خطبہ کی آواز تو منبر سے بھی اس تک پہنچ رہی تھی- کیونکہ وہ منبر سے بالکل قریب تھا- نیز پھر وہ حضور ﷺ کے سینہ سے لگا لینے پر خاموش کیوں ہوا -وجہ صرف یہ تھی جو مولانا رومؒ فرماتے ہیں-

مسندت من بودم از من تاختی
بر سرِ منبر تو مسند ساختی
در فراق تو مرا چوں سوخت جان
چوں نہ نالم بے تو اے جان جہاں

ترجمہ = آپ کی مسند (بیٹھنے کی جگہ) تو میں تھا اب مجھ سے دور ہو گئے ہو، اور منبر پر اپنی مسند بنالی ہے- میری جان تو آپ کے فراق (جدائی) میں جل رہی ہے، تو اے! جہاں کی جان میں کس طرح تیرے بغیر نالہ نہ کروں (روؤں)- یہ گریہ زاری اس لئے تھی کہ وہ جمعہ کے دن پشتِ پاک مصطفےٰ ﷺ کے بوسے لیتا تھا آج اس وصال کی نعمت سے محروم ہو گیا اور اس فراق پر رو دیا-

فلسفی کو منکرِ حنانہ است — از حواسِ انبیاء بے گانہ است

ترجمہ = فلسفی جو حنانہ کے واقعہ سے انکار کرتا ہے- وہ (اس لئے) کہ حواسِ انبیاء

کے ادراک سے ناواقف ہے۔

جب حضور علیہ السلام نے اس ستون کو سینہ پاک سے لگایا تو وہ اس طرح سسکیاں بھرنے لگا جیسے روتے بچے کو ماں سینے سے لگائے تو وہ خاموش ہونے سے پہلے سسکیاں بھرتا ہے۔ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ تمام حسینانِ جہاں صرف انسانوں کے محبوب رہے مگر حضور علیہ السلام ایسے انوکھے حسین ہیں کہ ساری مخلوقات کے محبوب ہیں، کیوں نہ ہو کہ خالق کے محبوب جو ٹھہرے، دیکھو لکڑیاں فراق میں گریہ وزاری کر رہی ہیں۔ دوسرا یہ کہ سارے حسینوں کا یہ حال ہے کہ انہیں دیکھا ہزاروں نے مگر عاشق ایک ہوا۔ حُسنِ یوسفؑ کی عاشق صرف زلیخا، لیلیٰ پر فریفتہ صرف مجنوں مگر حضور علیہ السلام ایسے حسین ہیں کہ آج انہیں دیکھنے والا کوئی نہیں مگر جان قربان کرنے والے لاکھوں عاشق موجود ہیں۔ حُسنِ یوسفؑ صرف مصر کے بازار میں چمکا مگر حُسنِ محمدی علیہ السلام ہر جگہ تا ابد چمک رہا ہے۔

حُسنِ یوسفؑ پہ کٹیں مصر میں انگشتِ زناں
سر کٹاتے ہیں ترے نام پہ مردانِ عرب

ستونِ حنانہ ذکرِ الٰہی پر روتا تھا یہ حاشیہ آرائی صرف قتادہ کی ہے مگر قتادہ کے ذکر پر کبھی کوئی ستون نہیں رویا۔ یہ محض غلط ہے۔ وہ فراقِ رسول علیہ السلام میں روتا تھا۔ خواجہ حسن بصریؒ جب یہ حدیث پڑھتے تو بہت روتے تھے، فرماتے تھے کہ حضور علیہ السلام کے عشق میں خشک لکڑی روئی تم اس لکڑی سے کم نہ ہو۔ (مرآت)

صاحبِ اشعۃ فرماتے ہیں کہ علماء نے فرمایا کہ معجزۂ شق القمر اور ستون کے رونے کی احادیث معناً متواتر ہیں لفظاً مشہور مستفیض ہیں۔ (اشعۃ)

صاحبِ مرقات نے فرمایا کہ ستونِ حنانہ قربِ رسول اللہ علیہ السلام فوت

ہونے پہ رویا تھا۔ (مرقات)

دارمی نے بریدہ سے روایت ذکر کی ہے کہ سرورِ کائنات ﷺ نے ستونِ حنانہ سے فرمایا کہ دو باتوں میں سے ایک اختیار کر لو۔ میں تجھے اسی جگہ رکھ دیتا ہوں جہاں سے تو لایا گیا ہے۔ یا پھر تجھے جنت کا درخت بنا دیتا ہوں تو وہاں کی نہروں کا پانی پئے گا۔ تیری شکل و صورت اچھی ہو گی اور پھلدار ہو گا۔ اولیاء اللہ تیرا پھل کھائیں گے اس نے جناب رسول اللہ ﷺ سے عرض کی کہ آپ مجھے جنت کا درخت بنا دیں۔ (عینی، تفہیم البخاری)

علامہ سعیدی فرماتے ہیں کہ صحیح بخاری کی اس روایت سے معلوم ہوا کہ کھجور کا تنا بھی آپ ﷺ کو پہچانتا تھا، آپ سے محبت کرتا تھا، آپ کے فراق میں دھاڑیں مار مار کر روتا تھا اور یہ تمام امور بغیر حیات کے متصوّر نہیں ہو سکتے۔ معلوم ہوا کہ رسول ﷺ کے قرب اور لمس سے اس تنے میں اللہ نے حیات پیدا فرما دی تھی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام مردوں کو زندہ کر دیتے تھے جن میں پہلے عادتاً اور عرفاً حیات ہوتی تھی، مگر زیادہ حیرت اور کمال کی بات تو یہ ہے کہ آپ ﷺ کے لمس اور قرب سے کھجور کے تنے میں جان آ گئی جس میں عادتاً اور عرفاً حیات نہیں ہوتی جنکے اعجاز آفرین لمس سے بے جان میں حیات آ جائے تو پھر خود ان کی حیات کی عظمتوں کا کیا کہنا۔

کھجور کا خشک تنا تو آپ ﷺ کے فراق میں روئے مگر کلمہ پڑھنے والا انسان آپ کی محبت اور فراق میں نہ روئے، تو بے جان کھجور سے بھی گیا گذرا ہے۔

(شرح مسلم)

مولانا فرماتے ہیں

کم ز خاکی ، چونکہ خاکے یار یافت
در بہارے صد ہزار انوار یافت

ترجمہ = کیا تو مٹی سے بھی گیا گذرا ہے ، کیونکہ مٹی جب بہار میں یار سے ملتی ہے یعنی بارش ، تو اس میں سو ہزار سبزہ اگ آتا ہے۔

☆ حدیث نمبر ۲۹

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ اَصَابَتِ النَّاسَ سَنَةٌ عَلٰی عَہْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فَبَیْنَا النَّبِیُّ ﷺ یَخْطُبُ فِی یَوْمِ الْجُمُعَةِ قَامَ اَعْرَابِیٌّ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ھَلَکَ الْمَالُ وَ جَاعَ الْعِیَالُ فَادْعُ اللّٰہَ لَنَا فَرَفَعَ یَدَیْہِ وَمَا نَرٰی فِی السَّمَآءِ قَزْعَةً فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ مَا وَضَعَھَا حَتّٰی ثَارَ السَّحَابُ اَمْثَالَ الْجِبَالِ ثُمَّ لَمْ یَنْزِلْ عَنْ مِنْبَرِہٖ حَتّٰی رَاَیْتُ الْمَطَرَ یَتَحَادَرُ عَلٰی لِحْیَتِہٖ فَمُطِرْنَا یَوْمَنَا ذٰلِکَ وَمِنَ الْغَدِ وَمِنْ بَعْدِ الْغَدِ حَتَّی الْجُمُعَةِ الْاُخْرٰی وَقَامَ ذٰلِکَ الْاَعْرَابِیُّ اَوْ غَیْرُہٗ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ تَھَدَّمَ الْبِنَاءُ وَغَرِقَ الْمَالُ فَادْعُ اللّٰہَ لَنَا فَرَفَعَ یَدَیْہِ فَقَالَ اَللّٰھُمَّ حَوَالَیْنَا وَلَا عَلَیْنَا فَمَا یُشِیْرُ اِلٰی نَاحِیَةٍ مِنَ السَّحَابِ اِلَّا

اُنْفَرَجَتْ وَصَارَتِ الْمَدِيْنَةُ مِثْلَ الْجَوْبَةِ وَسَالَ الْوَادِيُ قَنَاةُ شَهْرًا وَلَمْ يَجِيْءُ اَحَدٌ مِّنْ نَاحِيَةٍ اِلَّا حَدَّثَ بِالْجُوْدِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ (مشکوٰۃ باب المعجزات)

☆ترجمہ

حضرت انسؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں لوگوں کو سخت قحط سالی نے گھیر لیا، تو جب نبی کریم ﷺ جمعۃ المبارک کا خطبہ پڑھ رہے تھے تو ایک دیہاتی اٹھا اور بولا یارسول اللہ ﷺ مال برباد ہو گیا اور بچے بھوکے ہو گئے، آپ ہمارے لئے اللہ سے دعا فرمائیں۔ تو حضور ﷺ نے اپنے ہاتھ اٹھائے ہم آسمان میں بادل نہیں دیکھتے تھے۔ تو اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ حضورؐ نے ابھی ہاتھ نیچے نہ کئے تھے حتیٰ کہ بادل پہاڑوں کی طرح اٹھا پھر حضور ﷺ اپنے منبر سے نہ اترے تھے کہ میں نے آپ ﷺ کی داڑھی مبارک سے بارش ٹپکتے دیکھی، پھر ہم پر آج، کل اور پرسوں دوسرے جمعہ تک ہوتی رہی۔ اور یہی بدو یا کوئی اور دوسرا آدمی کھڑا ہوا اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ عمارتیں گر گئیں مال ڈوب گئے آپ اللہ سے دعا کریں، تو حضور ﷺ نے ہاتھ اٹھا کر عرض کیا اے اللہ ہمارے آس پاس برسا ہم پر نہ برسا۔ پھر آپ بادل کے کسی گوشہ کی طرف اشارہ نہ فرماتے مگر وہ چر جاتا اور مدینہ شریف تالاب کی طرح ہو گیا اور وادی قنات ایک مہینہ تک بہتی رہی کسی طرف سے کوئی بھی آتا تو بارش کی خبر دیتا۔ (مسلم و بخاری)

☆ تشریح

حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ اپنے فقر و فاقہ کی شکایت حضور ﷺ سے کرنا ، انہیں اپنے دکھ سنانا سنتِ صحابہؓ ہے۔ ہم بھی عرض کر سکتے ہیں کہ یارسُول اللہ گناہوں نے ہماری پیٹھ (کمر) توڑ دی ہے، آپ ﷺ پناہ دیجئے

مولانا جامیؒ فرماتے ہیں۔

یارسُول اللہ بسوئے تو پناہ آوردہ ام

ہمچو کاہے عاجزم کوہے گناہ آوردہ ام

ترجمہ = یارسُول اللہ ﷺ میں آپ کی طرف پناہ لینے آیا ہوں ، ایک تنکے کی طرح عاجز ہوں لیکن گناہ کا ایک پہاڑ لے کر آیا ہوں۔

ان دکھڑے سنانے کی اصل یہ حدیث ہے۔ صحابہ کرامؓ نے بارش کی دعا خود نہ کی بلکہ حضور ﷺ سے دعا کے لئے عرض کیا۔ معلوم ہوا کہ ہماری دعاؤں اور حضور ﷺ کی دعا میں فرق ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ استسقاء کے لئے نماز پڑھنا شرط نہیں، صرف دعا بھی استسقاء ہے۔ یہ امام صاحب کی دلیل ہے امام ابو حنیفہؒ نماز کا انکار نہیں کرتے بلکہ اسے شرط نہیں مانتے، دیکھو حضور ﷺ نے صرف دعا کی تو بارش آگئی۔ معلوم ہوا کہ عین خطبہ جمعہ میں دعا مانگ سکتے ہیں، یاد رہے کہ امام صاحب کے نزدیک بارش کے لئے دعا استغفار کا پڑھنا ہے۔ قزعہ بادل کے چھوٹے ٹکڑے کو کہا جاتا ہے۔ اس وقت آسمان بالکل شیشے کی طرح صاف تھا۔ جونہی سرکار نے ہاتھ اٹھائے بادل آیا اور بارش شروع ہوگئی۔ اللہ اکبر دعا تھی یا تیر تھا جو

قبولیت کے نشانے پر لگا- دورانِ خطبہ بارش شروع ہوئی اور مسجد کی چھت ٹپکنے بھی لگی، اور حضور ﷺ کے رخسار پر قربان ہو کے گرنے بھی لگی- صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّبَارَكَ وَسَلَّمَ عَلَيْهِ - یارسُول اللہ ہمارے خشک دلوں پر بھی کرم کی بارش برسادو-

اَنَا فِیْ عَطَشٍ وَّسَخَاکَ اَتَمّ اے گیسوئے پاک اے ابرِ کرم
برسن ہارے رِم جھم رِم جھم دو بوند ادھر بھی گرا جانا

صحابہ کرامؓ یہ سمجھتے تھے کہ جن کی دعا بارش لائی ہے انہی کی دعا بارش ہٹائے گی- اس لئے بارش تھمنے کی دعا خود نہ کی بلکہ حضور ﷺ سے کرائی معلوم ہوا کوئی شخص کسی درجہ پر پہنچ کر حضور ﷺ سے بے نیاز نہیں ہو سکتا-

اعلیٰ حضرتؒ فرماتے ہیں-

وہ جہنم میں گیا جو ان سے مستغنی ہوا
ہے خلیل اللہ کو حاجت رسول اللہؐ کی

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بارش اگر مضر ہو تو اس کے بند کرنے کی دعا کرنا بھی جائز ہے- بارش حد میں ہو تو رحمت ہے اگر حد سے بڑھ جائے تو زحمت ہے- جو لوگ کہتے ہیں کہ بارش رحمت ہے رکنے کی دعا نہیں کرنا چاہئے، یہ غلط ہے-

حضور ﷺ نے دعا کے بعد اپنے خداداد اختیارات کا اظہار بھی فرمایا ایک بار اسی انگلی کے اشارے سے چاند دو ٹکڑے کر دیا تھا- اسی اشارہ سے ڈوبا ہوا سورج خیبر میں واپس لوٹا دیا- اسی انگلی کے اشارے سے جما ہوا بادل پھاڑ دیا اور واپس لوٹا دیا-

حضرت سلیمان علیہ السلام کے قبضہ میں ہوا دی گئی تھی- وَسَخَّرْنَا لَهُ ا

لِلرِّيْحَ تَجْرِيْ بِأَمْرِهٖ -ترجمہ۔اور ہم نے اس کے لئے ہوا کو مسخر کر دیا جو اس کے حکم سے چلتی تھی - (پ ۲۳ ص) حضور علیہ کے قبضہ میں ساری خدائی دے دی علیہ- (مرآت)

ملا علی قاری حنفی فرماتے ہیں کہ بارش سے مدینہ پاک کی زمین میں پانی ایسا بھرا تھا جیسے تالاب میں بھرا ہوتا ہے-اس پانی پر اب دھوپ پڑ رہی تھی (مرقات)

شیخ محقق عبدالحق محدّث دہلوی فرماتے ہیں کہ جوبہ کے معنی ہیں بڑی گیند یعنی مدینہ پاک کے اوپر آسمان گیند کی طرح ہو گیا کہ یہاں بادل کوئی نہیں آس پاس بادل تھا اور ضرورت کی جگہ برس رہا تھا- (اشعۃ)

وادیٔ قنات ایک ماہ تک بہتی رہی قنات ایک جنگل کا نام ہے-اس میں پہاڑی پانی آتا تھا گویا یہ ایک نالہ تھا جو عام طور پر خشک رہتا تھا،بارش ہونے پر بہتا تھا- فرماتے ہیں کہ اتنی بارش ہو چکی تھی کہ ایک ماہ تک پہاڑ سے پانی اس نالے میں بہتا رہا -

معلوم ہوتا ہے اولاً بارش صرف مدینہ پاک پر ہوئی پھر دوسری دعا سے ارد گرد مقامات پر ہوئی اور دوسری دعا کے بعد لوگ جس طرف سے بھی آئے بارش کی خبر لائے- حضور علیہ کا فیضان عام ہوا جس سے دُور ونزدیک سب نے فائدہ اٹھایا-

کرم سب پر ہے کوئی ہو کہیں ہو تم ایسے رَحْمَةُ الِّلْعٰلَمِيْن ہو

خیال رہے گذشتہ جمعہ کو یہ حضرات دھوپ میں مسجد میں آئے تھے بارش لے کر گھروں کو گئے تھے- آج اس کے برعکس بارش میں مسجد میں تشریف لائے اور دھوپ لے کر گھر گئے- (مرآت)

شارح بخاری فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں نبوت کی واضح دلیل ہے- جبکہ

سرورِ کائنات علیہ السلام کے ذرہ بھر اشارہ سے موسلادھار بارش ہوئی اور یکسر قحط سالی کا سماں خوشحالی میں بدل گیا۔ (تفہیم البخاری)

☆ حدیث نمبر ۳۰

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ اِنَّ رَجُلًا کَانَ یَکْتُبُ لِلنَّبِیِّ ﷺ فَارْتَدَّ عَنِ الْاِسْلَامِ وَلَحِقَ بِالْمُشْرِکِیْنَ فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ اِنَّ الْاَرْضَ لَا تَقْبَلُہٗ فَاَخْبَرَنِیْ اَبُوْ طَلْحَۃَ اَنَّہٗ اَتَی الْاَرْضَ الَّتِیْ مَاتَ فِیْھَا فَوَجَدَہٗ مَنْبُوْذًا فَقَالَ مَا شَانُ ھٰذَا فَقَالُوْا دَفَنَّاہُ مِرَارًا فَلَمْ تَقْبَلْہُ الْاَرْضُ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

(مشکوٰۃ باب المعجزات)

☆ترجمہ

حضرت انسؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم علیہ السلام کی خدمت میں کاتب تھا، وہ اسلام سے پھر گیا۔ اور مشرکین سے جا ملا۔ تو نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا اسے زمین قبول نہیں کرے گی۔ مجھے ابو طلحہؓ نے خبر دی کہ میں اس زمین میں گیا جہاں وہ مرا تھا۔ اسے باہر پھینکا ہوا پایا، تو پوچھا اس میت کا کیا حال ہے، لوگوں نے کہا کہ ہم نے اس کو بارہا دفن کیا مگر اسے زمین قبول نہیں کرتی۔

(بخاری و مسلم)

☆ تشریح

یہ شخص جو کاتبِ وحی تھا، پہلے عیسائی تھا بعد میں مسلمان ہوا اور بارگاہ عالی میں اتنا قرب حاصل کر گیا کہ حضور ﷺ کے ہاں کاتبِ وحی ہو گیا۔ مگر پھر مرتد ہو کر عیسائی بن گیا۔ (معاذ اللہ) جس طرح ابلیس نے بہت قربِ الٰہی حاصل کیا پھر اکڑنے پر مارا گیا۔ (مرآت)

بعض نے کہا ہے کہ وہ شخص عبداللہ ابن سرح تھا، مگر یہ درست نہیں ہے کیونکہ حسب روایت وہ تو مرتد ہونے کے بعد پھر مسلمان ہو گیا تھا۔ (مرقات)

وہ مرتد ہو کر مشرکین سے کہنے لگا کہ حضور ﷺ کو قرآن میں سکھاتا تھا۔ جو میں بتاتا تھا وہی وحی سمجھ کر لکھ لیا جاتا تھا۔ (معاذ اللہ)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ عنقریب ہی کافر مرے گا اور اس کی لاش قبر میں نہ رہ سکے گی۔ بلکہ اسے نکال پھینکے گی۔ حدیثِ پاک میں تین غیبی خبریں ہیں جو ہو بہو پوری ہوئیں۔

اس حدیثِ پاک سے معلوم ہوا کہ زمین بھی حضور ﷺ کے دوست و دشمن کو پہچانتی ہے اور حضور ﷺ کے حکم کے تابع ہے کہ جس طرح حضور ﷺ نے فرمایا بالکل ویسا ہی ہوا۔ ابو لہب کے بیٹے عتبہ کے متعلق حضور ﷺ نے فرمایا اسے شیر پھاڑے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ ایک شیر نے سب کے منہ سونگھے اس کا منہ سونگھ کر اسے پھاڑ ڈالا۔ (مرآت)

مسلم شریف کی ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں میری ماں مشرک تھیں میں دعوتِ اسلام دیتا تو وہ رسول اللہ ﷺ کے متعلق نازیبا باتیں کہتی جو مجھے ناپسند تھیں۔ ایک دن میں روتا ہوا بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ابو ہریرہؓ کی ماں کے لئے ہدایت کی دعا فرمادیں آپ ﷺ نے دعا فرمائی میں دوڑتا ہوا خوشی سے نکلا جب دروازے پر پہنچا تو وہ بند تھا۔ ماں نے قدموں کی آہٹ سنی تو کہا ٹھہر جاؤ میں نے پانی انڈیلنے کی آواز سنی پھر بغیر دوپٹہ کے جلدی جلدی ماں نے دروازہ کھولا اور بولیں اے ابو ہریرہؓ۔

اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں خوشی سے روتا ہوا دوڑ کر بارگاہِ نبویؐ میں حاضر ہوا تو سرکارؐ نے اللہ کا شکر ادا کیا اور دعائے خیر کی۔

(مسلم)

اس حدیثِ پاک سے معلوم ہوا کہ اپنے والدین کو بھی تبلیغ کی جائے جب وہ کافر، مشرک، بت پرست ہوں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ ابو ہریرہؓ کو پختہ یقین تھا کہ سرکارؐ نے دعا فرمائی ہے، میری ماں کو ضرور ہدایت ملے گی، اور ابھی ملے گی۔ اسی لئے تو آپ دوڑتے ہوئے خوش ہو کر قدرتِ خدا کا نظارہ کرنے گھر گئے کہ پہلے میں گھر پہنچتا ہوں یا میری ماں مسلمان ہوتی ہے۔

(مرآت)

؎ ان کے منہ سے جو نکلی وہ بات ہو کے رہی

☆ حدیث نمبر ۳۱

وَعَنْ اَبِیْ الْجَوْزَآءِ قَالَ قُحِطَ اَھْلُ الْمَدِیْنَۃِ قَحْطًا شَدِیْدًا فَشَکَوْا اِلٰی عَائِشَۃَ فَقَالَتْ اُنْظُرُوْا قَبْرَ النَّبِیِّ ﷺ فَجْعَلُوْ مِنْہُ کُوًی اِلَی السَّمَآءِ حَتّٰی لَا یَکُوْنَ بَیْنَہٗ وَ بَیْنَ السَّمَآءِ سَقْفٌ فَفَعَلُوْا فَمُطِرُوْا حَتّٰی نَبَتَ الْعُشْبُ وَسَمِنَتِ الْاِبِلُ حَتّٰی تَفَتَّقَتْ مِنَ الشَّحْمِ فَسُمِّیَ عَامَ الْفَتْقِ رَوَاہُ الدَّارِمِیُّ - (مشکوٰۃ باب الکرامات)

☆ترجمہ

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ اہلِ مدینہ سخت قحط میں مبتلا ہو گئے تو انہوں نے حضرت عائشہؓ سے شکایت کی۔ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کی قبر کی طرف غور کرو اس سے ایک طاق آسمان کی طرف بنا دو حتّٰی کہ قبرِ انور اور آسمان کے درمیان چھت نہ رہے۔ لوگوں نے ایسا ہی کیا تو بادل خوب برسائے گئے حتّٰی کہ چارہ اُگ گیا اور اونٹ موٹے ہو گئے۔ یہاں تک کہ چربی سے گویا پھٹ پڑیں گے ، اس سال کا نام عام الفتق (پھٹن کا سال) رکھا گیا - (دارمی)

☆تشریح

حدیث پاک کے راوی ابو الجوزاءؓ کا نام اوس ابن عبداللہ ہے۔ آپ بصری تابعی ہیں، آپ نے بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ علیھم اجمعین سے ملاقات کی ہے

آپ کو ۸۳ ھجری میں شہید کیا گیا۔

اہلِ مدینہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا سے شکایت کی کہ بارش نہیں ہوئی جس سے چیزیں مہنگی ہو گئی ہیں۔ مقصد یہ تھا کہ آپ رب سے دعا کریں تاکہ بارش ہو جائے معلوم ہوا کہ آسمانی آفات کی شکایت اللہ کے مقبول بندوں سے کر سکتے ہیں۔

جناب ام المومنینؓ نے فرمایا میرے حجرے کی چھت قدرے پھاڑ دو تاکہ قبرِ انور اور آسمان کے درمیان کوئی آڑ نہ رہے، یہ طریقہ تھا قبرِ انور کے وسیلہ سے بارش مانگنے کا یہ طریقہ حضرت عائشہؓ نے اپنے اجتہاد سے اختیار فرمایا۔

(مرآت)

مرقات اور اشعۃ نے فرمایا کہ حضور ﷺ کی ظاہری حیات شریف میں حضور ﷺ کے وسیلہ سے دعائیں مانگی جاتی تھیں۔ بعد وفات جناب عائشہ صدیقہؓ نے حضور ﷺ کی قبرِ انور بلکہ اس کی خاک کی برکت سے دعا کرائی، یہ بھی درحقیقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے دعا ہے۔ یہ طریقہ بہت مبارک ہے۔ حدیثِ پاک سے چند مسائل اخذ ہوئے۔

۱۔ وفات یافتہ بزرگوں کے وسیلہ سے دعائیں کرنا جائز ہے۔

۲۔ ان کے تبرکات کے وسیلہ سے دعائیں کرنا جائز بلکہ سنتِ صحابہؓ ہے۔

۳۔ بزرگوں کی قبریں باذنِ الٰہی دَافِعُ الْبَلَاء اور مشکل کشا ہیں حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص دافع البلاء تھی کہ اس کی برکت سے حضرت یعقوب علیہ السلام کی آنکھیں روشن ہو گئیں۔ (القرآن)

حضرت ایوب علیہ السلام کے پاؤں کا دھوون شفاء تھا۔

ارکض برجلک ترجمہ - اپنے پاؤں سے لات مار-

بعض صوفیائے کرام ننگے سر آسمان کے نیچے بیٹھ کر دعائیں یا وظیفے کرتے ہیں- یہ حدیث ان کی اصل ہے- خیال رہے آسمان ہماری روزی کا خزانہ ہے-

وَفِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ ترجمہ- اور آسمان میں تمہارا رزق ہے، جو تمہیں حسبِ وعدہ دیا جائے گا- لہٰذا آسمان کیطرف ہاتھ اٹھا کر یا قبرِ انور کی چھت کھول کر دعا کرنا جائز ہے- (مرآت)

☆ حدیث نمبر ۳۲

وَعَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَمَسُّ النَّارُ مُسْلِمًا رَاٰنِيْ اَوْرَاٰى مَنْ رَاٰنِيْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ - (مشکوٰۃ باب مناقب الصحبة)

☆ ترجمہ

حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسالت مآب ﷺ نے فرمایا کہ اس مسلمان کو آگ نہ چھوئے گی جس نے مجھے دیکھا یا میرے دیکھنے والے کو دیکھا- (ترمذی)

☆ تشریح

فرمانِ رسول ﷺ کا مطلب یہ ہے کہ جس نے حالتِ ایمان مجھے دیکھا اور ایمان پر ہی خاتمہ ہوا وہ دوزخ سے محفوظ رہے گا۔ لہٰذا جو لوگ حضور ﷺ کے بعد مرتد ہو کر مرے وہ اس بشارت سے الگ ہیں۔

اسی طرح جن لوگوں کو اخلاص سے صحابہ کرامؓ کی صحبت نصیب ہوئی ان کی خدمات میسر ہوئیں وہ بھی دوزخ سے محفوظ ہیں۔

صحابی اور تابعی کا فرق یہ ہے کہ صحابیت کے لئے ایک نظر جمالِ مصطفوی ﷺ دیکھ لینا کافی ہے مگر تابعیت کے لئے صحابی کی صحبت وخدمت ضروری ہے۔

اس فرمانِ عالی کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں نیک اعمال کرنے ، برے اعمال سے بچنے یا ان سے توبہ کرنے کی توفیق دے گا۔ جس سے وہ دوزخ سے بچ جائیں گے۔ عوام میں مشہور ہے جو پاک پتن شریف میں حضور بابا گنج شکر فرید الدینؒ کے مقبرہ کے بہشتی دروازے میں داخل ہو جائے وہ جنتی ہے۔ اس کا مطلب بھی یہ ہے کہ خدا تعالیٰ اسے جنتی اعمال کی توفیق دے گا۔ اور اس دروازہ میں داخلہ کی برکت سے گذشتہ گناہِ صغیرہ معاف فرمادے گا اور گناہِ کبیرہ سے بچنے کی توفیق دے گا۔ رب فرماتا ہے۔ اُدْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّ قُوْلُوْا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰيٰكُمْ ترجمہ۔ اور دروازہ میں سجدہ کرتے داخل ہو اور کہو ہمارے گناہ معاف ہوں ، ہم تمہاری خطائیں بخش دیں گے۔

یہ مطلب نہیں کہ ان لوگوں کے لئے گناہ حلال ہو گئے مولانا فرماتے ہیں۔

گفت طوبیٰ من رآنی مصطفیٰؐ

والّذی یبصر لمن وجھی یریٰ

ترجمہ = حضور ﷺ نے فرمایا خوشخبری ہو جس نے مجھے دیکھا اور اس کو بھی

خوشخبری ہو جو اس کو دیکھے جس نے میرا چہرہ دیکھا۔

~ جنہاں اکھیاں دلبر ڈٹھا لوہ اکھیں تک لیاں

توں ملیوں تے ساجن ملیا ہن آساں لگ گیاں

حضور ﷺ کو دیکھنے والی آنکھ کی زیارت بھی بہشتی ہونے کا ذریعہ ہے۔

احمد اور ابن حبان نے اور عبدالحمید نے بروایۃ حضرت ابن عمرؓ حدیث

نقل فرمائی کہ طوبیٰ لمن رانی و امن بی و طوبیٰ لمن لم یرانی وامن سبع مرّات

کہ جو مجھے دیکھ کر مجھ پر ایمان لائے اسے ایک بار مبارک اور جو مجھے بغیر دیکھے ایمان لائے اسے سات بار مبارک۔ (مرقات)

خیال رہے کہ سارے صحابہؓ جنتی ہیں مگر عشرہ مبشرہ وہ ہیں جنہیں ایک حدیث نے جمع فرمایا ورنہ سارے صحابہ جنتی ہیں۔ عشرہ مبشرہ ذیل صحابہؓ ہیں۔

~ دہ یار بہشتی اند قطعی بوبکر و عمر و علی و عثمان

سعد است و سعید و بو عبیدہ طلحہ و زبیر و عبدالرحمٰن

رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

☆ حدیث نمبر ۳۳

عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا لِاَحَدٍ عِنْدَنَا یَدٌ اِلَّا وَقَدْ کَا فَیْنَاهُ مَا خَلَا اَبَا بَکْرٍ فَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا یَدًا یُکَا فِئُهُ اللّٰهُ بِهَا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ

وَمَا نَفَعَنِی مَالُ اَحَدٍ قَطُّ مَا نَفَعَنِیْ مَالُ اَبِیْ بَکْرٍ وَ لَوْ کُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِیْلاً لَا تَّخَذْتُ اَبَا بَکْرٍ خَلِیْلاً اَلَا وَاِنَّ صَاحِبَکُمْ خَلِیْلُ اللّٰهِ رَوَاهُ التِّرْمَذِیُّ

(مشکوٰۃ باب مناقب ابی بکر)

☆ترجمہ

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہم پر کسی کا احسان نہیں مگر ہم نے اس کا بدلہ کر دیا سوائے ابو بکرؓ کے ہم پر ان کا احسان ہے کہ اللہ انہیں اس کا بدلہ قیامت کے دن دے گا۔ مجھے کسی کے مال نے اتنا نفع نہ دیا جتنا کہ ابو بکرؓ کے مال نے دیا۔ اگر میں کسی کو دوست بناتا تو ابو بکرؓ کو دوست بناتا خیال رکھو تمہارے صاحب اللہ کے دوست ہیں۔ (ترمذی)

☆تشریح

حدیث پاک میں احسان سے مراد شخصی خدمات واحسانات ہیں یعنی سوائے صدیق اکبرؓ کے جس شخص نے بھی ہم سے کچھ سلوک کیا تھا ہم نے اس سے بڑھ کر بدلہ دے دیا ہے۔ لہٰذا یہ حدیث اس فرمانِ پاک کے خلاف نہیں کہ احسانات کا بدلہ نہ ہو سکا قیامت میں رب تعالیٰ سے دلوایا جائے گا۔ وہ قومی اور جماعتی احسان وخدمات ہیں

صدیق اکبرؓ کے احسان سے یا تو وہ بدنی ، مالی ، وطنی ، اولادی قربانیاں مراد ہیں جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ برابر کرتے رہے یا حضرت بلالؓ کو خرید کر آزاد کرنا مراد ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ صدیقؓ نے مجھ پر احسان کیا کہ بلال کو

آزاد کیا- رب تعالیٰ فرماتا ہے وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّى (اور ہم عنقریب بچالیں گے اس کو جو بہت بڑا پرہیز گار ہے، مال دیتا ہے تاکہ تزکیہ ہو جائے)

اس آیت کریمہ میں اس آزادی بلال رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے- (مرقات)

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی خریداری پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے لئے فرمایا تھا-

؎ مصطفیٰ گفتش کہ اے اقبال جو — در خریدن می شوم انباز تو

اے ابو بکر رضی اللہ عنہ بلال رضی اللہ عنہ کی خریداری میں ہم کو بھی اپنے ساتھ ملالو- آدھی قیمت ہم سے لے لو ہم تم دونوں ان کے خریدار ہونگے- تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تڑپ گئے، قدموں پر فدا ہو کر بولے-

؎ گفت ما دو بندگاں کوئے تو — کردمش آزاد ہم بر روئے تو

حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام، بلال رضی اللہ عنہ بھی آپ کے غلام، حضور میں نے انہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہی خریدا ہے، میں نے انہیں آزاد کر دیا۔ بلال رضی اللہ عنہ نے جب چہرہ مصطفیٰ کو دیکھا تو

؎ چوں بدید آں خستہ روئے مصطفیٰ — خرّ مغشیا علیه برقفا

چہرہ مبارک دیکھتے ہی غش کھا کر گر گئے- بے ہوش ہو گئے۔ حضور نے اپنی چادر سے چہرے کا گرد و غبار صاف کیا اور فرمایا اُوذِيتَ فِي اللّٰهِ كَثِيرًا اے بلال رضی اللہ عنہ تجھے اللہ کی راہ میں بڑی اذیتیں پہنچیں

فرمانِ پاک کہ صدیق رضی اللہ عنہ کے مال نے جتنا نفع دیا اتنا نفع کسی اور کے مال سے نہ ہوا، چنانچہ جب ابو بکر رضی اللہ عنہ ایمان لائے تو آپ رضی اللہ عنہ کے پاس چالیس ہزار دینار تھے- آپ بڑے امیر کبیر تھے اتنی بڑی دولت حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر خرچ کر دی بہت سے غریب مسلمان

جو کفار کے غلام تھے بڑی مصیبت میں تھے انہیں خرید کر آزاد کیا ان سب میں حضرت بلالؓ ابن ابی رباح اور مالکؓ بن فہیرہ بہت مشہور ہیں۔

جب ہجرت میں حضور ﷺ کے ساتھ گئے تو چند درہم آپ کے ساتھ تھے وہ بھی حضور ﷺ پر خرچ کرنے کے لئے ساتھ لیئے تھے۔

حدیث پاک میں لفظ خلیل آیا ہے۔ صوفیاء کے نزدیک خلیل وہ ہے جس کا محبت میں دل رہے اور رفیق وہ ہے جس کی محبت دل میں رہے۔

کشتی دریا میں اور دریا کشتی میں بڑا فرق ہے

اَلَا وَ اِنَّ صَاحِبَکُمْ خَلِیْلُ اللّٰہِ (خیال رکھو کہ تمہارے صاحب اللہ کے دوست ہیں) یہاں صَاحِبَکُمْ سے مراد حضور ﷺ کی اپنی ذات مبارک ہے۔

یہ وہی صدیق اکبرؓ ہیں جن کے بارے آپ کی لخت جگر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

جب میرے والد بیمار ہوئے تو انہوں نے وصیت کی کہ مجھے حضور ﷺ کی قبر انور کے پاس لے جانا اور اجازت طلب کرنا او کہنا، یہ ابو بکرؓ ہیں، یا رسول اللہ ﷺ آپ کے پاس دفن کر دیں؟ اگر وہ اجازت دیں تو مجھے وہاں دفن کر دینا اگر اجازت نہ دیں تو مجھے جنت البقیع میں لے جانا ۔الی آخر۔

(طویل روایت حدیث ہے) المختصر اس وصیت پر من و عن عمل کیا گیا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں، ہم نے آواز سنی کہ اس کو اندر داخل کر دو۔ اور ایک اور روایت میں الفاظ یوں ہیں۔

رَاَیْتُ الْبَابَ قَدْ فُتِحَ فَسَمِعْتُ قَائِلاً یَقُوْلُ اُدْخُلُوْا الْحَبِیْبَ اِلَی الْحَبِیْبِ فَاِنَّ الْحَبِیْبَ اِلَی الْحَبِیْبِ مُشْتَاقٌ

(الخصائص اکبری ۲۸۱، ۲۸۲)

ترجمہ = میں نے دروازہ دیکھا کہ وہ کھل گیا اور میں نے ایک کہنے والے کو کہتے سنا کہ دوست کو دوست کے ساتھ ملا دو، بے شک دوست، دوست کے ساتھ ملنے کا مشتاق ہے۔

مولانا اشرف علی تھانوی، امام رازی کے حوالے سے رقمطراز ہیں "حضرت ابوبکرؓ کی کرامتوں میں سے یہ بھی ہے کہ جب آپؓ کا جنازہ حضور اکرم ﷺ کے مزار مبارک کے سامنے دروازے پر لایا گیا اور آواز دی گئی " اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ " ﷺ یہ ابوبکر دروازے پر حاضر ہے تو دروازہ خود بخود کھل گیا۔ قبر شریف کے اندر سے کوئی آواز دیتا ہے کہ ایک دوست کو دوسرے دوست کے ہاں داخل کردو۔ (جمال الاولیاء ۲۹)

☆ حدیث نمبر ۳۴

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ بَيْنَا رَأْسَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِیْ حَجْرِیَ فِیْ لَيْلَةٍ ضَاحِيَةٍ اِذْ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ هَلْ تَكُوْنُ لِاَحَدٍ مِّنَ الْحَسَنَاتِ عَدَدَ نُجُوْمِ السَّمَآءِ قَالَ نَعَمْ عُمَرُ قُلْتُ فَاَيْنَ حَسَنَاتُ اَبِیْ بَكْرٍ قَالَ اِنَّمَا جَمِيْعُ حَسَنَاتِ عُمَرَ لِحَسَنَةٍ وَّاحِدَةٍ مِّنْ حَسَنَاتِ اَبِیْ بَكْرٍ

رَوَاهُ رَزِينٌ (مشکوٰۃ باب مناقب ابی بکر و عمر)

☆ترجمہ

روایت ہے حضرت عائشہؓ سے فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کا سر مبارک ایک چاندنی رات میں میری گود میں تھا تو میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ کیا کسی کی نیکیاں آسمان کے تاروں کے برابر ہوں گی۔ فرمایا ہاں وہ حضرت عمرؓ ہیں۔ میں بولی تو جناب ابو بکرؓ کی نیکیاں کہاں گئیں۔ فرمایا کہ حضرت عمرؓ کی ساری نیکیاں ابو بکرؓ کی نیکیوں میں سے ایک نیکی کی طرح ہیں۔ (رزین)

☆تشریح

ضَاحِيَةٍ بنا ہے ضحو سے بمعنیٰ چمکدار روشن اس سے مراد وہ رات ہے جس میں چاندنی ہو اور بادل نہ ہو، آسمان صاف ہو، چاند خوب چمک رہا ہو حضرت عائشہؓ کی گود اس وقت عرشِ معلیٰ سے افضل ہو گئی ہو گی کہ وہ صاحبِ قرآن ﷺ کی رحل بنی۔

اس سوال سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کا عقیدہ یہ تھا کہ حضور ﷺ کو ہر آسمان کے ہر گوشہ کی خبر ہے اور زمین کے ہر کونہ اور تا قیامت اپنے ہر امتی کے ہر عمل کی خبر ہے۔ کیونکہ تارے مختلف آسمانوں پر ہیں اور امت کی عبادتیں زمین کے مختلف گوشوں میں دن کے اجیالے میں رات کے اندھیرے میں ہوں گی۔ دو چیزوں کی برابری یا کمی بیشی وہی بتا سکتا ہے جسے دونوں کی خبر ہو۔ یہ ہے

حضرت عائشہ صدیقہ ام المومنین رضی اللہ عنہا کا عقیدہ۔

دیکھو حضور ﷺ کا علم، کہ یہ نہ فرمایا کہ جبرائیلؑ امین کو آنے دو، پوچھ کر بتائیں گے ۔نہ یہ کہ قلم دوات کاغذ لاؤ ٹوٹل لگا کر کہیں گے ،نہ یہ کہ ذرا سوچ کر حساب لگا لینے دو بلکہ تامل فرمایا کہ میری ساری امّت میں حضرت عمرؓ وہ ہیں جن کی نیکیاں تعداد میں آسمانوں کے تاروں کے برابر ہیں یہ ہے حضور ﷺ کا علم غیب کُلی۔

حضرت اُمّ المومنین رضی اللہ عنہا سمجھیں کہ ،،احد،، میں حضرت ابو بکر صدیقؓ بھی داخل ہیں اور ان کی نیکیاں حضرت عمرؓ سے کم ہیں۔

صدیق اکبرؓ کی ایک نیکی میں بہت گفتگو ہے کہ اس سے کونسی نیکی مراد ہے حضرت مفتی احمد یار خان نعیمیؒ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک اس سے مراد ہجرت کی رات ،غارِ ثور میں حضور انور ﷺ کی خدمت مراد ہے۔اس رات حضرت صدیق اکبرؓ نے تہجد نہیں پڑھی تھی اور کوئی عبادت نہ کی تھی۔بلکہ صرف حضور ﷺ کی بے مثال خدمت کی تھی ،اور آپ ﷺ کا سر مبارک اپنے زانو پر رکھ کر خوب جی بھر کر اس صورتِ پاک کے نظارے کئے تھے۔یہ ایک نیکی دنیا بھر کی ساری نیکیوں سے بڑھ کر قرار پائی۔

؎ ثابت ہوا کہ جملہ فرائض فروع ہیں
اصل الاصول بندگی اس تاجور کی ہے

☆ حدیث نمبر ۳۵

وَعَنْ عَلِیٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَحِمَ اللّٰہُ اَبَا بَکْرٍ زَوَّجَنِیْ ابْنَتَہٗ وَحَمَلَنِیْ اِلٰی دَارِ الْھِجْرَۃِ وَصَحِبَنِیْ فِی الْغَارِ وَاَعْتَقَ بِلَالًا مِنْ مَّالِہٖ رَحِمَ اللّٰہُ عُمَرَ یَقُوْلُ الْحَقَّ وَاِنْ کَانَ مُرًّا تَرَکَہُ الْحَقُّ وَمَالَہٗ مِنْ صَدِیْقٍ رَحِمَ اللّٰہُ عُثْمَانَ یَسْتَحِیْ مِنْہُ الْمَلَائِکَۃُ رَحِمَ اللّٰہُ عَلِیًّا اَللّٰھُمَّ اَدِرِ الْحَقَّ مَعَہٗ حَیْثُ دَارَ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ ھٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ

(مشکوٰۃ باب مناقب العشرۃ)

☆ترجمہ

حضرت علیؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ ابوبکرؓ پر رحمت کرے انہوں نے اپنی بیٹی کا مجھ سے نکاح کر دیا اور مجھے ہجرت گاہ تک پہنچایا اور غار میں میرے ساتھ رہے اور بلالؓ کو اپنے مال سے آزاد کیا۔ اللہ عمرؓ پر رحمت کرے کہ وہ حق بات کہتے ہیں اگرچہ کڑوی ہو انہیں حق نے ایسا کر دیا ہے کہ ان کا کوئی دوست نہیں اللہ عثمانؓ پر رحمت کرے کہ ان سے فرشتے حیا کرتے ہیں اللہ علیؓ پر رحمت کرے الٰہی علیؓ کے ساتھ حق کو گردش دے جدھر وہ گردش کریں۔

ترمذی اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔

☆تشریح

اس فرمانِ پاک سے معلوم ہوا کہ زندہ کو رحمۃ اللہ علیہ کہہ سکتے ہیں۔

(مرقات)

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اپنی دختر نیک اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کا نکاح حضور انور ﷺ سے کیا اس میں اپنی بیٹی کی قربانی ہے اسلئے حضور انور ﷺ نے اسے صدیق اکبرؓ کی قربانیوں کے سلسلے میں ذکر فرمایا۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ غارِ ثور تک حضور ﷺ کو اپنے کندھے پر لے گئے اور اس سے آگے حضور ﷺ کے مصاحب رفیقِ سفر رہے مدینہ منورہ تک۔

حضرت صدیق اکبرؓ نے ہجرت کے لئے دو اونٹ پالے تھے، ایک اپنے لئے اور دوسرا حضور انور ﷺ کے واسطے۔ جب آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہجرت کی خبر دی تو حضرت ابو بکرؓ نے وہ اونٹ پیش فرمایا۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہاں منظور ہے مگر قیمت سے۔ چنانچہ حضور ﷺ نے آٹھ سو درہم میں وہ اونٹ جناب صدیق اکبرؓ سے خریدا، مگر بطورِ قرض۔ (اشعہ)

یہ ثابت نہیں کہ حضور انور ﷺ سے یہ قرضہ جناب صدیق اکبرؓ نے وصول بھی کیا، اگر وصول کیا بھی ہو گا تو حضور ﷺ پر ہی خرچ کیا ہو گا۔ حضور ﷺ فرما رہے ہیں کہ غارِ ثور کی کئی راتیں کئی دن جناب صدیق اکبرؓ نے میرے ساتھ گذارے کہ اس زمانہ میں ان کے سوا، کسی نے مجھے نہ دیکھا۔ اس زمانہ میں میرا منہ تکنا

ان کی عبادت تھی- جو کسی اور کو میسر نہ تھی- اس غار میں مجھ پر جان فدا کی کہ میری حفاظت کرتے ہوئے سانپ سے اپنے پاؤں میں ڈسوالیا ، یہ قربانی صرف انہوں نے کی-

سبحان اللہ حضرت بلالؓ کی خریداری ، ان کا آزاد کرنا حضور ﷺ نے جناب صدیقِ اکبرؓ کی قربانیوں کے سلسلہ میں بیان فرمایا ہے-

مذکورہ حدیث میں خلفائے راشدینؓ کی فضیلت کا ذکر یوں کیا گیا ہے جیسے ہر پھول کی اپنی خوشبو ہے- اور وہ خوشبو میں یکتا ہے- ایسے ہی رضائے محبوب ﷺ کی خاطر حضرت صدیقِ اکبرؓ نے اپنا تن من دھن قربان کیا کہ رازدانِ رسول ﷺ بننے کا شرف حاصل ہوا اور ان کے عشق کے ذکر کے بغیر گویا داستانِ عشقِ رسول ﷺ ادھوری ہے-

☆ حدیث نمبر ۳۶

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ ثَابِتَ بْنَ قَيْسٍ بْنِ شَمَّاسٍ خَطِيْبَ الْاَنْصَارِ فَلَمَّا نَزَلَتْ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ (اِلٰى آخِرِ الْاٰيَةِ) جَلَسَ ثَابِتٌ فِىْ بَيْتِهٖ وَ احْتَبَسَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فَسَاَلَ النَّبِيُّ ﷺ سَعْدَ بْنِ مَعَاذٍ فَقَالَ مَا شَاْنُ ثَابِتٍ اَيَشْتَكِىْ فَاَتَاهُ سَعْدٌ فَذَكَرَ لَهٗ قَوْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ ثَابِتٌ اُنْزِلَتْ هٰذِهٖ

اُلاٰیَةُ وَلَقَدْ عَلِمْتُمْ اَنِّیْ مِنْ اَرْفَعِکُمْ صَوْتًا عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فَاَنَا مِنْ اَھْلِ النَّارِ فَذَکَرَ ذٰلِکَ سَعْدٌ لِلنَّبِیِّ ﷺ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ بَلْ ھُوَ مِنْ اَھْلِ الْجَنَّةِ رَوَاہُ مُسْلِمٌ

(مشکوٰۃ باب جامع المناقب)

☆ترجمہ

حضرت انسؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں ثابت بن قیس بن شماس انصار کے خطیب تھے جب یہ آیت اتری، کہ اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی ﷺ کی آواز پر اونچی نہ کرو۔(آخر آیت تک) تو جناب ثابتؓ اپنے گھر میں بیٹھ رہے۔ نبی کریم ﷺ کی بارگاہ سے غیر حاضر ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے جناب سعدؓ بن معاذ سے پوچھا، فرمایا ثابتؓ کو کیا ہوا کیا وہ بیمار ہے؟ حضرت سعدؓ ان کے پاس گئے اور ان کے سامنے رسول اللہ ﷺ کا فرمان سنایا۔ تو ثابتؓ بولے کہ یہ آیت نازل ہو چکی ہے۔ اور تم جانتے ہو کہ میں تم سب میں حضور ﷺ کی بارگاہ میں اونچی آواز والا ہوں تو میں تو دوزخیوں میں سے ہوں۔ یہ ماجرا حضرت سعدؓ نے بارگاہ رسالت مآب میں عرض کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بلکہ وہ تو جنت والوں میں سے ہے۔ (مسلم)

☆تشریح

حضرت ثابتؓ بن قیس انصاری خزرجی ہیں ۱۲ھ جنگ یمامہ میں شہید

ہوئے۔خطیب سے مراد فصیح، تاریخ دان ،عالم انساب ہے۔

ذرا غور فرمایئے تمام سلاطین وحکام اپنے آدابِ مجلس خود بناتے ہیں مگر حضور ﷺ وہ سلطانِ کونین ہیں جن کے دربار کے آداب خود ربّ تعالیٰ نے بنائے اور انسانوں کے علاوہ دوسری مخلوقات پر بھی جاری فرمائے۔یہ آیت کریمہ اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے، جس میں حضور ﷺ کے آستانہ عالیہ میں عرض ومعروض کرنے کا طریقہ سکھایا جارہا ہے۔

خیال رہے آیت کریمہ میں گفتگو کا ذکر ہے کہ دورانِ گفتگو کسی کی آواز حضور ﷺ کی آواز سے اونچی نہ ہو۔اس سے اذان وغیرہ دوسرے مواقع نکلتے ہیں وہ تو بلند آواز سے ہی ہونگے۔

حضرت ثابتؓ شرم کی وجہ سے بارگاہِ عالی میں حاضر نہ ہوئے کہ میں بارہا اونچی آواز سے بول چکا ہوں، میرے اعمال ضبط ہو چکے ہیں اب کس منہ سے حاضر ہوں ۔یہ غیرت قوتِ ایمان کی علامت ہے۔

حضرت سعدؓ بن معاذ جناب ثابتؓ کے پڑوسی اور ان کی قوم سے تھے انہیں ثابتؓ کے حالات کی زیادہ خبر ہونی چاہئے تھی اس لئے حضور ﷺ نے آپ سے پوچھا

یاد رہے کہ سعدؓ بن معاذ ۵ھ میں وفات پاگئے اور سورۃ حجرات ۹ھ میں نازل ہوئی تو یہ واقعہ کیونکر درست ہوا لہٰذا حق یہ ہے کہ اس سورۃ کی اگلی آیات لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ بعد میں نازل ہوئیں۔ لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ پہلے نازل ہو چکی تھی۔ (مرقات)

حضرت ثابتؓ نے اس آیتِ کریمہ سے سمجھا کہ اس حکم سے میں دوزخی ہوں تو ان جنتیوں کے بادشاہ عالم پناہ کی بارگاہ میں کس منہ سے جاؤں۔ نار، نور کے پاس کیسے

جائے یہ ہے انتہائی خوفِ الٰہی کیونکہ اس آیتِ کریمہ میں بے ادبی سے اونچی آواز سے بولنا مراد ہے -جو چیخ کر بولنے کا عادی ہو وہ مراد نہیں- حضور ﷺ کی بے ادبی کفر ہے،اور کفر آگ کا موجب ہے- (مرقات)

سرکارِ دوعالم ﷺ نے انہیں جنتی ہونے کی بشارت دی اس خوف کی وجہ سے ان کے ایمان کی رجسٹری ہو گئی-انہوں نے انتہائی خوف سے اپنے آپ کو اس آیت کی زد میں محسوس کیا-

سبحان اللہ حضرت ثابت ؓ ابن قیس کی شہادت یوں ہوئی کہ غزوۂ یمامہ میں جو مسیلمہ کذاب کے مقابل خلافتِ صدیقی ۱۲ھ میں ہوا- جہاد کے وقت آپ نے کفن پہنا خوشبو ملی پھر میدانِ جنگ میں داخل ہوئے اعلیٰ درجہ کا جہاد کیا اور شہید ہو گئے-یہ ہے فرمانِ نبوی ﷺ کا ظہور - (مرقات)

اس حدیثِ پاک سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ ہم میں سے ہر ایک کو جانتے ہیں کہ کون دوزخی ہے اور کون جنتی-

☆ حدیث نمبر ۳۷

وَعَنْ عَائِذِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ اَبَا سُفْيَانَ اَتٰى عَلٰى سَلْمَانَ وَ صُهَيْبٍ وَّ بِلَالٍ فِىْ نَفَرٍ فَقَالُوْ مَا اَخَذَتْ سُيُوْفُ اللّٰهِ مِنْ عُنُقِ عَدُوِّ اللّٰهِ مَا خَذَ هَا فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ اَتَقُوْلُوْنَ هٰذَا لِشَيْخِ قُرَيْشٍ وَسَيِّدِ هِمْ فَاَتَى ا لنَّبِىَّ ﷺ

فَاَخْبَرَهُ فَقَالَ يَا اَبَا بَكْرٍ لَعَلَّكَ اَغْضَبْتَهُمْ لَئِنْ كُنْتَ اَغْضَبْتَهُمْ لَقَدْ اَغْضَبْتَ رَبَّكَ فَاَتَاهُمْ فَقَالَ يَا اِخْوَتَاهُ اَغْضَبْتُكُمْ قَالُوا لَا ، يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكَ يَا اَخِيْ

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ) (مشکوٰۃ باب جامع المناقب)

☆ترجمہ

حضرت عائذ ابن عمروؓ سے روایت ہے، کہ ابو سفیان ، حضرت سلمان ، صہیب اور بلال رضی اللہ عنہم پر گذرے جو ایک جماعت میں تھے تو ان حضرات نے کہا کہ اللہ کی تلواریں اللہ کے دشمن کی گردن میں اپنی جگہ پر نہ گذریں تو جناب ابو بکرؓ بولے کہ تم قریش کے بوڑھے اور انکے سردار کے متعلق یہ کہتے ہو پھر وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آئے اور آپ کو خبر دی تو آپ نے فرمایا اے ابو بکرؓ شاید تم نے ان حضرات کو ناراض کر دیا ہے۔اگر تم نے ان کو ناراض کر دیا تو تم نے اپنے رب کو ناراض کر دیا ۔تب ابو بکر صدیقؓ ان حضرات کے پاس گئے اور بولے اے میرے بھائیو کیا میں نے تم کو رنجیدہ کر دیا؟ وہ بولے نہیں اے میرے بھائی اللہ تم کو بخشے۔ (مسلم)

☆تشریح

یہ واقعہ صلح حدیبیہ کے بعد اور فتح مکہ سے پہلے کا ہے۔جبکہ ابو سفیان مسلمان

نہیں ہوئے تھے، مگر صلح ہو جانے کی وجہ سے مدینہ منورّہ آیا جایا کرتے تھے۔کیونکہ وہاں ان کی دختر حضرت اُمِّ حبیبہؓ حضور ﷺ کی زوجہ تھیں۔ (مرقات واشعۃ)

حضرت سلمان، بلال اور صہیب رضی اللہ عنھم کا مطلب یہ تھا کہ اب تک اتنے جہاد ہوئے مگر ہماری تلواروں نے ابو سفیان کی گردن نہ کاٹی۔اللہ کی تلواروں سے مراد غازی مجاہدوں کی تلواریں ہیں جو راہِ الٰہی میں چلتی تھیں۔دشمنِ خدا سے مراد ابو سفیان ہیں کیونکہ اس وقت تک وہ کافر تھے۔صدیقِ اکبرؓ کا مطلب یہ تھا کہ ابو سفیان قرشی ہیں اور قرشیوں کے سردار ہیں اور ہمارے مدینہ میں امان سے آئے ہوئے ہیں تم ان کے لئے سخت الفاظ بول رہے ہو۔ایسا نہ ہو کہ پھر ان سے جنگ چھڑ جائے۔آپ کا یہ فرمان نہایت ہی نیک نیتی پر مبنی تھا۔

پھر صدیقِ اکبرؓ نے عرض کیا کہ یا رسُول اللہ ﷺ ان حضرات نے ابو سفیان سے یہ کہا تھا اور میں نے یہ کہا مگر میری نیّت نیک تھی من وعن سب کچھ عرض کر دیا۔

حضور ﷺ نے فرمایا اے ابو بکرؓ اگرچہ تمہاری نیّت بالکل درست ہے، مگر اس میں ایک کافر کی حمایت کی اور مومنوں کی تادیب کی مہک آرہی ہے۔ممکن ہے کہ اس وجہ سے ان حضرات کے دلوں کو صدمہ پہنچا ہو۔

معلوم ہوا اللہ تعالیٰ اور حضور ﷺ کی خوشنودی مساکین وغرباء، خصوصاً مساکین صحابہؓ کی رضا خوشنودی میں ہے۔اللہ ورسُول ﷺ کی ناراضگی ان حضرات کی ناراضگی میں ہے۔

؎ دلا خوش باش کان سلطان دین را بدرویشاں ومسکیناں سرے ہست

ترجمہ = اے دل خوش ہو کہ اس شاہ دین کا درویشوں اور مسکینوں سے خصوصی تعلق ہے۔

عرب میں يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكَ اظہار خوشی کے لئے کہتے ہیں وہ ہی محاورہ یہاں استعمال ہوا ہے رب فرماتا ہے۔ عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ

اس سے معلوم ہوا کہ دنیاوی رنجشیں بہت جلد دور کر لینی چاہئیں جس سے شکایت ہو اس سے براہ راست مل کر صفائی کر لینی چاہئے۔ آج مسلمان اس سبق کو بھول گئے، اسی وجہ سے ان کی آپس کی رنجشیں ختم نہیں ہوتیں۔ (مرآت)

☆حدیث نمبر ۳۸

وَعَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لَوِ اسْتَخْلَفْتَ قَالَ اِنِ اسْتَخْلَفْتُ عَلَيْكُمْ فَعَصَيْتُمُوْهُ عُذِّبْتُمْ وَلٰكِنْ مَا حَدَّثَكُمْ حُذَيْفَةُ فَصَدِّقُوْهُ وَمَا اَقْرَاَكُمْ عَبْدُ اللّٰهِ فَاقْرَءُوْهُ رَوَاهُ التِّرْمَذِيُّ

(مشکوٰۃ باب جامع المناقب)

☆ترجمہ

حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ کسی کو خلیفہ بنا دیتے فرمایا اگر میں تم پر خلیفہ مقرر کردوں پھر تم

اس کی نافرمانی کرو تو عذاب میں گرفتار ہو جاؤ گے۔ لیکن جو تم کو حذیفہؓ خبر دیں اس کو سچ مانو اور جو تم کو عبداللہؓ پڑھائیں تم پڑھو۔ (ترمذی)

☆ تشریح

پہلے تو حضرات صحابہ کرامؓ نے انتظار کیا کہ حضور ﷺ خود ہی کسی کو خلیفہ بنا دیں گے مگر جب حضور ﷺ نے یہ نہ کیا تو خود زبانی عرض کیا کہ حضور ﷺ کسی کو اپنا خلیفہ نامزد فرمادیں۔

فَعَصَيْتُمُوهُ عُذِّبْتُمْ (پھر تم نافرمانی کرو گے تو عذاب میں گرفتار ہو جاؤ گے) اس ارشادِ عالی کے دو معنی ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ تم میرے نامزد خلیفہ کی میرے بعد نافرمانی کرو تو تم پر دنیا میں عذاب آجائے گا۔ دوسرا یہ کہ تم میرے نامزد کرنے کی مخالفت کرو تو بھی تم پر عذاب آجائے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت علیؓ کو حضور اکرم ﷺ نے خلیفہ مقرر نہ کیا۔ ورنہ امیر معاویہ اور ان کے ساتھی یوں ہی حضرت عائشہ صدیقہؓ اور انکے ہمراہیوں پر دنیا میں عذاب آجاتا کہ یہ حضرات ان کے مخالف رہے اس سے پُرلطف بات یہ ہے کہ لوگوں نے خدا تعالیٰ کے نامزد کردہ نبی یعنی حضور ﷺ کی مخالفت کی ان پر عذاب نہ آیا لیکن اگر حضور ﷺ کے نامزد کردہ خلیفہ کی مخالفت کرتے تو عذاب آجاتا۔ حضور ﷺ کا انتخاب فرمانا حضور ﷺ کی نامزدگی بہت اہم ہے۔

ادب گاہیست زیرِ آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنیدؒ و بایزیدؒ ایں جا

ترجمہ = آسماں کے نیچے ایک ایسی ادب گاہ ہے جو عرشِ اعظم سے بھی نازک ہے یہاں تو جنیدؒ وبایزیدؒ جیسے لوگ بھی فناہ ہو کر حاضری دیتے ہیں۔

صوفیاء فرماتے ہیں۔ مصرع باخدا دیوانہ وبا مصطفٰےؐ ہشیار باش

بعض مجذوبوں نے جوش میں آکر اَنَا اللّٰہ تو کہہ دیا مگر اَنَا محمد ﷺ کہنے کی جرآت کسی میں نہ ہوئی۔

سرکار مدنی ﷺ نے فرمایا کہ میرے بعد جو بات حضرت حذیفہؓ کہیں اسے سچ مانا جسے وہ خلیفہ کہیں وہ خلیفہ برحق ہے۔اس لئے حضور انور ﷺ نے خلافت کے مطالبہ پر یہ ارشاد فرمایا اور ظاہر ہے حضرت حذیفہ نے جناب صدیق وفاروق کی خلافت کا اقرار کیا۔ لہٰذا وہ خلیفہ برحق ہیں۔حضرت حذیفہؓ حضور انور ﷺ کے صاحبِ راز صحابی ہیں۔ حضور ﷺ کے دل کی باتوں دلی ارادوں پر مطلع ہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ حضور ﷺ کے ارادہ قلبی میں کون کون حضرات کب کب خلیفہ ہونے ہیں۔

☆ حدیث نمبر ۳۹

وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ اَنَّ رَجُلاً سَئَالَ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ مَا الْاِیْمَانُ قَالَ اِذَا سَرَّتْکَ حَسَنَتُکَ وَ سَاءَ تْکَ سَیِّئَتُکَ فَاَنْتَ مُوْمِنٌ قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَمَا الْاِ ثْمُ قَالَ اِذَا حَاكَ فِیْ نَفْسِکَ شَیْءٌ فَدَعْہُ

رَوَاهُ اَحْمَدُ (مشکوٰۃ کتاب الایمان)

☆ترجمہ

حضرت ابو امامہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ ایمان کیا ہے؟ فرمایا کہ جب تمہیں اپنی نیکی خوش کرے اور اپنی برائی غمگین کرے تو تم کامل مومن ہو۔ عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ گناہ کیا ہے؟ فرمایا جو چیز تمہارے دل میں چبھے اسے چھوڑ دو۔ (احمد)

☆تشریح

اس شخص نے بارگاہِ رسالت ﷺ میں سوال کیا کہ مومن ہونے کی پہچان کیا ہے جس سے میں سمجھ سکوں کہ اب میں مومن ہو گیا ہوں۔

سبحان اللہ کیسی نفیس پہچان ہے لوگ تین قسم کے ہیں۔ غافل، عاقل، کامل۔ غافل وہ جو گناہوں پر خوش اور نیکی پر مغموم ہو جیسے کفار یا بعض فساق، عاقل وہ کہ نیکی کو اچھا اور گناہ کو اپنی عقل سے برا سمجھے مگر عملاً بے پرواہ ہو۔ کامل وہ جس کے دل کا رنگ بدل گیا ہو۔ نیکی پر ایسا خوش ہو جیسے بادشاہت مل گئی ہو۔ گناہ پر ایسا غمگین جیسے سب مال و اولاد تباہ ہو گئے ہوں۔ یہ درجہ بہت ہی اعلیٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو نصیب کرے۔ آمین

سرکارِ دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ مومن کامل کا دل ہی گناہ و ثواب میں فرق کر لیتا ہے۔ جیسے نفسِ انسانی مکھی ہضم نہیں کرتا قے کر دیتا ہے۔ ایسے ہی نفسِ ایمانی

گناہ برداشت نہیں کرتا- یہ حدیث ان لوگوں کے لئے ہے جو ان صحابی جیسے کامل مومن ہوں ہم جیسے گنہگاروں کے لئے نہیں ہم تو بہت دفعہ برائیوں کو نیکیاں سمجھ لیتے ہیں-

☆حدیث نمبر ۴۰

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ جَاءَ نَاسٌ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ فَسَاَلُوْهُ اِنَّا نَجِدُ فِیْ اَنْفُسِنَا مَا یَتَعَاظَمُ اَحَدُ نَا اَنْ یَتَکَلَّمَ بِهٖ قَالَ اَوَ قَدْ وَ جَدْ تُمُوْهُ قَالُوْا نَعَمْ قَالَ ذٰلِکَ صَرِیْحُ الْاِیْمَانِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ (مشکوٰۃ باب الوسوسۃ)

☆ترجمہ

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے صحابہؓ میں سے کچھ حضرات حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے پوچھنے لگے کہ ہم اپنے دلوں میں ایسے خیالات محسوس کرتے ہیں کہ انہیں بیان کرنا بہت بڑا گناہ معلوم ہوتا ہے- فرمایا کیا تم نے یہ بات پائی ہے عرض کیا ہاں، فرمایا یہ کھلا ہوا ایمان ہے- (مسلم)

☆ تشریح

یہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے کمال ایمان کی دلیل ہے کہ وسوسہ پر عمل کرنا تو کیا اسے زبان پر لاتے بھی گھبراتے ہیں

وسوسے آنا کمال ایمان کی دلیل ہے کیونکہ چور بھرے گھر میں ہی جاتا ہے اور شیطان مومن کی فکر میں زیادہ رہتا ہے۔ حضرت علی مرتضیٰ ؓ فرماتے ہیں کہ جو نماز وسوسہ سے خالی ہو وہ نماز یہود و نصاریٰ کی ہے۔ (مرقات)

یا وسوسوں کو برا سمجھنا عین ایمان ہے۔ کیونکہ کافر تو انہیں اچھا سمجھ کر ایمان لے آتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ ؓ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کسی شخص کے پاس شیطان آتا ہے اور کہتا ہے کہ فلاں فلاں چیز کو کس نے پیدا کیا حتیٰ کہ کہتا ہے کہ تمہارے رب کو کس نے پیدا کیا۔ جب کسی شخص کو ایسا تردد لاحق ہو تو وہ شیطان کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگے اور اپنی توجہ اس وسوسہ سے ہٹالے (شرح مسلم)

☆ حدیث نمبر ۴۱

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لَا یَزَالُ النَّاسُ یَتَسَآءَلُوْنَ حَتّٰی یُقَالَ هٰذَا خَلَقَ اللّٰهُ الْخَلْقَ فَمَنْ

خَلَقَ اللّٰهُ فَاِذَا قَالُوْ ذٰلِكَ فَقُوْلُوْا اَللّٰهُ اَحَدٌ اَللّٰهُ الصَّمَدُ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ثُمَّ لِيَتْفُلْ عَنْ يَسَارِهٖ ثَلٰثًا وَلْيَسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ

(مشكوٰة باب الوسوسة)

☆ترجمہ

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں فرمایا کہ لوگ پوچھتے رہیں گے حتیٰ کہ یہ کہا جائے گا کہ مخلوق کو خدا نے پیدا کیا تو خدا کو کس نے پیدا کیا- جب یہ کہیں تو تم کہہ دینا اللہ ایک ہے، وہ بے نیاز ہے، نہ اس نے جنا نہ وہ جنا گیا اور نہ کوئی اس کے برابر کا ہے- پھر اپنے بائیں طرف تین بار تھتکار دے اور شیطان مردود سے اللہ کی پناہ مانگے- (ابو داؤد)

☆تشریح

یہ وسوسہ ہے کہ ہر موجود کا کوئی مؤجد چاہیے اور اللہ بھی موجود ہے لہٰذا اس کا مؤجد بھی ہونا چاہیے یہ ہے شیطانی وسوسہ، شیطان عالموں کے دل میں عالمانہ وسوسے اور صوفیاء کے دل میں عاشقانہ اور عوام کے دل میں عامیانہ وسوسے ڈالتا ہے- جیسا شکار ویسا جال، بہت دفعہ انسان گناہ کو عبادت سمجھ لیتا ہے-

سبحان اللہ کتنے نفیس منطقی دلائل ہیں لولاد کے لئے تین شرطیں ہیں ایک یہ کہ صاحب اولاد میں دوئی ہو سکے کیونکہ اولاد باپ کے ساتھ جلسا ایک اور شخصا دوسری ہوتی ہے-رب تعالیٰ ان چیزوں سے پاک ہے ،، احد ،، میں یہی اشارہ ہے- دوسرا یہ کہ صاحبِ اولاد ، اولاد کا حاجتمند ہوتا ہے اپنی وراثت یا زور بازو کے لئے اولاد چاہتا ہے-لیکن پروردگار بے نیاز ہے- ،،صمد ،، میں یہی فرمایا گیا ہے- تیسرا یہ کہ ہر ممکن موجود موجد کا حاجتمند ہے-پروردگار واجب ہے ، نیز بیٹا باپ کی مثل کا ہونا چاہئے ، رب کی مثل کوئی نہیں ،، لَمۡ یَلِدۡ وَ لَمۡ یُوۡلَدۡ وَلَمۡ یَکُنۡ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ میں اسی طرف اشارہ ہے-

یہ حکم کہ بائیں طرف تین بار تھوک دو ، یہ تھوک شیطان کے منہ پر پڑے گا جس سے وہ ذلیل ہو کر بھاگے گا- کیونکہ شیطان اکثر بائیں طرف سے آتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ کبھی تھوک سے بھی شیطان بھاگتا ہے- بعض صوفیاء دم کر کے تھتکار بھی دیتے ہیں ان کی دلیل یہ حدیثِ پاک ہے- (مرآت)

☆ حدیث نمبر ۴۲

وَعَنِ الۡقَاسِمِ بۡنِ مُحَمَّدٍ اَنَّ رَجُلاً سَاَلَہٗ فَقَالَ اِنِّیۡ اَھِمُ فِیۡ صَلاَتِیۡ فَیَکۡثُرُ ذٰلِکَ عَلَیَّ فَقَالَ لَہٗ اِمۡضِ فِیۡ صَلاَتِکَ فَاِنَّہٗ لَنۡ یَذۡھَبَ ذٰلِکَ عَنۡکَ حَتّٰی تَنۡصَرِفَ وَ اَنۡتَ تَقُوۡلُ مَا اَتۡمَمۡتُ صَلاَتِیۡ رَوَاہُ مَالِکٌ

(مشکوٰۃ باب الوسوسہ)

☆ترجمہ

حضرت قاسم بن محمدؒ سے روایت ہے کہ ان سے کسی شخص نے پوچھا کہ میں اپنی نماز میں وہم کرتا ہوں اور یہ واردات مجھ پر اکثر ہوتی رہتی ہے - فرمایا اپنی نماز پڑھ لیا کرو کیونکہ یہ وہم تو جائے گا نہیں - یہاں تک کہ تم یہ کہتے ہوئے نماز ختم کرو گے کہ میری نماز مکمل نہ ہوئی- (مالک)

☆تشریح

قاسم بن محمدؒ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پوتے ہیں جلیل القدر تابعی - مدینہ منورہ کے سات قاریوں میں سے ایک ہیں - حضرت عائشہ صدیقہؓ آپ کی پھوپھی اور زین العابدین آپ کے خالہ زاد بھائی - امام محمد باقر کے آپ خسر، امام جعفر صادق کے آپ نانا ہیں - چونکہ آپ یتیم رہ گئے تھے اس لئے عائشہ صدیقہؓ نے آپ کی پرورش کی ، آپ نے حضرت عائشہ صدیقہؓ اور امیر معاویہ سے روائتیں کیں- (اشعہ و مرقات)

سبحان اللہ کیا عجیب تعلیم ہے کہ ان خطرات کی وجہ سے نہ نماز چھوڑو نہ لوٹاؤ یہ تو آتے ہی رہیں گے - جب نفس شیطان اپنی حرکتوں سے باز نہیں آتے تو تم نماز کیوں چھوڑتے ہو - مکھیوں کی وجہ سے کھانا نہیں چھوڑا جاتا - تم اللہ کے بندے ہو دل کے بندے نہیں ، دل لگے یا نہ لگے نماز پڑھے جاؤ-

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ نماز مکمل نہ ہونے کا وہم کافی نہیں - ان

وہموں کا خیال نہ کرے نماز پڑھے جائے۔ (مرآت)

☆ حدیث نمبر ۴۳

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَمْرٍوؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلْكَبَائِرُ اَلْاِ شْرَاكُ بِا للّٰهِ وَعُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ وَ قَتْلُ النَّفْسِ وَالْيَمِيْنُ الْغَمُوْسُ رَوَاهُ الْبُخَارِیُ وَفِی رِوَایَةِ اَنَسٍ وَشَهَادَةُ الزُّوْرِ بَدَلَ الْيَمِيْنِ الْغَمُوْسِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

(مشکوٰۃ باب الکبائر و علامات النفاق)

☆ ترجمہ

حضرت عبد اللہ ابن عمروؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ اللہ کے ساتھ شرک، ماں باپ کی نافرمانی، جان کا قتل، جھوٹی قسم بڑے گناہ ہیں۔ اسے بخاری نے روایت کیا اور حضرت انسؓ کی روایت میں بجائے جھوٹی قسم کے جھوٹی گواہی ہے۔ (بخاری و مسلم)

☆ تشریح

یعنی والدین کے حقوق ادا نہ کرنا یا ان کے جائز حکموں کی مخالفت کرنا۔ ماں

باپ کے حکم میں دادا دادی اور نانا نانی بھی ہیں -اس ترتیب سے معلوم ہوا کہ والدین کی نافرمانی بدترین جرم ہے -کہ شرک کے بعد اس کا ذکر فرمایا گیا -اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کے ساتھ ماں باپ کا ذکر فرمایا اَنْ لَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاہُ وَ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا (یہ کہ اسی کی عبادت کرو اور والدین کے ساتھ بھلائی کرو)

غموس قسم وہ ہے جو دیدہ و دانستہ گذشتہ واقعہ پر جھوٹی قسم کھائی جائے اس میں گناہ ہے ، کفارہ نہیں -یہ قسم انسان کو گناہ میں ڈبو دیتی ہے -اس لئے اسے غموس کہتے ہیں -چونکہ جھوٹ اور جھوٹی قسم ہزارہا گناہوں کی جڑ ہے اس لئے یہ گناہ کبیرہ ہے

خیال رہے حضور ﷺ کے جوابات سائلین کے حالات کے لحاظ سے ہوتے ہیں -یاد رہے کہ شرک کی دو اقسام ہیں شِرْك فِی الذَّات اور شِرْك فِی الصِّفَات -شِرْك فِی الذَّات سے مراد کسی اور ذات کو معبود حقیقی سمجھنا یعنی اللہ کے علاوہ کسی اور ذات کو اللہ ماننا شِرْك فِی الذَّات ہے- اور شِرْك فِی الصِّفَات سے مراد اللہ کی صفات کسی اور ذات میں ہو بہو ماننا ،شرک فی الصفات ہے-

یہاں پر ایک اعتراض یہ ہو سکتا ہے کہ غیب جاننا ،دور نزدیک سے سننا ،ہر جگہ موجود ہونا یہ خدا کی صفات ہیں لہٰذا کسی اور ذات میں ماننے سے شرک ہو جاتا ہے ہرگز ہرگز اس طرح نہیں -مذکورہ صفات اللہ کی ذاتی صفات ہیں -اللہ کو یہ صفات کسی نے عطا نہیں کیں -اور جس وقت ہم یہ صفات حضور اکرم ﷺ کی ذات میں مانتے ہیں تو اس سے مراد اور عقیدہ یہ ہوتا ہے کہ یہ صفات (غیب جاننا ،دور و نزدیک سے سننا وغیرہ) اللہ کی عطا کردہ ہیں -سو اس طرح شرک کا شائبہ بھی نہیں قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ بے شک وہ

(اللہ) سمیع وبصیر ہے یعنی سننے اور دیکھنے والا ہے دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا وَجَعَلْنَاهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا اور ہم نے اس (انسان) کو سمیع وبصیر بنایا سو واضح ہوا کہ اللہ خود سمیع وبصیر ہے اسی اللہ نے انسان کو بھی سمیع وبصیر بنایا - اللہ کا سمیع وبصیر ہونا، یہ صفات اللہ کی ذاتی ہیں اور انسان کا سمیع وبصیر ہونا خدا کی عطائی صفات ہیں-

☆ حدیث نمبر ۴۴

وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا مِنْكُمْ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا وَقَدْ كُتِبَ مَقْعَدُهُ مِنَ النَّارِ وَ مَقْعَدُهُ مِنَ الْجَنَّةِ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفَلَا نَتَّكِلُ عَلٰى كِتَابِنَا وَ نَدَعُ الْعَمَلَ قَالَ اِعْمَلُوْا فَكُلٌّ مُيَسَّرٌ لِمَا خُلِقَ لَهُ اَمَّا مَنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ السَّعَادَةِ فَسَيُيَسَّرُ لِعَمَلِ السَّعَادَةِ وَ اَمَّا مِنْ اَهْلِ الشَّقَاوَةِ فَسَيُيَسَّرُ لِعَمَلِ الشَّقَاوَةِ ثُمَّ قَرَاَ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى وَ صَدَّقَ بِالْحُسْنٰى اَلْاٰيَةَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

(مشکوٰۃ باب الایمان بالقدر)

☆ ترجمہ

حضرت علیؓ سے روایت ہے ، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں ایسا کوئی نہیں جس کا ایک ٹھکانہ دوزخ میں اور ایک ٹھکانہ جنت میں نہ لکھا جاچکا ہو۔لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ ہم اپنی تحریر پر بھروسہ کیوں نہ کرلیں اور عمل چھوڑدیں فرمایا عمل کئے جاؤ ہر ایک کو وہی اعمال آسان ہونگے جس کے لئے پیدا ہوا ۔اگر خوش نصیبوں سے ہے تو اسے خوش نصیبی کے اعمال آسان ہونگے اور اگر بد نصیبوں سے ہے تو اسے بدنصیبی کے اعمال میسّر ہونگے۔پھر حضور ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی کہ لیکن جو خیرات کرے اور پرہیزگار اور ایماندار ہو آیہ

(مسلم وبخاری)

☆تشریح

حضرت علیؓ کے نام سے کون واقف نہیں علی ابن ابی طالب کنیت ابو الحسن اور ابو تراب لقب حیدرِ کرار ہے، قرشی ہیں، ہاشمی ، مطلبی ، اسلام کے چوتھے خلیفہ ، بچوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والے آٹھ یادس سال کی عمر میں ایمان لائے۔حضور ﷺ کے ساتھ سوائے غزوہٴ تبوک کے باقی تمام غزوات میں شریک رہے۔ آپ کے فضائل بے شمار ہیں ۔آپؓ ہی نسل جناب مصطفےٰ کی اصل ہیں، اخی الرسول ،زوجِ بتول۔ آپ کا ایک ہاتھ چاریار میں دوسرا پنجتن پاک میں ۔شاہِ خیبر شکن ہیں

شیر شمشیر زن شاہ خیبر شکن
پرتوِ دستِ قدرت پہ لاکھوں سلام

آپؓ ۱۸ ذی الحجہ ۳۵ھ بروز جمعہ عین شہادتِ عثمانؓ کے دن خلیفہ ہوئے۔ چار سال نو مہینے خلافت کی اور ۶۳ سال کی عمر پا کر ۱۷ رمضان المبارک ۴۰ھ بروز جمعہ کوفہ کی مسجد میں شہید کیے گئے۔ عبدالرحمن ابن ملجم مرادی نے ایک عورت قطام کے عشق میں مبتلا ہو کر اسی کے کہنے پر شہید کیا۔ شہادت کے تیسرے دن وفات پائی۔ امام حسنؓ و حسینؓ و عبداللہ ابن جعفرؓ نے آپ کو غسل دیا۔ امام حسنؓ نے نماز پڑھائی۔ کوفہ کے قبرستان نجف میں دفن ہوئے قبرِ انور زیارت گاہِ خلق ہے۔ آپ کی نو بیویاں ہوئیں۔ فاطمۃ الزہرا، امِ نبین، لیلیٰ بنت مسعود، اسماء بنت عمیس، امامہ بنت ابی العاص، خولہ بنت جعفر، صہبا بنت ربیعہ، ام سعید بنت عروہ اور محیاء بنت امرؤ القیس۔ ان بیویوں سے ۱۴ بیٹے اور نو لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ جن میں سے حسنؓ، حسینؓ، زینبؓ۔ ام کلثومؓ حضرت فاطمۃ الزہراؓ سے ہیں۔

حدیث پاک کا مطلب یہ ہے کہ دنیا میں اعمال عموماً انجام کی علامتیں ہیں۔ جنتی کو نیکیاں آسان اور گناہ بھاری معلوم ہوتے ہیں، دوزخی کو اس کا الٹا۔ مگر یہ قاعدہ اکثریہ ہے کلیّہ نہیں۔ کبھی عمر بھر کا مجرم جنتی ہو کر مرتا ہے اور کبھی اس کے برعکس بھی۔ لوحِ محفوظ میں کام اور انجام دونوں لکھے جا چکے ہیں کہ فلاں نیکیاں کرے گا اور جنت میں جائے گا اور فلاں کفر وغیرہ کرے گا لہٰذا جہنمی ہوگا۔ بندوں پر اللہ تعالیٰ کی اطاعت فرض ہے نیز کوئی شخص دوزخی اور جنتی ہونے پر مجبور نہیں۔

حدیثِ مذکور میں آیت کریمہ اگرچہ ابو بکر صدیقؓ کے ایمان اور سخاوت کے متعلق نازل ہوئی ہے، چونکہ عبارت عام ہے اس لئے ہر جگہ منطبق ہو سکتی ہے۔

اس حدیث کے متعلق سوال کیا جاتا ہے کہ جب انسان کا جنتی یا جہنمی ہونا پہلے سے لکھ دیا گیا ہے تو پھر انسان کو افعال کا مکلف کیوں کیا گیا اور سزا یا جزا کیوں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات نہیں کہ جو اللہ نے لکھ دیا ہم اس کے تابع اور اس کے مطابق کام کر رہے ہیں بلکہ بات یہ ہے کہ جو کچھ ہم نے اپنے اختیار اور ارادہ سے کرنا تھا اس کا پہلے اللہ تعالیٰ کو علم تھا اور اس نے اپنے اس علم کو لکھکر لوح میں محفوظ کرلیا یعنی علم معلوم کے تابع ہے، معلوم علم کے تابع نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوهُ فِي الزُّبُرِ (اور انہوں نے جو کچھ کام کئے وہ سب کام نوشتوں میں ہیں) یعنی ان کے کئے ہوئے کام لوح میں لکھے ہوئے ہیں یہ نہیں کہ جو کچھ لوح میں لکھا ہوا ہے وہی ان کو کرنا ہے۔

انسان کو جزا و سزا اس کے ارادے اور اختیار کی وجہ سے ملتی ہے۔ اگر انسان نیکی اختیار کرے تو رب بھی نیکی پیدا کر دیتا ہے اور بدی کو اختیار کرے تو بدی پیدا کی جاتی ہے۔ اور ازل میں جو اللہ تعالیٰ کو انسان کے ارادہ و اختیار کا علم تھا اس علم سے انسان کے اختیار اور آزادی عمل کی نفی ہوتی ہے - نہ ان پر جزاء اور سزا کے

استحقاق کی نفی ہوتی ہے۔ معلوم ہوا کہ تمام واقعات اچھے برے، مفید اور مضر سب اللہ تعالیٰ کی قضاء سے وابستہ ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ تقدیر پر تکیہ کر کے اعمال چھوڑنا ممنوع ہے بلکہ شریعت کے مطابق اعمال کرنا واجب ہے۔ جس شخص کو جس کام کے لئے پیدا کیا گیا ہے وہ اس کے لئے آسان ہوتا ہے۔ نیک لوگوں کے لئے نیکی آسان اور بدکاروں کے لئے اعمال بد آسان ہوتے ہیں۔

علامہ سعیدی مزید لکھتے ہیں کہ اہلِ سنت والجماعت کا یہ نظریہ ہے کہ انسانی افعال کا خالق اللہ تعالیٰ، اور کاسب خود انسان ہے۔ انسان کسب کرتا ہے اور اللہ خلق کرتا ہے، خلق کے معنی ہیں کسی چیز کو عدم سے وجود میں لانا۔ علامہ محب اللہ

باری نے لکھا ہے کہ کسب قصد مصمم (پختہ ارادہ) کو کہتے ہیں- اللہ کی عادت جاریہ ہے کہ وہ قصد مصمم کے بعد فعل پیدا کرتا ہے- قرآنِ پاک کی متعدد آیات میں ذکر ہے کہ اللہ انسان کے افعال کا خالق ہے، اسی لئے سنی کہتے ہیں کہ افعال کا خالق اللہ ہے- اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں رسولوں کو بھیجا، جنہوں نے نیکی کرنے اور برائی سے بچنے کی تلقین کی- اور اللہ نے نیکی پر جزاء اور برائی پر سزا دینے کا نظام قائم کیا اور جنت و دوزخ کو بنایا، اس لئے ضروری تھا کہ انسان کے لئے قصد اور اختیار کو تسلیم کیا جائے- کیونکہ اگر انسان کو نیکی و بدی اور اچھائی و برائی پر اختیار نہ ہو تو رسولوں کو بھیجنے اور جزاء و سزا کے نظام کا کوئی معنی نہیں- (شرح مسلم)

☆ حدیث نمبر ۴۵

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ وَ فِیْ یَدَیْہِ کِتَابَانِ فَقَالَ اَتَدْرُوْنَ مَا ھٰذَا نِ الْکِتَابَانِ قُلْنَا لَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ اِلَّا اَنْ تُخْبِرَنَا فَقَالَ لِلَّذِیْ فِیْ یَدِہٖ الْیُمْنٰی ھٰذَا کِتَابٌ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ فِیْہِ اَسْمَآءُ اَھْلِ الْجَنَّۃِ وَ اَسْمَآءُ اٰبَائِھِمْ وَ قَبَائِلِھِمْ ثُمَّ اُجْمِلَ عَلٰی اٰخِرِھِمْ

فَلَا يُزَادُ فِيهِمْ وَلَا يُنْقَصُ مِنْهُمْ اَبَدًا ثُمَّ قَالَ لِلَّذِي فِي شِمَالِهِ هٰذَا كِتٰبٌ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ فِيهِ اَسْمَآءُ اَهْلِ النَّارِ وَاَسْمَآءُ اٰبَائِهِمْ وَ قَبَائِلِهِمْ ثُمَّ اُجْمِلَ عَلٰى اٰخِرِهِمْ فَلَا يُزَادُ فِيهِمْ وَلَا يُنْقَصُ مِنْهُمْ اَبَدًا فَقَالَ اَصْحَابُهٗ فَفِيْمَا الْعَمَلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اِنْ كَانَ اَمْرٌ قَدْ فُرِغَ مِنْهُ فَقَالَ سَدِّدُوْا وَ قَارِبُوْا فَاِنَّ صَاحِبَ الْجَنَّةِ يُخْتَمُ لَهٗ بِعَمَلِ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَ اِنْ عَمِلَ اَيَّ عَمَلٍ وَ اِنَّ صَاحِبَ النَّارِ يُخْتَمُ لَهٗ بِعَمَلِ اَهْلِ النَّارِ وَ اِنْ عَمِلَ اَيَّ عَمَلٍ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِيَدَيْهِ فَنَبَذَهُمَا ثُمَّ قَالَ فَرَغَ رَبُّكُمْ مِنَ الْعِبَادِ فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَ فَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ

(مشکوٰۃ باب الایمان با لقدر)

☆ترجمہ

حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ ایک بار حضور ﷺ تشریف لائے کہ دستِ اقدس میں دو کتابیں تھیں فرمایا کیا جانتے ہو یہ کتابیں کون سی ہیں ؟ ہم نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ آپ کے بتائے بغیر ہم نہیں جانتے۔
تو اپنے داہنے ہاتھ کی کتاب کے متعلق فرمایا یہ کتاب ربّ العالمین کے پاس سے آئی ہے جس میں تمام جنتیوں کے نام اور ان کے باپ دادوں اور قبیلوں کے نام ہیں پھر آخر تک کا میزان لگا دیا گیا ہے۔ لہٰذا ان میں کبھی زیادتی یا کمی نہیں ہو سکتی۔ پھر بائیں

ہاتھ والی کتاب کے متعلق فرمایا کہ یہ کتاب رب العالمین کی طرف سے آئی ہے اس میں دوزخیوں، ان کے باپ دادوں اور قبیلوں کے نام ہیں پھر آخر تک کا ٹوٹل لگادیا گیا ہے۔ اب ان میں کبھی زیادتی اور کمی نہیں ہوسکتی۔ صحابہؓ نے عرض کیا عمل کہاں گئے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر اس معاملے سے فراغت ہوچکی، فرمایا سیدھے رہو، قرب الٰہی حاصل کرو، کیونکہ جنتی کا خاتمہ جنتیوں کے عمل پر ہوتا ہے۔ اگرچہ پہلے کوئی بھی کام کرے اور یقیناً دوزخی کا خاتمہ دوزخیوں کے کام پر ہوتا ہے۔ اگرچہ پہلے کوئی عمل کرے۔ پھر حضور ﷺ نے دست مبارک سے اشارہ فرماکر انہیں جھاڑ دیا پھر فرمایا کہ تمہارا رب بندوں سے فارغ ہوچکا ایک ٹولہ جنتی اور دوسرا ٹولہ دوزخی ہے۔

☆تشریح

حضور ﷺ کے ایک دائیں ہاتھ میں اور دوسری بائیں ہاتھ میں کتاب تھی۔ حق یہی ہے کہ کتابیں حسی تھیں جن کو صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین دیکھ رہے تھے نہ کہ فقط خیالی اور وہمی جیسا کہ بعض نے وہم کیا ہے۔ (مرقات واشعۃ)

فرمایا یہ دونوں کتابیں جو تم میرے ہاتھ میں دیکھ رہے ہو کس مضمون کی ہیں اور ان میں کیا لکھا ہے؟ اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ کتابیں نظر آرہی تھیں ورنہ ھٰذَانِ سے اشارہ نہ فرمایا جاتا، نیز پھر صحابہؓ پوچھتے کہ کون سی کتابیں اور وہ کہاں ہیں

صحابہؓ نے عرض کیا کہ ہم کتابیں تو دیکھ رہے ہیں مگر ان کے مضامین سے بے خبر ہیں۔ آپ ﷺ اطلاع بخشیں تو خبردار ہوجائیں۔ معلوم ہوا کہ حضور ﷺ

کتابوں کو بھی دیکھ رہے ہیں اور ان کتابوں کے تفصیلی عالم بھی ہیں اور لوگوں کو وہ کتابیں پڑھا اور بتا بھی سکتے ہیں، یہی صحابہؓ کا عقیدہ تھا۔

فرمایا یہ کتاب ربّ العالمین کے پاس سے آئی ہے جس میں رب کے خصوصی علم کا اظہار ہے۔ فرمایا اس ساری کتاب میں جنتیوں کے نام، پتے، کام تو فہرست میں ہیں اور آخر میں ٹوٹل ہے کہ کل اتنے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو ہر جنتی و دوزخی کا تفصیلی علم بخشا۔ ان کے باپ دادوں، قبیلوں اور اعمال پر مطلع کیا۔ یہ حدیث حضور علیہ السلام کے علم کی تابندہ دلیل ہے۔ جس میں کوئی تاویل نہیں ہو سکتی۔ (مرآت)

سرکار نے فرمایا کہ اس کتاب میں کمی زیادتی نہیں ہو سکتی، اللہ تعالیٰ نے اس میں تقدیر مبرم کی تفصیل فرمائی ہے اور مجھے اس کا علم بخشا ہے۔ تقدیر معلق اور مشابہ معلق میں زیادتی کمی ممکن ہے۔ خیال رہے لوحِ محفوظ میں محو و اثبات کی تحریر بھی ہے۔ اور ام الکتاب میں صرف قضائے مبرم کی، لوحِ محفوظ تک ملائکہ کا علم پہنچتا ہے مگر میرے حضور علیہ السلام کا علم اُمّ الکتاب تک ہے۔ یہاں صحابہ کرامؓ کو اجمالی طور پر بتایا گیا ہے۔ (مرقات)

آقائے دو جہاں علیہ السلام نے دوسری کتاب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ رب کی طرف سے آئی ہے یعنی بلاواسطہ فرشتہ یا بلواسطہ فرشتہ اُمّ الکتاب سے نقل ہو کر جہاں کی فرشتوں کو بھی خبر نہیں کیونکہ یہ قضاء مبرم ہے۔ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قضاء مبرم پر حضور علیہ السلام کو مطلع فرمایا ہے۔

صحابہؓ نے عرض کیا کہ اگر انجام کا دار و مدار اللہ کی تحریر پر ہے، نہ کہ ہمارے اعمال پر، تو پھر اعمال کی ضرورت ہی کیا رہی؟ فرمایا نیک اعمال اور صحیح عقائد

اختیار کرو تاکہ تمہیں اللہ کا قرب حاصل ہو۔

پھر حضور ﷺ نے ہاتھوں کو جھٹکا دیا جس سے دونوں کتابیں غائب ہو گئیں یا کتابوں کو عالم غیب کی طرف پھینکا ، یہ پھینکنا ان کی اہانت کے لئے نہ تھا نہ اس سے وہ کتابیں زمین پر گریں۔

ایک ٹولہ جنتی اور ایک ٹولہ دوزخی ، یہ قرآن پاک کی آیت سے اقتباس ہے اور بندوں سے مراد انسان ہیں کیونکہ جنت میں ثواب کے لئے انسانوں کے سوا کوئی نہ جائے گا۔ یہ آدم علیہ السلام کی میراث ہے انہی کی اولاد کو ملے گی۔

ترمذی اور ابن ماجہ میں ایک روایت ہے کہ صحابی نے عرض کیا کہ جو ہم منتر کرتے ہیں اور جو دوائیں اور پرہیز ہمارے استعمال میں آتے ہیں کیا یہ اللہ کی تقدیر کو پلٹ دیتے ہیں۔ فرمایا یہ خود اللہ کی تقدیر سے ہے۔

خیال رہے تعویذ، گنڈے ، دم درود ، جھاڑ پھونک اگر قرآنی آیات یا حدیث کی دعاؤں یا بزرگوں کے اعمال سے ہوں تو جائز ورنہ ممنوع ہیں۔ سرکار نے فرمایا منتر ، دوا، پرہیز وغیرہ ان کا استعمال جائز ہے اور تقدیر میں یہی لکھا جا چکا ہے۔ کہ فلاں بیماری ، فلاں دوا یا تعویذ سے جائے گی۔ اور فلاں مصیبت اس جھاڑ پھونک یا پرہیز سے رفع ہو گی۔ یعنی مصیبتوں کا آنا اور تدابیر سے جانا سب مقدر میں شامل ہے۔ تدبیر تقدیر کے خلاف نہیں۔ معلوم ہوا گنڈا تعویذ، جھاڑ پھونک مثل دوا کے علاج ہیں اور جائز ہیں بلکہ سنت صحابہؓ اور سنت رسول اللہ ﷺ ہیں۔ (مرآت)

اسی لئے اکثر اہل اللہ کا معمول بھی ایسا ہی رہا ہے۔

☆حدیث نمبر ۴۶

وَعَنْ اَبِیْ نَضْرَۃَ اَنَّ رَجُلاً مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ ﷺ یُقَالُ لَہٗ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰہِ دَخَلَ عَلَیْہِ اَصْحَابُہٗ یَعُوْدُوْنَہٗ وَ ھُوَ یَبْکِیْ فَقَالُوْا لَہٗ مَا یُبْکِیْکَ اَلَمْ یَقُلْ لَّکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خُذْ مِنْ شَارِبِکَ ثُمَّ اَقِرَّہٗ حَتّٰی تَلْقَانِیْ قَالَ بَلٰی وَلٰکِنْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ اِنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَ جَلَّ قَبَضَ بِیَمِیْنِہٖ قَبْضَۃً وَ اُخْرٰی بِالْیَدِ الْاُخْرٰی وَقَالَ ھٰذِہٖ لِھٰذِہٖ وَ ھٰذَا لِھٰذِہٖ وَلَا اُبَالِیْ وَلَا اَدْرِیْ فِیْ اَیِّ الْقَبْضَتَیْنِ اَنَا رَوَاہُ اَحْمَدُ

(مشکوٰۃ باب الایمان بالقدر)

☆ترجمہ

حضرت ابو نضرہؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ کے صحابہؓ میں سے ایک صاحب جنہیں ابو عبداللہ کہا جاتا تھا، ان کے دوست کی بیمارپرسی کے لئے آئے تو وہ رو رہے تھے تو یہ حضرات بولے کیوں روتے ہو؟ کیا تم سے حضور ﷺ نے یہ نہ فرمایا تھا کہ اپنی مونچھیں کٹواؤ پھر اس کے پابند رہو۔ یہاں تک کہ مجھے ملو۔ وہ بولے ہاں، لیکن میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ اللہ عزّوجل نے اپنے داہنے ہاتھ میں ایک مٹھی لی اور دوسری دوسرے ہاتھ میں اور فرمایا یہ اس کے لئے ہے اور یہ اس کے لئے ہے اور مجھے پرواہ نہیں۔ اور مجھے خبر نہیں کہ میں کونسی مٹھی میں تھا۔ (احمد)

☆ تشریح

حدیثِ پاک کے راوی نضرہ ابن منذر مالک عبدی جلیل القدر تابعی ہیں خواجہ حسن بصریؒ سے کچھ پہلے بصرہ میں پیدا ہوئے اور ۱۰۷ھ میں وہاں ہی وفات پائی (مرآت)

صحابیٔ رسول موت کے خوف یا بیماری کی تکلیف سے نہیں رو رہے تھے بلکہ خوفِ خدا سے رو رہے تھے۔ موت کے وقت یہ حالت اللہ کی خاص رحمت ہے۔ ان صحابی کا نام معلوم نہ ہو سکا۔ عیادت کرنے والے حضرات صحابہ اور تابعین ہوں گے۔ ایک صاحب بولے اے صحابی رسول تمہیں آئندہ کیا کھٹکا ہے؟ تمہیں تو حضور ﷺ نے دو خوشخبریاں دے دی ہیں ایک یہ کہ تم جنتی ہو اور دوسری یہ کہ تم جنت میں حضور ﷺ کے قرب کے مستحق ہو۔

خیال رہے کہ داڑھی بڑھانا اور مونچھیں کتروانا، اتنا کہ اوپر کے ہونٹ کا سارہ کنارہ کھل جائے سنتِ مؤکدہ بلکہ واجب ہے۔ اور اس کی پابندی جنتی ہونے اور حضور ﷺ کے قرب ملنے کا ذریعہ ہے، جیسے ترکِ سنت حضور ﷺ سے دوری کا سبب ہے۔

دستِ قدرت کی ان مٹھیوں میں انسانوں کی روحیں تھیں یہ حدیث متشابہات سے ہے۔ ربِ کائنات مٹھی کے ظاہری معنی سے پاک ہے۔ داہنی مٹھی والے جنتی اور بائیں والے دوزخی۔ صحابی نے فرمایا کہ میں نہیں جانتا کہ میں داہنی میں تھا یا بائیں مٹھی میں۔ یہاں علم کی نفی نہیں بلکہ درایت کی نفی ہے۔ درایت اٹکل یا قیاس سے جاننے کو کہتے ہیں حضور ﷺ کی بشارت سے ان کو اپنے جنتی ہونے کا علم

یقینی حاصل ہو چکا تھا۔ آج صدیق و فاروق رضوان اللہ علیہما کے جنتی ہونے پر ہمارا ایمان ہے۔ جو ان کے جنتی ہونے میں شک کرے وہ بے ایمان ہے۔ آپ کے جواب کا مقصد یہ ہے کہ ان مٹھیوں والی حدیث میرے سامنے ہونے کی وجہ سے میری نظر بشارت پر رہی ہی نہ تھی۔ اس لئے میں رو رہا تھا، خیال رہے ان صحابہ کا یا خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خوف جلال ہے نہ کہ خوفِ عذاب۔ انہیں خدا کے وعدوں پر بے اعتباری نہ تھی، جیسے ایک وزیر کو بادشاہ کی ہیبت ہوتی ہے۔ جو خدا کے وعدوں پر اعتماد نہ کرے وہ کافر ہے۔ خوفِ جلال قوتِ ایمان کی دلیل ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کو فرعون سے ایذاء کا خوف تھا اگرچہ اللہ نے ان کی حفاظت کا وعدہ فرمالیا تھا، لہٰذا اس حدیث سے مسئلہ امکانِ کذب ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا۔ (مرآت)

☆ حدیث نمبر ۴۷

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اُقْبِرَ الْمَيِّتُ اَتَاهُ مَلَكَانِ اَسْوَدَانِ اَزْرَقَانِ يُقَالُ لِاَحَدِهِمَا الْمُنْكَرُ وَلِلْاٰخَرِ النَّكِيْرُ فَيَقُوْلَانِ مَا كُنْتَ تَقُوْلُ فِیْ هٰذَا الرَّجُلِ فَيَقُوْلُ هٰذَا عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ فَيَقُوْلَانِ قَدْ كُنَّا نَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْلُ هٰذَا ثُمَّ يُفْسَحُ لَهٗ فِیْ قَبْرِهٖ سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فِیْ سَبْعِيْنَ ثُمَّ يُنَوَّرُ لَهٗ فِيْهِ ثُمَّ يُقَالُ لَهٗ نَمْ فَيَقُوْلُ اَرْجِعُ اِلٰى اَهْلِیْ فَاُخْبِرُهُمْ فَيَقُوْلَانِ نَمْ كَنَوْ

مَرْءِ الْعَرُوْسِ الَّذِیْ لَا یُوْقِظُهٗ اِلَّا اَحَبُّ اَهْلِهٖ اِلَیْهِ حَتّٰی یَبْعَثَهُ اللّٰهُ مِنْ مَضْجَعِهٖ ذٰلِکَ وَ اِنْ کَانَ مُنَافِقًا قَالَ سَمِعْتُ النَّاسَ یَقُوْلُوْنَ قَوْلًا فَقُلْتُ مِثْلَهٗ لَا اَدْرِیْ فَیَقُوْلَانِ قَدْ کُنَّا نَعْلَمُ اَنَّکَ تَقُوْلُ ذٰلِکَ فَیُقَالُ لِلْاَرْضِ الْتَئِمِیْ عَلَیْهِ فَتَلْتَئِمُ عَلَیْهِ فَتَخْتَلِفُ اَضْلَاعُهٗ فَلَا یَزَالُ فِیْهَا مُعَذَّبًا حَتّٰی یَبْعَثَهُ اللّٰهُ مِنْ مَضْجَعِهٖ ذٰلِکَ

رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ (مشکوٰۃ باب اثبات عذاب القبر)

☆ترجمہ

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب میت دفن کی جاتی ہے تو اس کے پاس دو سیاہ رنگ ، نیلی آنکھوں والے فرشتے آتے ہیں -ایک کو منکر اور دوسرے کو نکیر کہا جاتا ہے-وہ پوچھتے ہیں کہ تو ان صاحب کے بارے میں کیا کہتا تھا؟ تو میت کہتا ہے یہ اللہ کے بندے ہیں اور اس کے رسول ہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یقیناً محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں- تب وہ کہتے ہیں ہم تو جانتے تھے کہ تو یہ کہے گا- پھر اس کی قبر میں فراخی دی جاتی ہے- ستر گز، ستر گز میں، پھر اس کے لئے وہاں روشنی کردی جاتی ہے- پھر اسے کہا جاتا ہے سو جا وہ کہتا ہے میں اپنے گھر جاؤں تاکہ ان کو یہ خبر دوں- تو وہ کہتے ہیں دلہن کی طرح سو جا، جسے اس کے پیارے خاوند کے سواء گھر کا کوئی نہیں جگاتا- یہاں تک کہ اللہ اسے اس کی خواب سے اٹھائے گا- اور اگر مردہ

منافق ہو تو کہتا ہے کہ میں نے لوگوں سے کچھ کہتے سنا تھا- اس طرح میں بھی کہہ دیتا تھا میں نہیں پہچانتا- تب وہ کہتے ہیں کہ ہم تو جانتے تھے کہ تو یہ کہے گا- پھر زمین سے کہا جاتا ہے کہ اس پر تنگ ہو جا وہ اس قدر تنگ ہو جاتی ہے کہ مُردے کی پسلیاں ادھر ادھر ہو جاتی ہیں، پھر وہ عذابِ قبر میں ہی رہتا ہے- تا آنکہ اللہ اسے اس ٹھکانے سے اٹھائے- (ترمذی)

☆تشریح

مُردے کے دفن کا ذکر اتفاقی ہے، چونکہ عرب میں عام طور پر مردے دفن ہی کئے جاتے تھے، ورنہ جو مردہ دفن نہ بھی ہو بلکہ اسے جلا کر خاک کر دیا گیا ہو یا شیر، مچھلیاں کھا گئی ہوں، اس کے اجزائے اصلیہ سے رُوح متعلق کر دی جاتی ہے اور سوال جواب ہو جاتے ہیں- اگرچہ وہ اجزاء دنیا میں بکھرے ہوں- (مرقات ولمعات)

منکر و نکیر دونوں وہ فرشتے ہیں جو حسابِ قبر پر مقرر ہیں- یہ انسانی شکل میں اس لئے آتے ہیں تاکہ ان کی ہیبت سے کفار تو گھبرا جائیں اور حیرانی سے جواب نہ دے سکیں اور مومن مطمئن رہیں اور بآسانی جواب دیں- یہ گھبراہٹ واطمینان کافر و مومن میں فرق کے لئے ہے- اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ نورانی مخلوق میں بیک وقت ہزار ہا جگہ موجود ہو جانے کی طاقت ہے- دو فرشتے ایک آن میں ہزار ہا قبروں میں پہنچ جاتے ہیں لہٰذا بعض اولیاء کا بیک وقت چند جگہ پایا جانا ممکن ہے- دوسرا یہ کہ جب نور شکلِ انسان میں آئے تو جسمِ انسانی کے لوازمات اس میں پائے جائیں گے- فرشتے نور ہیں، نور نہ کالا نہ نیلا، مگر جب شکلِ انسانی میں آئے تو ان کے

چہرے کا رنگ کالا اور آنکھیں نیلی تھی- موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی جب سانپ بنتی تو کھاتی پیتی بھی تھی- ہاروت ماروت فرشتے جب شکلِ انسانی میں آتے تو کھاتے پیتے تھے- معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کھاتے پیتے تھے لیکن تھے نور-

منکر و نکیر کے معنی ہیں اجنبی جس کو دیکھ کر گھبراہٹ ہو چونکہ میت نے انہیں کبھی دیکھا نہیں ہوتا ان کی شکل ہیبت ناک ہوتی ہے، اس لئے ان کا یہ نام ہے- صاحبِ اشعۃ فرماتے ہیں کہ کافروں سے سوالات پوچھنے والے فرشتوں کے یہ نام ہیں اور مومنوں کے ممتحنوں کے نام مبشر اور بشیر ہیں، ناموں کا فرق ہے مگر ذات ایک ہی ہے- (اشعۃ)

صاحبِ مرقات نے فرمایا کہ شکل پاک مصطفےٰ ﷺ ہر قبر میں جلوہ گر ہوتی ہے جیسے ہر آئینہ میں سورج- بعض علماء فرماتے ہیں کہ قبر سے روضۂ اطہر تک کے حجابات اٹھا دئے جاتے ہیں، جس سے میت بے تکلف جمالِ جہاں آرا کا نظارہ کرتا ہے، بعض نے فرمایا کہ مومن سے پھر یہ جمال قیامت تک غائب نہیں ہوتا، اسی لئے بعض عشاق موت کی تمنا کرتے ہیں- حضور ﷺ نے حضرت فاطمۃ الزہراؓ سے فرمایا کہ اہلِ بیت میں تم مجھے سب سے پہلے ملو گی- یا ازواجِ مطہرات سے فرمایا کہ تم میں سے جو زیادہ سخی ہو گی وہ مجھ سے پہلے ملے گی- اس کا یہی مطلب ہے- فرشتوں کا حضور ﷺ کو رجل کہنا توہین کے لئے نہیں کہ یہ کفر ہے- بلکہ امتحان کی تکمیل کے لئے ہے- اگر وہ نبی یا رسول کہہ دیتے تو امتحان کیسا؟

اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ حسابِ قبر حضور ﷺ سے نہیں لیا گیا کیونکہ حضور ﷺ ہی کی پہچان کا تو حساب ہے، پھر آپ سے کیسے ہوتا- دوسرا یہ کہ قبر میں ہر مردے کو قریب سے حضور ﷺ کی زیارت کرائی جاتی ہے- جیسا

کہ ھٰذَا سے معلوم ہوا ھذا وہاں بولتے ہیں جہاں چیز نظر بھی آرہی ہو اور قریب بھی ہو- تیسرا یہ کہ حضور ﷺ بیک وقت سب کی قبور میں پہنچ سکتے ہیں یا سب کو بیک وقت نظر آسکتے ہیں- جیسے سورج کی شعائیں بیک وقت لاکھوں جگہ موجود اور بیک وقت خود ہر جگہ سے نظر آتا ہے اس سے حاضر ناظر کا مسئلہ حل ہوا- چوتھا یہ کہ فرشتے خود حضور ﷺ کی زیارت کراتے ہیں نہ کہ آپ کے فوٹو کی، کیونکہ فوٹو نہ رجل ہے نہ اس فوٹو کا نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے، نہ وہ فوٹو نبی ہے، جیسے پتھر کو خدا کہنا شرک ہے ایسے ہی کسی فوٹو کو نبی بتانا بھی کفر ہے- عشاق اس دیدار قبر کی بناء پر موت کی تمنا کرتے ہیں اور عاشقوں کی موت کو عُرس کہا جاتا ہے یعنی برات کا دن یا دولہا کی دید کی عید کا دن-

قبر میں سوالات وجوابات تین ہوتے ہیں مگر اس حدیث میں ایک سوال فرمایا گیا ہے جو سب کو جامع تھا اور جواب تینوں کا توحید، دین اور رسالت- منکر نکیر کا یہ سوال وجواب قانونی طور پر ہوتا ہے- ہم تیرے ایمان سے بے خبر نہ تھے معلوم ہوا کہ فرشتے ہر شخص کی سعادت اور شقاوت، کفر وایمان سے خبردار ہیں- ہمارے حضور ﷺ جو اعلم الخلق ہیں ان کے علم کا کیا پوچھنا- (مرآت)

صاحبِ مرقات فرماتے ہیں کہ فرشتے مومن میت کی پیشانی میں نورِ ایمان کی شعاع عبادت کا اثر اور سعادت کی علامتیں دیکھتے ہیں- جیسے قیامت میں ہر شخص مومن وکافر کو پہچان لے گا- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یَوْمَ تَبْیَضُّ وُجُوْہٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْہٌ یعنی اس دن کچھ چہرے سفید اور کچھ سیاہ ہوں گے-

ستر گز ستر گز میں کا مطلب ہے (70 x 70) ستر ضرب ستر یعنی چار ہزار نو سو مربع گز، ستر گز لمبی اور ستر گز چوڑی (کل رقبہ چار ہزار نو سو مربع گز)

یہ بیان وسعت کے لئے ہے نہ کہ حصر کے لئے- بعض روایتوں میں تا حدِ نگاہ آتا ہے-

قبر میں روشنی چاند سورج وغیرہ کی نہیں ہوتی بلکہ نُورِ الٰہی یا نورِ مُصطفوی کی جگمگاہٹ ہوتی ہے- ممکن ہے کہ ایمان قلبی کا نور ہو-

میّت چاہتا ہے کہ میں گھر والوں کو بتاؤں کہ میں کامیاب ہو گیا اور نہایت آرام سے ہوں- معلوم ہوا میّت اپنے گھر والوں کو پہچانتا ہے اور وہاں پہنچنے کی بھی طاقت رکھتا ہے- کیونکہ وہ یہ نہیں کہتا کہ تم مجھے لے چلو، یا سواری لاؤ بلکہ کہتا ہے میں جاتا ہوں، اگرچہ اس کے گھر والے صدہا کوس دور ہوں- (مرآت)

صاحبِ مرقات نے فرمایا کہ قبر میں سونے سے مراد آرام کرنا ہے یعنی یہ برزخی زندگی۔ آرام سے گزار لے کہ تجھ تک سواء خدا کی رحمت کے کوئی آفت یا بلا نہیں پہنچ سکے گی- جیسے کہ نو عروس دلہن کے پاس دولہا کے سوا کوئی نہیں پہنچتا- یہ نیند غفلت والی مراد نہیں- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے يُرْزَقُوْنَ فَرِحِيْنَ بِمَا اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ -

ترجمہ- جو روزی پاتے ہیں اس پر خوش ہیں، جو اللہ نے اپنے فضل سے ان کو دی اور خوشیاں منا رہے ہیں اپنے پچھلوں کی، جو ابھی ان سے نہ ملے-

معلوم ہوا، اللہ کے مقبول قبر میں جنتی روزی کھاتے ہیں خوش و خرم رہتے ہیں اور دنیا کے لوگوں کی خبر رکھتے ہیں اگر وہ سو گئے ہوتے تو پھل کیسے کھاتے- یہاں کی خبر کیسے رکھتے- نیز قبرستان میں پہنچ کر سلام کرنا سنت نہ ہوتا، کیونکہ سوئے ہوئے لوگوں کو سلام کرنا منع ہے- یہ حدیثِ پاک بزرگوں کے عُرس کا ماخذ ہے چونکہ فرشتوں نے اس دن صاحبِ قبر کو عروس کہا ہے للذا اس دن کا نام روزِ عُرس ہے- موت مومن کی شادی اور کافر کی گرفتاری کا دن ہے- معلوم ہوا کہ دلی

ایمان قبر میں ساتھ جائے گا نہ کہ زبانی اسلام۔

فرشتوں کا منافق کو یہ کہنا کہ تیرا کفر پر مرنا ہمیں معلوم ہے۔ کیونکہ لوحِ محفوظ ہمارے سامنے ہے۔ تیری پیشانی میں کفر کی تاریکی دیکھ رہے ہیں یہ سوال جواب محض قانون کے لئے ہے۔

منافق پر قبر اس طرح تنگ ہو جاتی ہے کہ دائیں پسلیاں بائیں طرف اور بائیں پسلیاں دائیں طرف، لیکن یہ حالت ہماری حس سے بالا ہے۔ اگر ہم کافر کی لاش دیکھیں تو ویسی ہی معلوم ہوگی۔ اگر ایک ہی قبر میں کافر و مومن دفن ہو گئے تو وہی قبر مومن کے لئے فراخ ہوگی اور کافر کے لئے تنگ۔ مومن کے لئے روشن اور کافر کے لئے اندھیری۔ مومن کے لئے ٹھنڈی اور کافر کے لئے گرم۔ مومن کے لئے مشکی ہوئی اور کافر کے لئے بدبودار، جیسے ایک بستر میں دو آدمی سو رہے ہوں ایک اچھی اور خوش کن خواب دیکھے دوسرا پریشان کن اور ہیبتناک خواب دیکھے۔ بستر ایک ہے مگر دونوں کی حالتیں مختلف، خواب برزخ کی ایک تمثیل ہے۔ خواب اکثر خیال ہوتی ہے مگر برزخ میں حقیقت ہوگی۔ پسلیاں فرمانا سمجھانے کے لئے ورنہ جن کفار کی پسلیاں راکھ بنادی گئیں یا جانوروں نے ہضم کر لیں ان کی رُوح پر بھی تنگی ایسی ہی ہوگی، اس لئے قبر ایک شکنجہ ہے۔

بخاری شریف میں حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسُول اللہ ﷺ نے فرمایا جب بندے کو قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کے ساتھی لوٹتے ہیں۔

اَنَّهٗ لَيَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ (تو وہ ان کے جوتوں کی آہٹ سنتا ہے)

اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ مُردے سنتے ہیں۔ مُردوں کا سننا قرآنی آیات اور بے شمار احادیث سے ثابت ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا

گیا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَأْتِينَكَ سَعْيًا (ذبح کئے ہوئے جانوروں کو پکارو دوڑتے ہوئے آجائیں گے) یہ حدیث سماع موتی کے لئے نصِ صریح ہے۔ ہمارے حضور ﷺ نے بدر میں مقتول کفار کی لاشوں پر کھڑے ہو کر ان سے کلام کیا، خیال رہے مُردے کا یہ سننا ہمیشہ رہتا ہے اس لئے حکم ہے کہ قبرستان میں جاکر مُردوں کو سلام کرو، حالانکہ نہ سننے والوں کو سلام کیسا؟ جن آیات میں سماع موتی کی نفی ہے وہاں مُردوں سے مراد دل کے مُردے یعنی کافر ہیں اور سننے سے مراد قبول کرنا ہے۔ اسی لئے جہاں قرآن نے یہ فرمایا اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى (تم مُردوں کو نہیں سنا سکتے) وہاں ساتھ میں یہ بھی فرمادیا اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا یعنی تم صرف مومنوں کو ہی سنا سکتے ہو۔ جس سے معلوم ہوا کہ وہاں مُردوں سے مراد کافر تھے۔

صاحبِ مرقات ملا علی قاری حنفی یہاں فرماتے ہیں کہ میت اپنے کفن دینے والوں، نماز پڑھنے والوں، اٹھانے والوں اور دفن کرنے والوں کو جانتا پہچانتا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ گنبد خضریٰ میں حضرت عمرؓ کے دفن ہونے کے بعد پردے کے ساتھ اندر جاتی تھیں اور فرماتی تھیں کہ میں عمرؓ سے حیا کرتی ہوں۔ معلوم ہوا میت دیکھتی بھی ہے۔ امام صاحبؒ نے میت کے سننے میں توقف نہیں کیا بلکہ سننے کی نوعیت میں توقف کیا، جیسا کہ اس جگہ مرقات میں ہے۔

دوسرا یہ کہ بعد موت قوتیں بڑھ جاتی ہیں کہ ہزار ہا من مٹی میں دفن ہونے کے باوجود میت لوگوں کے جوتوں کی آہٹ سن لیتی ہے۔ تو جو انبیاء اور اولیاء زندگی میں مشرق و مغرب دیکھتے ہوں وہ بعد وفات فرش و عرش کی یقیناً خبر رکھتے ہیں۔

حدیث شریف میں ہے کہ ہر جمعرات کو میّت کی رُوح اپنے عزیزوں کے گھر پہنچ کران سے ایصال ثواب کی درخواست کرتی ہے۔ (اشعۃ باب زیارۃ قبور)

معراج کی رات سارے نبی بیت المقدس میں اور پھر آناً فاناً آسمانوں پر موجود تھے، یہ ہے رُوحِ میّت کی رفتار۔ واللہ اعلم (مرآت)

☆☆☆☆☆☆

☆ حدیث نمبر ۴۸

وَعَنْ عُثْمَانَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا فَرَغَ مِنْ دَفْنِ الْمَيِّتِ وَقَفَ عَلَيْهِ فَقَالَ اِسْتَغْفِرُوْا لِاَخِيْكُمْ ثُمَّ سَلُوْا لَهٗ بِالتَّثْبِيْتِ فَاِنَّهُ الْاٰنَ يُسْئَالُ رَوَاهُ اَبُوْ دَاؤُدَ (مشکوٰۃ باب اثبات عذاب القبر)

☆ ترجمہ

حضرت عثمانؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ میت کے دفن سے فارغ ہوتے تو وہاں کچھ ٹھہرتے اور فرماتے اپنے بھائی کے لئے دعائے مغفرت کرو۔ پھر اس کے لئے ثابت قدم رہنے کی دعا کرو کیونکہ اس سے سوالات ہو رہے ہیں۔ (ابو داؤد)

☆تشریح

ہمارے ہاں رواج ہے کہ بعد دفن فوراً واپس نہیں ہوتے بلکہ قبر کے آس پاس حلقہ بنا کر کھڑے ہوتے ہیں کچھ پڑھ کر بخشتے ہیں اور میت کے لئے دعا کرتے ہیں، ان سب کا ماخذ یہ حدیث پاک ہے- یہ تمام فعل سنت ہیں بعض جگہ بعد دفن قبر پہ اذان بھی کہتے ہیں - یہ بھی اسی حدیث سے نکل سکتا ہے کہ مردے کو تلقین ہے اور اس کے اثبات قدمی کی کوشش ہے- حدیث شریف میں ہے لَقِّنُوْا مَوْتَاکُمْ بِلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" اپنے مرنے والوں کو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی تلقین کرو-

فرمایا میت سے سوال ہونے ہی والے ہیں کیونکہ حسابِ قبر لوگوں کے لوٹنے کے بعد شروع ہوتا ہے- اس سے معلوم ہوا کہ زندوں کی دعا سے مُردوں کو فائدہ ہوتا ہے- ایسے ہی ان کے صدقات و خیرات میت کو مفید ہیں- ابو امامہؓ کی روایت میں ہے کہ حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں دفن کے بعد قبر کے سرہانے کھڑے ہو کر یہ کہو کہ اے فلاں ابن فلاں اپنا وہ کلمہ یاد کر جسے تو دنیا میں پڑھتا تھا- تیرا رب اللہ ہے، تیرا دین اسلام ہے ، تیرے نبی محمد ﷺ ہیں- (اشعۃ)

صاحبِ مرقات فرماتے ہیں کہ قبر پر ختمِ قرآن کرنا مستحب ہے-

(مرقات)

بیہقی نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ دفن کے بعد سرہانہ مقبر پر سورۃ بقرہ کا پہلا رکوع اور پائینتی پر آخری رکوع پڑھنا مستحب ہے- شیخ ابن ہمام فرماتے ہیں کہ قبر پر قرآن پڑھنا بہت اعلیٰ ہے-

شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ اگر اس وقت دو چار فقہی

مسائل بیان کر کے ثواب میت کو پہنچائے تو اچھا ہے۔

(اشعۃ)

☆☆☆☆☆☆☆

☆حدیث نمبر ۴۹

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ صَنَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا فَرَخَّصَ فِيْهِ فَتَنَزَّهَ عَنْهُ قَوْمٌ فَبَلَغَ ذٰلِكَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَخَطَبَ فَحَمِدَ اللّٰهَ ثُمَّ قَالَ مَا بَالُ اَقْوَامٍ يَتَنَزَّهُوْنَ عَنِ الشَّيْءِ اَصْنَعُهُ فَوَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاَعْلَمُهُمْ بِاللّٰهِ وَاَشَدُّهُمْ لَهٗ خَشْيَةً مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

(مشکوٰۃ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ)

☆ترجمہ

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کوئی کام کیا پھر اس کی اجازت ہو گئی۔ مگر ایک گروہ نے اس سے پرہیز کیا، یہ خبر حضور ﷺ کو پہنچی تو آپ ﷺ نے خطبہ پڑھا اور اللہ کی حمد کی پھر فرمایا کہ ان لوگوں کا کیا حال ہے کہ ان چیزوں سے بچتے ہیں جو میں کرتا ہوں۔ اللہ کی قسم میں ان سب سے

اللہ کو زیادہ جانتا ہوں اور سب سے زیادہ اللہ سے خوف والا ہوں۔ (مسلم وبخاری)

☆ تشریح

حضور علیہ السلام نے کوئی مباح دینوی کام کیا جس کی وجہ سے لوگوں کے لئے مباح ہی نہیں بلکہ سنت بن گیا، حدیث پاک میں ذکر نہ ہوا کہ وہ کونسا کام تھا شائد روزے دار کے لئے بیوی کو بوسہ تھا یا سفر میں رمضان کا روزہ چھوڑنا۔ (مرقات)

ایک گروہ نے یہ سمجھ کر پرہیز کیا کہ اگرچہ جائز بھی ہے مگر اس کا نہ کرنا تقویٰ ہے۔کیونکہ حضور علیہ السلام کا یہ فعل بیانِ جواز کے لئے ہے۔ (مرآت)

سرکار علیہ السلام نے فرمایا کہ انہیں تقویٰ اور پرہیزگاری میری اطاعت میں ملے گی۔جیسے رات کو خوفِ خدا میں رونا سنت اور عبادت ہے، ایسے ہی آرام سے سونا بھی سنت اور عبادت ہے۔کیونکہ دونوں میرے طریقے ہیں۔ (مرآت)

شیخ سعدیؒ نے فرمایا۔

؎ خلافِ پیغمبر کسے راہ گزید که ہر گز بمنزل نہ خواہد رسید

ترجمہ = جو پیغمبر کی سنت کے خلاف چلتا ہے وہ کبھی بھی منزلِ مقصود کو نہیں پہنچتا۔

☆☆☆☆☆☆

☆ حدیث نمبر ۵۰

وَعَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ قَالَ قَدِمَ نَبِيُّ اللّٰهِ ﷺ الْمَدِيْنَةَ وَ هُمْ يَاَ بِرُوْنَ ا لنَّخْلَ فَقَالَ مَا تَصْنَعُوْنَ قَالُوْا

كُنَّا نَصْنَعُهُ قَالَ لَعَلَّكُمْ لَوْ لَمْ تَفْعَلُوا كَانَ خَيْرًا فَتَرَكُوهُ فَنَقَصَتْ قَالَ فَذَكَرُوا ذٰلِكَ لَهُ فَقَالَ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ إِذَا أَمَرْتُكُمْ بِشَيْءٍ مِنْ أَمْرِ دِينِكُمْ فَخُذُوا بِهِ وَإِذَا أَمَرْتُكُمْ بِشَيْءٍ مِنْ رَأْيِي فَإِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

(مشکوٰۃ باب الاعتصام بالکتاب والسنّۃ)

☆ترجمہ

حضرت رافع ابن خدیجؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو اہلِ مدینہ کھجوروں کی شادی کیا کرتے تھے، فرمایا تم یہ کیا کرتے ہو؟ وہ بولے ہم پہلے سے ایسا کرتے آئے ہیں۔ فرمایا ممکن ہے کہ تم یہ نہ کرو تو اچھا ہو۔ لوگوں نے یہ شادی چھوڑ دی تو پھل کم ہو گئے۔ فرماتے ہیں کہ انہوں نے یہ واقعہ آپ ﷺ سے عرض کیا۔ تو فرمایا کہ میں ایک بشر ہوں جب تم کو کسی دینی کام کا حکم دوں تو اسے لے لو اور جب اپنی رائے سے کچھ کہوں تو میں بشر ہی ہوں (مسلم)

☆تشریح

حدیثِ پاک کے راوی رافع بن خدیجؓ کی کنیت ابو عبد اللہ ہے۔ حارثی، انصاری ہیں غزوۂ احد میں آپ کو تیر لگا تھا۔ زخم مہلک نہ ہوا بلکہ بھر گیا۔ عبد الملک بن مروان کے زمانہ میں وہ زخم پھر بہا اور اسی سے آپ کی وفات ہوئی۔ غزوۂ بدر کے بغیر (چونکہ آپ بچے تھے) آپ تمام غزوات میں حضور ﷺ کے ساتھ رہے۔

چھیاسی سال کی عمر پاکر ۷۳ھ مدینہ منورہ میں وفات پائی اور وہیں دفن ہوئے۔

اہلِ مدینہ نر کھجور کی شاخ مادہ کھجور میں پیوند کر دیتے تھے۔ جس سے پھل زیادہ اور اچھے ہوتے تھے۔ ہمارے ہاں اسے درخت یاباغ کی شادی کہا جاتا ہے۔ اس موقعہ پرباغ والے بڑی خوشی مناتے ہیں۔

درختوں میں بھی نر اور مادہ ہیں بعض لوگ جانتے ہیں بعض کو معلوم نہیں ہے نر درخت سے جب ہوامس ہو کر مادہ سے لگتی ہے تو اس سے پھل آتے ہیں (مرآت)

ملا علی قاری حنفی فرماتے ہیں کہ آدم علیہ السلام کی بچی ہوئی مٹی سے کھجور کا درخت پیدا کیا گیا ہے۔ اس لئے اس میں نر مادہ کا اجتماع ضروری ہے۔

سرکار علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے اس شادی سے اس لئے منع فرمایا کہ تم اس مشقت سے بچ جاؤ اور پھل بھی جو مقدر میں ہیں ملیں اور تمہیں توکل کا درجہ نصیب ہو۔ بعض علماء نے فرمایا کہ ان حضرات نے صبر سے کام نہ لیا بلکہ جلد ہی شکایت کر دی اگر توکل کر کے کچھ روز نقصان برداشت کرتے تو بڑی برکت دیکھتے۔ حضور ﷺ کی رائے بھی بڑی مبارک ہے۔ خیال رہے کہ حضورؐ باغ کے اس رمز سے بے خبر نہ تھے بلکہ انہیں توکل کا سبق دیا تھا۔ بے خبری کیسے ہو سکتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اَعْلَمُ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ ہیں یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ باغ والے تو اس چیز کو جانیں اور حضور ﷺ اس بات کو نہ جانیں۔ یوسف علیہ السلام نے کبھی کاشتکاری نہ کی ، مگر بادشاہ مصر سے فرمایا فَمَا حَصَدْتُّمْ فَذَرُوْهُ فِیْ سُنْۢبُلِهٖ گندم بھوسے الگ نہ کرو تاکہ خراب نہ ہو اور قحط میں کام آئے نیز آپ نے کبھی بادشاہی نہ کی تھی مگر بادشاہِ مصر سے فرمایا کہ مجھے خزانوں کا حاکم بنادے۔ اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ میں

سب کچھ جانتا ہوں سب قحط والوں کو سنبھال لونگا-جب یوسف علیہ السلام کے علم کا یہ عالم ہے تو ہمارے حضور ﷺ اس معمولی بات سے کیسے بے خبر ہو سکتے ہیں-

حضور ﷺ کے فرمان دو قسم کے ہیں شرعی احکام اور دینوی رائے شریف ،شرعی احکام لازم العمل ہیں کیونکہ وہاں نبوّت اور نورانیت کا لحاظ ہے مگر رائے مبارک کا قبول کرنا مستحب ہے،نہ ماننے کا بھی اختیار ہے-لیکن بُرا یا حقیر جاننا کفر ہوگا یہی اہلِ سنّت کا عقیدہ ہے-اور اس حدیث شریف کا مطلب بھی یہی ہے ،کہ میرا کلام قرآن کو منسوخ نہیں کر سکتا یعنی رائے اور مشورے کیونکہ رائے میں حضور ﷺ کی بشریت کی جلوہ گری ہے-خیال رہے کہ حضور ﷺ کا اپنے آپ کو بشر فرمانا آپ کا کمال ہے-اگر ہم یہ لفظ اہانت یا برابری کے دعویٰ سے کہیں تو کافر ہو جائیں گے شیطان نبی کی حقارت کر کے اور انہیں بشر کہہ کر ہی تو کافر ہوا اور کہا-

مَا كُنْتُ لِاَ سْجُدَ لِبَشَرٍ - (ترجمہ -میں ایسا نہیں ہوں کہ کسی بشر کو سجدہ کروں-)

یونس علیہ السلام نے اپنے آپ کو ظالم کہا اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ کوئی اور شخص نبی کو ظالم کہے تو خود ظالم ہو جائے-بادشاہ اگر کہے میں آپ کا خادم ہوں تو یہ اس کا کمال ہے-لیکن کوئی اور کہے تو سزا پائے-

خیال رہے کہ حکم اور مشورے کا فرق قرآن کریم میں موجود ہے ،

اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ (نماز قائم کرو) یہ وہ حکم ہے جس کا تارک گنہگار ہے-اور فرماتا ہے -

اِذَا تَدَا يَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ (جب کسی کو وقت مقرر تک قرض دو تو لکھ لو) یہ قرآن کا مشورہ ہے جس پر عمل نہ کرنا گناہ نہیں-دنیاوی

سلاطین بھی اپنی رعایا کو کبھی حکم دیتے ہیں اور کبھی مشورہ- اوامرِ قرآنیہ میں اللہ تعالیٰ کی سلطنت اور قدرت کا ظہور ہے اور اس کے مشوروں میں رب کی رحمانیت کی جلوہ گری ہے-

واللہ اعلم (مرآت)

☆حدیث نمبر ۵۱

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیْ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اَکَلَ طَیِّبًا وَ عَمِلَ فِیْ سُنَّۃٍ وَّ اَمِنَ النَّاسُ بَوَائِقَہٗ دَخَلَ الْجَنَّۃَ فَقَالَ رَجُلٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ اِنَّ ھٰذَا الْیَوْمَ لَکَثِیْرٌ فِی النَّاسِ قَالَ وَ سَیَکُوْنُ فِیْ قُرُوْنٍ بَعْدِیْ رَوَاہُ التِّرْمَذِیُّ

(مشکوٰۃ باب الاعتصام بالکتاب والسنّۃ)

☆ترجمہ

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو پاک (حلال) کھائے، سنت پر عمل کرے اور لوگ اس کے فتنوں سے

محفوظ رہیں وہ جنت میں جائے گا- ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آج کل بہت سے ایسے لوگ ہیں- فرمایا میرے بعد والے زمانوں میں بھی ہوں گے- (ترمذی)

☆ تشریح

یہ حدیث درستی عبادات اور معاملات کی جامع ہے دو لفظوں میں دونوں جہاں سنبھال دیے گئے- فِیْ سُنَّۃٍ میں اشارتاً بتایا گیا کہ کسی بھی سنت کو معمولی نہ سمجھا جائے- حتیٰ کہ بیٹھ کر پانی پینا ، راستہ سے تکلیف دہ چیز کا ہٹانا- کبھی ایک گھونٹ پانی جان بچالیتا ہے- اَمِنَ فرما کر بتایا کہ مسلمان کے اخلاق ایسے پاکیزہ ہوں کہ لوگوں کو قدرتی طور پر اس کی طرف سے امن ہو، کہ یہ تکلیف نہیں پہنچاتا یعنی اس سے کوئی ضرر نہیں پہنچتا-

فرمانِ رسول ﷺ کا مطلب یہ ہے کہ میرے فیضان صرف اس زمانہ سے ہی خاص نہیں بلکہ تا قیامت میری امت میں ایسے پرہیزگار ہوتے رہیں گے- انشاء اللہ یہ امت نیکیوں سے خالی نہیں ہوگی- ہاں جس قدر زمانہ دور ہوگا ایسے لوگ کم ہونگے الحمد للہ حضور ﷺ کی یہ پیشین گوئی بالکل درست ہوئی- اب بھی ان اوصاف سے بھرے ہوئے مخلص لوگ موجود ہیں اور رہیں گے-

☆ حدیث نمبر ۵۲

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّکُمْ فِیْ زَمَانٍ مَنْ تَرَکَ مِنْکُمْ عُشْرَ مَا اُمِرَ

بِهٖ هَلَكَ ثُمَّ يَاْتِيْ زَمَانٌ مَنْ عَمِلَ مِنْهُمْ بِعُشْرِ مَا اُمِرَ بِهٖ نَجَا رَوَاهُ التِّرْمَذِيُّ

(مشکوٰۃ باب الاعتصام بالکتاب والسنّۃ)

☆ترجمہ

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم ایسے زمانے میں ہو کہ جو احکامِ شریعۃ کا دسواں حصہ چھوڑ دے تو وہ ہلاک ہو جائے، پھر وہ زمانہ آئے گا کہ جو احکام کے دسویں حصے پر عمل کر کے نجات پائے گا۔

(ترمذی)

☆تشریح

یہاں احکام سے مراد تبلیغ اور سنن نوافل وغیرہ ہیں نہ کہ فرائض وواجبات یعنی آج چونکہ تبلیغ اور ساری نیکیوں کے لئے کوئی رکاوٹ نہیں اب کچھ بھی چھوڑنا اپنا قصور ہے۔آخر زمانہ میں رکاوٹیں بہت ہونگی اس وقت آج کے لحاظ سے دسویں حصہ پر عمل کرنا بھی بہت بڑی بہادری اور اجر وثواب ہوگا۔

لہٰذا حدیثِ پاک پر یہ اعتراض نہیں کہ اب ایک ہی نماز اور ہزارواں حصہ زکوٰۃ اور رمضان کے تین روزے کافی ہیں۔یا یہ مناسبت مجموعی احکام کے لحاظ سے ہے چنانچہ آج اسلامی جہاد ،قضاء کے احکام پر پورا عمل ناممکن ہے۔ہم چور کے ہاتھ نہیں کاٹ سکتے ،زانی کو سنگسار نہیں کر سکتے وغیرہ۔ (مرآت)

☆ حدیث نمبر ۵۳

وَعَنْ اَبِی ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَنْ دَعَا اِلٰی ھُدًی کَانَ لَہٗ مِنَ الْاَجْرِ مِثْلَ اُجُوْرِ مَنْ تَبِعَہٗ لَا یَنْقُصُ ذٰلِکَ مِنْ اُجُوْرِھِمْ شَیْئًا وَمَنْ دَعَا اِلٰی ضَلَالَۃٍ کَانَ عَلَیْہِ مِنَ الْاِثْمِ مِثْلَ اٰثَامِ مَنْ تَبِعَہٗ لَا یَنْقُصُ ذٰلِکَ مِنْ اٰثَامِھِمْ شَیْئًا رَوَاہُ مُسْلِمٌ

(مشکوٰۃ باب الاعتصام بالکتاب والسنّۃ)

☆ترجمہ

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو ہدایت کی طرف بلائے اس کو تمام عاملین کی طرح ثواب ملے گا اور اس سے ان کے اپنے ثوابوں میں کمی نہ ہوگی اور جو گمراہی کی طرف بلائے تو اس پر تمام پیروی کرنے والے گمراہوں کے برابر گناہ ہوگا اور یہ ان کے گناہوں سے کچھ کم نہ کرے گا۔ (مسلم)

☆تشریح

یہ حکم نبی کریم ﷺ اور ان کے صدقہ سے تمام صحابہ، آئمہ، مجتہدین علماء متقدمین و آخرین سب کو شامل ہے۔ مثلاً اگر کسی کی تبلیغ سے ایک لاکھ نمازی بنیں تو اس مبلغ کو ہر وقت ایک لاکھ نمازوں کا ثواب ملے گا اور اجر، قیامت کے دن

ملے گا اور ان نمازیوں کو بھی اپنی اپنی نمازوں کا ثواب ملے گا- اس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام ﷺ کا ثواب مخلوق کے اندازے سے وراء ہے- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے - وَ اِنَّ لَکَ لَاَ جْرًا غَیْرَ مَمْنُوْنَ (اور ضرور تمہارے لئے بے انتہا ثواب ہے) اسی طرح وہ مصنفین جن کی کتابوں سے لوگ ہدایت پا رہے ہیں قیامت تک لاکھوں کا ثواب انہیں پہنچتا رہے گا-

یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں لَیْسَ لِلْاِنْسَانَ اِلاَّ مَا سَعٰی (انسان کو وہی کچھ ملتا ہے جس کی وہ کوشش کرے) کیونکہ یہ ثوابوں کی زیادتی اس کے عملِ تبلیغ کا نتیجہ ہے-

حدیث پاک کا دوسرا حصہ جس میں گمراہیوں کے مؤجدین ، مبلغین سب شامل ہیں تا قیامت ان کو لاکھوں گناہ ہر وقت پہنچتے رہیں گے- یہ حدیث مبارک اس آیت کے خلاف نہیں وَعَلَیْھَا مَا اکْتَسَبَتْ (اور اس پر وہی (نقصان) ہے جو اس نے (برائی) کمائی) کیونکہ یہ اس کے اپنے فعل یعنی تبلیغِ شر کی سزا ہے کہ مسلمانوں کو نیکی سے دور رکھنے کا سبب بنا- (مرآت)

☆ حدیث نمبر ۵۴

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا حَسَدَ اِلاَّ فِیْ اِثْنَیْنِ رَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ مَا لًا فَسَلَّطَهٗ عَلٰی هَلَکَتِهٖ فِی الْحَقِّ وَ رَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ الْحِکْمَةَ فَهُوَ یَقْضِیْ بِهَا وَ یُعَلِّمُهَا مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ (مشکوٰۃ کتاب العلم)

☆ترجمہ

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دو کے سوا کسی میں رشک جائز نہیں ایک وہ شخص جسے اللہ مال دے تو اسے اچھی جگہ خرچ پر لگادے دوسرا وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ علم دے اور وہ اس سے فیصلے کرے اور لوگوں کو سکھائے۔ (بخاری و مسلم)

☆تشریح

کسی نعمت والے پر جلنا، اس کی نعمتوں کا زوال اور اپنے لئے حصول چاہنا حسد ہے، جو بہت بڑا عیب ہے، جس سے شیطان مارا گیا مگر دوسروں کی سی نعمت اپنے لئے بھی چاہنا غبطہ (رشک) ہے۔ حسد مطلقاً حرام ہے، غبطہ (رشک) دو جگہ جائز ہے۔ یہاں حسد بمعنی غبطہ ہے۔ ایسا مالدار سخی جسے خدا اچھے کاموں میں خرچ کرنے کی توفیق دے، ایسا ہی بافیض عالم دین جس کے علم سے لوگ فائدہ اٹھائیں قابلِ رشک ہے۔ سبحان اللہ بعض علماء کے علم اور بعض سخیوں کے مال سے لوگ تا قیامت فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ میری اس کتاب سے مسلمانوں کو فائدہ پہنچائے۔ آمین

انشاء اللہ نیکی کی تمنا کرنے والا قیامت میں نیکوں کے ساتھ ہی ہوگا۔

(مرآت)

شارح بخاری سید محمود احمد رضوی فرماتے ہیں کہ رشک اگر نیک باتوں پر کیا

جائے تو یہ محمود ہے اور اگر رشک معصیت اور برائیوں پر کیا جائے تو یہ مذموم ہے اور امر مباح میں رشک کرنا مباح جبکہ حسد حرام ہے۔ حسد کے معنی یہ ہیں کہ کسی میں کوئی خوبی دیکھی اچھی لگی تو اب دل میں یہ تمنا ہو کہ یہ نعمت اس کے پاس نہ رہے بلکہ مجھے مل جائے۔ (فیوض الباری)

☆ حدیث نمبر ۵۵

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا مَاتَ الْاِنْسَانُ اِنْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهٗ اِلَّا مِنْ ثَلٰثَةٍ مِنْ صَدَقَةٍ جَارِیَةٍ اَوْ عِلْمٍ یُنْتَفَعُ بِهٖ اَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ یَدْعُوْ لَهٗ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

(مشکوٰۃ کتاب العلم)

☆ ترجمہ

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب آدمی مر جاتا ہے تو اس کے عمل بھی ختم ہو جاتے ہیں سوائے تین اعمال کے۔ ایک دائمی خیرات یا وہ علم جس سے نفع پہنچتا رہے یا وہ نیک بچہ جو اس کے لئے دعائے خیر کرتا رہے۔ (مسلم)

☆ تشریح

انسان سے مراد مسلمان ہے عمل سے مراد نیکیوں کا ثواب ہے، جیساکہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے لہٰذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ بعض مقبول افراد قبر میں نماز و قرآن پڑھتے ہیں جیساکہ احادیث میں ہے- کیونکہ ان اعمال پر ثواب نہیں اسی واسطے مُردے زندوں سے ثواب بخشنے کی تمنا کرتے ہیں جیساکہ روایت میں ہے، کیونکہ ثواب زندگی کے اعمال پر ہے- مرنے کے بعد نہیں-

صدقہ جاریہ ،نافع علم اور نیک بچہ جو والدین کے لئے دعا کرتا رہے یہ وہ تین چیزیں ہیں جن کا ثواب مرنے کے بعد خواہ مخواہ پہنچتا رہتا ہے- کوئی ایصال ثواب کرے یا نہ کرے- صدقہ جاریہ سے مراد اوقاف ہیں- جیسے مسجدیں مدرسے وقف کئے ہوئے یا باغ جن سے لوگ نفع اٹھاتے رہتے ہیں- ایسے ہی علم سے مراد دینی تصانیف نیک شاگرد جن سے دینی فیضان پہنچتے رہیں نیک اولاد سے مراد عالم و عامل بیٹا ہے-

صاحب مرقات فرماتے ہیں کہ یَدْعُوْا کی قید ترغیبی ہے یعنی بیٹے کو چاہئے کہ باپ کو دعائے خیر میں یاد رکھے حتیٰ کہ نماز میں ماں باپ کو دعائیں پہلے دے، سلام بعد میں پھیرے ،ورنہ اگر نیک بیٹا دعا نہ بھی کرے والدین کو ثواب ملتا رہے گا- (مرقات)

خیال رہے یہ حدیث اس کے خلاف نہیں جس میں ارشاد ہوا کہ جو اسلام میں اچھے طریقے ایجاد کرے اسے قیامت تک ثواب ملتا رہے گا یا فرمایا گیا کہ نمازی کو ہمیشہ ثواب ملتا رہتا ہے- کیونکہ وہ سب چیزیں صدقہ جاریہ ہیں یا نافع علم میں داخل

☆ حدیث نمبر ۵۶

وعن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ من نفس عن مؤمن کربۃ من کرب الدنیا نفس اللہ عنہ کربۃ من کرب یوم القیمۃ ومن یسر علی معسر یسر اللہ علیہ فی الدنیا والاخرۃ ومن ستر مسلما سترہ اللہ فی الدنیا والاخرۃ واللہ فی عون العبد ما کان العبد فی عون اخیہ ومن سلک طریقا یلتمس فیہ علما سھل اللہ لہ بہ طریقا الی الجنۃ وما اجتمع قوم فی بیت من بیوت اللہ یتلون کتاب اللہ ویتدارسونہ بینھم الا نزلت علیھم السکینۃ وغشیتھم الرحمۃ وحفتھم الملائکۃ وذکرھم اللہ فیمن عندہ ومن بطاء بہ عملہ لم یسرع بہ نسبہ رواہ مسلم

(مشکوٰۃ کتاب العلم)

☆ ترجمہ

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو کسی مسلمان کو دنیاوی تکلیف سے رہائی دے تو اللہ اس سے روزِ قیامت کی مصیبت دور کردے گا۔ اور جو کسی تنگی والے پر آسانی کرے اللہ دین و دنیا میں اس پر آسانی فرمائے گا اور جو مسلمان کی پردہ پوشی کرے اللہ دین و دنیا میں اس کی پردہ پوشی کرے گا۔ اور اللہ تعالیٰ بندے کی مدد میں رہتا ہے، جب تک کہ بندہ اپنے بھائی کی مدد پر رہے۔ اور جو کوئی تلاشِ علم میں راستہ طے کرے تو اس کی برکت سے اللہ اس پر جنت کا راستہ آسان کردے گا اور کوئی قوم اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں قرآن پڑھنے اور آپس میں قرآن سیکھنے سکھانے کے لئے نہیں جمع ہوتی مگر ان پر دل کا چین اترتا ہے اور انہیں رحمت ڈھانپ لیتی ہے۔ اور فرشتے گھیر لیتے ہیں اور اللہ اسے اس جماعت میں یاد کرتا ہے جو اس کے پاس ہے۔ جسے عمل پیچھے کردے اسے نسب نہیں بڑھا سکتا۔

(مسلم)

☆ تشریح

تم کسی کی فانی مصیبت دور کرو اللہ تم سے باقی مصیبت دور فرمائے گا۔ تم مومن کو فانی آرام پہنچاؤ، اللہ تمہیں اخری آرام دے گا۔ کیونکہ بدلہ احسان کا احسان ہے۔ یہ حدیث بہت جامع ہے کسی مسلمان کے پاؤں سے کانٹا نکالنا بھی ضائع نہیں جاتا، حدیثِ پاک کا مطلب یہ نہیں ہے کہ صرف قیامت ہی میں بدلہ ملے گا۔ بلکہ قیامت میں تو بدلہ ضرور ملے گا اگرچہ کبھی دنیا میں بھی مل جاتا ہے۔

جو مقروض کو معافی یا مہلت دے غریب کی غربت دور کرے تو انشاءاللہ دین و دنیا میں اس کی مشکلیں آسان ہوں گی- (مرآت)

صاحب مرقات نے فرمایا کہ اس حکم میں مومن کافر سب شامل ہیں- کافر مصیبت زدہ کی مصیبت دور کرنے پر بھی ثواب مل جاتا ہے- بلکہ حدیث شریف میں ہے کہ ایک رنڈی نے پیاسے کتے کو پانی پلا کر اس کی جان بچائی تو اللہ نے اسے بھی بخش دیا- یہ فیض عام سب کو حاصل ہے- (مرقات)

پردہ پوشی یا تو اس طرح کہ ننگے کو کپڑے پہنائے یا ایسے کہ اس کے چھپے ہوئے عیب ظاہر نہ کرے بشرطیکہ اس ظاہر نہ کرنے سے دین یا قوم کا نقصان نہ ہو، ورنہ ضرور ظاہر کر دے کفار کے جاسوسوں کو پکڑوائے، خفیہ سازشیں کرنے والوں کے راز طشت از بام کرے، ظلماً قتل کی تدبیر کرنے کی مظلوم کو خبر دے دے- اخلاق اور ہیں معاملات اور سیاسیات کچھ اور ہیں-

اللہ بندے کی مدد میں رہتا ہے، جب تک وہ بھائی کی مدد میں رہے- یہ الفاظ بہت جامع ہیں جن میں دین و دنیا کی ساری امدادیں شامل ہیں، امداد بدن سے ہو یا علم و مال سے ہو-

جو شخص علم دین سیکھنے یا دینی فتویٰ حاصل کرنے کے لئے عالم کے گھر سفر کر کے جائے یا چند قدم چلے، تو اس کی برکت سے اللہ دنیا میں اس پر جنت کے کام آسان کرے گا- مرتے وقت ایمان نصیب کرے گا- قبر و حشر کے حساب میں کامیابی اور پل صراط پر آسانی عطا فرمائے گا- جنت کے راستے میں سب چیزیں داخل ہیں اس سے معلوم ہوا کہ علم کے لئے سفر کرنا ثواب کا کام ہے- موسیٰ علیہ السلام طلب علم کے لئے خضر علیہ السلام کے پاس سفر کر کے گئے- (مرآت)

حضرت جابرؓ ایک حدیث کے لئے ایک ماہ کا سفر طے کر کے عبداللہؓ بن قیس کے پاس پہنچے۔ (مرقات)

اللہ کے گھر سے مراد مسجدیں، دینی مدرسے اور صوفیاء کی خانقاہیں ہیں جو اللہ کے ذکر کے لئے وقف ہیں۔ یہود و نصاریٰ کے عبادت خانے اس سے خارج ہیں کہ وہاں تو مسلمان کو بلا ضرورت جانا ہی منع ہے۔ درسِ قرآن سے مراد قرآن پاک کی تلاوت ، تجوید کے احکام سیکھنا ہیں۔ لہٰذا اس میں صرف و نحو ، فقہ و حدیث ، تفسیر وغیرہ کے درس شامل ہیں۔ اسی لئے تلاوت کے بعد درس کا الگ ذکر فرمایا۔

سکینہ اللہ کی ایک مخلوق ہے جس کے اترنے سے دلوں کو چین نصیب ہوتا ہے۔ کبھی ابر کی شکل میں نمودار ہوتی ہے اور دیکھی بھی جاتی ہے۔ اس کی برکت سے دل سے غیر خدا کا خوف جاتا رہتا ہے۔ رحمت سے خاص رحمت مراد ہے جو بوقت ذکر ذاکر کو ہر طرف سے گھیرتی ہے اور فرشتوں سے سیاحین فرشتے مراد ہیں جو ذکر کی مجلسیں ڈھونڈتے پھرتے ہیں ورنہ اعمال لکھنے والے اور حفاظت کرنے والے فرشتے ہر وقت انسان کے ساتھ رہتے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ جہاں مجمع میں ذکر اللہ ہو رہا ہو وہاں یہ تین رحمتیں اترتی ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ تنہا ذکر سے جماعت کامل کر ذکر کرنا افضل ہے۔ جماعت کی نماز کا درجہ زیادہ کہ اگر ایک کی قبول تو سب کی قبول

ایک حدیثِ پاک میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جو اللہ کو اکیلے یاد کرے تو رب بھی ایسے ہی یاد کرتا ہے۔ جو جماعت میں یاد کرے رب اسے فرشتوں میں یاد کرتا ہے قرآن کریم فرماتا ہے فَاذْكُرُوْنِیْٓ اَذْكُرْكُمْ (تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا) اس رب کی یاد کا اثر یہ پڑتا ہے کہ مخلوق اس بندے کو یاد کرنے لگتی ہے۔ بزرگوں

کے مزارات پر زائرین کا ہجوم وہاں ذکرِ اللہ کی دھوم دھام اسی یاد کا نتیجہ ہے۔
نسب کی شرافت عمل کی کمی کو پورا نہ کرے گی۔

بندۂ عشق شُدی ترکِ نسب کن جامی

کہ دریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

ترجمہ = جامی جب تم عشق کے بندے ہو گئے تو نسب ختم ہو گیا کیونکہ اس راہ فلاں ابن فلاں کی کوئی حقیقت نہیں۔

کیا تمہیں خبر نہیں کہ نوح علیہ السلام کی کشتی میں کتے، بلیوں کی جگہ تو تھی مگر ان کے کافر بیٹے کنعان کے لئے جگہ نہ تھی۔ مقصد یہ ہے کہ شریف النسب اعمال سے لاپرواہ نہ ہو جائیں، یہ منشاء نہیں کہ شرافتِ نسب کوئی چیز ہی نہیں۔ مومن کو نسب الرسول ﷺ ضرور فائدہ دے گا۔ تمام دنیا کی عورتیں حضرت فاطمۃ الزہرا ؓ کے قدم پاک کو نہیں پہنچ سکتیں۔ رب نے بنی اسرائیل سے فرمایا۔

اِنِّیْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعَالَمِيْنَ (بے شک میں نے اس زمانہ کے سب لوگوں پر تمہیں فضیلت دی) بنی اسرائیل کے تمام عالم پر افضل ہونے کی یہی وجہ تھی کہ وہ اولادِ انبیاءؑ ہیں۔

(مرآت)

☆ حدیث نمبر ۵۷

عَنْ كَثِيْرِ ابْنِ قَيْسٍ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا مَعَ اَبِی الدَّرْدَاءِ ؓ فِیْ مَسْجِدِ دِمَشْقَ فَجَاءَهٗ رَجُلٌ فَقَالَ يَا اَبَا ا

لدَّرْدَاءِ رضی اللہ عنہ اِنِّیْ جِئْتُکَ مِنْ مَّدِیْنَةِ الرَّسُوْلِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ
وَسَلَّمَ لِحَدِیْثٍ بَلَغَنِیْ اَنَّکَ تُحَدِّثُہٗ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ
مَا جِئْتُ لِحَاجَةٍ قَالَ فَاِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ
مَنْ سَلَکَ طَرِیْقًا یَطْلُبُ فِیْہِ عِلْمًا سَلَکَ اللّٰہُ بِہٖ
طَرِیْقًا مِنْ طُرُقِ الْجَنَّةِ وَاِنَّ الْمَلَائِکَةَ لَتَضَعُ
اَجْنِحَتَھَا رِضًا لِطَالِبِ الْعِلْمِ وَاِنَّ الْعَالِمَ یَسْتَغْفِرُ لَہٗ
مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ وَالْحِیْتَانُ فِیْ
جَوْفِ الْمَاءِ وَاِنَّ فَضْلَ الْعَالِمِ عَلَی الْعَابِدِ کَفَضْلِ ا
لْقَمَرِ لَیْلَةَ الْبَدْرِ عَلٰی سَائِرِ الْکَوَاکِبِ وَاِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ
الْاَنْبِیَاءِ وَاِنَّ الْاَنْبِیَاءَ لَمْ یُوَرِّثُوْا دِیْنَارًا وَّلَا دِرْھَمًا وَاِنَّمَا
وَرَّثُوا الْعِلْمَ فَمَنْ اَخَذَہٗ اَخَذَ بِحَظٍّ وَافِرٍ رَوَاہُ اَحْمَدُ
وَالتِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْ دَاؤُدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِیُّ وَسَمَّاہُ ا
لتِّرْمِذِیُّ قَیْسَ بْنَ کَثِیْرٍ

(مشکوٰۃ کتاب العلم)

☆ترجمہ

کثیر ابن قیس سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابو درداءؓ کے
ساتھ دمشق کی مسجد میں بیٹھا تھا کہ آپؓ کے پاس ایک آدمی آیا اور بولا کہ اے
ابو درداء میں رسول اللہ ﷺ کے مدینہ سے آپ کے پاس صرف ایک حدیث کے

لئے آیا ہوں، مجھے خبر ملی ہے کہ آپؓ حضور علیہ ﷺ سے وہ روایت فرماتے ہیں، میں اس کے سوا اور کسی کام کے لئے نہیں آیا- آپ نے فرمایا کہ میں نے حضور رسول کریم علیہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ جو تلاشِ علم کرتے ہوئے کوئی راہ طے کرے تو اللہ اسے بہشت کے راہوں میں سے کسی ایک راہ پر چلائے گا- اور بے شک فرشتے طالب علم کی رضا کے لئے پر بچھاتے ہیں، یقیناً عالم کے لئے آسمانوں اور زمین کی چیزیں اور پانی میں مچھلیاں دعائے مغفرت کرتی ہیں، اور عالم کی عابد پر فضیلت ایسی ہے جیسے چودھویں رات میں چاند کی فضیلت، سارے تاروں پر اور علماء نبیوں کے وارث ہیں- پیغمبروں نے کسی کو دینار و درہم کا وارث نہ بنایا- انہوں نے صرف علم کا وارث بنایا تو جس نے علم اختیار کیا اس نے پورا حصہ لیا-

(احمد، ترمذی، ابو داؤد، ابن ماجہ، دارمی، ترمذی نے ان کا نام قیس ابن کثیر بتایا)

☆ تشریح

دمشق شام کا دار الخلافہ ہے کثیر ابن قیس تابعی ہیں اور حضرت ابو درداءؓ کے صحبت یافتہ ہیں-

ظاہر یہ ہے کہ اس طالب علم نے متنِ حدیث سن لیا تھا، اس شوق میں یہاں آئے کہ صحابی کے منہ سے سنوں تاکہ برکت اور زیادتیٔ یقین حاصل ہو- یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ انہوں نے متنِ حدیث نہیں سنا تھا- اجمالاً پتہ لگا تھا کہ حضرت ابو درداءؓ فلاں بارے میں حدیث بیان فرماتے ہیں، چونکہ مدینہ کے معنی مطلقاً شہر کے ہیں اس لئے مدینۃ الرسول فرمایا یعنی میں مدینہ منورہ سے آیا ہوں، اس سے دو مسئلے

معلوم ہوئے ایک یہ کہ طلبِ علم کے لئے سفر بزرگوں کی بلکہ نبیوں کی سنّت ہے۔ موسیٰ علیہ السلام طلبِ علم کے لئے بہت دور دراز سفر کر کے خضر علیہ السلام کے پاس تشریف لے گئے، دوسرا یہ کہ نبی ﷺ کو فقط الرسول کہہ سکتے ہیں جبکہ علامت سے معلوم ہوا کہ یہاں حضور ﷺ مراد ہیں۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے -

يَآ اَيُّهَا الرَّسُوْلُ (اے رسول ﷺ) اور فرماتا ہے وَ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ اور جس نے رسولؐ کی اطاعت کی) اسے ناجائز کہنا بے دلیل ہے۔

اس آدمی نے کہا کہ میں نے سوائے حدیث سننے کے اور کسی دینی دنیاوی غرض کے لئے سفر نہیں کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کی ملاقات ، زیارتِ قبور کے لئے سفر جائز ہے جیساکہ شامی وغیرہ میں ہے۔

ظاہر یہ ہے کہ یہ وہ حدیث نہیں ہے جس کے سننے کے لئے وہ صاحب حاضر ہوئے تھے بلکہ ان کی ہمت افزائی اور ان کے سفر کی قبولیت کی بشارت کے لئے یہ حدیث سنائی۔ مطلب یہ ہے کہ جو مسئلہ پوچھنے ، علم پڑھنے ، یا حدیث سننے وغیرہ کے لئے سفر کر کے یا بغیر سفر تھوڑا راستہ طے کر کے جائے تو اسے دنیا میں نیک اعمال کی توفیق ملے گی جو جنت ملنے کا سبب ہیں یا آخرت میں پل صراط پر گذر آسان ہو گی اور جنت میں آرام سے پہنچے گا۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ علم دین کی طلب نفلی نماز سے افضل ہے کہ یہ فرض ہے اور وہ نفل۔ (مرقات)

جب طالب علم، علم میں مشغول ہوتا ہے تو اس کا کلام سننے کے لئے ملائکہ نیچے اتر آتے ہیں اور گفتگو سنتے ہیں۔ جیسے تلاوتِ قرآن کے موقع پر یا قیامت میں طالب علم کے قدموں کے نیچے فرشتے اپنے پر بچھائیں گے۔ یا مطلب یہ ہے کہ طالب علم کے لئے فرشتے نیاز مندی کا اظہار کرتے ہیں اور اس کی مشقتوں کو آسان کرتے ہیں۔

علمائے دین کے لئے چاند سورج تارے آسمانی فرشتے، زمین کے ذرے، سبزیوں کے پتے اور بعض جن وانس اور تمام دریائی جانور مچھلیاں وغیرہ دعائے مغفرت کرتے ہیں۔ کیونکہ علمائے دین کی وجہ سے دین باقی ہے اور دین کی بقا سے عالم قائم ہے، علماء کی ہی برکتوں سے بارشیں ہوتی ہیں اور مخلوق کو رزق ملتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے بِهِمْ يُمْطَرُوْنَ وَ بِهِمْ يُرْزَقُوْنَ (ان کی وجہ سے بارش ہوتی ہے اور رزق دیا جاتا ہے) علماء کے اٹھنے سے اسلام اٹھ جائے گا اور قیامت برپا ہو جائے گی، علماء، دین کا تعویذ ہیں۔

(مرقات واشعۃ)

علماء میں علمائے شریعت اور علمائے طریقت بھی داخل ہیں۔ بلکہ کوئی شخص علم کے بغیر ولی اللہ نہیں بنتا۔ اللہ تعالیٰ جاہلوں کو ولی نہیں بناتا فرمان باری ہے ۔اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا (بے شک علماء ہی اللہ سے ڈرتے ہیں حدیث پاک میں عالم سے مراد وہ عالم ہے جو صرف ضروری اعمال پر قناعت کرے اور بجائے نوافل کے علمی خدمات انجام دے۔ عابد سے وہ شخص مراد ہے جو صرف اپنے ضروری مسائل سے واقف ہو اور اپنے اوقات نوافل میں گذارے۔ بے دین اور فاسق عالم اور نرا جاہل عابد اس گفتگو سے خارج ہیں۔ خیال رہے کہ چاند آفتاب سے نور لے کر رات میں سارے عالم کو جگمگا دیتا ہے۔ ایسے ہی عالم نبی اکرم ﷺ سے فیض لے کر دینی روشنی پھیلا دیتے ہیں تارے خود نور ہیں مگر چاند نور بخشنے والا، عابد اپنے لئے اور علماء عالم کے لئے کوشش کرتے ہیں۔ عابد اپنی کملی بچاتا ہے عالم طوفان سے لوگوں کا جہاز نکال لے جاتا ہے۔ لازم سے متعدی افضل۔

سبحان اللہ جب انبیاء مورث اتنے اعلیٰ ہوں تو وارث کیسے شاندار ہونگے۔

صاحب مرقات نے فرمایا کہ علمائے مجتہدین رسولوں کے وارث ہیں اور

علمائے خیر مجتہدین نبیوں کے - لفظ علماء وانبیاء ان دونوں کو شامل ہے- علمائے اسلام حضور ﷺ کے وارث ہیں اور چونکہ حضور ﷺ تمام نبیوں کی صفات کے جامع ہیں لہٰذا علماء سارے انبیاء کے وارث ہیں-
(مرقات)

بعض انبیاء تارک الدنیا تھے، جنہوں نے کچھ جمع نہ کیا، جیسے حضرت یحیٰی علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام اور بعض نے بہت مال رکھا- جیسے حضرت سلیمان و حضرت داؤد علیھم السلام لیکن کسی نبی کی مالی میراث نہ بٹی -ان کا چھوڑا ہوا مال دین کے لئے وقف ہوتا ہے اور تاقیامت علماء ان کے وارث- اسی لئے علماء کو وارثین انبیاء کہا جاتا ہے-
(مرآت)

شارح مسلم اس حدیث کو نقل کرکے فرماتے ہیں کہ علماء کو ہی وارثِ کتاب بنایا گیا اور انہی کو جنت کی عظیم بشارت دی گئی ہے- اور یہ اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَاءِ کی عظیم اصل اور علماء کی بہت بڑی فضیلت ہے- نیز حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے کہ رات کی ایک گھڑی میں علم حاصل کرنا ساری رات جاگنے سے افضل ہے-

ابو جعفرؒ نے کہا کہ شیطان کے نزدیک ایک عالم کی موت ستر (۷۰) عابدوں کی موت سے زیادہ محبوب ہے- حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ نیکی کے معلّم کے لئے ہر چیز استغفار کرتی ہے- حتی کہ سمندر کی مچھلیاں بھی-

(شرح مسلم)

☆ حدیث نمبر ۵۸

وَعَنْ سَخْبَرَۃِ الْاَزْدِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ طَلَبَ الْعِلْمَ کَانَ کَفَّارَۃً لِمَا مَضٰی
رَوَاہُ التِّرْمَذِیِّ وَالدَّارِمِیُّ وَ قَالَ التِّرْمَذِیُّ ھٰذَا حَدِیْثٌ
ضَعِیْفُ الْاَسْنَادِ وَ اَبُوْدَاؤُدَ الرَّاوِیْ یُضَعَّفُ

(مشکوٰۃ کتاب العلم)

☆ترجمہ

حضرت سخبرہ ازدیؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسُول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے تلاش علم کی تو یہ تلاش اس کے گذشتہ گناہوں کا کفارہ ہو گی۔
(ترمذی، ابو داؤد اور ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث ضعیف الاسناد ہے، راوی ابو داؤد کو ضعیف کہا گیا)

☆تشریح

حدیث پاک کے راوی سخبرہ کی کنیت ابو عبداللہ ہے ازد بن غوث کی اولاد سے ہیں۔ صحیح یہ ہے کہ آپ صحابی ہیں اور آپ سے صرف یہی ایک حدیث منقول ہے
(مرآت)

طالب علم کے صغیرہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ جیسے وضو نماز وغیرہ، عبادات سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں لہٰذا اس کا یہ مطلب نہیں کہ طالب علم جو چاہے گناہ کرے یا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نیت خیر سے علم طلب کرنے والوں کو گناہوں سے بچنے اور گذشتہ گناہوں کا کفارہ ادا کرنے کی توفیق دیتا ہے۔

☆ حدیث نمبر ۵۹

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیْ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَنْ یَّشْبَعَ الْمُؤْمِنُ مِنْ خَیْرٍ یَسْمَعُہٗ حَتّٰی یَکُوْنَ مُنْتَہَاہُ الْجَنَّۃَ رَوَاہُ التِّرْمِذِیْ

(مشکوٰۃ کتاب العلم)

☆ ترجمہ

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مومن خیر کی سننے سے کبھی سیر نہ ہوگا، یہاں تک کہ اس کی انتہا جنت ہو جائے۔

(ترمذی)

☆ تشریح

علم دین کی حرص ایمان کی علامت ہے، جتنا ایمان قوی اتنی ہی یہ حرص زیادہ۔ بڑے بڑے علماء علم پر قناعت نہیں کرتے۔ صوفیاء فرماتے ہیں
اُطْلُبُوا الْعِلْمَ مِنَ الْمَھْدِ اِلَی اللَّحْدِ یعنی گہوارے سے قبر تک علم سیکھو۔
اس حدیث پاک میں علم کے حریص کو جنت کی بشارت ہے۔ انشاء اللہ علم دین کا متلاشی مرتے ہی جنتی ہے۔ علماء فرماتے ہیں کہ کسی کو اپنے خاتمہ کی خبر نہیں سواء

عالم دین کے کہ ان کے لئے حضور ﷺ نے وعدہ فرمالیا کہ اللہ جس کی بھلائی چاہتا ہے اسے علم دین دیتا ہے۔ (مرآت)

☆ حدیث نمبر ۶۰

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ فِیْمَا اَعْلَمُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ یَبْعَثُ لِهٰذِهِ الْاُمَّةِ عَلٰی رَاْسِ كُلِّ مِائَةِ سَنَةٍ مَنْ یُّجَدِّدُ لَهَا دِیْنَهَا رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ

(مشکوٰۃ کتاب العلم)

☆ ترجمہ

روایت ہے حضرت ابو ہریرہؓ سے میری دانست میں وہ رسُول اللہ ﷺ سے راوی ہیں، فرمایا یقیناً اللہ تعالیٰ اس امت کے لئے ہر سو برس پر ایک مجدد بھیجتا رہے گا، جو ان کا دین تازہ کرے گا۔ (ابو داؤد)

☆ تشریح

فِیْمَا اَعْلَمُ یہ کلام کسی نیچے کے راوی کا ہے وہ فرماتے ہیں کہ میرا غالب گمان یہ ہے کہ حضرت ابو ہرہؓ نے یہ حدیث حضور ﷺ سے روایت کی، ان کا خود اپنا قول نہیں۔

اس امت کی خصوصیت یہ ہے کہ یوں تو اس میں ہمیشہ ہی علماء اور اولیاء

ہوتے رہیں گے۔لیکن ہر صدی کے اول یا آخر میں خصوصی مصلحین پیدا ہوتے رہیں گے ،جو سنتوں کو پھیلائیں گے بدعتوں کو مٹائیں گے ،غلط تاویلوں کو دور کریں گے۔ صحیح تبلیغ کریں گے۔اس حدیث کی بناء پر بہت لوگوں نے اپنے خیال کے مطابق مجدّد گنائے ہیں کہ پہلی صدی میں فلاں دوسری میں فلاں ،بہت سے مفسدوں نے بھی اپنے آپ کو مجدّد کہا ۔مثلاً مرزا غلام احمد قادیانی پہلے مجدّد ہی بنا تھا پھر نبی۔ حق یہ ہے کہ اس سے نہ کوئی خاص شخص مراد ہے نہ کوئی خاص جماعت ۔ کبھی اسلامی بادشاہ کبھی محدّثین کبھی فقہا کبھی صوفیاء کبھی اغنیاء کبھی بعض حکامِ دین کی تجدید کریں گے۔ کبھی ایک کبھی ان کی جماعتیں جو دین کی یہ خصوصی خدمت کرے وہی مجدّد ہے۔جیسے ایک زمانہ میں حضرت سلطان محی الدین اورنگزیب رحمتہ اللہ علیہ جنھوں نے اسلام سے اکبری بدعات کو دور کیا اور جیسے قطب الوقت حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمتہ اللہ علیہ یا پھر اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی رحمتہ اللہ علیہ ،کہ انہوں نے اپنی زبان اور قلم سے حق وباطل کو چھانٹ کر رکھ دیا۔

(مرآت)

☆حدیث نمبر ۶۱

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِمَّا یَلْحَقُ الْمُؤْمِنَ مِنْ عَمَلِهٖ وَ حَسَنَاتِهٖ بَعْدَ مَوْتِهٖ عِلْمًا عَلَّمَهٗ وَ نَشَرَهٗ وَ وَلَدًا صَالِحًا تَرَكَهٗ اَوْ

مُصْحَفًا وَرَّثَهُ اَوْ مَسْجِدًا بَنَاهُ اَوْ بَيْتًا لِابْنِ السَّبِيْلِ بَنَاهُ اَوْ نَهْرًا اَجْرَاهُ اَوْ صَدَقَةً اَخْرَجَهَا مِنْ مَّالِهٖ فِيْ صِحَّتِهٖ وَ حَيٰوتِهٖ تَلْحَقُهٗ مِنْ بَعْدِ مَوْتِهٖ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَالْبَيْهَقِيْ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ (مشکٰوۃ کتاب العلم)

☆ترجمہ

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو اعمال و نیکیاں مومن کو موت کے بعد بھی پہنچتی رہتی ہیں ان میں سے وہ علم ہے جسے سیکھا گیا اور پھیلایا گیا اور نیک اولاد جو چھوڑ گیا، یا قرآن پاک جس کا وارث بنا گیا۔ یا مسجد یا مسافر خانہ جو بنا گیا یا نہر جو جاری کر گیا یا خیرات جسے اپنے مال سے اپنی تندرستی و زندگی میں نکال گیا۔ یہ چیزیں اسے مرنے کے بعد بھی پہنچتی رہتی ہیں۔

(ابن ماجہ، بیہقی فی شعب الایمان)

☆تشریح

وہ علم جسے سیکھا گیا یا پھیلایا گیا خواہ زبان سے یا قلم سے کہ اپنے کامل شاگرد اور بہترین تصنیفات چھوڑیں، جب تک مسلمان ان سے فائدہ اٹھاتے رہیں گے اسے ثواب پہنچتا رہے گا۔

اولاد کو خواہ نیک بنا کر گیا یا اس کے مرنے کے بعد نیک ہو گئی دونوں صورتوں میں ثواب پہنچتا رہے گا- اسی طرح قرآنِ پاک اپنے ہاتھ سے لکھ کر یا خرید کر چھوڑ گیا اسی حکم میں دینی کتب بھی شامل ہیں-

مدرسہ یا مسافر خانہ اپنی کوشش سے یا اپنے پیسہ سے یا اپنے ہاتھ سے اسی حکم میں مدرسے اور خانقاہیں بھی ہیں-

اپنے مال سے تندرستی وزندگی میں صدقہ نکال گیا- اس میں تندرستی کی اس لئے قید لگائی گئی کہ مرض الموت میں خیرات کرنے کا آدھا ثواب ہے کیونکہ اس وقت خود اپنے کو مال کی حاجت نہیں رہتی- اس میں تمام صدقہ جاریہ آگئے جیسے کوئیں کھدوانا، نلکے لگوانا، ہسپتال بنوانا وغیرہ-

یہ تمام چیزیں اسے مرنے کے بعد بھی پہنچتی رہتی ہیں، بعض کا ثواب تا قیامت اور بعض کا ثواب اس سے کم پہنچتا ہے- جس قدر صدقہ کا بقا اسی قدر اس کا اجر

(مرآت)

☆ حدیث نمبر ۶۲

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ تَدَارُسُ الْعِلْمِ سَاعَةً مِنَ الَّيْلِ خَيْرٌ مِنْ اَحْيَائِهَا رَوَاهُ الدَّارِمِیُّ

(مشکوٰۃ کتاب العلم)

☆ترجمہ

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رات میں ایک گھڑی علم کا درس ، تمام رات بیداری سے افضل ہے۔ (دارمی)

☆تشریح

جس طرح رات میں کچھ دیر علم کا مشغلہ ، تمام رات سے افضل ہے اسی طرح دن میں کچھ دیر علم کا درس تمام دن کی عبادت سے افضل ہے۔ عبادت سے نفلی عبادت مراد ہے، یہ مطلب نہیں کہ فرائض چھوڑ کر علم سیکھے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ عالمِ دین کی نیند بھی عبادت ہے۔ علماء فرماتے ہیں کہ تلاوتِ قرآن سے فقہ سیکھنا افضل ہے۔ ان دونوں کا ماخذ یہ حدیثِ مبارکہ ہے۔ عالم تھوڑی عبادت پر جاہل کی بڑی عبادت سے زیادہ ثواب حاصل کر لیتا ہے۔ حضرت مفتی احمد یار خان گجراتی شرح مشکوٰۃ میں ایک لطیفہ لکھتے ہیں۔ کہ ایک بزرگ پٹنہ سے حج بیت اللہ کے لئے پیدل چلے اور ہر پانچ قدم پر دو نفل پڑھتے چلے دس سال میں گجرات پہنچے ان کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ اگر ہوائی جہاز سے آپ مکہ معظمہ پہنچ جاتے اور اتنے نوافل وہاں پڑھتے تو ہر رکعت پر ایک لاکھ رکعت کا ثواب پاتے۔

(مرآت)

☆ حدیث نمبر ۶۳

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِمَجْلِسَيْنِ فِىْ مَسْجِدِهٖ فَقَالَ كِلَاهُمَا عَلٰى خَيْرٍ وَاَحَدُهُمَا اَفْضَلُ مِنْ صَاحِبِهٖ اَمَّا هٰؤُلَآءِ فَيَدْعُوْنَ اللّٰهَ وَيَرْغَبُوْنَ اِلَيْهِ فَاِنْ شَاءَ اَعْطَاهُمْ وَاِنْ شَاءَ مَنَعَهُمْ وَاَمَّا هٰؤُلَآءِ فَيَتَعَلَّمُوْنَ الْفِقْهَ اَوِالْعِلْمَ وَيُعَلِّمُوْنَ الْجَاهِلَ فَهُمْ اَفْضَلُ وَاِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا ثُمَّ جَلَسَ فِيْهِمْ رَوَاهُ الدَّارِمِىُّ

(مشکوٰۃ کتاب العلم)

☆ترجمہ

حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسُول اللہ ﷺ اپنی مسجد میں دو مجلسوں پر گذرے تو فرمایا یہ دونوں بھلائی پر ہیں، مگر ایک مجلس دوسری مجلس سے بہتر ہے۔ لیکن یہ لوگ اللہ سے دعا کر رہے ہیں اس کی طرف راغب ہیں اگر چاہے انہیں دے چاہے نہ دے لیکن وہ لوگ جو فقہ وعلم سیکھ رہے ہیں، ناواقفوں کو سکھا رہے ہیں وہ افضل ہیں ۔میں بے شک معلّم بنا کر بھیجا گیا ہوں پھر آپؐ ان میں ہی تشریف فرما ہوئے۔ یعنی علماء کی مجلس میں ۔

☆تشریح

مسجد نبویؐ شریف میں صحابہ کی دو جماعتیں دو گوشوں میں تھیں۔ایک گوشہ

میں ایک جماعت نوافل و تلاوت وغیرہ عبادت کر رہی تھی، دوسرے گوشہ میں دوسری جماعت علمی گفتگو اور سیکھے ہوئے سبق کی تکرار کر رہی تھی۔

فرمایا مجلس علم، مجلس عبادت سے افضل ہے۔ یعنی عابدوں کی محنت اپنی ذات کے لئے ہے، جس کی قبولیت اور ثواب یقینی نہیں کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے کرم پر موقوف ہے۔اس نے ان چیزوں کا وعدہ نہیں فرمایا ،اس حدیث میں معتزلہ کا کھلا رد ہے۔ جو عبادت کا ثواب واجب اور ضروری جانتے ہیں - خیال رہے آیت کریمہ

اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ کے معنی یہ ہیں کہ تم مجھے پکارو میں جواب دونگا۔ یا تم مجھ سے دعا کرو ثواب دونگا، قبولیت دعا کا وعدہ نہیں۔

علم سکھانے والے افضل ہیں کیونکہ اپنے لئے کچھ نہیں مانگتے بلکہ دین پھیلا رہے ہیں ان کی خدمت یقینی قابل قدر ہے۔یاد رہے بے عمل علم اس اندھے چراغ والے کی طرح ہے جو اپنے چراغ سے خود فائدہ نہ اٹھا سکے مگر لوگ فائدہ اٹھالیں۔لیکن غیر مقبول عبادت بالکل ہی بیکار ہے جس سے کسی کو فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ بے عمل عالم ایسا ہی ہے جیسے بیمار طبیب اوروں کا علاج کر دے۔

سبحان اللہ مجلس علم کیسی بابرکت ہے۔اب بھی سرکار علماء ہی میں تشریف فرما رہتے ہیں انہیں مجلس علم میں ڈھونڈو۔ خیال رہے حضور ﷺ اگرچہ اول درجہ کے عابد بھی ہیں لیکن حضور ﷺ کی عبادت عملی تعلیم ہے لہٰذا آپ نماز پڑھتے ہوئے بھی معلم ہیں، اور حضور ﷺ کی تشریف آوری کا اصل مقصد تعلیم ہے۔رب فرماتا ہے - وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ (اور آپ ﷺ انہیں کتاب و حکمت سکھاتے ہیں)

(مرآت)

☆ حدیث نمبر ۶۴

وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا حَدُّ الْعِلْمِ الَّذِیْ اِذَا بَلَغَہُ الرَّجُلُ کَانَ فَقِیْھًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَنْ حَفِظَ عَلٰی اُمَّتِیْ اَرْبَعِیْنَ حَدِیْثًا فِیْ اَمْرِ دِیْنِھَا بَعَثَہُ اللّٰہُ فَقِیْھًا وَّ کُنْتُ لَہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ شَافِعًا وَّ شَھِیْدًا رَوَاہُ الْبَیْھَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ وَقَالَ قَالَ الْاِمَامُ اَحْمَدُ ھٰذَا مَتْنٌ مَشْھُوْرٌ فِیْمَا بَیْنَ النَّاسِ وَ لَیْسَ لَہٗ اِسْنَادٌ صَحِیْحٌ (مشکوٰۃ کتاب العلم)

☆ ترجمہ

حضرت ابو درداءؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں رسُول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ اس علم کی حد کیا ہے، جہاں انسان پہنچے تو عالم ہو، حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو میری اُمت پر چالیس احکام دین کی حدیثیں حفظ کرے تو اللہ تعالیٰ اسے فقیہہ اٹھائے گا۔ اور روز قیامت میں اس کا شفیع اور گواہ ہونگا۔ (بیہقی فی شعب الایمان اور فرمایا کہ امام احمد نے فرمایا کہ لوگوں میں اس کا متن مشہور ہے، لیکن اس کی اسناد صحیح نہیں)

☆ تشریح

اس حدیث کے بہت سے پہلو ہیں چالیس احادیث یاد کر کے مسلمانوں کو سنانا، چھاپ کران میں تقسیم کرنا، ترجمہ یا تشریح کر کے لوگوں کو سمجھانا، راویوں سے سن کر کتابی شکل میں جمع کرنا سب ہی اس میں داخل ہیں- یعنی جو کسی طرح دینی مسائل کی چالیس احادیث میری امت تک پہنچادے تو قیامت میں اس کا حشر علمائے دین کے زمرے میں ہوگا اور میں اس کی خصوصی شفاعت اور اس کے ایمان اور تقویٰ کی خصوصی گواہی دونگا، ورنہ عمومی شفاعت اور گواہی تو ہر مسلمان کو نصیب ہی ہوگی- اسی حدیث کی بناء پر قریباً تمام محدثین نے جہاں حدیثوں کے دفتر لکھے وہاں الگ چہل احادیث جسے اربعینیہ کہتے ہیں جمع کیں-

امام نووی اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی اربعینیات مشہور ہیں- مولانا مفتی احمدیار خاں نعیمیؒ نے بھی سلطنت مصطفےٰؐ میں چالیس حدیثیں جمع کیں-

امام نوویؒ نے اپنی چہل احادیث میں فرمایا کہ ابو الدرداءؓ کی حدیث بہت اسنادوں سے مروی ہے، جو ساری ضعیف ہیں مگر اسنادوں کی کثرت اور علماء کے قبول کرلینے کی وجہ سے حدیث قوی ہوگئی، کیونکہ تعدد اسناد سے ضعیف حسن بن جاتی ہے، نیز فضائل اعمال میں حدیث ضعیف مقبول ہے- (مرقات واشعۃ)

☆ حدیث نمبر ۶۵

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ مَسْعُوْدٍؓ قَالَ لَوْ اَنَّ اَهْلَ الْعِلْمِ صَانُوا الْعِلْمَ وَوَضَعُوْهُ عِنْدَ اَهْلِهٖ لَسَادُوْا بِهٖ اَهْلَ زَمَانِهِمْ وَلٰكِنَّهُمْ بَذَلُوْهُ لِاَهْلِ الدُّنْيَا لِيَنَالُوْا بِهٖ مِنْ دُنْيَاهُمْ فَهَانُوْا عَلَيْهِمْ سَمِعْتُ نَبِيَّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ

جَعَلَ الْهُمُوْمَ هَمًّا وَّاحِدًا هَمَّ اٰخِرَتِهٖ كَفَاهُ اللّٰهُ هَمَّ دُنْيَاهُ وَمَنْ تَشَعَّبَتْ بِهِ الْهُمُوْمُ اَحْوَالُ الدُّنْيَا لَمْ يُبَالِ اللّٰهُ فِىْ اَىِّ اَوْدِيَتِهَا هَلَكَ رَوَاهُ اِبْنِ مَاجَةَ وَالْبَيْهَقِىْ فِىْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ -

(مشکوٰۃ کتاب العلم)

☆ترجمہ

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ اگر علماء علم محفوظ رکھتے اور اسے اہل ہی پر پیش کرتے تو اس کی برکت سے اپنے زمانہ والوں کے سردار ہوتے ، مگر انہوں نے علم دنیاداروں کے لئے خرچ کیا تاکہ اس سے ان کی دنیا کمائیں اس سے وہ ان پر ہلکے ہو گئے- میں نے تمہارے نبی ﷺ کو فرماتے سنا کہ جو تمام غموں کو ایک آخرت کا غم بنالے اللہ اسے دنیا کے غموں سے کافی ہوگا-اور جسے دنیا کے غم ہر طرف لئے پھریں تو اللہ اس کی پرواہ بھی نہ کرے گا کہ کون سے جنگل میں ہلاک ہوا -

(ابن ماجہ ،بیہقی فی شعب الایمان عن ابن عمر)

☆تشریح

عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ اگر علماء علم کو ذلت اور اہانت سے بچاتے اس طرح کہ خود طمع اور لالچ میں دنیاداروں کے دروازے پر دھکے نہ کھاتے کہ عالم کی ذلت

سے علم کی ذلت ہے، اور علم کی بے حرمتی دین کی ذلت ہے۔ علماء اگر علم قدر دانوں اور شریف الطبع لوگوں کو سکھاتے تو سردار ہوتے۔ اس طرح کہ بادشاہ ان کے قدموں کے نیچے اوران کے احکام ان کے قلموں کے نیچے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے۔ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ (اور جن کو علم دیا گیا ان کے درجے بلند فرمائے گا)

معلوم ہوتا ہے کہ تابعین میں لالچی اور حریص عالم پیدا ہو چکے تھے، جنہیں دیکھ کر صحابہؓ یہ فرمارہے ہیں۔

سبحان اللہ تجربہ بھی اس حدیث کی تائید کرتا ہے اللہ تعالیٰ کسی مسلمان کو دو غم اور دو فکریں نہیں دیتا۔ جس دل میں آخرت کا غم وفکر ہے انشاء اللہ اس میں دنیا کا غم وفکر نہیں آتا۔ دنیاوی تکلیفیں اگر آبھی جائیں تو دل ان کا اثر نہیں لیتا۔ کلورافارم سنگھادینے سے اپریشن کی تکلیف محسوس نہیں ہوتی اللہ تعالیٰ غمِ آخرت نصیب کرے۔ (آمین)

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ یہی کلورا فارم سونگھے ہوئے تھے جس کی وجہ سے کربلا کی مصیبتیں خندہ پیشانی سے جھیل گئے۔ اور جان جانان سپرد کردی

(مرآت)

اس کی عجیب مثال یہ اللہ والے ہیں جو دنیا اور اہل دنیا سے منہ موڑ کر صرف اللہ سے لو لگائے بیٹھے ہیں ان کا مطمع نظر صرف ذاتِ احدیّت ہے دنیا ان کے کام میں لگی ہوئی ہے۔ لیکن وہ غم وفکر سے بے پرواہ ہیں اللہ نے اپنے بندوں کو ان کی خدمت پر لگا رکھا ہے۔ بقول مولانا روم۔

كَانَ لِلّٰه بودۂ در ما مضٰے تاکہ كَانَ اللّٰهُ لَهٗ آمد جزا

ترجمہ۔ تو اپنے گذرے ہوئے زمانہ میں اللہ کا ہوا پھر بطور جزاء اللہ تیرا ہو گیا۔

☆ حدیث نمبر ٦٦

وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ قَالَ اِنَّ مِنْ اَشَرِّ النَّاسِ عِنْدَ اللّٰهِ مَنْزِلَةً یَوْمَ الْقِیٰمَةِ عَالِمٌ لَا یُنْتَفَعُ بِعِلْمِهٖ رَوَاهُ الدَّارِمِیُّ

(مشکٰوۃ کتاب العلم)

☆ ترجمہ

حضرت ابو الدرداءؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں قیامت کے دن اللہ کے نزدیک بدتر درجے والا وہ عالم ہے جس کے علم سے نفع حاصل نہ کیا جائے۔ (دارمی)

☆ تشریح

یعنی لوگ اس کے علم۔ ۔ فائدہ نہ اٹھائیں۔ نہ مسائل بیان کرے نہ کوئی دینی کتاب لکھے۔ یا مطلب یہ ہے کہ خود نفع حاصل نہ کرے یعنی عالم بے عمل۔
علم درخت ہے اور عمل اس کا پھل ہے، بڑا بدنصیب وہ شخص ہے جو اپنے درخت کا پھل خود نہ کھائے۔ جاہل بے عمل کو ایک عذاب ہے اور عالم بے عمل کو سات گنا عذاب۔

(مرآت)

☆ حدیث نمبر ٦٧

وَعَنِ الْحَسَنِ قَالَ الْعِلْمُ عِلْمَانِ فَعِلْمٌ فِي الْقَلْبِ فَذَاكَ الْعِلْمُ النَّافِعُ وَعِلْمٌ عَلَى اللِّسَانِ فَذَاكَ حُجَّةُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ عَلَى ابْنِ اٰدَمَ رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ

(مشکوٰۃ کتاب العلم)

☆ ترجمہ

حضرت حسنؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں علم دو طرح کا ہے، ایک علم دل میں یہ علم فائدہ مند ہے دوسرا علم صرف زبان پر، یہ انسان پر اللہ کی حجت ہے۔ (دارمی)

☆ تشریح

علم دین کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جس کا نور عالم کے دل میں اتر جائے اور قلب روشن اور قالب مطیع ہو جائے۔ یہ علم عالم کو نفع دے گا اور دوسروں کو بھی نفع دے گا ایسے عالم کا وعظ بلکہ اس کی صحبت اکسیر ہے۔ اس کی علامت یہ ہے کہ عالم کے دل میں خوف خدا اور محبت جناب مصطفٰے ﷺ، آنکھوں میں تری، زبان پر اللہ کا ذکر ہوگا۔

صوفیاء فرماتے ہیں کہ علم بغیر تصوّف فسق ہے اور تصوّف بغیر علم بے دینی ہے۔

علم کی دوسری قسم یہ ہے کہ عالم باتیں تو اچھی کرے مگر اس کا اپنا دل نورِ علم

سے اور بدن اثرِ علم سے خالی ہو- یہ علم قیامت میں عالم کے الزام کھا جانے کا ذریعہ ہو گا- کہ اللہ تعالٰی فرمائے گا تو سب کچھ جانتا تھا پھر گمراہ اور بد عمل کیوں بنا ؟صوفیاء فرماتے ہیں کہ جس علم میں تصوّف کی چاشنی نہ ہو وہ علم لسانی وراثت شیطانی ہے- آدم علیہ السلام کا علم قلبی تھا اور شیطان کا علم لسانی-(مرآت)

☆حدیث نمبر ٦٨

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَةَ قَالَ حَفِظْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وِعَائَیْنِ فَاَمَّا اَحَدُ ھُمَا فَبَثَثْتُہٗ فِیْکُمْ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَلَوْ بَثَثْتُہٗ قُطِعَ ھٰذَا الْبُلْعُوْمُ یَعْنِیْ مَجْرَی الطَّعَامِ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ (مشکوٰۃ کتاب العلم)

☆ترجمہ

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے علم کے دو برتن محفوظ کیے ایک تو تم میں پھیلا دیا اور دوسرے کو اگر پھیلاؤں تو یہ کاٹ ڈالا جائے یعنی گلا- (بخاری)

☆تشریح

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ مجھے حضور ﷺ سے دو قسم کے علم ملے، ایک علم شریعت، جو میں نے تمہیں بتا دیا ہے-دوسرا علم اسرار و طریقت و حقیقت

ہے، اگر میں وہ ظاہر کروں تو عوام نہ سمجھیں اور مجھے بے دین سمجھ کر قتل کر دیں- یا ایک علم احکام اور دوسرا علم اخبار، جس میں ظالم حاکموں اور بے دین سرداروں کے نام موجود ہیں اگر میں بتاؤں تو ان کی ذرّیت مجھے ہلاک کر دے- حضرت ابو ہریرہؓ کبھی کنایۃً اشارۃً کچھ کہہ دیتے تھے، چنانچہ دعا مانگا کرتے تھے کہ خدایا مجھے ٦٠ھ کے فتنوں اور لونڈوں کی حکومت سے پناہ دے- چنانچہ ٦٠ھ میں امیر معاویہؓ کی وفات ہوئی یزید پلید تخت نشین ہوا- اس دعا میں ان دو واقعات کی طرف اشارہ تھا -آپ کی دعا قبول ہوئی اور امیر معاویہؓ کی وفات سے ایک سال پہلے اس دارِ فانی سے کوچ کر گئے-

اس حدیث سے چند مسائل معلوم ہوئے ایک یہ کہ شرعی مسئلہ بے دھڑک بیان کیا جائے مگر تصوف کے اسرار نااہل کو نہ بتائے جائیں- دوسرا یہ کہ غیر ضروری چیزیں جن کے اظہار سے فتنہ پھیلتا ہو ہرگز ظاہر نہ کی جائیں- تیسرا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو علومِ غیبیہ عطا فرمائے- حضور ﷺ کے ذریعے صحابہ کرامؓ کو بھی- جب حضرت ابو ہریرہؓ کے علم کا یہ حال ہے تو حضرات خلفائے راشدین کے علوم تو ہماری سمجھ سے بالا ہیں- (مرآت)

شاید مولانا رومؒ نے اسی حدیث کا مفہوم بیان کیا ہے

؎ حیف باشد شرح او اندر جہاں ہمچو راز عشق باید در نہاں

ترجمہ = اس کا جہاں میں اظہار کرنا غلطی ہوگی ، یہ رازِ عشق کی طرح پوشیدہ ہی رہنا چاہیے-

شارح بخاری فرماتے ہیں کہ ابو ہریرہؓ نے دو قسم کے علوم حاصل کئے ایک دینی جس کا پھیلانا فرض، جبکہ دوسرے کا تعلق احکامِ شرعیہ سے نہ تھا، اور اس کا اظہار بھی ضروری نہ تھا- معلوم ہوا کہ دین کے احکام کو چھپانا حرام ہے- اور اس اسرارِ باطنی کو

ظاہر کرنا غلطی ہے، خصوصاً وہ جس سے فتنہ کا اندیشہ ہو۔

(فیوض الباری)

☆ حدیث نمبر ۶۹

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ خَرَجَ فِیْ طَلَبِ الْعِلْمِ فَھُوَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ حَتّٰی یَرْجِعَ - رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَالدَّارِمِیُّ

(مشکوٰۃ کتاب العلم)

☆ ترجمہ

حضرت انسؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو علم کی تلاش میں نکلا وہ واپسی تک اللہ کی راہ میں ہے۔ (ترمذی و داری)

☆ تشریح

جو کوئی مسئلہ پوچھنے کے لئے اپنے گھر سے یا علم کی جستجو میں اپنے وطن سے علماء کے پاس گیا وہ بھی مجاہد فی سبیل اللہ ہے، غازی کی طرح گھر واپس آنے تک اس کا سارا وقت اور ہر وقت اور ہر حرکت عبادت ہوگی۔ گھر آجانے کے بعد یہ ثواب ختم ہو جائے گا، پھر عمل اور تبلیغ کرنے کا ثواب شروع ہوگا۔ لہٰذا یہ حدیث اس کے خلاف

نہیں کہ علم صدقہ جاریہ ہے ،جس کا ثواب موت کے بعد بھی ملتا رہتا ہے۔

(مرآت)

☆حدیث نمبر ۷۰

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلَ اللّٰه صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلَا اَدُلُّکُمْ عَلٰی مَا یَمْحُوَ اللّٰهُ بِهِ الْخَطَایَا یَرْفَعُ بِهِ الدَّرَجٰتِ قَالُوْا بَلٰی یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اِسْبَاغُ الْوُضُوْءِ عَلَی الْمَکَارِهِ وَ کَثْرَةُ الْخُطٰی اِلَی الْمَسَاجِدِ وَ اِنْتِظَارُ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الصَّلٰوةِ فَذَالِکُمُ الرِّبَاطُ وَ فِیْ حَدِیْثِ مَالِکِ بْنِ اَنَسٍؓ فَذٰلِکُمُ الرِّبَاطُ فَذَالِکُمُ الرِّبَاطُ مَرَّتَیْنِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَ فِیْ رِوَایَةِ التِّرْمِذِیْ ثَلٰثًا

(مشکوٰۃ کتاب الطہارۃ)

☆ترجمہ

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے ،فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں تمہیں وہ چیز نہ بتاؤں جس سے اللہ خطائیں مٹادے ،درجے بلند کردے۔لوگوں نے عرض کیا ہاں یارسول اللہ ﷺ ،فرمایا وضو پورا کرنا مشقتوں میں ،مسجد کی طرف زیادہ قدم رکھنا ،نماز کے بعد نماز کا انتظار کرنا یہ ہے سرحد کی حفاظت۔ اور مالک لئن

انسؓ کی حدیث میں ہے کہ یہ ہے سرحد کی حفاظت۔یہ ہے سرحد کی حفاظت دوبار،
اسے مسلم نے روایت کیا، ترمذی کی روایت میں تین بار ہے۔

☆ تشریح

حدیثِ پاک میں خطاؤں سے مراد گناہِ صغیرہ ہیں نہ کہ گناہِ کبیرہ اور نہ ہی حقوق العباد، **محو** سے مراد ہے بخش دینا یا نامۂ اعمال سے ایسا مٹا دینا کہ اس کا نشان بھی باقی نہ رہے۔ **درجات** سے مراد جنت کے درجے ہیں یا دنیا میں ایمان کے درجے ہیں۔

حضور اکرم ﷺ کا یہ سوال اس لئے ہے کہ اگلا فرمان غور سے سنا جائے۔ ورنہ حضور ﷺ کی تبلیغ ان کی عرض پر موقوف نہیں۔وضو پورا کرنے سے مراد اعضائے وضو کا کامل دھونا اور تین بار دھونا اور وضو کی سنتوں کا پورا کرنا ہے۔ **مشقت** سے مراد سردی یا بیماری یا پانی کی گرانی کا زمانہ ہے۔ یعنی جب وضو مکمل کرنا بھاری ہو اس وقت مکمل کرنا۔مسجد کی طرف زیادہ قدم رکھنا اس لئے فرمایا کہ گھر مسجد سے دُور ہو یا قدم قریب قریب ڈالے۔مطلب یہ ہے کہ ہر نماز مسجد میں پڑھنا۔ نماز کے علاوہ وعظ وغیرہ کے لئے بھی مسجد میں حاضری دینا موجبِ ثواب ہے۔اس کا یہ مطلب نہیں کہ خواہ مخواہ قریب کی مسجد چھوڑ کر دُور جا کر نماز پڑھے۔ نماز کے بعد نماز کے انتظار کا مطلب یہ ہے کہ ایک وقت کی پڑھ کر دوسری نماز کا منتظر رہنا خواہ مسجد میں بیٹھ کر یا اس طرح کہ جسم گھر یا دکان میں ہو اور کان اذان کی طرف اور دل مسجد میں لگا ہو۔ ،،یعنی دست بکار دل بیار،،۔

رباط کے لغوی معنی ہیں گھوڑا پالنا۔اصطلاح میں جہاد کی تیاری یا اسلام کی

سرحد پر رہ کر کفار کے مقابلے میں ڈٹا رہنا رباط ہے۔ یہ بڑی عبادت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے صَابِرُوْا وَرَابِطُوْا (صبر میں دشمنوں سے آگے رہو اور سرحد پر اسلامی ملک کی حفاظت کرو) حدیث کا مطلب یہ ہے کہ دشمن کے مقابل مورچے سنبھالنا ظاہری رباط ہے اور مذکورہ اعمال باطنی رباط ہے۔ یعنی نفس شیطان کے مقابل حدودِ ایمان کی حفاظت۔

شارح مسلم علامہ سعیدی فرماتے ہیں کہ علامہ یحیٰی بن شرف نووی نے فرمایا کہ رباط کے معنی کسی چیز کو کسی جگہ محبوس کرنا، گویا اس شخص نے اپنے نفس کو اس اطاعت پر محبوس کر دیا۔ یہ بھی احتمال ہے کہ یہ افضل رباط ہے، جیسے کہا جاتا ہے اصل جہاد جہاد بالنفس ہے۔ (شرح مسلم)

اعلیٰ حضرت ؒ کے جلیل القدر خلیفہ مولانا اللہ جوایاؒ اپنی کتاب رسالہ نوری (جو پنجابی شعروں میں تصوف پر ایک جامع رسالہ ہے) لکھتے ہیں۔

جنگ کبیر شہادت کبریٰ نفسے نال لڑائی
کافر حربی کوہنے نالوں کتنے تول سوائی

☆☆☆☆☆☆☆☆

☆حدیث نمبر ۷۱

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَتَی الْمَقْبَرَةَ فَقَالَ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا دَارَ قَوْمٍ

مُؤمِنِیۡنَ وَاِنَّا اِنۡ شَاءَ اللّٰهُ بِکُمۡ لَا حِقُوۡنَ وَدِدۡتُ اِنَّا قَدۡ رَ اَیۡنَا اِخۡوَانَنَا قَالُوۡا اَوَ لَسۡنَا اِخۡوَانَکَ یَا رَسُوۡلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اَنۡتُمۡ اَصۡحَابِیۡ وَ اِخۡوَانُنَا الَّذِیۡنَ لَمۡ یَاتُوۡا بَعۡدُ فَقَالُوۡا کَیۡفَ تَعۡرِفُ مَنۡ لَّمۡ یَاۡتِ بَعۡدُ مِنۡ اُمَّتِکَ یَا رَسُوۡلَ اللّٰهِ فَقَالَ اَرَءَیۡتَ لَوۡ اَنَّ رَجُلًا لَهٗ خَیۡلٌ غُرٌّ مُحَجَّلَةٌ بَیۡنَ ظَهۡرِیۡ خَیۡلٍ دُهۡمٍ بُهۡمٍ اَلَا یَعۡرِفُ خَیۡلَهٗ قَالُوۡا بَلٰی یَا رَسُوۡلَ اللّٰهِ قَالَ فَاِنَّهُمۡ یَاۡتُوۡنَ غُرًّا مُحَجَّلِیۡنَ مِنَ الۡوُضُوۡءِ وَاَنَا فَرَطُهُمۡ عَلَی الۡحَوۡضِ رَوَاهُ مُسۡلِمٌ۔

(مشکوٰۃ کتاب الطہارۃ)

☆ترجمہ

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبرستان تشریف لے گئے تو فرمایا، اے مومن قوم کی جماعت تم پر سلام ہو انشاءاللہ ہم بھی تم سے ملنے والے ہیں۔ مجھے یہ تمنا ہے کہ اپنے بھائیوں کو دیکھا، صحابہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ کیا ہم آپ کے بھائی نہیں، فرمایا تم میرے ساتھی دوست ہو، ہمارے بھائی وہ ہیں جو اب تک آئے نہیں، لوگوں نے عرض کیا کہ آپ کے جوامتی اب تک نہیں آئے انہیں حضور ﷺ کیسے پہچانیں گے؟ فرمایا بتاؤ تو سہی اگر کسی شخص کے گھوڑے پنج کلیان ہوں اور نہایت سیاہ گھوڑوں میں مخلوط ہو گئے ہوں تو کیا یہ اپنے گھوڑے نہ پہچان لے گا؟ بولے ہاں یارسول اللہ ﷺ فرمایا وہ آثار وضو سے

پنج کلیان آئیں گے اور میں حوض پر ان کا پیش رو ہونگا۔

(مسلم)

☆تشریح

مقبرہ سے مراد مدینہ منورہ کا قبرستان جنت البقیع ہے ، جہاں حضور ﷺ زیارتِ قبور کے لئے تشریف لے جاتے تھے۔دار کے معنی گھر یا حویلی کے ہیں، اہل پوشیدہ ہے یعنی گھر والے۔ (مرآت)

صاحبِ مرقات ملا علی قاری حنفی فرماتے ہیں کہ عوام کی قبروں پر پہنچ کر سلام کرنا سنت ہے، کیونکہ مردے زائرین کو دیکھتے ہیں پہچانتے ہیں ان کے کلام اور سلام کو سنتے اور سمجھتے ہیں کیونکہ نہ سننے والے اور جواب نہ دے سکنے والے کو سلام کرنا منع ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوا بِاَحْسَنَ مِنْهَا (اور جب تمہیں کوئی کسی لفظ سے سلام کرے تو تم اس سے بہتر لفظ جواب میں کہو یا وہی کہہ دو) معلوم ہوا کہ مردوں اور زندوں کو سلام یکساں کیا جائے یعنی اس طرح کہ سلام پہلے علیکم بعد میں ۔وہ جو حدیثِ پاک میں ہے کہ علیکم السلام مردوں کا سلام ہے،اس سے مراد یہ ہے کہ جب مردے آپس میں ایک دوسرے سے ملتے ہیں تب یہ سلام کرتے ہیں۔

(مرقات)

پیارے آقا ﷺ نے فرمایا عنقریب وفات پا کر ہم تم سے ملاقات کریں گے ، انشاء اللہ برکت کے لئے فرمایا،ورنہ موت تو یقینی ہے یا ایمان پر خاتمہ اور کسی خاص جگہ مرنا ہم لوگوں کے لئے مشکوک ہے۔یعنی اگر اللہ نے چاہا تو ہم ایمان پر مر کر مومنوں

سے ملیں گے یہ سب کچھ امت کی تعلیم کے لئے ہے۔ (مرآت)

سرکار دو جہاں ﷺ نے فرمایا کہ آئندہ پیدا ہونے والے مسلمانوں سے ظاہری حیات میں ملاقات کرتا ورنہ حضور ﷺ ساری امت کو دیکھ رہے ہیں۔ان کا اپنا بھائی فرمانا انتہائی کریم کریمانہ ہے امت کو یہ جائز نہیں کہ حضور ﷺ کو اپنا بھائی کہے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت علیؓ نے کبھی حضور ﷺ کو بھائی نہ کہا۔بادشاہ اپنی رعایا سے کہتا ہے کہ میں آپ کا بھائی اور خادم ہوں لیکن اگر رعایا اسے خادم کہہ کر پکارے تو سزا پائے گی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَا تَجْعَلُوْا دُعَاءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا (رسول ﷺ کو اس طرح مت پکارو جیسے تم آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہو)

سرکار ﷺ نے صحابہؓ سے فرمایا تم بھائی بھی ہو اور صحابی بھی، اور جو مسلمان آئندہ آنے والے ہیں وہ صرف بھائی ہونگے صحابی نہ ہونگے۔ خیال رہے بھائی ہونا ظاہری لحاظ سے ہے، رشتۂ ایمانی کی بناء پر، ورنہ حضور ﷺ امت کے لئے روحانی والد ہیں اور ان کی بیویاں مسلمانوں کی مائیں ہیں، نہ کہ بھاوجیں، رشتۂ ایمانی سے تو سگا باپ اور دلوا اسلامی بھائی ہیں۔اور حقیقی ماں اور بیوی اسلامی بہنیں، مگر اس رشتہ کی بناء پر نہ ان لوگوں کو بہن بھائی کہا جاتا ہے اور نہ ان پر بہن بھائی کے احکام مرتب ہوتے ہیں حتیٰ کہ اگر بیوی کو بہن سے تشبیہ بھی دے تو ظہار ہو جاتا ہے، جس کی سزا میں ساٹھ روزے کفارہ واجب ہے، تو جو حضور ﷺ کو بھائی کہے اور سمجھے وہ بھی سخت سزا کا مستحق ہے۔
(مرآت)

صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ جو امتی اب تک نہیں آئے انہیں آپ کیسے پہچانیں گے؟ صحابہ کا یہ سوال حضور ﷺ کے علم کی نفی کی بناء پر نہیں، ذریعہ علم کے

متعلق ہے یعنی جن مسلمانوں کو دنیا میں آپ نے زندگی شریف میں ظاہری نگاہ سے نہیں دیکھا انہیں کل قیامت میں کیسے پہچانیں گے اور کیسے شفاعت کریں گے؟ محض نورِ نبوت یا وحی سے یا کچھ ان میں علامتیں بھی ہونگی، جن سے ہم بھی پہچان سکیں ورنہ صحابہؓ کا تو یہ عقیدہ تھا کہ حضور ﷺ کو اپنی ساری امت کے کھلے چھپے ایک ایک عمل کی خبر ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے سوال کیا تھا کہ کیا آپ کی امت میں کسی کی نیکیاں آسمان کے تاروں کے برابر بھی ہیں ؟ فرمایا ہاں عمرؓ کی۔ یہ سوال وجواب علیم وخبیر سے ہی ہوسکتے ہیں۔

پنج کلیان وہ سرخ یا سیاہ گھوڑا ہے جس کے چاروں ہاتھ پاؤں اور پیشانی سفید ہوں، یہ بہت خوبصورت بہت قیمتی اور طاقتور ہوتا ہے۔ سبحان اللہ حدیث پاک میں کیا نفیس تمثیل ہے کہ جیسے پنج کلیان گھوڑا کالے گھوڑوں میں نہیں چھپتا۔۔ ایسے ہی میری امت دیگر امتوں میں نہیں چھپے گی۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ پچھلی امتوں کے سارے مومن سیاہ رو ہونگے بلکہ سیاہ روئی تو صرف کفار کے لئے ہے۔ مطلب یہ کہ آثار وضو کی خاص چمک صرف امتِ مصطفویٰ پر ہو گی۔

حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ میں حوض کوثر پر ان کا پیش رو ہوں گا۔ یہ حوض کوثر ہمارے آقا کا ہے، دوسرے انبیاء کے بھی حوض ہوں گے۔ مگر کوثر کسی کا نہیں، فرطا اسے کہتے ہیں جو آگے پہنچ کر انتظام فرمائے۔ مطلب یہ ہے کہ کوثر پر ہم تم سے پہلے پہنچ کر تمہارا انتظام اور انتظار فرمائیں گے۔ تمہیں اپنے انتظام سے پانی پلوائیں گے۔

شارح مسلم علامہ غلام رسول سعیدی فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ ہم اپنے دینی بھائیوں کو دیکھیں۔ علامہ نووی لکھتے ہیں کہ اس

حدیث سے معلوم ہوا کہ موت کی تمنا کرنا جائز ہے۔ خصوصاً خیر اور فضلاء سے ملاقات کے لیے۔ لیکن دنیاوی مصائب اور مشکلات سے گھبرا کر موت کی تمنا کرنے سے منع فرمایا گیا ہے۔

صحابہ کرامؓ نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ کیا ہم آپ کے دینی بھائی نہیں؟ آپ نے فرمایا بلکہ تم میرے صحابہ ہو اور ہمارے (دینی) وہ ہیں جو ابھی تک پیدا نہیں ہوئے۔ علامہ نووی لکھتے ہیں کہ اس قول سے ان صحابہ کے دینی بھائی ہونے کی نفی نہیں ہوتی بلکہ آپ ﷺ نے ان کی فضیلت کا ذکر فرمایا، اور وہ صحابیت ہے۔ لہٰذا صحابہ بھائی بھی ہیں اور صحابی بھی ہیں لیکن بعد میں آنے والے صرف دینی بھائی جیسا کہ قرآنِ پاک میں ہے اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ (بیشک مومن بھائی بھائی ہیں)۔

علامہ سعیدی فرماتے ہیں کہ میرے استاد محترم حضرت علامہ عطا محمد بندیالوی" نے فرمایا کہ اس حدیث سے یہ قاعدہ مستنبط ہوتا ہے کہ جب کسی معزز اور صاحبِ فضیلت آدمی کا ذکر کیا جائے تو اس کا ذکر عام اوصاف کے ساتھ نہیں بلکہ مخصوص وصف کے ساتھ کیا جائے کیونکہ بھائی کا وصف صحابہ کرامؓ اور بعد کے مسلمانوں میں عام اور مشترک تھا۔ اس لئے صحابہ کرامؓ کا ذکر آپ ﷺ نے عام وصف سے ناپسند فرمایا۔ اس لئے رسول اللہ ﷺ کے ذکر میں صرف بشر کہنا صحیح نہیں بلکہ اَفْضَلُ الْبَشَرْ یا سَیِّدُ الْبَشَرْ کہا جائے۔ کیونکہ جب رسول اللہ ﷺ نے اپنے غلاموں کے ساتھ اس وصف کو ناپسند فرمایا تو رسول اللہ ﷺ کے لئے محض بشر کا لفظ کہنا کب پسندیدہ ہوگا۔ بشر تو کفار اور مشرکین بھی ہیں اس لئے جب رسول اللہ ﷺ کا ذکر کیا جائے تو اوصاف مخصوصہ یعنی اَفْضَلُ الْبَشَرْ، سَیِّدُ الْبَشَرْ رَحْمَةٌ لِلْعٰلَمِیْنَ وغیرہ القاب کے ساتھ کیا جائے۔

(شرح مسلم)

☆ حدیث نمبر ۴۷

وَعَنْ مَرْوَانَ الْاَصْفَرُ قَالَ رَاَیْتَ ابْنِ عَمَرَ اَنَاخَ رَاحِلَتَهٗ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ ثُمَّ جَلَسَ یَبُوْلَ اِلَیْهَا فَقُلْتُ یَا اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَلَیْسَ قَدْ نُهِیَ عَنْ هٰذَا قَالَ بَلْ اِنَّمَا نُهِیَ عَنْ ذٰلِکَ فِی الْفَضَاءِ فَاِذَا کَانَ بَیْنَکَ وَبَیْنَ الْقِبْلَةِ شَیْءٌ یَسْتُرُكَ فَلَا بَاسَ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤْدَ -

(مشکٰوۃ باب اداب الخلاء)

☆ترجمہ

حضرت مروان اصفرؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں میں نے حضرت ابن عمرؓ کو دیکھا کہ انہوں نے اپنی سواری قبلہ رخ بٹھائی پھر بیٹھ کر اس کی طرف پیشاب کرنے لگے - میں نے کہا اے ابو عبدالرحمٰن کیا اس کی ممانعت نہیں ہے - فرمایا اس سے جنگل میں منع فرمایا گیا ہے - مگر جب تمہارے اور قبلہ کے درمیان کوئی چیز آڑ کرے تو کوئی مضائقہ نہیں - (ابوداؤد)

☆ تشریح

حدیث پاک کے راوی مروان اصفرؒ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے غلام ہیں -

بصری، تابعی ہیں آپ سے ایک دو حدیثیں مروی ہیں۔

ظاہر ہے کہ یہ واقعہ جنگل کا ہے جیسا کہ جواب سے معلوم ہو رہا ہے، نیز جنگل ہی میں سواری پر بیٹھا جاتا ہے۔ تابعی کے اس سوال سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ عام صحابہؓ اور تابعین میں یہی مشہور تھا کہ مطلقاً قبلہ رو پیشاب، پاخانہ کرنا منع ہے تب ہی تو اس تابعی کو حضرت ابن عمرؓ کے اس فعل پر تعجب ہوا۔ لہٰذا یہ حدیث امام اعظمؒ کی دلیل ہے۔

اس حدیث پاک میں حضرت ابن عمرؓ کا اجتہادی فتویٰ ہے یہ جنگل اور بستی کا فرق حدیث مرفوع میں نہیں۔ (مرآت)

☆ حدیث نمبر ۴۷

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمْ یَبْقَ مِنَ النُّبُوَّةِ اِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ قَالُوْا وَمَا الْمُبَشِّرَاتُ قَالَ الرُّؤْیَا الصَّالِحَةُ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ

(مشکوٰۃ کتاب الرءیا)

☆☆ ترجمہ

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

کہ نہ باقی رہیں موت سے مگر بشارتیں۔لوگوں نے عرض کیا بشارتیں کیا ہیں؟
فرمایا اچھی خواب۔ (بخاری)

☆ تشریح

مدنی سرکار ﷺ نے فرمایا کہ ہماری وفات پر وحی، نبوت تا قیامت ختم ہو جائے گی، مگر نبوت کا ایک حصہ یعنی ڈرانا اور بشارت باقی رہے گا۔ اللہ تعالیٰ خوابوں کے ذریعے علوم غیبیہ اگلے حالات پر اطلاع برابر جاری رکھے گا۔خوابیں غیبی خبریں دیتی رہیں گی۔ خوابیں بشارت بھی ہوتی ہیں اور ڈراتی بھی ہیں، مگر تغلیباً بشارت فرمایا (مرقات)

صالحہ سے مراد یا تو سچی خوابیں ہیں یا اچھی خوشی کی خوابیں عموماً خوشی کی خواب کو رؤیا کہتے ہیں اور ڈراونی خواب کو حلم، مگر یہاں رؤیا سے عام خواب مراد ہے چاہے اچھی ہو یا ڈراونی۔ (اشعۃ و مرقات)

خیال رہے رؤیا بمعنیٰ خواب آتا ہے مگر جب اس کے بعد رویت کا کوئی مشتق آجائے تو بیداری میں دیکھنے کے بھی معنی دیتا ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ

ترجمہ=اور ہم نے وہ دکھاوا نہیں کیا جو تمہیں دکھایا تھا مگر لوگوں کی آزمائش کے لئے۔

حضور انور ﷺ نے معراج کی رات سارے عالم غیب کو اپنی آنکھوں سے بیداری میں دیکھا، مگر اسے اللہ تعالیٰ نے رؤیا فرمایا کیونکہ آگے اَرَيْنٰكَ ہے اس لئے

وہاں آنکھ سے بیداری میں دیکھنا مراد ہے۔ جسمانی معراج کے منکر اسی لفظ رُؤیا سے انکار کرتے ہیں۔ یہ بحث الگ ہے دوسری کتابوں میں دیکھیں۔

مالک نے بروایت عطاء ابن یسار اس حدیث میں یہ زیادہ کیا کہ جسے مسلمان دیکھے یا اس کے متعلق خواب دکھائی جائے۔ یعنی مسلمان خود خواب دیکھے یا دوسرا شخص اس کے متعلق خواب دیکھے۔ طبرانی نے بروایت عبادہ ابن صامت حدیث نقل فرمائی کہ مومن کا خواب اس کا اپنے رب سے کلام کرنا ہے، یا رب کا اس سے کلام کرنا ہے۔ (مرقات)

خواب میں اللہ تعالیٰ کا دیدار بھی ہو سکتا ہے ہمارے امام اعظمؒ نے ننانوے بار اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھا، معلوم ہوا کہ بعض خواب انسان خود دیکھتا ہے کہ دن میں جو خیالات رکھتا ہے وہی خواب میں دیکھتا ہے اور بعض خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے دکھائے جاتے ہیں، مومن کے یہ خواب الہام کا حکم رکھتے ہیں اور ان کو ہی رُؤیا صالحہ کہتے ہیں۔ (مرآت)

☆ حدیث نمبر ۴۷

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی السُّوقِ فَقَالَ رَجُلٌ یَا اَبَا الْقَسِمِ فَالْتَفَتَ اِلَیْہِ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّمَا دَعَوْتُ ھٰذَا فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ سَمُّوْا بِاِسْمِیْ وَلَا تَکْتَنُوْا بِکُنْیَتِیْ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ

(مشکوٰۃ باب الاسامی)

☆ترجمہ

حضرت انسؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ بازار میں تھے کہ ایک آدمی نے کہا اے ابو القاسم، تو اس کی طرف نبی ﷺ نے توجہ فرمائی وہ بولا کہ میں نے تو اس کو بلایا ہے، تب نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میرا نام تو رکھو میری کنیت نہ رکھو

(مسلم وبخاری)

☆تشریح

کسی اور شخص کا نام ابو القاسم تھا اس نے اس کو پکارا- مقصد یہ ہے کہ اگر ہزاروں کے نام "محمد" ہوں تو دھوکا نہ ہوگا کیونکہ حضور ﷺ کو صرف نام سے پکارنا حرام ہے- اب جو حضور ﷺ کو پکارے گا وہ "یارسول اللہ" ﷺ کہے گا" یا محمد" نہ کہے گا- اگر "یا محمد" کہہ کر پکارے گا تو کسی اور "محمد" کو پکارے گا نہ کہ حضور ﷺ کو پکارے گا- اللہ تعالیٰ نے ہمارے حضور ﷺ کو نام لے کر نہ پکارا، قرآن پاک اٹھا کر دیکھو-

یَا اَیُّهَا النَّبِیُّ ، یَا اَیُّهَا الرَّسُوْلُ ، یٰسٓ ، طٰهٰ ، یَا اَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ، یَا اَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ وغیرہ سے پکارا لہٰذا نام کے اشتراک میں ضرور دھوکا ہوگا-

(مرقات)

حضور اکرم ﷺ کو یا ابالقاسم کہہ کر پکار سکتے ہیں کہ یہ حضور ﷺ کا لقب ہے، جیسے رسول اللہ، نبی اللہ مگر "یا محمد" کہہ کر نہیں پکار سکتے- کہ محمد حضور

ﷺ کا نامِ شریف ہے۔ (مرقات)

حضور انور ﷺ کے بڑے صاحبزادے کا نام قاسم تھا اس نام سے آپ ﷺ کی کنیت ابو القاسم ہوئی۔

اللہ تعالیٰ نے دیگر انبیاء کرامؑ کو نام بنام خطاب کیا ، یا آدم ، یا ابراہیم ، یا موسیٰ ، یا عیسیٰ وغیرہ لیکن جب اپنے حبیب کو ندا فرمائی تو ان کی کمال عظمت رفعت کے اظہار کے لئے نام کے ساتھ ندا نہ کی گئی بلکہ ان کے معزز اوصاف والقابات سے پکارا۔

؎ یا آدم است باپدرِ انبیاء خطاب — یَا اَیُّھَا النَّبِیُّ خطابِ محمد است

ترجمہ = انبیاء کے باپ آدم کا خطاب تو آدم ہے لیکن حضور سے خطاب یَا اَیُّھَا النَّبِیُّ سے ہے

قرآن نے بارگاہِ نبوّت کا ادب یوں سکھایا لَا تَجْعَلُوْا دُعَاءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَکُمْ کَدُعَاءِ بَعْضِکُمْ بَعْضًا (رسول کو اس طرح مت پکارو جیسے تم آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہو) آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ نبی ﷺ کو ایسے الفاظ کے ساتھ پکارنا جائز نہیں جس سے تعظیم مفہوم نہ ہوتی ہو نہ دنیاوی زندگی میں اور نہ ہی وصال کے بعد۔ (فیوض الباری)

☆ حدیث نمبر ۷۵

وَعَنِ السَّائِبِ بْنِ یَزِیْدَ قَالَ ذَھَبَتْ بِیْ خَالَتِیْ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ ابْنَ اُخْتِیْ وَجِعٌ فَمَسَحَ رَاْسِیْ وَدَعَالِیْ بِالْبَرَکَۃِ ثُمَّ

تَوَضَّا فَشَرِبْتُ مِنْ وَضُوءِ ہ ثُمَّ قُمْتُ خَلْفَ ظَهْرِہٖ فَنَظَرْتُ اِلٰی خَاتِمِ النَّبُوَّةِ بَیْنَ کَتِفَیْهِ مِثْلَ زِرَّا لْحُجْلَةِ مُتَّفِقٌ عَلَیْهِ

(مشکوٰۃ باب احکام المیاہ)

☆ترجمہ

حضرت سائب ابن یزیدؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ مجھے میری خالہ نبی ﷺ کی خدمت اقدس میں لے گئیں۔ عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میرا بھانجا بیمار ہے، آپ ﷺ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور میرے لئے دعائے برکت کی پھر وضو کیا، میں نے وضو کا پانی پیا، پھر میں آپ ﷺ کے پس پشت کھڑا ہوا تو میں نے مہر نبوت دیکھی جو آپ ﷺ کے کندھوں کے درمیان مسہری کی گھنڈی کی طرح تھی۔ (مسلم وبخاری)

☆تشریح

حدیث پاک کے راوی حضرت سائب بن یزیدؓ آپ ازدی خذلی ہیں ۲ھ میں پیدا ہوئے اپنے والد کے ساتھ حجۃ الوداع میں شریک ہوئے اس وقت سات سال کے تھے، نو عمر صحابی ہیں عہد فاروقی میں بازار مدینہ کے حاکم تھے۔

غالباً آپ کے سر میں درد تھا جو حضور ﷺ کے ہاتھ مبارک کی برکت سے جاتا رہا۔ اس ہاتھ کی برکت یہ ہوئی کہ حضرت سائبؓ کی عمر سو سال ہوئی لیکن نہ کوئی بال سفید ہوا اور نہ دانت گرا۔ (مرقات)

اس سے معلوم ہوا کہ بیماروں کو بزرگوں کے پاس دم درود کے لئے لے جانا اور بزرگوں کا تکلیف کی جگہ ہاتھ پھیرنا سنت سے ثابت ہے۔

حضرت سائبؓ نے وضو کا فضالہ شریف (بچا ہوا پانی) یا غسالہ (دھوون شریف) پیا۔ دوسرے معنی زیادہ ظاہر ہیں صحابہ کرامؓ اس غسالہ شریف کو حاصل کرنے کے لئے لڑتے تھے۔ خیال رہے امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک وضو یا غسل کا غسالہ نجس یعنی پلید ہے۔ مگر ہمارا غسالہ نجس ہے" نہ کہ حضور ﷺ کا۔ بلکہ وہ تو تبرک اور نور ہے۔ حتیٰ کہ حضور ﷺ کے فضلات شریف یعنی جو ٹھامت کے لئے پاک ہے۔" (مرقات واشعۃ)

مہرِ نبوت حضور ﷺ کی گردن کے نیچے دو کندھوں کے درمیان ایک پارہ گوشت تھا جس پر کچھ تل تھے کبوتری کے انڈے یا مسہری کی گھنڈی کے برابر پارہ گوشت نہایت چمکیلا اور نورانی تھا۔ سیاہ تل آس پاس بال ان کے اجتماع سے یہ جگہ نہایت بھلی معلوم ہوتی تھی نیچے سے دیکھو تو پڑھنے میں آتا تھا۔ اَللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ (اللہ ایک ہے اس کا کوئی ساجھی نہیں)

اوپر سے دیکھو تو پڑھا جاتا تھا تَوَجَّهْ حَيْثُ كُنْتَ فَاِنَّكَ مَنْصُوْرٌ (آپ جس طرف جائیں آپ کے لئے کامیابی ہی کامیابی ہے)

اسے مہر نبوت اس لئے کہتے تھے کہ گذشتہ آسمانی کتب میں اس مہر کو حضور ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کی علامت قرار دیا گیا تھا۔ وفات شریف کے وقت یہ مہر غائب ہوگئی تھی۔ اس میں اختلاف ہے کہ بوقت ولادت موجود تھی یا نہیں بعض نے فرمایا کہ شق صدر کے بعد فرشتوں نے جو ٹانکے لگائے تھے ان سے یہ مہر پیدا ہو گئی تھی۔ صحیح یہ ہے کہ بوقت ولادت اصل مہر موجود تھی مگر اس کا ابھار ان ٹانکوں

کے بعد ہوا۔ (مرآت)

شارح بخاری سید محمود احمد رضوی فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے فضلات یعنی جوٹھا اور جسم پاک کا دھوون طیب وطاہر بباعثِ برکت اور موجبِ رحمت ہے صحابہ کرامؓ اسے متبرک جانتے، نفع حاصل کرنے کی امید رکھتے اور برکت حاصل کرتے تھے۔ثابت ہوا بزرگان دین کے آثار کو تبرک ماننا اور نفع کی امید رکھنا جائز بلکہ سنتِ صحابہؓ ہے۔بلکہ حضور ﷺ کی سنت تقریری ہے۔

مہرِ نبوت کے متعلق حضرت سلمان فارسیؓ کا بیان ہے کہ میں مہرِ نبوت دیکھنے کا مشتاق تھا اور ایک دن حضور ﷺ کے پیچھے کھڑا تھا کہ کسی طرح مہرِ نبوت نظر آئے، سرکار نے میری خواہش محسوس کرتے ہوئے چادر ہٹادی، میں نے فوراً مہرِ نبوت کو چوم لیا۔خیال رہے سلمان فارسیؓ مہرِ نبوت دیکھ کر ہی ایمان لائے۔

(فیوض الباری)

☆ حدیث نمبر ۷۶

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَمِعْتُمُ الْمُؤَذِّنَ فَقُوْلُوْا مِثْلَ مَا يَقُوْلُ ثُمَّ صَلُّوْا عَلَيَّ فَاِنَّهٗ مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ صَلٰوةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ بِهَا عَشْرًا ثُمَّ سَلُوا اللّٰهَ لِيَ الْوَسِيْلَةَ فَاِنَّهَا مَنْزِلَةٌ فِي الْجَنَّةِ لَا يَنْبَغِيْ اِلَّا لِعَبْدٍ مِّنْ

عِبَادِ اللّٰهِ وَ اَرْجُوْ ا اَنْ اَكُوْنَ اَنَا هُوَ فَمَنْ سَئَلَ لِيَ ا لْوَسِيْلَةَ حَلَّتْ عَلَيْهِ ا لشَّفَاعَةُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

(مشکوٰۃ باب فضل الاذان و اجابۃ المؤذن)

☆ترجمہ

حضرت عبداللہ ابن عمرو بن عاصؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسُول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم مؤذن کو سنو تو تم بھی اسی طرح کہو جو وہ کہہ رہا ہے، پھر مجھ پر درُود بھیجو کیونکہ جو مجھ پر ایک بار درُود بھیجتا ہے اللہ اس پر دس رحمتیں بھیجتا ہے۔ پھر اللہ سے میرے لئے وسیلہ مانگو، وسیلہ جنّت میں ایک جگہ ہے، جو اللہ کے بندوں میں سے ایک ہی کے لائق ہے۔ مجھے امید ہے کہ وہ میں ہی ہوں تو جو میرے لئے وسیلہ مانگے اس پر میری شفاعت لازم ہے۔ (مسلم)

☆تشریح

حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ اذان کے کلمات سارے دہرائے حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ بھی حَيَّ عَلَى اُلْفَلَاحِ بھی اور اَلصَّلٰوةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ بھی ایک حدیث میں ہے کہ حَيَّ عَلَى ا لصَّلٰوةِ اور حَيَّ عَلَى اُلْفَلَاحِ پر لَاحَوْلَ پڑھے۔ چاہئے کہ دونوں ہی کہہ لیا کرے تاکہ دونوں حدیثوں پر عمل ہو جائے۔

اس حدیثِ شریف سے معلوم ہوا کہ اذان کے بعد درُود شریف پڑھنا سنّت

ہے۔ بعض مؤذن اذان سے پہلے بھی درُود شریف پڑھتے ہیں اس میں بھی حرج نہیں ان کا ماخذ یہی حدیث ہے۔

شامی نے فرمایا کہ اقامت کے وقت درُود شریف پڑھنا سنّت ہے۔ یاد رہے کہ اذان سے پہلے یا بعد میں بلند آواز سے درُود پڑھنا بھی جائز بلکہ ثواب ہے۔ بلاوجہ اسے منع نہیں کیا جا سکتا۔

وسیلہ سبب اور توسّل کو کہتے ہیں چونکہ اس جگہ پہنچنا رب سے قرب خصوصی کا سبب ہے اس لئے وسیلہ فرمایا گیا۔ حضور ﷺ کا فرمانا کہ "امید کرتا ہوں" تواضع اور انکساری کے لئے ہے، ورنہ وہ جگہ حضور ﷺ کے لئے نامزد ہو چکی ہے۔

(مرقات واشعة)

ہمارا حضور ﷺ کے لئے وسیلہ کی دعا کرنا ایسا ہی ہے جیسے فقیر امیر کے دروازے پر صدا لگاتے وقت اس کی جان و مال کو دعائیں دیتا ہے تاکہ بھیک ملے۔ ہم بھکاری ہیں اور حضور ﷺ داتا، انہیں دعائیں دینا منگتے کھانے کا ڈھنگ ہے۔

حدیثِ پاک کے آخر میں سرکار ﷺ نے فرمایا کہ میں وعدہ کرتا ہوں کہ اس کی شفاعت ضرور کرونگا۔ یہاں شفاعت سے خاص شفاعت مراد ہے ورنہ حضور ﷺ ہر مومن کے شفیع ہیں۔ حضور ﷺ کی شفاعت بہت قسم کی ہے۔ (مرآت)

اذان کے جواب کی چند احادیث کے خلاصے مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ حضور ﷺ نے فرمایا جب اذان سنو تو اللہ کے داعی کا جواب دو۔ (طبرانی)

۲۔ جب مؤذن اذان کہے تو سنو جو وہ کہتا ہے تم بھی کہو۔ (ابن ماجہ)

۳۔ مومن کو بدبختی و نامرادی کے لئے کافی ہے کہ مؤذن کی تکبیر سنے اور جواب نہ دے۔

۴- حضور علیہ السلام نے عورتوں سے فرمایا جب تم بلالؓ کو اذان و اقامت کہتے سنو تو جس طرح وہ کہے تم بھی کہو اللہ تعالیٰ تمہارے ہر کلمے کے بدلے ایک لاکھ نیکی لکھے گا- ہزار درجات بلند کرے گا اور ہزار گناہ مٹادے گا اور مردوں کے لئے دوگنا ثواب ہے- (ابن عساکر)

۵- اذان کا جواب دینے والے کی مغفرت ہو گی وہ جنت میں داخل ہو گا- (مسلم وابو الشیخ)

لہٰذا معلوم ہوا کہ اذان کا جواب دینا واجب ہے- مؤذن جو کہے سننے والا بھی وہی کہے، مگر جب مؤذن اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا لَّرَسُوْلُ اللّٰهِ کہے تو سننے والا درود شریف پڑھے اور انگوٹھوں کو بوسہ دے کر آنکھوں کو لگائے اور کہے، قُرَّةُ عَيْنِيْ بِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ مَتِّعْنِيْ بِالسَّمْعِ وَالْبَصَرِ اور حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ وَحَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ کے جواب میں لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ کہے یہ بھی معلوم ہوا کے جنبی بھی اذان کا جواب دے سکتا ہے- جب اذان ختم ہو جائے تو مؤذن اور سننے والے درود شریف پڑھیں اور پھر دعا مانگیں- سوال پیدا ہوتا ہے کہ مقام محمود تو حضور علیہ السلام کو حاصل ہے ہی اللہ تعالیٰ نے وعدہ بھی فرمالیا ہے پھر اس کے لئے دعا کرنے کا کیا مطلب ہے تو جواب یہ ہے کہ حاصل شدہ نعمت کے لئے دعا کرنا یا کرانا یہی شان عبدیت ہے اور بعض اوقات حاصل شدہ نعمت کے دوام وبقا کے لئے بھی دعا کی جاتی ہے- پس جو صالحین امت یہ دعا کریں گے انشاء اللہ وہ حضور علیہ السلام کی شفاعت سے بغیر حساب جنت میں داخل کیے جائیں گے- (فیوض الباری)

علامہ طحاوی وغیرہ نے لکھا ہے کہ مؤذن کے پہلی مرتبہ اَشْهَدُ اَنَّ

مُحَمَّدً ا لرَّسُوْلَ اللّٰہِ کے جواب میں انگوٹھے آنکھوں پر رکھ کر صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اور دوسری دفعہ سن کر قُرَّةُ عَیْنِیْ بِکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ کہنا مستحب ہے۔ علامہ شامی نے دیلمی کی کتاب "الفردوس" میں یہ حدیث پاک ذکر کی کہ حضور ﷺ نے فرمایا "جس شخص نے اذان میں اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدً ا لرَّسُوْلَ اللّٰہِ سن کر آنکھوں پر رکھ کر انگوٹھے چومے میں اس کی قیادت کر کے اس کو جنت کی صفوں میں داخل کردونگا۔" (شرح مسلم از علامہ سعیدی)

☆ حدیث نمبر ۷۷

وَعَنْ عُثْمَانَ بْنِ اَبِی الْعَاصِ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اجْعَلْنِیْ اِمَامَ قَوْمِیْ قَالَ اَنْتَ اِمَامُھُمْ وَاقْتَدِ بِاَضْعَفِھِمْ وَاتَّخِذْ مُؤَذِّنًا لَا یَاْخُذُ عَلٰی اَذَانِہٖ اَجْرًا رَوَاہُ اَحْمَدُ وَاَبُوْ دَاؤُدَ وَالنَّسَائِیُّ ۔

(مشکوٰۃ باب فضل الاذان واجابۃ المؤذن)

☆ ترجمہ

حضرت عثمان ابن ابوالعاص ؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ مجھے میری قوم کا امام بنادیجئے۔ فرمایا تم ان کے امام ہو اور ان میں کمزور کو مقتدی جانو اور کوئی ایسا مؤذن مقرر کرو جو اپنی اذان پر اجرت نہ لے۔
(احمد، ابوداؤد، نسائی)

☆ تشریح

حدیث پاک کے راوی حضرت عثمان ابن ابو العاصؓ مشہور صحابی ہیں، ثقفی ہیں۔ حضور ﷺ نے آپ کو طائف کا حاکم بنایا اور شروع خلافت فاروقی تک وہیں حاکم رہے پھر حضرت عمرؓ نے وہاں سے معزول کر کے عمان اور بحرین کا گورنر بنایا۔ (مرآت)

حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ امام مقرر کرنے اور معزول کرنے کا حق سلطانِ اسلام کو بھی ہے اور اس کا مقرر کردہ امام قوم کے معزول کرنے سے علٰحدہ نہیں ہو سکتا۔

حضرت عثمانؓ سے سرکار ﷺ نے فرمایا کہ تم یہ سمجھ کر نماز پڑھاؤ کہ میرے مقتدی کمزور اور بیمار بھی ہیں۔ اس لئے ہلکی نماز پڑھاؤ۔

اس حدیث پاک سے چند مسائل معلوم ہوئے۔

۱- مؤذن رکھنے اور معزول کرنے کا حق امام کو ہے۔

۲- اذان پر اجرت لینا جائز ہے مگر نہ لینا بہتر، اس لئے کہ حضور ﷺ نے یہاں اجرت کو حرام نہیں کہا، بلکہ فرمایا ڈھونڈھ کر کوئی للہ اذان دینے والا رکھو، جو تنخواہ نہ لے۔ خیال رہے کہ اس زمانہ میں دینی خدمات پر اجرت لینا امرِ ممنوع بھی تھا تو اس وقت کے لحاظ سے تھا، اب ممنوع نہیں ورنہ ہمارے دینی کام بند ہو جائیں گے۔ دیکھو سوائے حضرت عثمان غنیؓ کے باقی تمام خلفاء نے خلافت پر اجرت لی۔ حالانکہ خلافت امامتِ کبریٰ ہے۔ نیز حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے زمانے میں غازیوں اور حکام کی تنخواہیں مقرر کیں، حالانکہ جہاد بھی عبادت ہے اور حاکم اسلام بننا بھی

عبارت ہے۔ (مرآت)

چنانچہ صدیق اکبرؓ کو جب متفقہ طور پر خلیفہ نامزد کر دیا گیا تو اس وقت آپ کپڑے کی تجارت کرتے تھے۔ حسبِ معمول دوسرے ہی روز آپ کپڑے کے تھان اٹھائے بازار جا رہے تھے۔ راستے میں حضرت عمر فاروقؓ سے ملاقات ہو گئی حضرت عمرؓ کہنے لگے آپ خلیفۃ المسلمین ہیں آپ اگر تجارت کریں گے تو خلافت کے امور کون سرانجام دے گا صدیق اکبرؓ نے فرمایا میں اگر تجارت نہ کروں تو اپنا اور بال بچوں کا پیٹ کیسے پالوں گا ؟

حضرت عمر فاروقؓ نے اکابرین صحابہؓ کو جمع کیا اور اس معاملہ کی طرف توجہ دلائی اور خلیفہ کے لئے باقاعدہ تنخواہ مقرر کر دی گئی جو اس وقت کے لحاظ سے مناسب تھی۔ اور صدیق اکبرؓ اسی تنخواہ پر اپنی ضروریات پوری کرتے رہے۔

☆ حدیث نمبر ۷۸

وَعَنْ طَلْقِ بْنِ عَلِیٍّ قَالَ خَرَجْنَا وَفْدًا اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَبَایَعْنَاہُ وَصَلَّیْنَا مَعَہٗ وَ اَخْبَرْنَاہُ اَنَّ بِاَرْضِنَا بِیْعَۃً لَّنَا فَاسْتَوْھَبْنَاہُ مِنْ فَضْلِ طُھُوْرِہٖ فَدَعَا بِمَآءٍ فَتَوَضَّاَ وَتَمَضْمَضَ ثُمَّ صَبَّہٗ لَنَا فِیْ اِدَاوَۃٍ وَ اَمَرَنَا فَقَالَ اُخْرُجُوْا فَاِذَا اَتَیْتُمْ اَرْضَکُمْ فَاکْسِرُوْا بِیْعَتَکُمْ وَانْضَحُوْا مَکَانَھَا بِھٰذَا الْمَآءِ وَتَخِذُوْھَا مَسْجِدًا قُلْنَا اِنَّ الْبَلَدَ بَعِیْدٌ وَ الْحَرَّ شَدِیْدٌ وَالْمَآءَ یَنْشِفُ فَقَالَ

مُدُوْهُ مِنَ الْمَآءِ فَاِنَّهٗ لَا يَزِيْدُهٗ اِلَّا طِيْبًا رَوَاهُ النِّسَائِىْ

(مشکوٰۃ باب المساجد و مواضع الصلوٰۃ)

☆ترجمہ

حضرت طلق ابن علیؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ ہم وفد کی صورت میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئے، پس ہم نے آپ ﷺ کی بیعت کی اور آپ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی- اور ہم نے آپ ﷺ کو خبر دی کہ ہماری زمین پر گرجا ہے ہم نے حضور ﷺ سے آپؐ کے وضو کا غسالہ مانگا تو آپ ﷺ نے پانی منگوایا وضو کیا اور کُلی کی- پھر یہ پانی ایک برتن میں بھر دیا- اور ہم کو حکم دیا، فرمایا جاؤ جب اپنے وطن کو پہنچو تو اپنا گرجا توڑ ڈالو ،اور اس کی جگہ یہ پانی چھڑک دو -اور اسے مسجد بنالو - ہم نے عرض کیا کہ ہمارا شہر دُور ہے اور گرمی سخت ہے پانی خشک ہو جائے گا، فرمایا اسے اور پانی سے بڑھاتے رہو اس سے برکت ہی بڑھے گی- (نسائی)

☆تشریح

ہم وفد کی صورت میں اس لئے حاضر ہوئے تا کہ اپنی قوم کی نمائندگی کر سکیں اور سب کی طرف سے اسلام لانے اور احکام سننے کے لئے حاضر خدمت ہوئے-

یہ بیعت ،بیعت اسلام کہلاتی ہے آج کل عام بیعتیں ،بیعت توبہ ہوتی ہیں -

بیعت کی حقیقت یہ ہے کہ کسی مقبول کے ذریعے رب سے کچھ معاہدے کرنا۔بیعت کی چار اقسام ہوتی ہیں۔

حضور انور ﷺ کے ساتھ نماز پڑھنا بڑی نعمت ہے۔اسی لئے یہ حضرات اس کو فخریہ بیان کرتے ہیں۔

ظاہر یہ ہے کہ وہ پانی حضور ﷺ کے اعضاء شریف کا دھوون تھا،جس میں خصوصیت سے ایک کلی اور بھی کر دی گئی تھی ،اور ہو سکتا ہے کہ وضو کا بچا پانی ہو اور اس میں کلی کر دی گئی ہو،جو برکت کے لئے ان کو دیا گیا۔معلوم ہوتا ہے کہ وہ حضرات حضور ﷺ کے تبرکات کو خزانہ مخفی جانتے تھے۔اس لئے عاجزی سے مانگا کرتے تھے۔ گرجا کی جگہ پانی چھڑکنے کا حکم اس لئے فرمایا کہ اس پانی کی برکت سے گذشتہ کفر کی گندگی جاتی رہے اور آئندہ تمہاری نمازیں زیادہ مقبول ہوں اور تمہاری یہ مسجد دوسری مسجدوں سے افضل ہو کیونکہ اس میں ہمارا تبرک پہنچا ہے۔

سائل نے عرض کی کہ راستہ میں ہم برکت کے لئے پئیں گے بھی،تاکہ ہمارے دل بھی مسجد کی طرح منور ہوں اور گرمی سے بھی پانی خشک ہوگا۔تب حضور انور ﷺ نے فرمایا کہ اس میں اور پانی ملا لینا برکت بڑھے گی۔حدیث پاک سے ذیل چند مسائل معلوم ہوئے۔

۱۔جو چیز حضور انور ﷺ کے جسم مبارک سے مس ہو جائے وہ تبرک بن جاتی ہے لہٰذا خاکِ مدینہ تبرک بھی ہے اور شفاء بھی۔

۲۔سرورِ کائنات ﷺ کا غسالہ معنوی نجاستوں کو بھی دور کر دیتا ہے۔

۳۔جس مسجد میں مختار کل ختم رسل حضرت محمد ﷺ کا تبرک ہو وہ دوسری مسجدوں سے افضل ہے۔بعض مساجد میں سید الانبیاء ﷺ کے بال

شریف رکھے ہیں، ان کا ماخذ یہ حدیث شریف ہے۔

۴- بزرگوں کے تبرکات دوسرے شہروں میں لے جانا یا بھیجنا سنت صحابہؓ ہے۔ بعض لوگ عرسوں کا لنگر دُور دُور بھیجتے ہیں اس کا ماخذ یہی حدیث شریف ہے۔ مرقات میں ہے کہ حضور ﷺ امیر مکہ سے آبِ زمزم مدینہ منورہ منگوایا کرتے تھے۔ اب بھی آبِ زمزم ملک ملک پہنچتا ہے۔

۵- تبرک سے جو چیز مل جائے وہ تبرک بن جاتی ہے۔ اب بھی آبِ زمزم میں اور پانی ملا کر پلایا جاتا ہے۔

۶- مسلمان کفار کا عبادت خانہ نہیں گرا سکتے، لیکن اگر کفار مسلمان ہو کر خود ہی اپنا عبادت خانہ گرا کر وہاں مسجد بنالیں تو جائز ہے۔ جس کی ہندو پاکستان میں متعدد مثالیں موجود ہیں۔ (مرآت)

☆ حدیث نمبر ۷۹

وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَائِشٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ رَءَیْتُ رَبِّیْ عَزَّ وَ جَلَّ فِیْ اَحْسَنِ صُوْرَۃٍ قَالَ فِیْمَا یَخْتَصِمُ الْمَلَاُ الْاَعْلٰی قُلْتُ اَنْتَ اَعْلَمُ قَالَ فَوَضَعَ کَفَّہٗ بَیْنَ کَتِفَیَّ فَوَجَدْتُ بَرْدَھَا بَیْنَ ثَدْیَیَّ فَعَلِمْتُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَتَلَا وَکَذٰلِکَ نُرِیْ اِبْرَاھِیْمَ مَلَکُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِیَکُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِیْنَ رَوَاہُ ا

لِلدَّارِمِيِّ مُرْسَلًا وَّلِلتِّرْمَذِيِّ نَحْوُهٗ عَنْهُ

(مشکوٰۃ باب المساجد و مواضع الصلوٰۃ)

☆ترجمہ

حضرت عبدالرحمٰن بن عائشؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اپنے رب کو بہترین صورت میں دیکھا۔ "رب نے پوچھا کہ فرشتے مقرب کس چیز میں جھگڑتے ہیں" میں نے عرض کیا مولا تو ہی جانے۔ تب رب نے اپنا ہاتھ میرے دو کندھوں کے درمیان رکھا، جس کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینے میں پائی، تو جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ سب میں نے جان لیا اور یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی۔ "ہم یونہی ابراہیم کو آسمانوں اور زمین کے ملک دکھاتے ہیں تا کہ وہ یقین والوں میں سے ہو جائیں۔"

(دارمی نے مرسلاً روایت کیا اور ترمذی کی روایت اسی کی مثل ہے)

☆تشریح

رب کو اچھی صورت میں دیکھنے کا مطلب ہے کہ اس وقت میری اپنی صورت بہت اچھی تھی نہ کہ خدا کی جیسے کہا جاتا ہے کہ میں اچھے کپڑوں میں حاکم سے ملا یعنی ملاقات کے وقت میرے کپڑے اچھے تھے ورنہ رب تو صورت سے پاک ہے۔ حضور ﷺ کا ہم میں آنا بشری صورت میں ہے اور رب سے ملنا نوری صورت میں۔ انسان کا گھر کا لباس اور ہوتا ہے اور کچہری کا اور۔ یہ واقعہ غالباً معراج کا ہے۔ بعض لوگوں نے خواب کا دیدار بتایا، مگر پہلی بات زیادہ صحیح ہے، اسی سے دیدار الٰہی ثابت ہوا۔ حق یہ

ہے کہ حضور ﷺ نے اپنی آنکھوں سے رب کا دیدار کیا-رب کا فرمان لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ دیدار کی نفی نہیں کر رہا ،بلکہ ادراک اور احاطے کی اس حدیثِ مبارک کی تائید آیت کریمہ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَ مَا طَغٰى (ترجمہ- آنکھ نہ کسی طرف پھری نہ حد سے بڑھی) فرمارہی ہے رب نے پوچھا کہ وہ کون سے اعمال ہیں جنہیں لے جانے اور بارگاہِ الٰہی میں پیش کرنے میں فرشتے جھگڑتے ہیں ،وہ کہتا ہے ،میں لے جاؤں، اور یہ کہتا ہے ،کہ میں لے جاؤں-

اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کا ہاتھ میری پشت پر رکھا اور اس کا فیضان میرے سینے اور دل پر پہنچا-

ملّا علی قاری حنفی مرقات میں فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حضور ﷺ کے وسعتِ علم کی کھلی دلیل ہے-رب نے حضور ﷺ کو ساتوں آسمانوں بلکہ اوپر کی تمام چیزوں اور ساتوں زمینوں اور ان کے نیچے کے ذرہ ذرہ اور قطرے قطرے بلکہ مچھلی وغیرہ سب کا علم کُلی عطا فرمایا-

حضرت شیخ عبدالحق محدّث دہلوی فرماتے ہیں کہ اس سے مراد تمام کلی و جزئی علوم کا عطا فرمانا ہے-

خیال رہے کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو گذشتہ ،موجودہ اور تا قیامت ہونے والی ہر چیز کا علم دیا- کیونکہ زمین پر لوگوں کے اعمال اور آسمان پر ان اعمال کے لئے فرشتوں کے یہ جھگڑے تا قیامت ہوتے رہیں گے- جنہیں حضور ﷺ آج آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں-اس حدیث کی تائید قرآن کی بہت سی آیات کر رہی ہیں- جن آیات میں علم کی نفی ہے وہاں ذاتی علم مراد ہے اور یہ علوم اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ ہیں-

حضور علیہ السلام نے آیت کریمہ تلاوت فرما کر یہ بتایا کہ جیسے اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیلؑ کو ملکوت دکھائے ایسے ہی مجھے بھی دکھائے۔ معلوم ہوا کہ اس وقت حضور علیہ السلام کو صرف مسئلے ہی نہیں بتائے گئے تھے، بلکہ ساری خدائی دکھائی گئی تھی۔ ورنہ حضور علیہ السلام اس آیت سے دلیل نہ پکڑتے واضح رہے کہ حقیقی ملک اللہ کا ہی ہے، لیکن مجازاً بندے بھی مالک ہیں مگر ملکوت خدا کے سوا کسی کا نہیں۔ ملکوت دنیا و ما فیہا من العجائب والغرائب پر بولا جاتا ہے۔ (مرآت)

☆ حدیث نمبر ۸۰

وَعَنْ اَبِی اُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثَةٌ كُلُّهُمْ ضَامِنٌ عَلَى اللّٰهِ رَجُلٌ خَرَجَ غَازِيًا فِی سَبِيْلِ اللّٰهِ فَهُوَ ضَامِنٌ عَلَى اللّٰهِ حَتّٰى يَتَوَفَّاهُ فَيُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ اَوْ يَرُدَّهُ بِمَا نَالَ مِنْ اَجْرٍ اَوْ غَنِيْمَةٍ وَرَجُلٌ رَاحَ اِلَى الْمَسْجِدِ فَهُوَ ضَامِنٌ عَلَى اللّٰهِ وَرَجُلٌ دَخَلَ بَيْتَهُ بِسَلَامٍ فَهُوَ ضَامِنٌ عَلَى اللّٰهِ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُد

(مشکوٰۃ باب المساجد ومواضع الصلوٰۃ)

☆ ترجمہ

حضرت ابو امامہؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ علیہ السلام نے فرمایا کہ تین شخص ہیں جن سب کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ پر ہے، ایک وہ شخص جو اللہ کی راہ

میں جہاد کے لئے نکلے ،وہ خدا کی ذمہ داری میں ہے یہاں تک کہ اس کو موت آجائے تو جنت میں داخل فرماوے ،یا اجر و غنیمت کا مال لے کر واپس کرے - دوسرا وہ شخص جو مسجد کی طرف چلے ، وہ اللہ کی ذمہ داری میں ہے -اور تیسرا وہ شخص جو اپنے گھر میں سلام سے جائے ،وہ اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری میں ہے- (ابو داؤد)

☆ تشریح

ان تین قسم کے لوگوں کے لئے اجر و ثواب اللہ کے ذمہ کرم پر ہے یا یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی ضمان اور امان میں ایسے ہیں جیسے سرکاری ملازم ڈیوٹی پر حکومت کی امان میں ہوتا ہے-اس کی بے عزتی کرنا حکومت کا مقابلہ ہے ،ایسے ہی ان لوگوں سے جھگڑنا رب کا مقابلہ ہے-

مجاہد اگر مارا گیا تو شہید اور اگر زندہ لوٹا تو مجاہد ،اگر مار کر آیا تو صرف ثواب اور اگر جیت کر آیا تو ثواب و غنیمت دونوں لایا-

اس حدیث مبارک سے معلوم ہوا کہ گھر میں داخل ہوتے وقت سلام کرنا بہتر کام ہے ،اس سے گھر میں اتفاق ،رزق میں برکت اور نیک اعمال کی توفیق نصیب ہوتی ہے - حتیٰ کہ اگر خالی گھر میں جائے تو یوں کہہ دے اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ (اے نبی ﷺ آپ پر سلام ہو) اس کے معنی یہ بھی کئے گئے ہیں کہ تیسرا وہ شخص جو سلامتی سے اپنے گھر میں رہے بلاوجہ لوگوں میں نہ پھرے- (مرآت)

☆ حدیث نمبر ۸۱

وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ قَالَ اِنَّ حِبْرًا مِّنَ الْیَھُوْدِ سَاَلَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَیُّ الْبِقَاعِ خَیْرٌ فَسَکَتَ عَنْہُ وَقَالَ اَسْکُتُ حَتّٰی یَجِیْئَ جِبْرَائِیْلُ فَسَکَتَ وَجَاءَ جِبْرَائِیْلُ عَلَیْہِ السَّلَامُ فَسَئَلَ فَقَالَ مَا الْمَسْئُوْلُ عَنْھَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ وَلٰکِنْ اَسْئَلُ رَبِّیْ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی ثُمَّ قَالَ جِبْرَائِیْلُ یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ دَنَوْتُ مِنَ اللّٰہِ دُنُوًّا مَا دَنَوْتُ مِنْہُ قَطُّ قَالَ وَکَیْفَ کَانَ یَا جِبْرَائِیْلُ قَالَ کَانَ بَیْنِیْ وَبَیْنَہٗ سَبْعُوْنَ اَلْفَ حِجَابٍ مِّنْ نُّوْرٍ فَقَالَ شَرُّ الْبِقَاعِ اَسْوَاقُھَا وَخَیْرُ الْبِقَاعِ مَسَاجِدُھَا رَوَاہُ اِبْنُ حَبَّانٍ فِیْ صَحِیْحِہٖ عَنْ اِبْنِ عُمَرَ

(مشکوٰۃ باب المساجد و مواضع الصلوٰۃ)

☆ ترجمہ

حضرت ابو امامہؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ایک یہودی عالم نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ کون سی جگہ بہتر ہے۔ حضور ﷺ خاموش رہے اور فرمایا "میں جبرائیلؑ کے آنے تک خاموش رہونگا" چنانچہ خاموش رہے اور حضرت جبرائیلؑ حاضر ہوئے حضور ﷺ نے ان سے پوچھا وہ بولے "کہ جس سے سوال

کیا گیا ہے وہ سائل سے بڑا عالم نہیں لیکن میں اپنے رب سے پوچھونگا"، پھر جبرائیلؑ کہنے لگے اے محمد مصطفیٰ ﷺ میں آج اللہ سے اتنا قریب ہوا کہ اس سے پہلے کبھی قریب نہ ہوا تھا - حضور ﷺ نے فرمایا کتنا قرب ہوا ہے اے جبرائیلؑ؟ عرض کیا کہ میرے اور رب کے درمیان صرف ستر (۷۰) ہزار نور کے پردے رہ گئے- رب نے فرمایا کہ بدترین جگہ بازار ہیں اور بہترین جگہ مسجدیں ہیں-

(اسے ابن حبانؒ نے اپنے صحیح میں ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے)

☆تشریح

ظاہر یہ ہے کہ حضور ﷺ کی یہ خاموشی بے علمی کی وجہ سے نہیں تھی جیسا کہ اگلی عبارت سے معلوم ہو رہا ہے - بلکہ آج اپنی محبوبیت دکھانا ہے اور اس بہانے سے حضرت جبرائیلؑ کو معراج کرانا ہے-

فَسَکَتَ (خاموش رہے) کی عبارت بتا رہی ہے کہ اس خاموشی میں کوئی راز تھا ورنہ یہ مسئلہ اجتہاد سے بھی فرمایا جا سکتا تھا-

یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ رب نے فرمایا جبرائیلؑ آج جاؤ کچھ پاؤ گے ، لطف کی بات یہ ہے کہ رب نے یہ مسئلہ بتا کر نہ بھیجا اور جبرائیلؑ امین نے اپنی بے علمی کا اقرار نہیں کیا ،بلکہ عرض کیا کہ اس بارے میں میرا علم آپ سے زیادہ نہیں ، زیادتی علم کی نفی کی یعنی اگرچہ یہ آپ کو بھی معلوم ہے مجھے بھی ، لیکن ابھی بتانے کی اجازت نہیں اس میں کچھ راز ہے- جبرائیلؑ نے عرض کیا کہ میں اپنے رب سے اپنی جگہ پر جا کر پوچھونگا-

حدیثِ پاک کا منشاء ہے کہ یہ مجلس ابھی گرم ہی تھی کہ جبرائیلؑ جا کر لوٹ بھی آئے اور یہ پیغام لائے- خیال رہے کہ ہمیشہ حضرت جبرائیلؑ رب کے بھیجے ہوئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس آیا کرتے تھے ، آج محبوبِ کریم کے بھیجے ہوئے رب کے پاس گئے "اور پیارے کا قاصد بھی پیارا ہوتا ہے"- اس لئے رب نے انہیں سدرہ سے کہیں آگے بلالیا معراج میں آگے نہ بڑھے کہ وہاں محبّ و محبوب کے تخلیہ کا وقت تھا- خدّام کو علیحٰدہ رہنا چاہئے تھا-

یہاں مرقات میں ملّا علی قاری حنفی نے بڑا پر لطف مضمون بیان کیا ہے یہ سارا قصہ حضرت جبرائیلؑ کی اس عزت افزائی کے لئے تھا-

جبرائیلؑ نے عرض کیا کہ اس سے پہلے لاکھوں پردے ہوا کرتے تھے لیکن آج ایک لاکھ سے بھی کم رہ گئے- (مرآت)

حضرت شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ یہ پردے مخلوق کے لحاظ سے ، نہ کہ خالق کے لحاظ سے یعنی مخلوق حجاب میں ہے نہ کہ خالق- جیسے نابینا سے سورج چھپا ہوا ہے مگر حجاب اس کی آنکھ پر ہے نہ کہ سورج پر- خیال رہے کہ ہم لوگ ظلمانی حجابوں میں ہیں اور فرشتے نورانی پردوں میں- (اشعۃ)

☆ حدیث نمبر ۸۲

وَعَنْ اَبِیْ جُحَیْفَۃَ رضی اللہ عنہ قَالَ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِمَکَّۃَ وَ ھُوَ بِالْاَ بْطَحِ فِیْ قُبَّۃٍ حَمْرَاءَ مِنْ اَدَمٍ وَ رَاَیْتُ بِلَالًا اَخَذَ وَضُوْءَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَأَيْتُ النَّاسَ يَبْتَدِرُوْنَ ذَالِكَ الْوَضُوْءَ
فَمَنْ اَصَابَ مِنْهُ شَيْئًا تَمَسَّحَ بِهِ وَمَنْ لَّمْ يُصِبْ مِنْهُ
اَخَذَ مِنْ بَلَلِ يَدِ صَاحِبِهِ ثُمَّ رَأَيْتُ بِلَالًا اَخَذَ عَنَزَةً
فَرَكَزَهَا وَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ
حُلَّةٍ حَمْرَآءَ مُشَمِّرًا صَلَّى اِلَى الْعَنَزَةِ بِالنَّاسِ
رَكْعَتَيْنِ وَرَأَيْتُ النَّاسَ وَالدَّوَابَ يَمُرُّوْنَ بَيْنَ يَدِيِ
الْعَنَزَةِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ (مشکوٰۃ باب السترۃ)

☆ترجمہ

حضرت ابی حجیفہؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو مکے کے ابطح مقام میں چمڑے کے سرخ خیمے میں دیکھا اور حضرت بلالؓ کو دیکھا کہ انہوں نے حضور ﷺ کے وضو کا پانی لیا، اور لوگوں کو دیکھا کہ اس پانی کی طرف دوڑ رہے ہیں جس نے اس میں سے کچھ پالیا تو اسے مل لیا، اور جس نے نہ پایا تو اس نے اپنے ساتھی کے ہاتھ سے تری لے لی، پھر میں نے حضرت بلالؓ کو دیکھا انہوں نے ایک نیزہ لیا اور اسے گاڑ دیا اور نبی ﷺ سرخ جوڑے میں دامن سمیٹے تشریف لائے نیزے کی طرف کھڑے ہو کر لوگوں کو دو رکعتیں پڑھائیں، اور میں نے لوگوں اور جانوروں کو نیزے کے آگے سے گزرتے دیکھا۔ (بخاری و مسلم)

☆ تشریح

حدیث پاک کے راوی ابو جحیفہؓ کا نام وہب ابن عبداللہ عامری ہے۔ آپ بہت نو عمر صحابی ہیں حضور علیہ السلام کی وفات کے وقت آپ نابالغ تھے۔ ۷۴ھ کوفہ میں وصال ہوا۔

مکہ شریف کا مقام ابطح جنتِ مُعلّٰی سے آگے منیٰ کی جانب ہے جسے وادی محصَّبَ اور بَطْحَا بھی کہا جاتا ہے اور اسی نسبت سے حضور علیہ السلام کو اَبطحِی کے لقب سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ ابطح کے معنی ہیں بجری والا میدان جہاں بارش میں سیلاب آجاتا ہو۔

حضور علیہ السلام نے خیمہ میں وضو کیا، غسالہ ایک لگن میں گرا، حضرت بلالؓ وہ پانی کا لگن باہر صحابہؓ کے پاس لائے تاکہ صحابہؓ اس سے برکتیں حاصل کرلیں۔ صحابہ کرامؓ اس غسالہ شریف پر ٹوٹ پڑے لوگ پانی حاصل کرنے اور برکت لینے کے لئے دوڑ رہے تھے کیونکہ وہ پانی حضور علیہ السلام کے اعضاء مبارک سے لگ کر نورانی بھی ہوگیا اور نُور گَر بھی۔ پھول سے لگی ہوئی ہوا دماغ کو مہکادیتی ہے۔ حضور علیہ السلام کے جسمِ اطہر سے لگا ہوا پانی روح وایمان مہکادے گا۔

جس کو پانی مل گیا اس نے جسم پر مل لیا جسے نہ ملا اس نے تری لی اور اسے اپنے سر اور منہ پر مل لیا۔ (مرآت)

صاحبِ مرقات نے فرمایا کہ حضرت ابو طیبہؓ نے حضور علیہ السلام کا فصد کیا اور خون نکال کر جائے پھینکنے کے پی لیا۔

یاد رہے ہمارا فضلہ وضو کا پینے کے قابل نہیں کیونکہ وہ ہمارے گناہ لے کر

نکلا ہے- حضور علیہ کا غسالہ متبرک ہے کیونکہ وہ نور لے کر نکلا- بعض مرید اپنے مشائخ کا جھوٹا پانی تعظیم سے استعمال کرتے ہیں ان کی دلیل یہ حدیث ہے-

حضور علیہ کے سرخ جوڑے سے مراد خالص سرخ رنگ میں رنگا ہوا کپڑا نہیں ہے کیونکہ یہ تو مرد کے لئے منع ہے، بلکہ سرخ خطوط سے مخطط کپڑا مراد ہے یا سرخ سوت سے بنا ہوا کپڑا-

آپ علیہ نے فجر یا ظہر کی دو رکعتیں پڑھائیں کیونکہ آپ علیہ مسافر تھے غالباً یہ واقع حجۃ الوداع یا عمرۃ القضاء کا ہے-

راوی کا کہنا کہ سترہ سے آگے لوگوں اور جانوروں کو گزرتے دیکھا- امام کا سترہ ساری جماعت کا سترہ ہوتا ہے- اس سے آگے سے گزرنا جائز ہے- لہٰذا جب جماعت ہو رہی ہو تو مقتدیوں کے آگے سے گزرنا بالکل جائز ہے- اور اس میں گناہ نہیں ہے، اس لئے جب اگلی صف میں جگہ خالی ہو تو پچھلی صف کے آگے سے گزر کر اگلی صف میں جانا بالکل جائز ہے- (مرآت)

شارح بخاری فرماتے ہیں کہ علامہ قسطلانیؒ نے فرمایا کہ بزرگانِ دین کے جسم سے جو چیز لگ جائے اس سے برکت حاصل کرنا جائز ہے، صحابہ کرامؓ نے حضور علیہ کے وضو کے پانی کو متبرک سمجھ کر ہی اپنے جسموں پر مل لیا اور حضور علیہ نے منع نہ فرمایا- (فیوض الباری)

واضح رہے کہ امام اعظمؒ کے نزدیک وضو کا غسالہ نجس یعنی پلید ہے- اس سے مراد عام لوگوں کے وضو کا غسالہ ہے- حضور علیہ کے وضو کرنے سے جو پانی گرتا ہے وہ امام صاحب کے نزدیک پاکیزہ اور پاکیزہ کرنے والا ہے، بلکہ حضور علیہ کے فضلاتِ کریمہ پاک ہیں- بزاز، حاکم، بیہقی، طبرانی اور ابو نعیم میں ہے کہ صحابہ

کی ایک بڑی جماعت نے حضور علیہ کے جسم سے نکلا ہوا خون پیا جن میں ابو طیبہ ، عبداللہ ابن زبیرؓ اور حضرت علیؓ شامل ہیں- نیز حاکم ،دار قطنی اور ابو نعیم میں ہے کہ اُمِ ایمن نے حضور علیہ کا پیشاب پی لیا تھا- چنانچہ اُمِ ایمن فرماتی ہیں کہ رسول اللہ علیہ نے رات کو اٹھ کر گھر کی جانب رکھے مٹی کے برتن میں پیشاب کیا- پھر میں رات کو اٹھی میں پیاسی تھی میں نے اس پیشاب کو پی لیا صبح میں نے حضور علیہ کو رات کا واقعہ بتلا دیا آپ علیہ مسکرائے اور فرمایا کہ اس کے بعد تمہیں کبھی پیٹ کی بیماری نہیں ہو گی- (شرح مسلم از علامہ سعیدی)

☆ حدیث نمبر ۸۳

وَعَنْ جَابِرٍؓ قَالَ كَانَ مَعَاذُ بْنِ جَبَلٍؓ يُصَلِّى مَعَ النَّبِيِّ ﷺ ثُمَّ يَاتِي فَيَؤُمُّ قَوْمَهُ فَصَلَّى لَيْلَةً مَعَ النَّبِيِّ ﷺ الْعِشَاءِ ثُمَّ اَتَى قَوْمَهُ فَاَمَّهُمْ فَافْتَتَحَ بِسُوْرَةِ الْبَقَرَةِ فَانْحَرَفَ رَجُلٌ فَسَلَّمَ ثُمَّ صَلَّى وَحْدَهُ وَانْصَرَفَ فَقَالُوا لَهُ اَنَا فَقْتَ يَا فُلَانُ قَالَ لَا وَاللّٰهِ وَلَاٰتِيَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَلَاُخْبِرَنَّهُ فَاَتَى رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا اَصْحَابُ نَوَاضِحَ نَعْمَلُ بِالنَّهَارِ وَاِنَّ مَعَاذًا صَلّٰى مَعَكَ الْعِشَاءِ ثُمَّ اَتَى قَوْمَهُ فَافْتَتَحَ بِسُوْرَةِ الْبَقَرَةِ فَاَقْبَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى مَعَاذٍ فَقَالَ

یَا مَعَاذُ اَفَتَّانٌ اَنْتَ اِقْرَأْ وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى وَسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

(مشکوٰۃ باب القراۃ فی الصلوٰۃ)

☆ترجمہ

حضرت جابرؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ حضرت معاذ بن جبلؓ نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے تھے پھر آکر اپنی قوم کی امامت کرتے۔ایک رات نبی کریم ﷺ کے ساتھ عشاء پڑھی، پھر اپنی قوم میں آئے ان کے امام بنے اور سورۃ بقر شروع کر دی، تو ایک شخص پھر گیا کہ اس نے سلام پھیر کر اکیلے نماز پڑھی اور چلا گیا، لوگوں نے کہا اے فلاں کیا تو منافق ہو گیا ہے،، بولا نہیں،، رب کی قسم میں نبی ﷺ کی خدمت میں جاؤنگا اور آپ ﷺ کو یہ خبر دونگا پھر وہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم لوگ اونٹ والے ہیں دن بھر کام کرتے ہیں اور حضرت معاذؓ نے آپ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی پھر اپنی قوم میں آئے سورۃ بقرہ شروع کر دی، تب حضور رسول کریم ﷺ حضرت معاذؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے معاذؓ! کیا تم فتنہ گر ہو ؟وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا ، وَالضُّحٰى وَ الَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى اور سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى پڑھا کرو۔

(بخاری و مسلم)

☆تشریح

ظاہر یہ ہے کہ حضرت معاذؓ حضور ﷺ کے ساتھ نفل پڑھ لیتے تھے، پھر اپنی قوم میں آکر انہیں فرض پڑھاتے تھے۔کیونکہ یہاں یہ ذکر نہیں کہ آپؓ پہلے

فرض پڑھ لیتے تھے اور بعد میں نفل- نیز یہ فعل حضرت معاذؓ کا ہے اور راوی حضرت جابرؓ ہیں ، اور کسی کی نیت صرف اندازے سے معلوم نہیں ہو سکتی اور اگر معاذؓ حضور علیہ السلام کے ساتھ فرض ہی پڑھتے ہوں اور قوم کے ساتھ بھی فرض ہی پڑھتے تھے اور یہ اس زمانے کا واقعہ ہے جب ایک فرض دو بار پڑھے جاتے تھے- بعد میں یہ حکم منسوخ ہو گیا- چنانچہ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ہم کو ایک فرض دو بار پڑھنے سے منع کیا گیا- اور اگر آپ حضور علیہ السلام کے پیچھے فرض ہی پڑھتے ہوں اور اپنی قوم کے ساتھ نفل تو یہ آپؓ کا اجتہادی عمل ہے جس کی حضور علیہ السلام کو اطلاع نہیں دی گئی تھی- اطلاع ہونے پر حضور علیہ السلام نے اس سے منع فرما دیا- چنانچہ امام احمد نے حضرت سلیم سلمیٰ سے روایت کی کہ جب حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حضرت معاذؓ کا یہ واقعہ پیش کیا گیا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ اے معاذ، تم فتنہ گر نہ ہو یا تو میرے ہی ساتھ نماز پڑھا کرو یا اپنی قوم کو ہلکی نماز پڑھایا کرو- بہر حال یہ حدیث حنفیوں کے خلاف نہیں اور اس سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا کے نفل والے کے پیچھے فرض والے کی نماز جائز ہو، لیکن خیال رہے کہ فرض والے کے پیچھے نفل والے کی نماز جائز ہے- نفل والے کے پیچھے فرض والے کی نماز جائز نہیں ہے- کیونکہ ترمذی، ابوداؤد اور احمد وغیرہ میں ہے کہ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں ،، اَلْاِمَامُ ضَامِنٌ ،، امام ضامن ہے یعنی مقتدی کی نماز امام کے ضمن میں ہے اور ظاہر ہے کہ فرض ، نفل کو اپنے ضمن میں لے سکتا ہے نہ کہ نفل فرض کو- (لمعات)

ایک صاحب نے جماعت سے نماز شروع کی مگر جب حضرت معاذؓ نے سورۃ بقرہ شروع کی تو وہ سمجھ گئے کہ آپؓ پوری سورۃ بقرہ پڑھیں گے تو وہ نماز توڑ کر جماعت سے نکل گئے اور علیحٰدہ فرض پڑھ کر چلے گئے یہ صاحب خرام ابن ابی کعب

انصاریؓ ہیں۔ (مرقات)

حدیث پاک سے چند مسائل معلوم ہوئے ایک یہ کہ جماعت اولیٰ کے وقت جماعت سے علیحٰدہ رہنا منافقت کی علامت ہے۔ خواہ نماز علیحٰدہ پڑھے خواہ الگ بیٹھا رہے۔ دوسرا یہ کہ مقتدیوں پر امام کا احترام لازم ہے، حتی الامکان ان پر زبان طعن دراز نہ کریں دیکھو حضرت خرام اور دوسرے صحابہؓ نے حضرت معاذؓ سے لڑائی شروع نہ کر دی بلکہ حضور ﷺ کی بارگاہ میں شکایت پیش کی، حضور ﷺ نے انہیں سمجھایا۔

تیسرا یہ کہ امام مسجد کی شکایت سلطانِ اسلام یا قاضیِ اسلام سے کر سکتے ہیں کہ وہ امام کو سمجھا بجھادیں۔ اس میں کوئی حرج نہیں سنت صحابہؓ سے ثابت ہے۔

نَوَاضِحَ نَاضِحَۃَ کی جمع ہے ناضحہ وہ اونٹنی ہے جو کھیتوں کو پانی دے خواہ اس طرح کہ رہٹ چلائے یا اس طرح کہ دور سے پانی اس پر لاد کر لایا جائے اور کھیتوں میں پھینکا جائے، شکایت کا خلاصہ یہ ہے کہ ہم لوگ دن بھر کام کاج کے باعث تھک جاتے ہیں رات کو لمبی قرات سے نماز نہیں پڑھ سکتے۔

ظاہر یہ ہے کہ شکایت حضرت معاذؓ کی موجودگی میں ہوئی اور اگر ان کے پس پشت ہوئی تو غیبت نہیں بلکہ اصلاح ہے جیسے استاد سے بعض شاگردوں کی شکایت کرنا۔

حضور ﷺ نے معاذؓ کو فرمایا کہ چونکہ تمہارے پیچھے کاروباری لوگ بھی ہوتے ہیں اور محنت مزدوری کرنے والے بھی لہٰذا انہیں نماز مختصر پڑھایا کرو اس واقعہ سے چند مسائل معلوم ہوئے۔

ا۔ مقتدی بوقتِ ضرورت نماز توڑ سکتا ہے کیونکہ حضور ﷺ نے ان

صاحب پر نماز توڑنے کی وجہ سے عتاب نہ فرمایا ، یہ بھی نہ فرمایا کہ تم نے وہ نماز پڑھ لی ہوتی ، پھر مجھ سے شکایت کی ہوتی۔

۲- نماز توڑنا ہو تو پھر سلام پھیر دے کہ یہ سلام اگرچہ بے وقت ہے مگر اسے نماز سے خارج کر دے گا اور اگر یونہی بغیر سلام نماز سے پھر جاوے تب بھی درست ہے۔

۳-امام پر لازم ہے کہ مقتدیوں کے حالات کا خیال رکھے تاکہ لوگ جماعت سے بد دِل نہ ہو جائیں۔

خیال رہے کہ یہاں حضور علیہ السلام نے حضرت معاذؓ کو خلاف ترتیب سورتیں پڑھنے کی اجازت نہیں دی بلکہ بطور مثال ان سورتوں کا ذکر فرمایا کہ ان جیسی سورتیں اور آیتیں پڑھ لیا کرو۔ (مرآت)

بخاری شریف میں ہے کہ حضرت ابو مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے بارگاہِ رسالت علیہ السلام میں عرض کیا کہ میں صرف اس وجہ سے فجر کی نماز میں پیچھے رہتا ہوں کہ فلاں صاحب ہم پر نماز کو لمبا کر دیتے ہیں۔ حضور علیہ السلام غصہ ہوئے اور پھر فرمایا اے لوگو تم میں سے بعض لوگوں کو دین سے متنفر کرنے والے ہیں پس جو کوئی امامت کرے تو ہلکی نماز پڑھائے ، کیونکہ اس کے پیچھے ضعیف ، بوڑھے اور کام کاج والے ہوتے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ امام کے لئے ضروری ہے کہ وہ مقتدیوں کا خیال رکھے تاکہ ضعیف ، بیمار اور حاجتمندوں کو تکلیف نہ ہو۔لیکن یہ مطلب نہیں کہ غیر مسنون طریقہ سے نماز پڑھائے۔ حضور علیہ السلام مقتدیوں کے خیال سے چھوٹی سورتیں پڑھتے تھے مگر رکوع و سجود ، قومہ و جلسہ اطمینان سے ادا فرماتے تھے۔یعنی آپ علیہ السلام کی

☆ حدیث نمبر ۸۴

وَعَنْ رَبِيْعَةَ ابْنِ كَعْبٍؓ قَالَ كُنْتُ اَبِيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَتَيْتُهٗ بِوَضُوْءِهٖ وَحَاجَتِهٖ فَقَالَ لِيْ سَلْ فَقُلْتُ اَسْئَلُكَ مُرَافَقَتَكَ فِي الْجَنَّةِ قَالَ اَوْ غَيْرَ ذَالِكَ قُلْتُ هُوَ ذَاكَ قَالَ فَاَعِنِّيْ عَلٰى نَفْسِكَ بِكَثْرَةِ السُّجُوْدِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

(مشکوٰۃ باب السجود و فضلہ)

☆ترجمہ

حضرت ربیعہ ابن کعبؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رات گذارتا تھا تو میں آپ ﷺ کے پاس وضو کا پانی اور ضروریات لایا مجھ سے فرمایا کچھ مانگ لو، میں نے عرض کیا کہ میں آپ ﷺ سے جنت میں آپ ﷺ کا ساتھ مانگتا ہوں، فرمایا اس کے سوا کچھ اور بھی میں نے عرض کیا بس یہی۔ فرمایا اپنی ذات پر زیادہ سجدوں سے میری مدد کرو۔ (مسلم)

☆تشریح

حدیث پاک کے راوی حضرت ربیعہؓ کی کنیت ابو فراس ہے، اسلمی ہیں۔

اصحاب صفہ میں سے تھے - پرانے صحابی ہیں - سفر و حضر کے حضور ﷺ کے خاص خادم ہیں - ۶۳ ھ میں انتقال ہوا - حضرت ربیعہؓ فرماتے ہیں کہ سفر میں رات کی خدمت خصوصیت سے میرے سپرد تھی اور اگر گھر مراد ہو تو مطلب یہ ہے کہ رات بھر آپ ﷺ کے دروازے پر موجود رہتے اگر حضور ﷺ کو خدمت کی ضرورت ہوتی تو بجا لاتے - ایک رات حسب معمول تہجد کے وقت وضو کا پانی، مسواک اور مصلیٰ لے کر خدمت میں حاضر ہوا بعض نسخوں میں اتیہ ہے یعنی لایا کرتا تھا -

ایک رات شان کریمی کی جلوہ گری ہوئی اور دریائے رحمت جوش میں آگیا مجھے انعام دینے کا ارادہ فرمایا -

اس جگہ صاحب مرقات اور صاحب لمعات فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے یہ نہ فرمایا کہ فلاں چیز مانگو - معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ باذنِ الٰہی اللہ کے خزانوں کے مالک ہیں - دین و دنیا کی جو نعمت جسے چاہیں دیں، بلکہ حضور ﷺ احکامِ شرعیہ کے بھی مالک ہیں، جس پر جو احکام چاہیں نافذ کریں - مثلاً حضرت خذیمہ بن ثابتؓ کی گواہی دو گواہوں کی مثل قرار دی (بخاری) ام عطیہؓ کو ایک مرتبہ نوحہ (نوحہ بلند آواز سے رونے کو کہتے ہیں) کی اجازت فرمائی (مسلم) ابی بردہ ابن نیارؓ کو چھ ماہ کی بکری کی قربانی کی اجازت فرمائی، اللہ نے جنت کی زمین کا آپ ﷺ کو مالک بنا دیا جسے چاہیں دیں - (مرقات)

حضرت ربیعہؓ نے عرض کیا کہ مجھے آپ ﷺ جنت میں اپنے ساتھ رکھیں جیسے بادشاہ شاہی قلعہ میں اپنے خاص خادموں کو اپنے ساتھ رکھتے ہیں - خیال رہے کہ حضرت ربیعہؓ نے اس جگہ حضور ﷺ سے صرف جنت ہی طلب نہ کی بلکہ حسب

ذیل چیزیں مانگیں۔

۱-زندگی میں ایمان پر استقامت - ۲-نیکیوں کی توفیق

۳-گناہوں سے کنارہ کشی- ۴-مرتے وقت ایمان پر خاتمہ

۵-قبر کے حساب میں کامیابی- ۶-حشر میں اعمال کی قبولیت

۷-پل صراط سے خیریت گزر- ۸-جنت میں رب کا فضل

۹-جنت میں بلند مرتبہ- بلکہ

تجھ سے تجھی کو مانگ کر مانگ لی ساری کائنات
مجھ سا کوئی گدا نہیں تجھ سا کوئی سخی نہیں

یہ مذکورہ تمام چیزیں صحابی نے حضور ﷺ سے مانگیں اور حضور ﷺ نے عنایت فرمادیں- لہٰذا ہم بھی حضور ﷺ سے ایمان ،مال، اولاد، عزت ، جنت سب کچھ مانگ سکتے ہیں- یہ مانگنا سنت صحابہؓ ہے- حضور ﷺ کے لنگر سے یہ سب کچھ قیامت تک بٹتا رہے گا- اور ہم بھکاری لیتے رہیں گے- صوفیاء فرماتے ہیں کہ حضرت ربیعہؓ نے حضورؐ سے حضور ﷺ کو ہی مانگا- مگر چونکہ حضرت ﷺ جنت میں ہی ملیں گے لہٰذا جنت کا بھی ذکر کر دیا-

سرکار ﷺ نے گویا صحابی کو فرمایا کہ تمہاری یہ درخواست منظور ہے، کچھ اور بھی چاہتے ہو- عرض کیا "جب چمنِ الٰہی کا پھول مل گیا تو پتوں کی کیا ضرورت ہے "کسی نے کیا اچھا کہا ہے-

جہانے مختصر خواہم کہ آنجا
ہمیں جائے من و جائے تو باشد

ترجمہ = میں ایک مختصر جہاں چاہتا ہوں، یہی کہ ایک میری اور ایک تیری

جگہ ہو۔

سرکار ﷺ نے فرمایا جنت میں تمہیں اعلیٰ مقام پر پہنچانا میرے کرم سے ہے ،نہ کہ محض تمہارے سجدوں سے تم اپنے سجدوں سے مجھے اس کام میں امداد دو۔ عَلٰی نَفْسِکَ فرما کر اشارۃ فرمایا گیا کہ نفس کی مخالفت جنت کا ذریعہ ہے۔

(مرقات)

کثرتِ سجود سے بتایا گیا کہ فقط نماز پنجگانہ پر کفایت نہ کرو بلکہ نوافل کثرت سے پڑھو ،تاکہ میرے قرب کے لائق ہو جاو۔ جیسے بادشاہ کہے کہ میرے پاس آنا ہے تو اچھا لباس پہنو ،حاضری بادشاہ کے کرم سے ہے اور اچھا لباس دربار کے آداب میں سے ہے۔

۔ مالک ہیں خزانہ قدرت کے جو جس کو چاہیں دے ڈالیں (مرآت)

اس جگہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں (فارسی عبارت کچھ اس طرح ہے)

"واز اطلاق سوال کہ فرمود سل بخواہ و تخصیص نکرد بمطلوبے خاص معلوم می شود کہ کار ہمہ بدست ہمت و کرامت اوست صلی اللہ علیہ وسلم ہرچہ خواہد ہر کرا خواہد باذن پروردگار خود بدہد۔"

ترجمہ= آپ ﷺ نے سوال کے مطلق ہونے کے بارے میں فرمایا کہ پوچھ ، اور پوچھ کچھ کو کسی مقصود سے مخصوص نہیں کیا۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سب کام آپ ﷺ کی ہمت اور کرامت کے ہاتھوں میں ہیں، آپ ﷺ جو چاہتے ہیں اور جس کسی کے لئے چاہتے ہیں اپنے رب کے حکم سے دیتے ہیں۔

فَاِنَّ مِنْ جُوْدِكَ الدُّنْيَا وَ ضَرَّتَهَا ۔

وَمِنْ عَلُوْمِکَ عِلْمَ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ

ترجمہ = کیونکہ دنیااور اس کی سوکن (آخرت) آپ کی سخاوت میں سے ہیں، اورلوح اور قلم کے علوم آپ کے علوم میں سے ہیں۔

؎ اگر خیریت دنیا و عقبیٰ آرزو داری

بدرگاہش بیاؤ ہر چہ میخواہی تمنا کن

ترجمہ = اگر تجھے دنیا اور آخرت کی خیریت کی خواہش ہے تو آپ ﷺ کی درگاہ میں آجا، جو چیز بھی چاہتا ہے اس کی آرزو کر (مانگ لے) (اشعۃ)

☆ حدیث نمبر ۸۵

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَا تَجْعَلُوْا بُیُوْتَکُمْ قُبُوْرًا وَلَا تَجْعَلُوْا قَبْرِیْ عِیْدًا وَصَلُّوْا عَلَیَّ فَاِنَّ صَلٰوتَکُمْ تَبْلُغُنِیْ حَیْثُ کُنْتُمْ رَوَاهُ النِّسَائِیُّ

(مشکوٰۃ باب الصلوٰۃ علی النبیؐ و فضلها)

☆ترجمہ

حضرت ابو ہریرہؓ روایت فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ اپنے گھر قبور نہ بناؤ اور میری قبر کو عید نہ بناؤ اور مجھ پر درُود بھیجا کرو کہ تمہارا درُود مجھے پہنچتا ہے تم جہاں بھی ہو۔ (نسائی)

☆ تشریح

یعنی گھروں میں مردے دفن نہ کرو، باہر جنگل میں دفن کرو۔ اپنے گھر میں دفن ہونا حضور ﷺ کی خصوصیت ہے یا اپنے گھروں کو قبرستان کی طرح اللہ کے ذکر سے خالی مت رکھو بلکہ فرائض مسجدوں میں ادا کرو اور نوافل گھر میں۔

جس طرح عیدگاہ میں سال میں صرف دوبار جاتے ہو ایسے میرے مزار پر نہ آؤ۔ بلکہ اکثر حاضری دیا کرو یا جیسے عید کے دن کھیل کود کے لئے میلوں میں جاتے ہو ایسے تم ہمارے روضہ پر بے ادبی سے نہ آیا کرو بلکہ باادب رہا کرو۔

فرمان عالی کہ "تم جہاں بھی ہو تمہارا درود مجھ تک پہنچتا ہے"۔ یہاں صاحبِ مرقات ملا علی قاری حنفی فرماتے ہیں کہ ارواحِ قدسیہ بدن سے نکل کر ملائکہ کی طرح ہو جاتی ہیں کہ وہ سارے عالم کو کفِ دست کی طرح دیکھتی ہیں اور ان کے لئے کوئی شے حجاب نہیں رہتی۔

اسی طرح اشعۃ اللمعات میں شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی نے بھی اسی کی مثل بیان فرمایا۔

لہٰذا اس حدیثِ مبارک کے معنی یہ ہوئے کہ تم جہاں بھی ہو تمہارے درود کی آواز مجھ تک پہنچتی ہے جب آج کل بجلی کی طاقت سے وائرلیس اور ریڈیو کے ذریعے ہزاروں میل کی آواز سن لی جاتی ہے یا جس طرح آج ڈش انٹینا کے ذریعے پوری دنیا کی معلومات نہ صرف سنی جاسکتی ہیں بلکہ آنکھوں کے سامنے موجود نظر آتی ہیں تو اگر طاقت نبوت سے درود کی آواز سن لی جائے تو کیا بعید ہے ۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے صدہا میل سے پیراہن حضرت یوسف علیہ السلام کی خوشبو پائی،

حضرت سلیمان علیہ السلام نے تین میل سے چیونٹی کی آواز سنی حالانکہ آج تک کوئی طاقت چیونٹی کی آواز نہ سنا سکی۔ معلوم ہوا کہ ہمارے حضور ﷺ جو سید الانبیاء ہیں جن کی خاطر کائنات معرض وجود میں آئی اور آپ ﷺ درود خوانوں کی آواز ضرور سنتے ہیں۔ (مرآت)

☆ حدیث نمبر ۸۶

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ ذُكِرْتُ عِنْدَهٗ فَلَمْ یُصَلِّ عَلَیَّ رَغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ دَخَلَ عَلَیْهِ رَمَضَانُ ثُمَّ انْسَلَخَ قَبْلَ اَنْ یُّغْفَرَ لَهٗ وَرَغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ اَدْرَكَ عِنْدَهٗ اَبَوَاهُ الْكِبَرَ اَوْاَحَدُهُمَا فَلَمْ یُدْخِلَاهُ الْجَنَّةَ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ

(مشکوٰۃ باب الصلوٰۃ علی النبی ﷺ و فضلها)

☆ ترجمہ

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس کی ناک خاک آلود ہو جس کے پاس میرا ذکر ہو اور مجھ پر درود نہ پڑھے۔ اس کی ناک گرد آلود ہو جس پر رمضان آئے اور پھر اس کی بخشش سے پہلے گذر جائے۔ اس کی ناک خاک آلود ہو جس کے سامنے اس کے ماں باپ یا ان میں سے ایک بڑھاپا

پائے اور اسے جنت میں نہ پہنچائیں۔ (ترمذی)

☆ تشریح

یعنی ایسا مسلمان ذلیل و خوار ہو جائے جو میرا نام سن کر درُود نہ پڑھے عربی میں اس بد عا سے مراد اظہار ناراضگی ہوتا ہے۔ حقیقتاً بد عا مراد نہیں ہوتی۔ اس حدیث کی بناء پر بعض علماء نے فرمایا کہ ایک ہی مجلس میں اگر چند بار حضور ﷺ کا نام شریف آئے تو ہر بار درُود شریف پڑھنا واجب ہے۔ مگر یہ استدلال کمزور سا ہے کیونکہ رَغِمَ اَنفَ ہلکا کلمہ ہے۔ جس سے درُود کا استحباب (یعنی مستحب ہونا) ثابت ہو سکتا ہے۔ نہ کہ وجوب مطلب یہ ہے کہ جو بلا محنت دس رحمتیں، دس درجے، دس معافیاں حاصل نہ کرے بڑا بے وقوف ہے۔

وہ مسلمان بھی ذلیل و خوار ہو جائے جو رمضان کا مہینہ پائے اور اس کا احترام اور عبادات کر کے گناہ نہ بخشوائے، یونہی وہ بھی خوار ہو جس نے جوانی میں والدین کا بڑھاپا پایا پھر ان کی خدمت کر کے جنتی نہ ہوا۔ بڑھاپے کا ذکر اس لئے فرمایا کہ بڑھاپے میں اولاد کی خدمت کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے اور اس وقت کی دعا اولاد کا بیڑا پار کر دیتی ہے۔ خیال رہے کہ تینوں چیزیں صرف مسلمان کے لئے ہی ہیں کافر کسی نیکی سے جنتی نہیں ہو سکتا۔ ہاں بعض نیکیوں کی وجہ سے اسے ایمان لانے کی توفیق مل جاتی ہے اور بعض کی برکت سے اس کا عذاب ہلکا ہو جاتا ہے۔ (مرآت)

☆ حدیث نمبر ۸۷

وَعَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍؓ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ اُكْثِرُ الصَّلٰوةَ عَلَيْكَ فَكَمْ اَجْعَلُ لَكَ مِنْ صَلٰوتِيْ فَقَالَ مَا شِئْتَ قُلْتُ الرُّبُعَ قَالَ مَا شِئْتَ فَاِنْ زِدْتَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ قُلْتُ النِّصْفَ قَالَ مَا شِئْتَ فَاِنْ زِدْتَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ قُلْتُ فَالثُّلُثَيْنِ قَالَ مَا شِئْتَ فَاِنْ زِدْتَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ قُلْتُ اَجْعَلُ لَكَ صَلَاتِيْ كُلَّهَا قَالَ اِذًا يُكْفٰى هَمَّكَ وَيُكَفَّرُ لَكَ ذَنْبُكَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ

(مشکوٰۃ باب الصلوٰۃ علی النبی ﷺ)

☆ترجمہ

حضرت ابی کعبؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں آپ ﷺ پر بہت درود پڑھتا ہوں، تو کتنا درود مقرر کروں فرمایا جتنا چاہو میں نے کہا، چہارم فرمایا جتنا چاہو، اگر بڑھادو تو تمہارے لئے بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا آدھا، فرمایا جتنا چاہو اگر بڑھالو تو تمہارے لئے بہتر ہے۔ میں نے کہا دو تہائی فرمایا جتنا چاہو، لیکن اگر زیادہ کرو گے تو تمہارے لئے بہتر ہے۔ میں نے کہا میں سارا درود ہی پڑھوں گا، فرمایا تب تو تمہارے غموں کو کافی ہوگا اور تمہارے گناہ مٹادے گا۔

(ترمذی)

☆ تشریح

بعض شارحین فرماتے ہیں کہ یہاں صلوٰۃ سے مراد دعائیں ہیں - سوال کا مقصد یہ ہے کہ میرے لئے حد مقرر فرمادی جائے کہ اپنے تمام وظائف میں درُود کتنا پڑھوں اور باقی ذکر اذکار اور دعائیں کتنی-

مَا شِئۡتَ فرما کر بتادیا کہ زیادتی درُود نفل ہے . نفل میں متعین کرنے کا حق بندے کو ہوتا ہے - راوی کے چہارم یا نصف فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ تمام وظائف کا تہائی یا نصف درُود پڑھوں باقی سارے وظیفے - جواب ملا کہ درُود جتنا بڑھاؤ گے اتنا ہی تمہارے لئے بہتر ہے-

راوی نے عرض کیا میں سارے درد و وظائف اور دعائیں چھوڑ کر سب کی بجائے درُود ہی پڑھوں گا کیونکہ اپنے لئے دعائیں مانگنے سے بہتر یہ ہے کہ ہر وقت آپ ﷺ کو دعائیں دیا کروں-

حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم نے ایسا کر لیا تو تمہاری دین و دنیا دونوں سنبھل جائیں گی - دنیا میں رنج و غم دفع ہوں گے اور آخرت میں گناہوں کی معافی ہوگی - اسی بناء پر علماء فرماتے ہیں کہ جو تمام دعائیں وظیفے چھوڑ کر ہمیشہ کثرت سے درُود شریف پڑھا کرے تو اسے بغیر مانگے سب کچھ ملے گا - اور دین و دنیا کی مشکلیں خود بخود حل ہوں گی-

حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ پر درُود پڑھنا در حقیقت رب سے اپنے لئے بھیک مانگنا ہے ، ہمارے بھکاری ہمارے بچوں کو دعائیں دے کر ہم سے مانگتے ہیں - ہم رب کے بھکاری ہیں اس کے حبیب ﷺ کو دعائیں دے کر اس سے

بھیک مانگیں- ہمارے درُود سے حضور علیہ کا بھلا نہیں ہوتا بلکہ ہمارا اپنا بھلا ہوتا ہے- (مرآت)

اشعۃ اللمعات میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کے مجھے عبدالوہاب متقی جب بھی مدینہ منورہ سے وداع کرتے تو فرماتے کہ سفرحج میں فرائض کے بعد درُود سے بڑھ کر کوئی دعا نہیں- اپنے سارے اوقات درُود میں گھیر واور اپنے کو درُود کے رنگ میں رنگ لو- (اشعۃ)

☆☆☆☆☆

☆حدیث نمبر ۸۸

وَعَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَسْفِرُوْا بِالْفَجْرِ فَاِنَّهٗ اَعْظَمُ لِلْاَجْرِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْ دَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالْبَيْهَقِيُّ وَابْنِ حَبَّانَ وَ طِبَرَانِيُّ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ

☆ترجمہ

حضرت رافع بن خدیج روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ علیہ نے فرمایا

کہ نماز فجر اجالا (روشنی) کر کے پڑھو کہ اس کا ثواب زیادہ ہے۔

(نسائی ، ابن ماجہ ، بیہقی ، ابن حبان ، ابو داؤد ، طبرانی اور ترمذی ، اور ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے)

☆ تشریح

ہر زمانہ اور ہر موسم میں مستحب یہ ہے کہ نماز فجر خوب روشنی ہو جانے پر پڑھی جائے ، اس ضمن میں بہت احادیث شاہد ہیں ، نیز حنفیوں کے نزدیک بھی بہتر یہی ہے کہ نماز فجر خوب روشنی میں پڑھی جائے۔

مذکورہ حدیث شریف میں اجالا کرنے سے مراد خوب روشنی پھیل جانا مراد ہے۔ ابو داؤد ، ابن ابی شیبہ اور طبرانی وغیرہ نے رافع بن خدیج سے ہی ایک روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت بلالؓ سے فرمایا کہ اے بلالؓ! نماز صبح میں اجالا کر لیا کرو۔ یہاں تک کہ لوگ اجالے کی وجہ سے اپنے پھینکے ہوئے تیر گرنے کے جگہ دیکھ لیا کریں۔ اجالا سے مراد خوب روشنی ہے۔

اسی طرح دیلمیؒ نے حضرت انسؓ سے روایت کی کہ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ نَوَّرَ بِالْفَجْرِ نَوَّرَ اللّٰہُ فِیْ قَبْرِہٖ وَ قَلْبِہٖ وَقُبِلَ فِیْ صَلٰوتِہٖ (رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو نماز فجر روشنی میں پڑھے اللہ تعالیٰ اس کی قبر اور اس کے دل میں روشنی کرے گا ، ایک روایت میں ہے کہ اس کی نماز میں روشنی کرے)

فقہ کی کتاب نُورُ الْاِیْضَاح کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ فجر طلوع آفتاب

سے بیس منٹ پہلے ادا کرنا مستحب ہے- نیز ہدایہ اولین نے بھی اسفار کی حدیث نقل کی ہے-

طحاوی شریف نے حضرت علی لن ربیعہؓ سے روایت کی قَالَ سَمِعْتُ عَلِیًّا یَقُوْلُ یَا قَنْبَرُ اَسْفِرْ اَسْفِرْ (فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علی مرتضےٰ رضی اللہ عنہ کو فرماتے سنا، کہ فرماتے تھے اے قنبر! اجالا کرو) معلوم ہوا کہ حضرت علیؓ خوب روشنی میں نماز فجر پڑھتے تھے-

حضرت مفتی احمد یار نعیمیؒ نے جاء الحق میں 129 احادیث نقل فرمائی ہیں جن سے نماز فجر کا اسفار کرنا ثابت ہوتا ہے-

بہر حال معلوم ہوا کہ اجالے میں فجر پڑھنا سنت رسول اللہ ﷺ، سنت صحابہؓ اور صحابہ کرامؓ کا اتفاقی عمل ہے-

عقل کا تقاضا بھی یہی ہے کہ چند وجوہات ذیل کی وجہ سے فجر نماز اجالے میں پڑھی جائے -

۱- فجر کے لغوی معنی اجالا اور روشنی کے ہیں، لہٰذا نماز فجر اجالے میں پڑھنے سے نام کام کے مطابق ہوگا جبکہ غلس (اندھیرے) میں پڑھنا نام کے مخالف ہوگا-

۲- اجالے میں نماز پڑھنا زیادتی جماعت کا ذریعہ ہے کیونکہ اکثر مسلمان صبح کو دیر سے اٹھتے ہیں اگر جلدی بھی اٹھیں تو اس وقت بعض لوگ سنتوں کے بعد استغفار وغیرہ پڑھتے ہیں-

۳- اول وقت فجر کی جماعت کر لینے سے بہت سے لوگ جماعت یا تکبیر اولیٰ سے رہ جاتے ہیں، جبکہ اجالے میں پڑھنے سے تمام نمازی شرکت کر سکتے

ہیں-

۴-جس چیز سے جماعت گھٹ جائے اس سے پرہیز کرنا بہتر ہے،جو جماعت کی زیادتی کا سبب ہو وہ بہتر ہے-رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذؓ کو دراز قرات سے اس لئے منع فرمایا کہ مقتدیوں پر بار ہوتی ہے-

۵-اندھیرا جماعت کی کمی کا سبب ہے جبکہ اسفار جماعت کی زیادتی اور مسلمانوں کی آسانی کا ذریعہ- نیز اندھیرے میں مسلمانوں کو مسجد میں آنا بھی دشوار ہوگا-

۶-کچھ لوگ فجر پڑھ کر اسی جگہ ذکر اذکار کرتے رہتے ہیں اور سورج طلوع ہونے کے بعد نماز اشراق پڑھتے ہیں ان کے لئے بھی فجر اجالے میں پڑھنا مفید ہے کیونکہ اندھیرے میں پڑھنے سے ان کا زیادہ دیر باوضو اپنی جگہ بیٹھنا مشکل ہو جائے گا-

بخاری و مسلم میں حضرت عائشہؓ روایت فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ فجر کی سنتیں پڑھ لیتے تو داہنی کروٹ پر لیٹ جاتے-

معلوم ہوا کہ سرکار دوعالم ﷺ نماز تہجد کے بعد سنتیں پڑھ کر سو جاتے پھر دوبارہ حضرت بلالؓ حاضر ہو کر نماز فجر کی اجازت طلب کر کے تکبیر پڑھتے-اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ فجر اجالے میں پڑھتے تھے-

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جو فجر جماعت سے پڑھے پھر سورج نکلنے تک بیٹھ کر اللہ کا ذکر کرے، پھر دو رکعتیں پڑھے تو اسے حج اور عمرے کا ثواب ملے گا- (ترمذی)

فرمان رسول ﷺ کے مطابق حج اور عمرے کا ثواب پانے کے لئے مناسب

یہی ہے کہ فجر خوب اُجالے میں پڑھی جائے۔

اکثر مشائخ عظام کا بھی یہی معمول دیکھا ہے کہ وہ فجر اُجالے میں ادا کرتے ہیں۔ خیال رہے فجر کا سارے کا سارا وقت افضل اصل ہے۔ اس میں کراہت نہیں۔

فصل الخطاب حصہ اول میں مسلم شریف کی روایت حضرت جابر بن سمرہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ فجر ادا کر کے مصلے پر تشریف فرما رہتے حتیٰ کہ سورج طلوع ہو جاتا۔ معلوم ہوا کہ نمازِ فجر کے بعد اشراق تک مصلے پر بیٹھے رہنا سنت ہے۔ نبی کریم ﷺ کی اس پیاری سنت پر عمل اسی صورت آسان ہو سکتا ہے کہ فجر اُجالے میں پڑھی جائے۔

فیوض الباری میں سید محمود احمد رضوی طحاوی کی حدیث حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت کرتے ہیں کہ جبرائیل امین علیہ السلام نے وَصَلّٰی الصُّبحِ حِیْنَ کَادَتِ الشَّمْسُ اَنْ تَطْلُعَ (صبح کی نماز اس وقت پڑھی کہ قریب تھا کہ سورج طلوع ہو جائے)

نیز دوسری حدیث مسلم، ترمذی، طحاوی کی روایت ہے کہ حضرت بریدہؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضور ﷺ سے اوقاتِ نماز پوچھے تو آپ ﷺ نے فرمایا میرے ساتھ نماز پڑھو۔ تو آپ ﷺ نے نمازِ فجر پڑھی اور اسفار کیا۔ وَصَلّٰی الْفَجْرَ فَاَسْفَرَ۔ (فیوض الباری شرح بخاری)

ہاں اگر کوئی غلس (اندھیرے) میں نماز پڑھتا ہے تو یہ بھی خلافِ سنت نہیں یہ افضلیت میں بحث ہے۔ واللہ اعلم

☆ حدیث نمبر ۸۹

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ اِنَّ فُقَرَاءَ ا لْمُهَاجِرِیْنَ اَتَوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا قَدْ ذَهَبَ اَهْلُ الدُّثُوْرِ بِا لدَّرَ جٰتِ الْعُلٰی وَالنَّعِیْمِ ا لْمُقِیْمِ فَقَالَ وَمَا ذَا كَ قَالُوْ ا یُصَلُّوْنَ كَمَا نُصَلِّیْ وَ یَصُوْمُوْنَ كَمَا نَصُوْمُ وَ یَتَصَدَّقُوْنَ وَ لَا نَتَصَدَّقَ وَ یُعْتِقُوْنَ وَلَا نُعْتِقُ فَقَالَ رَسُوْ لَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَفَلَا اُعَلِّمُكُمْ شَیْئًا تُدْرِكُوْنَ بِهٖ مَنْ سَبَقَكُمْ وَتَسْبِقُوْنَ بِهٖ مَنْ بَعْدِ كُمْ وَلَا یَكُوْنَ اَحَدٌ اَفْضَلَ مِنْكُمْ اِلَّا مَنْ صَنَعَ مِثْلَ مَا صَنَعْتُمْ قَالُوْا بَلٰی یَا رَسُوْ لَ اللّٰهِ قَالَ تُسَبِّحُوْنَ وَ تُكَبِّرُوْنَ وَ تُحَمِّدُوْنَ دُبُرَ كُلِّ صَلٰوةٍ ثَلٰثًا وَ ثَلٰثِیْنَ مَرَّةً قَالَ اَبُوْ صَالِحٍ فَرَجَعَ فُقَرَاءُ ا لْمُهَاجِرِیْنَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا سَمِعَ اِخْوَانُنَا اَهْلُ ا لْاَمْوَالِ بِمَا فَعَلْنَا فَفَعَلُوْا مِثْلَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ وَلَیْسَ قَوْلُ اَبِیْ صَالِحٍ اِلٰی اٰخِرِهٖ اِلَّا عِنْدَ مُسْلِمٍ وَ فِیْ رِوَایَةٍ لِلْبُخَارِیْ تُسَبِّحُوْنَ فِیْ دُبُرِ كُلِّ صَلٰوةٍ عَشْرًا وَّ

تَحۡمَدُوۡنَ عَشۡرًا وَّ تُكَبِّرُوۡنَ عَشۡرًا بَدَلَ ثَلٰثًا وَّ ثَلٰثِيۡنَ -

☆ترجمہ

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ مہاجر فقراء رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر بولے کہ مالدار بڑے درجے اور دائمی نعمت لے گئے فرمایا یہ کیسے؟ عرض کیا جیسے ہم نمازیں پڑھتے ہیں، وہ بھی پڑھتے ہیں اور جیسے ہم روزے رکھتے ہیں، وہ بھی رکھتے ہیں اور وہ خیرات کرتے ہیں، ہم نہیں کرتے وہ غلام آزاد کرتے ہیں ہم نہیں کرتے تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کیا میں تمہیں وہ چیز نہ سکھاؤں جس سے تم آگے والوں کو پکڑ لو اور پیچھے والوں سے آگے بڑھ جاؤ- اور تم میں سے کوئی افضل نہ ہو- اس کے سوا جو تم جیسے کام کرے بولے ہاں یا رسول اللہ ﷺ- فرمایا ہر نماز کے بعد 33 ، 33 بار تسبیح، تکبیر اور حمد کرو- ابو صالحؒ کہتے ہیں کہ پھر مہاجر فقراء حضور ﷺ کی خدمت میں لوٹے اور عرض کیا کہ ہمارے اس عمل کو ہمارے مالدار بھائیوں نے سن لیا تو انہوں نے بھی یونہی کیا، تب حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے- (بخاری و مسلم)

ابو صالحؒ کا قول صرف مسلم کی روایت میں ہے اور بخاری کی روایت میں ہے کہ ہر نماز کے بعد دس بار تسبیح، دس بار حمد اور دس بار تکبیر کہو بجائے 33 بار کے-

☆تشریح

فقراء مہاجرین کہنے لگے کہ مالدار ہمارے مقابلے میں درجات میں بڑھ

گئے اور جنت کی اعلیٰ نعمتوں کے مستحق ہو گئے - اس میں نہ تو رب کی شکایت ہے اور نہ مالداروں پر حسد، بلکہ ان پر رشک ہے اور دینی چیزوں میں رشک جائز ہے یعنی دوسروں کی سی نعمت اپنے لئے بھی چاہنا - یہ ہے رشک، حسد حرام ہے یعنی دوسروں کی نعمت کے زوال کی خواہش کرنا - فقراء مہاجرین نے کہا کہ بدنی عبادتوں میں وہ ہمارے برابر ہیں اور مالی عبادتوں میں ہم سے بڑھ کر - اس حدیث کی بنا پر بعض علماء نے فرمایا کہ شاکر غنی صابر فقیر سے افضل ہے مگر صحیح یہ ہے کہ فقیر صابر غنی شاکر سے افضل، کیونکہ رب نے فرمایا اگر تم شکر کرو گے تو تمہیں اور زیادہ نعمتیں دیں گے، اور فرمایا کہ اللہ صابروں کے ساتھ ہے یعنی شکر سے نعمتیں ملتی ہیں اور صبر سے اللہ تعالیٰ ملتا ہے -

حدیثِ پاک میں آگے پیچھے سے درجوں میں آگے پیچھے ہونا مراد ہے نہ کہ زمانہ میں - یعنی جو صحابہ کرامؓ تم سے درجہ میں بڑھ گئے ہیں، ان کلمات کی وجہ سے، تم ان کے برابر ہو جاؤ گے اور جو تمہارے برابر ہیں اور یہ کلمات نہیں پڑھتے، ان سے تم بڑھ جاؤ گے، ورنہ غیر صحابی کتنی ہی نیکیاں کریں صحابی کی گردِ قدم کو نہیں پہنچ سکتے - کیونکہ وہ صحبت یافتہ جناب مصطفےٰ ﷺ ہیں - حضرت جبرائیلؑ سارے فرشتوں سے افضل، کیونکہ وہ خادمِ انبیاء ہیں - تو صحابہ کرامؓ انبیاءؑ کے بعد ساری مخلوق سے افضل کیونکہ وہ خادمِ جناب مصطفےٰ ﷺ ہیں -

؎ یک زمانہ صحبتے با مصطفےٰؐ

بہتر از لکھ سالہ طاعتِ بے ریا

ترجمہ - حضور مصطفےٰ ﷺ کی ایک گھڑی صحبت کرنا، لاکھ سالہ عبادت بے ریا سے بہتر ہے -

فرمایا جو غنی صحابی یہ پڑھے گا وہ تم سے افضل ہو جائے گا- اور فرمایا کہ نماز پنجگانہ کے بعد 33 بار سبحان اللہ، 33 بار الحمدللہ اور 33 بار اللہ اکبر کہہ لیا کرو یہ تسبیح فاطمہؓ کہلاتی ہے کیونکہ حضور ﷺ نے تقریباً یہی تسبیح حضرت فاطمۃ الزہراؓ کو بتائی تھی- اسی بناء پر آج تسبیح کے دانوں میں 33 دانوں پر ایک نائب امام ڈالا جاتا ہے-

خیال رہے کہ ظہر، مغرب اور عشاء میں یہ تسبیح سنتیں وغیرہ پڑھ کر پڑھی جائے گی-

فقراء مہاجرین کا دوبارہ مدعا یہ تھا کہ اب کوئی اور خفیہ عمل بتایا جائے، وہ راز تو کھل گیا کہ وہ بھی یہی کچھ کرنے لگے-

فرمایا اب تم صبر کرو اور رب کے دیئے پر راضی رہو یہ غبط (رشک) بھی عبادت ہے اور تم اس پر صبر کر کے بڑا درجہ پاؤ گے-

خیال رہے پہلی روایت جس میں 33 بار سبحان اللہ، 33 بار الحمدللہ اور 33 یا 34 بار اللہ اکبر ہے- یہ زیادہ قوی ہے اور اسی پر امت کا عمل ہے-

مسلم میں حضرت ابوہریرہؓ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو ہر نماز کے بعد 33 بار تسبیح، 33 بار حمد الٰہی اور 33 بار تکبیر کہہ لیا کرے تو یہ 99 ہوئے اور 100 پورا کرنے کے لئے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ پڑھے تو اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے اگرچہ سمندر کے جھاگ کی طرح ہوں-

(مرآت)

شارح بخاری فرماتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ میں امیر بھی تھے اور غریب بھی

اور دولت مند بھی، فرائض کے علاوہ امور خیر یعنی جہاد، فقیروں مسکینوں کی مالی مدد وغیرہ میں بھی حصہ لیتے تھے-اس لئے غرباء کو رشک ہوا کہ امیر صحابہؓ نے ہم سے زیادہ ثواب حاصل کر لئے، تب رسول کریم ﷺ نے تسبیح فاطمہؓ پڑھنے کا حکم فرمایا کہ یہ وظیفہ پڑھنے سے تم کو بھی ان کے برابر ثواب مل جائے گا- سوائے اس کے کہ وہ بھی یہ وظیفہ پڑھنا شروع کر دیں- جیسا کہ مسلم کی روایت میں ہے کہ انہوں نے عرض کی، یا حضور ﷺ امیروں نے بھی یہ وظیفہ پڑھنا شروع کر دیا ہے- اس پر حضور ﷺ نے فرمایا ذٰلِکَ فَضۡلُ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ (یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے عطا کر دے) (فیوض الباری)

☆ حدیث نمبر ۹۰

وَعَنۡ اَبِیۡ هُرَیۡرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلّٰی اَحَدُکُمۡ لِلنَّاسِ فَلۡیُخَفِّفۡ فَاِنَّ فِیۡهِمُ السَّقِیۡمَ وَالضَّعِیۡفَ وَالۡکَبِیۡرَ وَاِذَا صَلّٰی اَحَدُکُمۡ لِنَفۡسِهٖ فَلۡیُطَوِّلۡ مَا شَآءَ مُتَّفَقٌ عَلَیۡهِ

(مشکوۃ باب ما علی الامام)

☆ترجمہ

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

کہ جب تم میں سے کوئی لوگوں کو نماز پڑھائے تو ہلکی کرے کہ ان میں بیمار اور کمزور اور بوڑھے ہیں اور جب اکیلا پڑھے تو جتنی چاہے دراز کرے۔(بخاری و مسلم)

☆ تشریح

افسوس کہ اب عوام کے اماموں کا حال اس حدیث کے برعکس ہے کہ اکیلی نماز مختصر پڑھتے ہیں اور جماعت کی نماز بہت لمبی، خدا ہدایت دے۔

حضرت قیس ابن حازمؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ مجھے ابو مسعودؓ نے خبر دی کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ خدا کی قسم میں فلاں کی وجہ سے نماز فجر سے پیچھے رہتا ہوں کیونکہ وہ بہت دراز کرتے ہیں۔ میں نے نبی کریم ﷺ کو اس دن سے زیادہ کسی وعظ میں غضبناک نہ دیکھا۔ پھر فرمایا کہ تم میں سے بعض لوگ نفرت والے ہیں۔ جو کوئی بھی لوگوں کو نماز پڑھائے وہ مختصر کرے۔ کیونکہ ان میں کمزور، بوڑھے اور کام کاج والے ہیں۔

معلوم ہوا کہ امام کے قصور کی بناء پر اگر کوئی شخص جماعت چھوڑ دے تو گنہگار وہ نہیں بلکہ امام ہے۔ نیز حاکم یا بزرگ کے سامنے امام کی شکایت کر دینا جائز ہے نہ یہ غیبت ہے اور نہ امام سے سرتابی۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ حاکم امام کی اصلاح کر سکتا ہے۔

حضرت عثمان ابن ابی العاصؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے مجھ سے جو آخری عہد لیا تھا وہ یہ تھا کہ جب تم کسی قوم کی امامت کرو تو انہیں ہلکی نماز پڑھاؤ۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ان سے فرمایا اپنی قوم کی امامت کرو

فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں اپنے دل میں کچھ پاتا ہوں، فرمایا قریب آؤ، مجھے اپنے سامنے بٹھایا اپنا ہاتھ میرے سینے پر دو پستانوں کے درمیان رکھا پھر ہاتھ مبارک میری پیٹھ میں دو کندھوں کے درمیان رکھا، پھر فرمایا اپنی قوم کی امامت کرو-جو کسی قوم کا امام ہو تو نماز ہلکی پڑھائے کہ ان میں بوڑھے بیمار، کمزور اور کام کاج والے ہیں اور جب کوئی نماز اکیلے پڑھے تو جیسے چاہے پڑھے-

(مسلم)

حضور ﷺ کے ہاتھ پھیرنے کی برکت سے حضرت عثمان ابن ابی العاصؓ کے دل کی ساری بیماریاں جاتی رہیں، جرات وہمت پیدا ہوئی تب یہ حکم دیا گیا، معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کا ہاتھ مبارک دافع البلاء، مشکل کشا ہے-کیوں نہ ہو جب حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص حضرت یعقوب علیہ السلام کی آنکھ کی بیماریاں دور کر سکتی ہے تو سید الانبیاء ﷺ کا ہاتھ بلکہ آپ ﷺ کا لعاب دہن آپ ﷺ کے تبرکات قلب و قالب کی تمام بیماریاں ایک آن میں دفع کر سکتے ہیں ان کے سہارے سے کمزور طاقتور ہو جاتے ہیں اور کم ہمت دلیر -

نسائی میں حضرت ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَامُرُنَا بِالتَّخْفِيفِ وَيَؤُمُّنَا بِالصَّافَاتِ (نبی کریم ﷺ ہم کو ہلکی نماز کا حکم دیتے تھے اور خود صافات سے ہماری امامت کرتے تھے)

یعنی حضور ﷺ بہت لمبی نماز پڑھاتے تھے، وجہ یہ تھی کہ حضور ﷺ کی قرات میں ایسی دلکشی اور جاذبیت تھی کہ صحابہؓ پر لمبی نماز بھی ہلکی ہوتی تھی اور ان حضرات پر ایسا فیضان ہوتا تھا کہ بیمار اپنی بیماری بھول جاتے تھے-کام کاج والے اپنی حاجات فراموش کر دیتے تھے اور کمزور طاقتور بن جاتے تھے، للہذا حضور ﷺ کے

احکام اور ہیں ہمارے اور۔ (مرآت)

صاحبِ مرقات فرماتے ہیں کہ اس وقت صحابہؓ کے ذوق کی یہ کیفیت ہوتی تھی کہ وہ چاہتے تھے کہ ایک رکعت میں تمام عمر گزر جائے۔ مبارک ہیں وہ آنکھیں جنہوں نے وہ چہرہ دیکھا، مبارک ہیں وہ کان جنہوں نے خدا بھاتی آواز سنی (مرقات)

خیال رہے اس حدیث مبارک میں عام حالات کا ذکر ہے ورنہ بعض خصوصی حالات میں حضور ﷺ نے نمازیں مختصر بھی پڑھائی ہیں۔ (مرآت)

شارح بخاری سید محمود احمد رضوی فرماتے ہے کہ جب کوئی اکیلا نماز پڑھے تو مرضی سے طول دے سکتا ہے مگر امامت میں سنت پر عمل کرتے ہوئے طوالت نہ کرے کہ لوگ اکتا جائیں۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ لمبی نماز پڑھانے پر تعزیر بالکل جائز ہے۔اور جب دینی کاموں میں کوئی منکر نظر آئے تو غضب کا اظہار بھی جائز ہے۔

(فیوض الباری)

شارح مسلم لکھتے ہیں کہ ملا علی قاری نے فرمایا کہ حضور ﷺ کی قرات سے صحابہؓ کو اس قدر کیف وسرور آتا تھا کہ کمزوروں کو اپنی کمزوری، بیماروں کو بیماری، حاجتمندوں کو حاجتیں بھول جاتی تھیں ،ان کی آرزو ہوتی تھی کہ ہماری عمر قیامت تک ہو اور حضور ﷺ کے پیچھے ایک ہی رکعت میں عمر تمام ہو جائے۔

حاصل کلام یہ کہ مقتدیوں پر رعایت کرتے ہوئے قرات کم کرنا نہ صرف جائز بلکہ سنت مصطفٰے ﷺ ہے۔ (شرح مسلم)

☆ حدیث نمبر ۹۱

وَعَنْ اَبِیْ قَتَادَۃَ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَرَجَ لَیْلَۃً فَاِ ذَا ھُوَ بِاَ بِیْ بَکْرٍ یُصَلِّیْ یَخْفِضُ مِنْ صَوْتِہٖ وَمَرَّ بِعُمَرَ وَ ھُوَ یُصَلِّیْ رَا فِعًا صَوْتَہٗ قَالَ فَلَمَّا اجْتَمَعَا عِنْدَ ا لنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ یَا اَبَا بَکْرٍ مَرَرْتُ بِکَ وَ اَنْتَ تُصَلِّیْ تَخْفِضُ صَوْتَکَ قَالَ قَدْ اَسْمَعْتُ مَنْ نَا جَیْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَقَالَ لِعُمَرَ مَرَرْتُ بِکَ وَاَنْتَ تُصَلِّیْ رَافِعًا صَوْتَکَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اُوْقِظُ الْوَ سْنَانَ وَ اَطْرُدُ ا لشَّیْطَانَ فَقَالَ ا لنَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَا بَا بَکْرٍ اِرْفَعْ مِنْ صَوْتِکَ شَیْئًا وَقَالَ لِعُمَرَ اَخْفِضْ مِنْ صَوْتِکَ شَیْئًا

رَوَاہُ اَبُوْ دَاؤُدَ وَ رَوَی ا لتِّرْمِذِیُّ نَحْوَہٗ

(مشکوٰۃ باب صلوٰۃ الّیل)

☆ترجمہ

حضرت ابو قتادہؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ایک رات نبی کریم ﷺ تشریف لے گئے اور ابو بکر صدیقؓ تک پہنچے وہ نماز پڑھ رہے تھے، بہت پست آواز سے

اور حضرت عمرؓ پر گزرے تو وہ نماز پڑھ رہے تھے بلند آواز سے۔ راوی فرماتے ہیں کہ جب یہ دونوں حضور ﷺ کے پاس جمع ہوئے تو فرمایا، اے ابو بکرؓ! ہم تم پر گزرے تو تم پست آواز سے نماز پڑھ رہے تھے۔ آپؓ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ جس سے مناجات کر رہا تھا اسے سنالیا۔ حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ ہم تم پر گزرے تم بلند آواز سے نماز پڑھ رہے تھے، عرض کیا یارسول اللہ ﷺ سوتوں کو جگاتا تھا اور شیطان کو بھگاتا تھا۔ فرمایا حضور نبی کریم ﷺ نے اے ابو بکرؓ تم اپنی آواز کچھ بلند کرو اور حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ تم اپنی آواز کچھ پست کرو۔

(ابو داؤد اور ترمذی نے اس کی مثل روایت کی ہے)

☆ تشریح

حضور ﷺ اپنے صحابہ کرامؓ کے شب کے حالات ملاحظہ فرمانے کے لئے تشریف لے گئے۔ معلوم ہوا کہ سلطان کا رات میں گشت لگانا تاکہ رعایا کے حالات معلوم کرے سنت ہے۔ اسی طرح استاد و شیخ کا اپنے شاگردوں، مریدوں کے حالات کی تفتیش کرنا مسنون ہے۔ اور حق یہ ہے کہ حضور ﷺ کی یہ گشت اب بھی جاری ہے۔ اپنی امت کے حالات ملاحظہ فرمانے کے لئے دنیا میں گشت فرماتے ہیں۔ صوفیاء نے بعض دفعہ مشاہدہ بھی کیا ہے اور کرتے ہیں۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ نماز تہجد میں قرات نہایت آہستہ کر رہے تھے اور حضرت فاروق اعظمؓ خوب اونچی آواز میں قرات کر رہے تھے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ صدیق اکبرؓ پر طریقت کا غلبہ ہے اور حضرت عمرؓ پر شریعت کا غلبہ ہے۔

حضرت صدیق اکبرؓ نے سرکار دو جہاں ﷺ کے پوچھنے پر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ رب تعالیٰ کو سنانا مقصود تھا- وہ تو آہستہ آواز بھی سنتا ہے، فرماتا ہے فَاِنَّہٗ یَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰی (اور اسے بھی جانتا ہے جو اس سے بھی زیادہ چھپا ہے) پھر جہر کی کیا حاجت ہے-

حضرت عمرؓ نے جواباً عرض کیا کہ میں تہجد میں ربِ تعالیٰ کو سنانے کے علاوہ دو کام اور بھی کر رہا تھا، سوتوں کو جگانا، تاکہ میری آواز سن کر جاگ جائیں ،اور وہ بھی تہجد پڑھ لیں اور شیطان کو بھگانا کہ جہر کی برکت سے شیطان مجھے وسوسہ میں نہ ڈال سکے -اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شیطان اذان کی طرح قرآن کریم کی آواز سے بھی بھاگتا ہے- یہ حدیث شریف ذکرِ جہر کرنے والے صوفیاء کی بھی دلیل ہے،اور ذکر خفی والوں کی بھی دلیل ہے- دونوں اللہ کے پیارے ہیں نیت سب کی اچھی ہے -

خَیْرُ الْاُمُوْرِ اَوْسَطُھَا (کاموں میں بہتر میانہ روی کا کام ہے)

سرکار ﷺ نے حکم فرمایا کہ نہ تو اتنی بلند قرات کرو کہ دوسروں کو تکلیف ہو نہ اتنی آہستہ کہ بالکل پتہ ہی نہ لگے- دونوں صاحب درمیانی روش اختیار کرو- ربّ تعالیٰ فرماتا ہے وَابْتَغِ بَیْنَ ذٰلِکَ سَبِیْلًا (اور ڈھونڈ لو ان دونوں کے بیچ میں کوئی راستہ)-

اے صدیقؓ خالق کو سنانے کے ساتھ مخلوق کو اپنی قرات سے فائدہ پہنچاؤ اور اے عمرؓ مخلوق پر کچھ نرمی کرتے ہوئے اپنے نفس پر بھی زیادہ مشقت نہ ڈالو- سبحان اللہ کیسی پیاری تعلیم ہے-

ابو داؤد کی روایت میں حضرت عبداللہ ابن عمرو بن العاصؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو رات کھڑے ہو کر دس آیتیں پڑھے تو

وہ غافلوں میں نہ لکھا جائے گا۔اور جو کھڑے ہو کر سو آیتیں پڑھے وہ مطیعون میں سے لکھا جائے گا۔اور جو کھڑے ہو کر ہزار آیتیں پڑھے تو وہ بہت ثواب والوں میں لکھا جائے گا۔

مقصد یہ ہے کہ جو تہجد کی ایک یا دو رکعت میں فاتحہ کے بعد دس آیات تلاوت کرے تو اس کا یہ فائدے ہو گا کہ اس کا نام غافلوں کے رجسٹر میں نہ آئے گا، انشاءاللہ ذاکرین میں ہو گا ۔اسی طرح 100 آیات پڑھنے پر اس کا شمار ان نیک بختوں کے زمرہ میں ہو گا جنہوں نے ساری زندگی اطاعت الٰہی میں گزاری یا اللہ تعالیٰ اس عبادت کی برکت سے اسے اپنی فرمانبرداری اور اطاعت گزاری کی توفیق دے گا۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ اس میں تہجد کی قید نہیں بلکہ نماز پنجگانہ یا خارج نماز بھی تلاوت کا یہی درجہ ہے۔ اسی لئے شاید اکثر اہل اللہ ایک پارہ روزانہ منزل پڑھتے ہیں (مرآت)

☆ حدیث نمبر ۹۲

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ عَبَسَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقْرَبُ مَا يَكُوْنُ الرَّبُّ مِنَ الْعَبْدِ فِيْ جَوْفِ اللَّيْلِ الْاٰخِرِ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَكُوْنَ مِمَّنْ يَذْكُرُ اللّٰهَ فِيْ تِلْكَ السَّاعَةِ فَكُنْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ۔

(مشکوٰۃ باب التحریض علیٰ قیام اللّیل)

☆ترجمہ

حضرت عمرو ابن عبسہؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آخری رات کے وسط میں ربِ تعالیٰ اپنے بندے سے بہت قریب ہوتا ہے۔اگر تم یہ کر سکو کہ اس گھڑی اللہ کے ذاکرین میں سے ہو تو بن جاؤ۔ (ترمذی)

☆تشریح

حضرت ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ رات کے آخری چھٹے حِصے میں رب کی رحمت اور اس کی رضا بندے سے بہت قریب ہوتی ہے۔یاد رہے یہاں قربتِ اوقات مراد ہے اور سجدے سے قربِ احوال مراد ہے۔لہٰذا یہ حدیث مبارک اس کے خلاف نہیں کہ سجدے میں رب بندے سے زیادہ قریب ہوتا ہے۔ اگر بندہ اس وقت سجدے میں گرا ہو تو اسے وقت کا بھی قرب حاصل ہوگا اور حال کا بھی قرب حاصل ہوگا۔ (مرقات)

اس حدیث پاک میں خطاب حضرت عمرو ابن عبسہؓ سے ہے اور ان کے ذریعے سے ہم سب لوگوں سے خطاب ہے۔

حضرت شیخ محقق عبد الحق محدّث دہلوی فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کا یہ فرمان عمرو ابن عبسہؓ کے ایمان لانے کے وقت تھا۔آپؓ بیت اللہ شریف میں حضور ﷺ کی نماز تہجد دیکھ کر فدا ہو گئے تھے اور اسی وقت ایمان لے آئے ۔آپؓ چوتھے مومن ہیں۔

؎ دیوانہ کنی ہر دو جہانش بخشی
دیوانۂ تو ہر دو جہاں را چہ کند

ترجمہ- اپنا دیوانہ بناتا ہے اور دونوں جہاں بخش دیتا ہے
تیرے دیوانے کو دو جہانوں سے کیا واسطہ ہے

(اشعۃ اللمعات)

شرح سنہ میں ایک اور حدیث حضرت ابو سعید خدریؓ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تین آدمی ایسے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے۔ پہلا وہ جو رات میں نماز (تہجد) پڑھنے کھڑا ہو دوسری وہ قوم جو نماز میں صف باندھیں اور تیسری وہ قوم جو دشمن سے جنگ کی خاطر صف آرا ہوں۔

حدیث پاک میں اشارتاً فرمایا گیا کہ تہجد تنہا پڑھنا چاہئے اور فرائض نماز و جہاد جماعت سے۔ چونکہ یہ کام اللہ کو پیارے ہیں لہٰذا اٹھنا بھی اللہ کو پیارا اور اٹھنے والے بھی پیارے، لہٰذا اس وقت جاگنا ضروریات سے فارغ ہونا وضو وغیرہ کرنا سبھی خدا کو پیارا ہے۔ حدیث شریف میں قیام سے مراد نماز تہجد کا قیام ہے۔ (مرآت)

بخاری و مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہؓ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر رات جب آخری تنہائی ہوتی ہے تو ہمارا پروردگار دنیا کے آسمان کی طرف نزول فرماتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے کہ کون ہے جو مجھ سے دعا کرے کہ میں قبول کروں، کون مجھ سے مانگتا ہے کہ میں اسے عطا کروں، کون مجھ سے مغفرت طلب کرتا ہے کہ میں اسے بخش دوں۔ (بخاری و مسلم)

اس حدیث شریف کے تحت صاحبِ لمعات فرماتے ہیں کہ سحری کے وقت اللہ تعالیٰ کا کرم اور اس کی رحمت آسمان دنیا کی طرف توجہ فرماتی ہے کیونکہ خود اللہ تعالیٰ اترنے اور چڑھنے سے پاک ہے۔ (لمعات)

معلوم ہوا رات دن سے افضل ہے کیونکہ قبولیت کی گھڑی ہفتے میں ایک دن

یعنی جمعہ کو آتی ہے اور وہ بھی ہم سے چھپی ہوتی ہے۔ مگر رات میں روزانہ قبولیت کی ایک گھڑی نہیں بلکہ بہت سی ساعتیں ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم گنہگاروں کو بھی اس وقت مانگنے کی توفیق عنایت فرمائے۔ آمین

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان اگرچہ ہم براہِ راست نہیں سنتے لیکن جب حضور ﷺ نے یہ فرمان ہم تک پہنچادیا تو گویا ہم نے سن ہی لیا۔ (مرآت)

☆ حدیث نمبر ۹۳

وَعَنْ اَبِیْ مَالِکِ الْاَ شْعَرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْ لُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ فِیْ الْجَنَّۃِ غُرَفًا یُرٰی ظَاھِرُ ھَا مِنْ بَا طِنِھَا وَ بَاطِنُھَا مِنْ ظَاھِرِ ھَا اَعَدَّھَا اللّٰہُ لِمَنْ لَانَ الْکَلَامَ وَ اَطْعَمَ الطَّعَامَ وَتَا بَعَ الصِّیَامَ وَ صَلّٰی بِاللَّیْلِ وَالنَّاسُ نِیَامٌ رَوَاہُ الْبَیْھَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ وَ رَوَی التِّرْمِذِیُّ عَنْ عَلِیٍّ نَحْوَہٗ وَ فِیْ رِوَایَتِہٖ لِمَنْ اَطَابَ الْکَلَامَ۔ (مشکوٰۃ باب التحریض علیٰ قیام اللیل)

☆ ترجمہ

حضرت ابو مالک اشعریؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جنت میں ایسے دریچے ہیں جن کا باہر اندر سے اور اندر باہر سے دیکھا ج

ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ ان لوگوں کے لیے بنائے ہیں جو گفتگو نرم کریں۔ کھانا کھلائیں اور مسلسل روزے رکھیں اور رات کو نماز پڑھیں جبکہ لوگ سو رہے ہوں۔

(بیہقی فی شعب الایمان اور ترمذی نے اس کی مثل حضرت علیؓ سے روایت کی اور ایک روایت میں ہے کہ جو اچھا کلام کرے)

☆ تشریح

جنت کے ان دریچوں کی دیواریں اور کواڑ ایسے صاف اور شفاف ہونگے کہ نگاہ کو نہیں روکتے ،جس کا کچھ نمونہ دنیا میں شیشے کی دیواروں اور کواڑوں میں نظر آتا ہے۔اس شفافی میں ان دریچوں کے حسن دخولی کی طرف اشارہ ہے۔وہ دریچے ان لوگوں کو عطا کیے جائیں گے جن میں یہ چار صفات جمع ہوں ہر مسلمان کا دوست یا دشمن سے نرمی سے بات کرنا لیکن کفار سے سخت کلامی بھی عبادت ہے۔

۱۔فرمان باری تعالیٰ ہے اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ (کفار پر بہت سخت ہیں)

۲۔دوسری صفت ہر خاص وعام کو کھانا کھلانا،اس میں مشائخ کے لنگروں کا ثبوت ہے ،بعض بزرگوں کے ہاں چرندوں پرندوں کو بھی دانہ پانی دیا جاتا ہے۔وہ طعام کو بہت عام کرتے ہیں۔

۳۔ تیسری صفت ہمیشہ روزے رکھنا سوائے ان پانچ دنوں کے کہ جن میں روزہ رکھنا حرام ہے یعنی یکم شوال اور ذی الحجہ کی دسویں تا تیرھویں تاریخ،یہ حدیث مبارک ان لوگوں کی دلیل ہے جو ہمیشہ روزے رکھتے ہیں،بعض نے فرمایا کہ اس کے معنی ہیں ہر مہینہ میں مسلسل تین

روزے رکھے (ایام بیض)

۴-چوتھی صفت نماز تہجد چونکہ یہ ریاء سے دور کرتی ہے اور تمام نمازوں کی زینت ہے، اس لئے اس کے پڑھنے والے کو مزین دریچے دیے جائیں گے- خلاصہ یہ کہ جود و سجود کا اجتماع بہترین وصف ہے-

؎ شرفِ مرد جود است و کرامت بسجود
ہر کہ ایں ہر دو ندارد عدمش بہ ز وجُود

ترجمہ- مرد کی شرافت سخاوت سے ہے اور بزرگی و عظمت سجدے کرنے سے ہے جس مرد میں یہ دونوں ہی نہ ہوں تو اس کا نہ ہونا ہی ہونے سے بہتر ہے-

تہجد کی دو رکعتیں پڑھنے کی برکت سے تمام رات کی عبادت کا ثواب ملتا ہے اور اس وقت تھوڑے ذکر کی برکت سے انسان ہمیشہ ذکر کرنے والوں کے زمرے میں آجاتا ہے-

حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی شخص رات میں اپنے گھر والوں کو جگائے پھر وہ دونوں یا ایک دو رکعتیں تہجد پڑھ لے تو وہ ذکر کرنے والوں یاذکر کرنے والیوں میں لکھے جائیں گے-

یہ حدیث مبارک اس آیت کی طرف اشارہ کرتی ہے وَالذّٰاکِرِیْنَ اللّٰہَ کَثِیْرًا وَّ الذّٰاکِرَاتِ اَعَدَّاللّٰہُ لَھُمْ مَغْفِرَ تًا وَّ اَجْرًا عَظِیْمًا (اور اللہ کو بہت یاد کرنے والے اور یاد کرنے والیاں، ان سب کے لئے اللہ نے بخشش اور بڑا ثواب تیار کرر کھا ہے)

صوفیاء فرماتے ہیں کہ دعا کی قبولیت چاہتے ہو تو بددعائیں نہ لو- بعض علماء نے فرمایا کہ سُنَنِ مُؤکَدَہ سے نماز تہجد افضل ہے، کسی نے حضرت جنید بغدادیؒ کو

بعد وفات خواب میں دیکھا تو پوچھا حضرت کیا گزری ؟ فرمایا عبادات ضائع ہو گئیں اشارات فناہ ہو گئے لیکن نماز تہجد کی جو چند رکعتیں پڑھتا تھا وہ کام آگئیں۔

صوفیاء فرماتے ہیں کہ تہجد میں جنت کی لذتیں ہوتی ہیں ، خصوصا سجدوں کی طوالت میں۔ (اشعۃ)

☆ حدیث نمبر ۹۴

وَعَنْ عِبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَعَارَّ مِنَ اللَّيْلِ فَقَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ثُمَّ قَالَ رَبِّ اغْفِرْلِىْ اَوْقَالَ ثُمَّ دَعَا اُسْتُجِيْبَ لَهٗ فَاِنْ تَوَضَّاَ وَصَلّٰى قُبِلَتْ صَلٰوتُهٗ رَوَاهُ الْبُخَارِىُّ

(مشکوٰۃ باب ما یقول اذا قام من اللّیل)

☆ ترجمہ

حضرت عبادہ ابن صامتؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو رات میں جاگے تو کہے (ترجمہ) اللہ تعالیٰ اکیلا ہے اس کے سوا کوئی

معبود نہیں اس کا کوئی شریک نہیں ،اسی کا ملک ہے اور اسی کی حمد ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے- اللہ پاک ہے، اللہ کی حمد ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں- اللہ بڑا ہے اللہ کے بغیر طاقت و قوت نہیں- پھر کہے اے میرے رب مجھے بخش دے یا فرمایا کہ پھر دعا مانگے تو اس کی دعا قبول ہو گی، پھر اگر وضو کرے اور نماز پڑھے تو اسکی نماز قبول ہو گی- (بخاری)

☆ تشریح

لفظ تعار عرار سے بنا ہے یعنی ہلکی آواز چونکہ مسلمان جاگتے ہی کچھ ذکر الٰہی کرتا ہے اس لئے یہ لفظ جاگنے کے معنی میں استعمال ہوا- حدیث شریف میں ذکر کی گئی دُعا نماز تہجد کے لئے اٹھتے ہی پڑھنی چاہئے- حقیقی ملک اللہ کا ہے مجازاً بندوں کا بھی، مگر ملکوت خدا کے سوا کسی کا نہیں-

حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ دُعا کے آداب میں سے یہ ہے کہ پہلے خدا کی حمد کرے پھر حضور علیہ السلام پر درُود بھیجے پھر اپنے گناہوں کی معافی مانگے پھر دعا مانگے، انشاء اللہ ضرور قبول ہو گی- خصوصاً تہجد کے وقت کی دُعا تیر بہدف ہے- حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں کہ اس دعا کا نام دِرہَمُ الکِیس ہے یعنی تھیلی کی نقدی-

نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کوئی آخر رات میں جاگ کر تہجد نہ بھی پڑھے مگر یہ دعا مانگ لے تو انشاء اللہ فائدے میں رہے گا- معذور لوگ جو نماز تہجد نہیں پڑھ سکتے وہ یہ دعا ضرور پڑھ لیا کریں- (مرآت)

بخاری شریف میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہمارا رب ہر رات کو آسمان سے دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے ، جس وقت کہ آخری رات کا تہائی حصہ باقی رہتا ہے ، فرماتے ہیں کون ہے جو مجھے پکارے ، میں اس کی پکار کو قبول کروں ، کون ہے جو مجھ سے مانگے میں اس کو دوں ، کون ہے جو مجھ سے بخشش چاہے پس میں اس کو بخش دوں۔

حدیث پاک سے واضح ہوا کہ پچھلی رات دعا ، استغفار ، قبولیت ، عمومِ رحمت اور بے انداز بخشش کی گھڑی ہے اور اس وقت خاص طور پر اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔ اللہ آسمان دنیا پر کیسے نزول فرماتا ہے ، اس کی کیفیت کیا ہوتی ہے؟ ان سوالات کے سمجھنے کے نہ تو ہم مکلّف ہیں اور نہ ہی اس کی ضرورت ہے کیونکہ یہ الفاظ متشابہات سے ہیں۔ (فیوض الباری)

حدیث پاک میں ذکر کی گئی دعا حضور ﷺ نماز میں نہیں بلکہ بیدار ہونے پر نماز سے پہلے پڑھتے تھے۔ رات کو جاگنے کے بعد اگر اس دعا کو پڑھا جائے اور کوئی چیز مانع نہ ہو تو یقیناً دعا قبول ہوتی ہے۔ ابو عبداللہ فریدی کہتے ہیں کہ میں نے جاگنے کے بعد اس دعا کو پڑھا پھر سو گیا ، ایک شخص نے خواب میں آکر کہا وَھُدُّوْٓا اِلَی الطَّیِّبِ مِنَ الْقَوْلِ (اور یہ راہ پانا ہے ستھری بات کا) (فیوض الباری)

☆ حدیث نمبر ۹۵

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ اَوْصَانِیْ خَلِیْلِیْ بِثَلٰثٍ

صِيَامِ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ وَ رَكْعَتَيِ الضُّحٰى وَ اَنْ اُوْتِرَ قَبْلَ اَنْ اَنَامَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ (مشکوٰۃ باب الوتر)

☆ترجمہ

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں مجھے میرے محبوب نے تین چیزوں کی وصیت کی، ہر ماہ تین روزوں کی، چاشت کی دو رکعتوں کی اور یہ کہ سونے سے پہلے وتر پڑھا کروں (بخاری و مسلم)

☆تشریح

مہینہ کے شروع میں ایک روزہ، ایک مہینہ کے درمیان میں اور ایک روزہ مہینہ کے آخر میں-یا ہر عشرہ کے شروع میں ایک روزہ یا ہر مہینہ کی تیرھویں چودھویں اور پندرھویں کے روزے (ایام بیض) یہ تیسرا احتمال زیادہ قوی ہے-

حضور علیہ السلام نے حضرت ابو ہریرہؓ کو وتر سونے سے پہلے اس لئے پڑھنے کو فرمایا کیونکہ آپؓ بہت رات گئے تک دن کی سنی ہوئی احادیث یاد کرتے تھے-دیر میں سوتے اس لئے کہ تہجد کو اٹھنا مشکل ہو تا تھا- (مرقات و اشعۃ)

اس سے معلوم ہوا کہ دینی طلبہ کے لئے یہی بہتر ہے کہ رات گئے تک علم میں محنت کریں اور وتر عشاء کے ساتھ پڑھ لیا کریں-طلباء کے لئے سبق یاد کرنا تہجد سے افضل ہے-یاد رہے بعض صحابہؓ خصوصاً ابو ہریرہؓ قرآن کی طرح احادیث یاد کرتے

تھے۔اسی لئے اکثر روایات ان سے منسوب ہیں۔

حضور ﷺ نے کبھی عشاء کے وقت وتر پڑھ لئے اور کبھی عشاء پڑھ کر سوئے اور درمیانی رات جاگ کر تہجد و وتر پڑھے، مگر آخری عمل یہ رہا کہ صبح صادق کے قریب تہجد کے بعد وتر پڑھے۔ مسلمان جس پر عمل کرے سنت کا ثواب پائے گا۔ اگرچہ آخر رات میں وتر پڑھنا افضل ہے۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ اول شب میں وتر پڑھ لیتے تھے اور حضرت عمر فاروقؓ آخر شب میں پڑھتے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ابو بکرؓ تم احتیاط پر عمل کرتے ہو اور اے عمرؓ تم قوت واجتہاد پر عمل کرتے ہو۔یعنی دونوں کا عمل درست ہے۔

حضرت خارجہ بن حذافہؓ فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور فرمایا کہ اللہ نے ایک نماز سے تمہاری مدد فرمائی جو تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے ،اس نماز کو اللہ نے تمہارے لئے نماز عشاء و طلوع فجر کے درمیان رکھا ہے۔یعنی پانچ نمازوں کے علاوہ نماز وتر اور دعا جوان نمازوں کا تتمہ ہے اور تمہارے لئے دنیا کی تمام چیزوں حتی کہ سرخ اونٹوں سے بھی زیادہ بہتر ہے۔ اہلِ عرب سُرخ اونٹ کو جان سے زیادہ عزیز رکھتے تھے۔اس سے معلوم ہوا کہ وتر واجب ہیں، نیز امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک بھی وتر واجب ہیں۔نماز وتر کی پہلی رکعت میں سورۃ الاعلیٰ (سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى) دوسری میں قُلْ يٰاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ اور تیسری میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھنا مستحب ہے۔

☆ حدیث نمبر ۹۶

وَعَنْ اَوسِ بنِ اَوسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ اَفْضَلِ اَیَّامِکُمْ یَوْمَ الْجُمْعَۃِ فِیْہِ خُلِقَ اٰدَمُ وَفِیْہِ قُبِضَ وَفِیْہِ النَّفْخَۃُ وَفِیْہِ الصَّعْقَۃُ فَاَکْثِرُوْا عَلَیَّ مِنَ الصَّلٰوۃِ فِیْہِ فَاِنَّ صَلٰوتَکُمْ مَعْرُوْضَۃٌ عَلَیَّ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَکَیْفَ تُعْرَضُ صَلٰوتُنَا عَلَیْکَ وَقَدْ اَرِمْتَ قَالَ یَقُوْلُوْنَ بَلِیْتَ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَاءِ رَوَاہُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالنَّسَائِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ وَالدَّارِمِیُّ وَالْبَیْہَقِیُّ فِی الدَّعْوَاتِ الْکَبِیْرِ

(مشکوٰۃ باب الجمعۃ)

☆ترجمہ

حضرت اوس بن اوسؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہارے بہترین دنوں میں سے جمعہ کا دن ہے۔ اس میں حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے اور اسی میں وفات دیئے گئے۔ اور اسی میں صور پھونکنا ہے اور اسی میں بے ہوشی ہے۔ لہٰذا اس دن میں مجھ پر زیادہ درود پڑھو۔ کیونکہ تمہارے درود مجھ پر پیش ہوتے ہیں۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہمارے درود آپ پر کیسے پیش

ہونگے۔آپ ﷺ تو رمیم (یعنی گلی ہڈی) ہو چکے ہوں گے فرمایا کہ اللہ نے زمین پر انبیاءؑ کے جسم حرام کردیے ہیں۔

(ابو داؤد، نسائی، ابن ماجہ، دارمی، بیہقی دعوات کبیر)

☆تشریح

حدیث پاک سے چند مسائل معلوم ہوئے ایک یہ کہ جس تاریخ یا جس دن میں کوئی اہم واقعہ ہو جائے وہ دن، تاریخ قیامت تک اہم بن جاتی ہے۔دوسرا یہ کہ اس دن اور تاریخ میں ان واقعات کی یادگاریں قائم کرنا بہتر ہے۔ تیسرا یہ کہ ان میں عبادتیں زیادہ کی جائیں، میلاد شریف، گیارھویں شریف، معراج شریف اور عرس بزرگاں کا یہی مقصد ہے اور ان کی دلیل یہ حدیث شریف ہے۔

جمعہ کا دن تمام دنوں سے افضل ہے، اس میں ایک نیکی کا ثواب ستر گنا ہے اور درود شریف دوسری عبادتوں سے افضل ہے۔ گویا فرمانِ عالی ہے کہ افضل دن میں افضل عبادت کرو۔کیونکہ جمعہ کے دن کا درود خصوصی طور پر ہماری بارگاہ میں پیش ہوتا ہے اور ہم قبول فرماتے ہیں۔خیال رہے ہمیشہ ہی درود شریف حضور ﷺ پر پیش ہوتا ہے مگر جمعہ کے دن خصوصی قبولیت اور پیشی ہوتی ہے۔(مرقات)

صحابہ کرامؓ کا سوال انکار کے لئے نہیں بلکہ کیفیت پوچھنے کے لئے تھا، یعنی آپ ﷺ کی وفات کے بعد ہمارے درودوں کی پیشی صرف آپ ﷺ کی رُوحِ شریف پر ہوگی یا روحِ معہ الجسم پر ہوگی؟ جیسے ذکریا علیہ السلام نے رب کی طرف سے بیٹے کی خوشخبری پاکر عرض کیا تھا کہ اے خدا! میرے بیٹا کیسے ہوگا میں تو

بوڑھا ہوں جبکہ میری بیوی بانجھ ہے۔ یہ سوال بھی کیفیت پوچھنے کے لئے تھا نہ کہ انکار اًتھا۔

اولاد کے اعمال والدین پر پیش ہوتے ہیں ، مرید کے شیخ پر ، لیکن یہ پیشی کبھی کبھی ہوتی ہے اور وہ بھی صرف روح پر ، لیکن حضور علیہ السلام پر یہ پیشی ہر وقت ہوتی ہے اور روح معہ الجسم پر ہوتی ہے۔ (مرقات)

انبیاء کے اجسام زمین کھا سکتی ہی نہیں چنانچہ وہ گلنے سے محفوظ ہیں ، قرآن کریم فرمارہا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام وفات کے بعد چھ ماہ یا ایک سال نماز کی ہیئت پر لکڑی کے سہارے کھڑے رہے پھر دیمک نے آپ کی لاٹھی تو کھائی مگر آپ کا پاؤں شریف نہ کھایا۔ اس حدیث کی بناء پر بعض علماء فرماتے ہیں کہ حضرت ایوب علیہ السلام کے زخموں پر جراثیم نہ تھے اور نہ ہی انہوں نے آپ کا گوشت کھایا ، کوئی اور بیماری تھی ، کیونکہ پیغمبر کا جسم کیڑا نہیں کھا سکتا - جنہوں نے یہ واقعہ درست مانا ہے وہ فرماتے ہیں کہ یہ حکم بعد وفات ہے ، زندگی میں یہ امتحان کے طور پر ہو سکتا ہے۔ جیسے تلوار ، جادو اور ڈنگ ان پر اثر کر دیتے ہیں - شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں وہ زندگی بھی دنیاوی، جسمانی اور حقیقی ہے۔ شہیدوں کی طرح صرف معنوی اور روحانی نہیں۔ (اشعۃ)

علامہ جلال الدین سیوطی شرح الصدور فی احوال القبور میں فرماتے ہیں کہ یہ حضرات اپنی قبروں میں فرشتوں کی طرح کھانے پینے سے بے نیاز ہیں۔ لیکن نماز پڑھتے ہیں قرآن کی تلاوت اور ذکر اللہ کی لذت پاتے ہیں۔ (مرقات)

حدیث پاک سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضور علیہ السلام اپنی حیات بیان فرمارہے

ہیں، یعنی انبیاء بعد وفات زندہ ہی رہتے ہیں۔ فرمایا تمہارے درود مجھ پر جس طرح اب پیش ہو رہے ہیں اسی طرح پھر بھی پیش ہوتے رہیں گے۔ (مرآت)

ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ اولیاء اللہ مرتے نہیں بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر منتقل ہوتے ہیں۔ اسی لئے ان کی موت کو انتقال یا وفات کہتے ہیں اور موت کے دن کو عرس کہتے ہیں کیونکہ دولہا کی طرح یہاں سے وہاں منتقل ہوتے ہیں۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کا فرمانا کہ مجھے خوف ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو بھیڑیا کھا جائے گا۔ ظاہر یہ ہے کہ وہاں بھیڑیے سے مراد خود ان کے بھائی ہیں ورنہ پیغمبر کے جسم کو مٹی اور جانور نہیں کھا سکتا۔ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں۔ (مرقات)

امام بیہقی فرماتے ہیں کہ یہ حضرت بعد وفات مختلف وقتوں میں مختلف جگہ تشریف فرماتے ہیں، یہ عقلاً نقلاً ہر طرح ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَاسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا قَبْلَکَ مِنْ رُّسُلِنَا (اے محبوب ﷺ اپنے سے پہلے انبیاء سے یہ مسئلہ پوچھو) معلوم ہوا گزشتہ انبیاء حضور ﷺ کے زمانہ میں زندہ ہیں کہ آپ ﷺ ان سے بات چیت اور سوال و جواب بھی کر سکتے ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ انبیاء کرامؑ بعد وفات زندہ ہوتے ہیں بلکہ ان پر زندوں کے بعض احکام جاری ہوتے ہیں۔ ان کی بیویاں دوسرا نکاح نہیں کر سکتیں۔ ان کی میراث تقسیم نہیں ہوتی۔ حضور ﷺ پر ہر نمازی سلام عرض کرتا ہے ہم کلمے میں پڑھتے ہیں "مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ" محمد مصطفےٰ ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ اگر وہ زندہ نہ ہوتے تو کہا جاتا "کہ اللہ کے رسول تھے"۔ غرضیکہ حدیث پاک کی تائید قرآنی آیات سے بھی ہے اور دیگر

عقلی و نقلی دلائل سے بھی - خیال رہے آیت کریمہ اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّ اِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ ترجمہ - بے شک تمہیں انتقال فرمانا ہے اور ان کو بھی مرنا ہے -

اس حدیث کے خلاف نہیں کیونکہ وہاں موت سے مراد حسی موت ہے، جس پر بعض موت کے احکام جاری ہو جاتے ہیں - جیسے غسل، کفن اور دفن وغیرہ اور یہاں زندگی سے مراد حقیقی زندگی ہے - نیز آیت مذکورہ میں روح کا جسم سے علیحدہ ہونا مراد ہے ،اور یہاں زندگی سے مراد رُوح کا جسم میں تصرف کرنا ہے، جیسے ہماری سلطانی روح نیند میں جسم سے نکل کر جسم کو زندہ رکھتی ہے یوں ہی ان کی مقامی رُوح بوقت وفات جسم سے نکل کر بھی زندگی باقی رکھتی ہے - اسی لئے آیت کریمہ میں حضور ﷺ کے لئے میت الگ بولا گیا، اور دوسروں کے لئے مَیِّتُوْن الگ -

اگر حضور ﷺ کی وفات بھی دوسروں کی طرح ہوتی تو یوں فرمایا جاتا اِنَّکَ وَ اِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ - صوفیاء فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ رُوح ہیں سارا عالم جسم ہے ، حضور ﷺ جڑ ہیں اور سارا عالم درخت ہے ،اگر حضور ﷺ فنا ہو گئے ہوتے تو عالم بھی ختم تھا - جیسے درخت کی سبز شاخیں جڑ کی زندگی کا پتہ دیتی ہیں اور جسم کی حس و حرکت رُوح کا پتہ دیتی ہے - ایسے ہی عالم کا قیام بقا حضور ﷺ کی حیات کا پتہ دے رہا ہے - جسم کا سوکھا ہوا عضو اگر بے کار ہو جائے تو سڑتا گلتا نہیں کیونکہ ابھی رُوح سے وابستہ ہے ،اسی طرح ہم بے کاروں ،گنہگاروں ، بدکاروں اور سیاہ کاروں کا دامن حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ سے وابستہ ہے ،اس لئے عذاب الٰہی نہیں آتا - اگر حضور ﷺ ہم میں نہ رہے ہوتے تو ہماری بدکاریوں کے سبب ہم پر عذاب آجانا چاہئے تھا - فرمان باری تعالیٰ ہے مَا کَانَ اللّٰہُ لِیُعَذِّبَھُمْ وَ اَنْتَ فِیْھِمْ

(اللہ ان کو عذاب نہیں کرے گا درآں حال کہ آپ ﷺ ان میں موجود ہیں)

وہ شہداء جو حضور ﷺ کے غلامانِ غلام ہیں جب ان پر فدا ہو کر زندہ و جاوید ہو گئے تو خود حضور ﷺ کی زندگی کیسی اہم ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ جب تک میرے حجرے میں حضور ﷺ اور صدیق اکبرؓ دفن رہے میں بے حجاب وہاں جاتی تھی۔لیکن جب عمر فاروقؓ دفن ہوئے تو میں بے حجاب جاتے ہوئے شرماتی ہوں۔اگر وہ حضرات زندہ نہیں تو یہ شرم کس سے ہے؟بعض اولیاءِ کرام کے اجسام صدہا برس کے بعد اب بھی درست دیکھے جاتے ہیں۔اگر وہ بالکل مردے ہیں تو پھر جسم گلتا کیوں نہیں؟

(مرآت)

☆ حدیث نمبر ۹۷

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ شَكَا النَّاسُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قُحُوْطَ الْمَطَرِ فَاَمَرَ بِمِنْبَرٍ فَوُضِعَ لَهٗ فِى الْمُصَلّٰى وَوَعَدَ النَّاسَ يَوْمًا يَخْرُجُوْنَ فِيْهِ قَالَتْ عَائِشَةُ فَخَرَجَ

رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ حِیْنَ بَدَا حَاجِبُ الشَّمْسِ فَقَعَدَ عَلَی الْمِنْبَرِ فَکَبَّرَ وَ حَمِدَ اللّٰہَ ثُمَّ قَالَ اِنَّکُمْ شَکَوْتُمْ جَدْبَ دِیَارِکُمْ وَ اسْتِیْخَارَ الْمَطَرِ عَنْ اِبَّانِ زَمَانِہٖ عَنْکُمْ وَ قَدْ اَمَرَکُمُ اللّٰہُ اَنْ تَدْعُوْہُ وَوَعَدَکُمْ اَنْ تَسْتَجِیْبَ لَکُمْ ثُمَّ قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ یَفْعَلُ مَا یُرِیْدُ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ اللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ الْغَنِیُّ وَ نَحْنُ الْفُقَرَاءُ اَنْزِلْ عَلَیْنَا الْغَیْثَ وَاجْعَلْ مَا اَنْزَلْتَ لَنَا قُوَّۃً وَ بَلَاغًا اِلٰی حِیْنٍ ثُمَّ رَفَعَ یَدَیْہِ فَلَمْ یَتْرُکِ الرَّفْعَ حَتّٰی بَدَا بَیَاضُ اِبْطَیْہِ ثُمَّ حَوَّلَ اِلَی النَّاسِ ظَھْرَہٗ وَ قَلَّبَ اَوْ حَوَّلَ رِدَاءَہٗ وَ ھُوَ رَافِعٌ یَدَیْہِ ثُمَّ اَقْبَلَ عَلَی النَّاسِ وَ نَزَلَ فَصَلّٰی رَکْعَتَیْنِ فَاَنْشَاءَ اللّٰہُ سَحَابَۃً فَرَعَدَتْ وَبَرَقَتْ ثُمَّ اَمْطَرَتْ بِاِذْنِ اللّٰہِ فَلَمْ یَأْتِ مَسْجِدَہٗ حَتّٰی سَالَتِ السُّیُوْلُ فَلَمَّا رَاٰی سُرْعَتَھُمْ اِلَی الْکِنِّ ضَحِکَ حَتّٰی بَدَتْ نَوَاجِذُہٗ فَقَالَ اَشْھَدُ اَنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ وَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰہِ وَ رَسُوْلُہٗ رَوَاہُ اَبُوْ دَاؤُدَ-

(مشکوٰۃ باب الاستسقاء)

☆ترجمہ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے- فرماتی ہیں کہ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے بارش رُک جانے کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے منبر کا حکم فرمایا جو عید گاہ میں بچھادیا گیا- اور لوگوں سے ایک دن کا وعدہ کیا جب لوگ نکلیں - حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب سُورج کا کنارہ چمکا تو تشریف لے گئے منبر پر بیٹھے اللہ کی تکبیر اور حمد بیان کی- پھر فرمایا کہ تم لوگوں نے اپنے شہر کے قحط کی' بارش کے وقت سے ہٹ جانے کی شکایت کی- اللہ نے تمہیں دُعا مانگنے کا حکم دیا اور تم سے دُعا کی قبولیت کا وعدہ فرمایا - پھر فرمایا تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کی ہیں- جو مہربان رحم والا ہے- قیامت کے دن کا مالک ہے- اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جو چاہتا ہے کرتا ہے- الٰہی تو اللہ ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو بے پرواہ ہے ہم فقیر ہیں ہم پر بارش برسا اور جو تُو اتارے اُسے ہمارے لئے قوت اور مطلوب تک پہنچنے کا ذریعہ بنا- پھر اپنے ہاتھ اٹھائے اتنے اٹھائے حتیٰ کہ آپ ﷺ کے بغلوں کی سفیدی ظاہر ہوگئی پھر لوگوں کی طرف پشت مبارک فرمائی اور اپنی چادر پھیری حالانکہ ہاتھ اٹھائے ہوئے تھے پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے منبر سے اترے دو رکعتیں پڑھیں اللہ نے ایک بادل پیدا کیا جو اللہ کے حکم سے گرجا 'چمکا پھر برسا- آپ ﷺ مسجد تک نہ پہنچے تھے کہ سیلاب آگیا- جب حضور ﷺ نے لوگوں کو پناہ گاہ کی طرف دوڑتے دیکھا تو ہنسے یہاں تک کہ آپ ﷺ کے دندان مبارک ظاہر ہو گئے - پھر فرمایا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں-

(ابو داؤد)

☆ تشریح

صحابہؓ نے بارگاہِ رسالت میں عرض کیا کہ بارش کا زمانہ ہے مگر ہوتی نہیں معلوم ہوا کہ قحط کی شکایت حضور ﷺ سے کی جاسکتی ہے تا کہ حضور ﷺ سفارش کریں اور ہماری بگڑی بن جائے۔ ربّ تعالیٰ خود حضور ﷺ سے مدوں کی شکایت کرتا ہے۔ فرماتا ہے اُنظُرْ کَیْفَ ضَرَبُوْا لَکَ الْاَمْثَالُ (دیکھئے وہ کس طرح آپ کے لئے مثالیں بناتے ہیں)

یہ مسئلہ بھی معلوم ہوا کہ صحابۂ کبارؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بارگاہِ الٰہی میں اپنا بڑا وسیلہ جانتے تھے وہ سمجھتے تھے کہ ہمارے اعمال کی مقبولیت یقینی نہیں۔ حضور ﷺ یقیناً مقبول ہیں۔ اسی لئے وہ ایسے موقعوں پر خود نمازیں اور دعائیں ادا نہ کر لیتے بلکہ دوڑتے ہوئے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو جاتے تھے۔ حالانکہ انہوں نے قرآن میں یہ آیت پڑھی تھی اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ (مجھے پکارو میں قبول کرونگا) معلوم ہوا بزرگوں کا وسیلہ پکڑنا صحابہؓ کی سنت ہے۔

فرمایا فلاں دن تم سب جمع ہو کر جاؤ ہم بھی پہنچ جائیں گے شائد قبولیت کی گھڑی اسی دن میں ہوگی جس طرح یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے کہا تھا کہ سَاَسْتَغْفِرُ لَکُمْ یعنی تمہارے لئے دعائے مغفرت ابھی نہیں پھر کرونگا۔

فرمایا تم میرے وسیلہ سے دعا کر رہے ہو میں تمہارے لئے دُعا اور شفاعت کرتا ہوں۔ اسی لئے حضور ﷺ نے اس دن یوں نہ فرمایا کہ جاؤ خود دعائیں مانگ لو میرے پاس کیوں آئے ہو۔

حضور ﷺ نے پہلے اللہ کی حمد بیان فرمائی پھر دعا مانگی۔ معلوم ہوا دعا سے

پہلے اللہ کی حمد اپنی فقیری اور نیاز مندی کا اظہار کرنا سنت ہے- خیال رہے کہ حضور ﷺ بارگاہِ الٰہی میں اپنے لئے جو کلمات چاہیں استعمال کریں لیکن اگر کوئی اور حضور ﷺ کو فقیر کہے گا تو کافر ہوگا- (عالمگیری)

حضور ﷺ تو وہ غنی داتا ہیں جن کی گلیوں میں تاجدار بھیک مانگتے پھرتے ہیں آپ ﷺ تو باذن اللہ غنی ہیں- رب تعالیٰ فرماتا ہے :-

اَغۡنٰىهُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوۡلُهٗ مِنۡ فَضۡلِهٖ (انکو اللہ اور رسولؐ نے اپنے فضل سے غنی کر دیا) رب سے مانگنا بندے کی شان ہے-

حضور ﷺ نے آج خطبہ اور دعا پہلے پڑھی نماز بعد میں- غالباً اس لئے کہ جب آپ ﷺ جنگل میں پہنچے تو سورج نکل رہا تھا اور وقت مکروہ تھا- ورنہ خطبہء استسقاء اور دعا نماز کے بعد ہوتی ہے-

حضور ﷺ کے ہنسنے سے مراد تبسم اور مسکرانا ہے- آپ ﷺ قہقہہ مار کر کبھی نہ ہنسے- حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ تبسم خوشی اور تعجب کا تھا کہ ابھی تو یہ لوگ بارش مانگ رہے تھے جب بارش آئی تو اب بھاگ رہے ہیں- ناجذہ دانتوں کی کیلوں کو بھی کہتے ہیں اور آخری داڑھ کو بھی یعنی عقل داڑھ کو-

معلوم ہوا کہ بارش حضور ﷺ کا معجزہ تھی اور آپ ﷺ کی نبوت کی دلیل یعنی آج حضور ﷺ نے اپنی نبوت صحابہؓ کو آنکھوں سے دکھادی اور اس کی عینی گواہی دی بھی اور دلوائی بھی-

(مراٰۃ)

☆ حدیث نمبر ۹۸

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ قَالَ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اِذَا ابْتَلَیْتُ عَبْدِیْ بِحَبِیْبَتَیْہِ ثُمَّ صَبَرَ عَوَّضْتُہٗ مِنْھُمَا الْجَنَّۃَ یُرِیْدُ عَیْنَیْہِ رَوَاہُ الْبُخَارِیْ

(مشکوٰۃ باب عیادۃ المریض و ثواب المرض)

☆ترجمہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو فرماتے سنا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب میں اپنے کسی بندے کو اس کی دو پیاری چیزوں یعنی آنکھوں میں مبتلا کر دوں پھر وہ صبر کر جائے تو میں ان کے عوض اسے جنت دوں گا- (بخاری)

☆تشریح

اس طرح کہ اسے اندھا کر دوں یا اس کی بینائی ایک دم کمزور کر دوں' بعض روائتوں میں ایک آنکھ کا بھی ذکر ہے- ایسے شخص کو چاہئے کہ اس مصیبت پر ان انبیاء واولیاء کے حالات میں غور کرے جو نابینا ہو کر صابر وشاکر تھے- سیدنا عبداللہ ابن عباسؓ آخری عمر میں نابینا ہو گئے تھے تو یہ پڑھا کرتے تھے :-

اِنْ یُّذْهِبَ اللّٰهُ مِنْ عَیْنِیَّ نُوْرَهُمَا
فَفِیْ لِسَانِیْ وَ قَلْبِیْ لِلْهُدٰی نُوْرٌ

یعنی اگر میری آنکھ کی روشنی جاتی رہی تو کیا ہوا - میری زبان اور دل میں تو ہدایت کا نور ہے- (مراءت)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نابیناؤں کے لئے جنت کی بشارت ہے- یہ دنیا ان کے لئے اندھیری ہے لیکن اُخروی زندگی میں روشنی کی بشارت ہے-

☆ حدیث نمبر ۹۹

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی یَقُوْلُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ یَا ابْنَ آدَمَ مَرِضْتُ لَمْ تَعُدْنِیْ قَالَ یَا رَبِّ کَیْفَ اَعُوْدُكَ وَاَنْتَ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ قَالَ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ عَبْدِیْ فُلَانًا مَرِضَ فَلَمْ تَعُدْهُ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّکَ لَوْ عُدْتَهٗ لَوَجَدْتَنِیْ عِنْدَهٗ یَا ابْنَ آدَمَ اِسْتَطْعَمْتُکَ فَلَمْ تُطْعِمْنِیْ قَالَ یَا رَبِّ کَیْفَ اُطْعِمُکَ وَاَنْتَ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ قَالَ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّهٗ اِسْتَطْعَمَکَ عَبْدِیْ فُلَانٌ فَلَمْ تُطْعِمْهُ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّکَ لَوْ اَطْعَمْتَهٗ لَوَجَدْتَ ذٰلِکَ عِنْدِیْ یَا ابْنَ اٰدَمَ اِسْتَسْقَیْتُکَ فَلَمْ تَسْقِنِیْ قَالَ یَا رَبِّ کَیْفَ اَسْقِیْکَ

وَاَنْتَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ قَالَ اِسْتَسْقَاكَ عَبْدِیْ فُلَانٌ لَمْ تُسْقِهٖ اَمَا اِنَّكَ لَوْ سَقَيْتَهٗ وَجَدْتَ ذٰلِكَ عِنْدِیْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ- (مشکوٰۃ کتاب الجنائز)

☆ترجمہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا اے انسان میں بیمار ہوا تو تُو نے میری مزاج پرسی نہ کی بندہ کہے گا الٰہی میں تیری عیادت کیسے کرتا تُو تو جہانوں کا رب ہے- فرمائے گا کیا تجھے خبر نہیں کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہوا تو تُو نے اس کی بیمار پرسی نہ کی- کیا تجھے خبر نہیں کہ اگر تو اس کی عیادت کرتا تو مجھے اس کے پاس پاتا اے آدمی میں نے تجھ سے کھانا مانگا تُو نے مجھے نہ کھلایا- عرض کرے گا الٰہی تجھے میں کیسے کھلاتا تُو تو جہانوں کا رب ہے فرمائے گا کیا تجھے علم نہیں کہ تجھ سے میرے فلاں بندے نے کھانا مانگا تُو نے اسے نہ کھلایا کیا تجھے پتہ نہیں کہ اگر تُو اسے کھلاتا تو میرے پاس پاتا- اے انسان میں نے تجھ سے پانی مانگا تو تُو نے مجھے نہ پلایا عرض کرے گا مولا میں تجھے کیسے پلاتا تُو تو جہانوں کا رب ہے- فرمائے گا تجھ سے میرے فلاں بندے نے پانی مانگا تُو نے اسے نہ پلایا اگر تُو اسے پلاتا تو آج میرے پاس وہ پاتا- (مسلم)

☆تشریح

حدیث پاک میں اشارتاً فرمایا گیا ہے کہ بندۂ مومن بیماری کی حالت میں اللہ

تعالیٰ سے اتنا قریب ہو جاتا ہے کہ اس کے پاس جانا گویا اللہ کے پاس ہی جانا ہے اور اس کی خدمت گویا اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے- فقط شرط یہ ہے کہ بیمار صابر و شاکر ہو کیونکہ بیمار مومن کا دل ٹوٹا ہوتا ہے اور ٹوٹے دل بیمار کا شانہ ءیار ہیں- حدیث قدسی ہے اَنَا عِنْدَا لْمُنْكَسِرَةِ قُلُوْبُهُمْ لِاَ جْلِیْ میں ٹوٹے دل والوں کے پاس ہوں اس ترتیب سے معلوم ہوتا ہے کہ بیمار پرسی کھانا کھلانے اور پانی پلانے وغیرہ اعمال سے افضل ہیں کیونکہ حضور ﷺ نے اس کا ذکر پہلے فرمایا-

دوسرا عمل کھانا کھلانا ہے- فرمایا اس کھانے کا ثواب یہاں پاتا- خیال رہے بیمار پرسی کے بارے میں فرمایا کہ تو بیمار کے پاس مجھے پاتا اور بھوکوں کو کھانا کھلانے کے بارے میں فرمایا کہ تو اس کا ثواب یہاں پاتا - معلوم ہوا کہ بیمار پرسی بہت اعلیٰ عبادت ہے-

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ فقراء ، مساکین اللہ کی رحمت ہیں- ان کے پاس جانے ، ان کی خدمتیں کرنے سے رب مل جاتا ہے تو اولیاء اللہ کا کیا پوچھنا ان کی صحبت اللہ سے ملنے کا ذریعہ ہے- مولانا ؒ فرماتے ہیں :-

ہر کہ خواہد ہم نشینی با خدا — او نشیند در حضورِ اولیاء

ترجمہ = جو اللہ تعالیٰ سے ہم نشینی چاہتا ہے تو وہ اولیاء اللہ کی حضوری میں آجائے-

گر جدا بینی زحق تو خواجہ را
گم کنی ہم متن وہم دیباچہ را

(ترجمہ = اگر شیخ کو حق سے جدا دیکھے گا تو متن اور دیباچہ سب ضائع کر بیٹھے گا)

قرآن کریم فرماتا ہے- وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَلَمُوْا ....

لَوَجَدُ اللّٰهَ تَوَّابًا الرَّحِيمًا ☆

صوفیاء فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ جو گنہگار تمہارے پاس آجائے وہ خدا کو پالے گا- مولانا کے شعر کا ماخذ یہ آیت اور حدیث پاک ہے-

محبوبِ خدا کسی بیمار کی عیادت کو تشریف لے جاتے تو فرماتے کوئی ڈر نہیں خدا نے چاہا تو یہ صفائی ہے-

یعنی گناہوں سے صفائی ہے اور بہت سی بیماریوں سے بچاؤ کیونکہ بعض جھوٹی بیماریاں بڑی بیماریوں سے انسان کو محفوظ کر دیتی ہیں-

مسلم شریف میں بروایت حضرت ثوبانؓ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مسلمان جب اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کرتا ہے تو جنت کے باغ میں رہتا ہے حتیٰ کہ لوٹ آئے-

چونکہ بیمار پرسی کا ثواب جنت ہے اس لئے جو بیمار پرسی کرنے گیا ' گویا جنت ہی میں چلا گیا جیسے کہا جاتا ہے کہ جو ریل میں بیٹھ گیا گویا منزل تک پہنچ گیا-

(مراٰت)

☆ حدیث نمبر ۱۰۰

عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ عَنْ اُمَيَّةَ اَنَّهَا سَئَلَتْ عَائِشَةَ عَنْ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَ جَلَّ اِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ وَ عَنْ قَوْلِهٖ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءً

يُجْزَبِهٖ فَقَالَتْ مَا سَأَلَنِىْ عَنْهَا اَحَدٌ مِنْهُ سَئَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ هٰذِهٖ مُعَاتَبَةُ اللّٰهِ الْعَبْدَ بِمَا يُصِيْبُهٗ مِنَ الْحُمّٰى وَالنَّكْبَةِ حَتّٰى الْبِضَاعَةَ يَضَعُهَا فِىْ يَدِ قَمِيْصِهٖ فَيَفْقِدُهَا فَيَفْزَعُ لَهَا حَتّٰى اَنَّ الْعَبْدَ لِيَخْرُجَ بِهٖ مِنْ ذُنُوْبِهٖ كَمَا يَخْرُجُ التِّبْرُ الْاَحْمَرُ مِنَ الْكِيْرِ رَوَاهُ التِّرْمِذِىْ -

(مشکوٰۃ کتاب الجنائز)

☆ترجمہ

روایت ہے علی ابن زیدؓ سے وہ امیہ سے راوی ہیکہ انہوں نے حضرت عائشہؓ سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں پوچھا کہ (خواہ تم اپنے دل کی باتیں ظاہر کرو یا چھپاؤ 'اللہ تم سے اس کا حساب لے گا)اور اس فرمان کے بارے میں (جو کوئی گناہ کرے گا اس کا بدلہ دیا جائے گا) حضرت عائشہؓ بولیں جب سے میں نے اس بارے میں رسُول اللہ ﷺ سے پوچھا ' مجھ سے یہ کسی نے نہ پوچھا- حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہ اللہ کا بندوں پر عتاب ہے کہ جو اسے بخار یا مصیبت پہنچ جاتی ہے حتیٰ کہ جو مال اپنی قمیص کی آستین میں رکھے پھر اسے گم پائے تو اس سے گھبرا جائے- یہاں تک کہ بندہ اپنے گناہوں سے ایسے نکل جاتا ہے جیسے پیلا سونا بھٹی سے نکل کر کندن بن جاتا ہے -

(ترمذی)

☆ تشریح

حدیث پاک کے راوی کا نام علی ابن زید عبد الرحمٰن ابن جدعان ہے- قریشی ہیں تمی ہیں تابعین بصرہ سے ہیں اور امیہ تابعین میں سے ایک بی بی ہیں- جو حضرت عائشہؓ سے روایت کرتی ہیں- علی ابن زید کی دادی ہیں جنھوں نے انہیں علی کی ماں کہا وہ مجازاً کہا-

سوال کا مقصد یہ ہے کہ یہ آیات بظاہر معافی کی آیات کے بھی خلاف ہیں اور اس کے بھی کہ اللہ تعالیٰ طاقت سے زیادہ کی تکلیف نہیں دیتا- جب ہر خطا کی سزا ہے اور دل کے خیال تک کا حساب ہے تو معافی کیسی- حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ تمہارا سوال بہت ہی اچھا ہے اور تم سے پہلے کسی کو یہ سوال نہ سوجھا- اچھا ہوا تم نے پوچھ لیا ورنہ آیت کی تفسیر میرے ساتھ ہی جاتی-

خلاصہ جواب یہ ہے کہ تم سمجھی ہو ہر ظاہر و باطن خطا کا عذاب قیامت میں ہوگا اور کسی خطا کی معافی نہ ہوگی یہ صحیح نہیں بلکہ دنیا میں جب مومن کو معمولی سی تکلیف پہنچ جاتی ہے وہ اس کی خطا کا عوض بن جاتی ہے اللہ تعالیٰ اس کا حساب و عتاب یہاں ہی پورا کر دیتا ہے- لہٰذا آیات معافی میں آخرت کی معافی مراد ہے اور عذاب کی نفی ہے- یہاں دنیا کی تکالیف مراد اور عتاب کا ثبوت ہے لہٰذا آیات میں تعارض نہیں خیال رہے کہ عذاب دشمن کو دیا جاتا ہے اور عتاب دوست پر ہوتا ہے- جو غلطی سے جرم کر بیٹھے- یہاں گناہوں سے مراد حقوق اللہ کے گناہ صغیرہ ہیں ورنہ شرعی حقوق یوں ہی بندوں کے حقوق بیماری وغیرہ سے معاف نہیں ہوتے- حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ مقروض یا بے نماز جب کبھی بیماری سے اٹھے تو گذشتہ قرضے بھی

معاف ہو گئے اور نہ پڑھی ہوئی نمازیں بھی۔ (مراءت)

لیکن اللہ چاہے تو نمازیں معاف کر دے کیونکہ یہ حق اللہ ہیں اور قرض حق العبد ہے۔ وہ تو بندہ ہی معاف کر سکتا ہے۔

☆ حدیث نمبر ۱۰۱

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا كَانَ عَلٰى طَرِيْقَةٍ حَسَنَةٍ مِنَ الْعِبَادَةِ ثُمَّ مَرِضَ قِيْلَ لِلْمَلِكِ الْمُؤَكَّلِ بِهٖ اُكْتُبْ لَهٗ مِثْلَ عَمَلِهٖ اِذَا كَانَ طَلِيْقًا حَتّٰى اُطْلِقَهٗ اَكْفِتَهٗ اِلَيَّ رَوَاهُ فِىْ شَرْحِ السُّنَّةِ

(مشکوٰة کتاب الجنائز)

☆ ترجمہ

حضرت عبداللہ ابن عمروؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بندہ عبادت کے اچھے راستہ پر ہوتا ہے پھر بیمار ہو جاتا ہے تو اس پر مقرر شدہ فرشتہ سے کہا جاتا ہے تو اس کے تندرستی کے زمانہ کے برابر اعمال لکھ۔ یہاں تک کہ میں اسے شفا دے دوں یا اپنے پاس بلا لوں۔

(شرح سنہ)

☆ تشریح

ہم جیسے گناہ گار بندوں کو جو تکلیف یا بیماری آتی ہے وہ ہمارے گناہوں کی وجہ سے ہوتی ہے اور بیماری سے گناہ جھڑتے ہیں۔ بے گناہ بچے یا انبیاء اور بعض اولیاء کو جو بیماری آتی ہے وہ ان لوگوں کے درجات بڑھانے کے لئے آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ بہت سی خطاؤں سے درگذر فرمادیتا ہے۔ بعض پر معمولی پکڑ کرتا ہے۔ وہ بھی تمہیں آگاہ کرنے اور آئندہ احتیاط رکھنے کے لئے اس پکڑ میں بھی اس کا کرم ہے۔

حدیث پاک میں اچھے راستے سے مراد اس کا تندرستی میں عبادت کرنا ہے۔ رب سے غافل نہیں ہوتا پھر وہ بیمار پڑ جاتا ہے اور عبادت سے مراد نفلی عبادت ' مسجد میں حاضری وغیرہ ہے۔ اگر بندہ بیماری میں یہ نہ کر سکے تو اسے برابر ان کا ثواب پہنچتا رہتا ہے۔ اس سے اشارتاً معلوم ہو رہا ہے کہ اگر بندہ سخت بیماری یا غشی کی وجہ سے فرض نماز نہ پڑھ سکا پھر بغیر صحت ہوئے اسی حالت میں اسے موت آگئی تو انشاء اللہ پکڑ نہ ہوگی۔ (مراۃ مع اضافہ)

☆ حدیث نمبر ۱۰۲

وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا ابْتَلَی الْمُسْلِمُ بِبَلَاءٍ فِیْ جَسَدِہٖ قِیْلَ لِلْمَلَکِ اُکْتُبْ لَہٗ صَالِحَ عَمَلِہِ الَّذِیْ کَانَ یَعْمَلُ فَاِنْ شَفَاہُ غَسَلَہٗ وَ طَھَّرَہٗ وَاِنْ قَبَضَہٗ غَفَرَلَہٗ وَرَحِمَہٗ رَوَاہُ فِیْ

شَرۡحِ السُّنَّةِ۔

(مشکوٰۃ کتاب الجنائز)

☆ترجمہ

حضرت انسؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مسلمان کسی جسمانی بیماری میں مبتلا ہوتا ہے تو فرشتہ سے کہا جاتا ہے کہ تو اسکی وہی نیکیاں لکھ جو یہ پہلے کرتا تھا۔ پھر اگر رب اسے شفا دیتا ہے تو اسے دھو دیتا ہے اور پاک کر دیتا ہے اور اگر وفات دیتا ہے تو اسے بخش دیتا ہے اور رحم کرتا ہے۔

(شرح سنہ)

☆تشریح

سبحان اللہ کیسا مبارک فرمان ہے کہ بیمار کو تندرستی کی نیکیوں کا ثواب ملتا رہتا ہے۔ مگر تندرستی کے گناہوں کا عذاب نہیں ہوتا یعنی اگر چور بد معاش بیماری کی وجہ سے چوری بد معاشی نہ کر سکے تو اس کے نامۂ اعمال میں چوری وغیرہ لکھی نہ جائے گی بلکہ ممکن ہے کہ توبہ کی توفیق مل جائے۔ جس سے اس کے گناہوں کی معافی ہو جائے۔ یہاں صالح عمل ارشاد ہوا یہ سب اس لئے ہے کہ ہم اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت ہیں۔

مومن کی بیماری میں گناہوں کی توبخشش ہو جاتی ہے مگر بدستور نیکیاں لکھی جاتی رہتی ہیں۔ گویا بیماری روحانی غسل ہے یا میلے دل کا صابن۔

(مراۃ)

☆ حدیث نمبر ۱۰۳

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ خَالِدِ السُّلَمِیْ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا سَبَقَتْ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ مَنْزِلَةٌ لَمْ یَبْلُغْهَا بِعَمَلِهٖ ابْتَلَاهُ اللّٰهُ فِیْ جَسَدِهٖ اَوْ فِیْ مَالِهٖ اَوْ فِیْ وَلَدِهٖ ثُمَّ صَبَّرَهٗ عَلٰی ذٰلِكَ حَتّٰی یُبْلِغَهُ الْمَنْزِلَةَ الَّتِیْ سَبَقَتْ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوٗدَ۔

(مشکوٰۃ کتاب الجنائز)

☆ترجمہ

روایت ہے حضرت محمد ابن خالد اسلمی سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے مروی ہیں ۔ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب کسی بندہ کے لئے کوئی درجہ اللہ کی طرف سے مقدر ہو چکا ہو جہاں تک یہ اپنے عمل سے نہیں پہنچ سکتا تو اللہ تعالیٰ اسے اس کے جسم یا مال یا اولاد کی آفت میں مبتلا کر دیتا ہے پھر اسے اس پر صبر بھی دیتا ہے حتیٰ کہ اس درجہ تک پہنچ جاتا ہے جو اللہ کی طرف سے اس کے لئے مقدر ہو چکا ہوتا ہے۔

(احمد ابوداؤد)

☆ تشریح

یہ روایت محمد بن خالدؓ کے دادا سے ہے جو صحابیؓ ہیں - ایک عرصہ تک جناب مصطفےٰ ﷺ کی صحبت پاک میں رہے - نام شریف علاج ابن حکیم ہے -

حدیث پاک سے چند مسائل معلوم ہوئے -

۱- مصیبت پر صبر اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہی ملتا ہے نہ کہ اپنی ہمت و جرأت سے - اور صبر اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے -

۲- درجات اعمال سے ملتے ہیں اور بخشش اللہ کے کرم سے ہوتی ہے - علماء فرماتے ہیں کہ جنت میں داخلہ اللہ کے فضل سے ہوگا مگر وہاں کے درجات مومن کے اعمال سے - مگر کبھی دوسرے کے عمل بھی کام آجاتے ہیں - صابر مومن کی چھوٹی اولاد اپنے ماں باپ کے ساتھ ہی رہے گی اگرچہ کچھ عمل نہ کرسکی کیوں ؟ ماں باپ کے عمل سے - رب تعالیٰ فرماتا ہے وَ اَلۡحَقۡنَا بِهِمۡ ذُرِّيَّتَهُمۡ (ان کی اولاد ہم ان سے ملادیں گے) انشاء اللہ حضور ﷺ کے اعمال میں امام حسینؓ کے صبر میں ہم گناہگاروں کا حصّہ ہے - سخی کے مال میں فقیروں کا حصّہ ہوتا ہے - ان سرکاروں کے اعمال میں ہم بدکاروں کا حصّہ ہے - اللہ تعالیٰ فرماتا ہے -

وَفِيۡۤ اَمۡوَالِهِمۡ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالۡمَحۡرُوۡمِ

(ترجمہ - انکے اموال میں سائل اور محروم کا بھی حق ہے)

۳- یہ کہ انسانوں کے درجات وغیرہ پہلے سے ہی مقرر ہو چکے ہیں جہاں لامحالہ پہنچنا ہے- قیامت کے دن اس کا ظہور ہوگا-

(مراءت)

☆ حدیث نمبر ۱۰۴

عَنۡ عَامِرِ ا لرَّامِ قَالَ ذَكَرَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ اَلۡاَ سۡقَامَ فَقَالَ اِنَّ ا لۡمُوۡمِنَ اِذَا اَصَابَهُ السَّقۡمُ ثُمَّ عَافَاهُ اللّٰهُ عَزَّ وَ جَلَّ مِنۡهُ كَانَ كَفَّارَةً لِمَا مَضٰى مِنۡ ذُنُوۡبِهٖ وَ مَوۡعِظَةً لَهٗ فِيۡمَا يَسۡتَقۡبِلُ وَاِنَّ ا لۡمُنَافِقَ اِذَا مَرِضَ ثُمَّ اُعۡفِىَ كَانَ كَا لۡبَعِيۡرِ عَقَلَهٗ اَهۡلَهٗ ثُمَّ اَرۡسَلُوۡهُ فَلَمۡ يَدۡرِلِمَ عَقَلُوۡهُ وَ لِمَ اَرۡسَلُوۡهُ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوۡلَ اللّٰهِ وَمَا ا لۡاَسۡقَامُ وَاللّٰهِ مَامَرِ ضۡتُ قَطُّ فَقَالَ قُمۡ عَنَّا فَلَسۡتَ مِنَّا رَوَاهُ اَبُوۡدَاؤدَ -

(مشکوٰۃ کتاب الجنائز)

☆ ترجمہ

حضرت عامر رامؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے

بماریوں کا ذکر فرمایا' تو فرمایا کہ مومن کو جب بماری پہنچتی ہے پھر اللہ تعالیٰ اسے آرام دے دیتا ہے تو یہ گذشتہ گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہے اور آئندہ کے لئے نصیحت۔ اور جب منافق بمار ہوتا ہے پھر اسے آرام دیا جاتا ہے تو وہ اس اونٹ کی طرح ہوتا ہے جسے اس کے مالکوں نے باندھ دیا' پھر کھول دیا۔ وہ نہیں جانتا کہ اسے کیوں باندھا اور کھولا گیا۔ تو ایک شخص بولا یا رسُول اللہ ﷺ بماریاں کیا ہیں؟ اللہ کی قسم میں تو کبھی بمار ہوا ہی نہیں ۔ تو فرمایا ہمارے پاس سے اٹھ جاؤ' تم ہم میں سے نہیں ہو۔

(ابو داؤد)

☆ تشریح

حدیث پاک کے راوی کا نام عامرؓ ہے۔ صحابی ہیں۔ تیر اندازی کرتے تھے اس لئے رام لقب ہوا۔ آپ سے صرف یہی ایک حدیث بسندِ مجہول مروی ہے۔

مومن آدمی بماری میں اپنے گناہوں سے توبہ کرتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ یہ بماری میرے کسی گناہ کی وجہ سے آئی اور شائد یہ آخری بماری ہو۔ جس کے بعد موت ہی آجائے' اس لئے اسے شفاء کے ساتھ مغفرت بھی نصیب ہو جاتی ہے۔

اور منافق غافل تو یہی سمجھتا ہے کہ فلاں وجہ سے میں بمار ہوا تھا اور فلاں دوا سے مجھے آرام ملا۔ اسباب میں ایسا پھنسا رہتا ہے کہ مُسبب الاسباب پر نظر ہی نہیں جاتی نہ توتوبہ کرتا ہے اور نہ ہی اپنے گناہوں پر غور کرتا ہے۔

جس آدمی کو دربار رسالتؐ سے نکال دیا گیا تھا وہ شخص منافق تھا اور اس کا کفر پر مرنا حضور ﷺ کے علم میں تھا اس لئے اس سختی سے اسے یہ جواب دیا گیا۔ بعض

روایات میں ہے کہ اس موقع پر یہ بھی فرمایا کہ جو دوزخی کو دیکھنا چاہے وہ اسے دیکھ لے۔ (مرقات)

ورنہ حضور ﷺ سراپا اخلاق ہیں۔ محض بیمار نہ ہونے پر ایسی سختی نہ فرماتے۔ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے اچھے بُرے انجام کی خبر دی ہے۔ حالانکہ یہ علوم خمسہ سے ہیں۔ اور دوسرا یہ کہ کفار پر سختی کرنا ہی اخلاق ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ (مومن کفار پر سختی کرنے والے ہیں اور آپس میں بڑے رحیم ہیں) سانپ کا سر کچلنا ہی اخلاقِ حسنہ ہے۔ حضور ﷺ نے ان کفار پر نرمی برتی ہے جن کے ایمان کی امید تھی۔ (مرأت)

☆ حدیث نمبر ۱۰۵

عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مِنَ السُّنَّةِ تَخْفِيْفُ الْجُلُوْسِ وَقِلَّةِ الصَّخَبِ فِی الْعِيَادَةِ عِنْدَ الْمَرِيْضِ قَالَ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا كَثُرَ لَغَطُهُمْ وَاخْتِلَافُهُمْ قُوْمُوْا عَنِّیْ رَوَاهُ رَزِيْنٌ۔

(مشکوٰۃ کتاب الجنائز باب عیادۃ المریض)

☆ترجمہ

روایت ہے حضرت ابن عباسؓ سے ۔ فرماتے ہیں کہ بیمار کے پاس کم بیٹھنا اور کم شور کرنا سنت ہے۔ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کے پاس صحابہؓ کی آوازیں اور اختلاف بڑھ گیا تو فرمایا ہمارے پاس سے اٹھ جاؤ۔ (رزین)

☆تشریح

مریض کے پاس کم وقت بیٹھنا چاہئے کیونکہ تمہاری وجہ سے اس کی تیمار دار عورتیں پردے میں رہیں گی اور دوسروں سے وہ بے تکلف بات چیت نہ کر سکے گا۔ نیز تمہارے شور سے اسے تکلیف ہوگی اس لئے اس کے پاس کم بیٹھو یہ حکم ان لوگوں کے لئے ہے جو صرف بیمار پرسی کے لئے جائیں۔ تیمارداری نہ کریں۔

دراصل واقعہ یہ تھا کہ حضور ﷺ کی وفات شریف سے چار دن پہلے یعنی جمعرات کے دن صحابہ کرامؓ دولت خانہ پر حاضر تھے۔ فرمایا قلم دوات اور کاغذ لاؤ میں تمہیں کچھ لکھ دوں تاکہ تم میرے بعد بھک نہ سکو۔ بعض صحابہؓ سمجھے کہ یہ امر ہے اس کی اطاعت واجب ہے اور بعض نے خیال کیا کہ یہ مشورہ ہے۔ حضور ﷺ تو سارے تبلیغی احکام پہنچا چکے ۔ یہ صرف اُمت پر شفقت فرمانے کے لئے فرمارہے ہیں۔ مرض کی شدت زیادہ ہے اب آپ ﷺ کو لکھنے کی تکلیف نہ دی جائے۔ اس اختلاف رائے پر مجموعی آوازیں اونچی ہوگئیں تب حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہاں سے چلے جاؤ۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ حضرت علیؓ کے لئے خلافت لکھنا چاہتے تھے جو حضرت عمرؓ نے تحریر نہ ہونے دی۔ نیز صحابہ کرامؓ بارگاہ نبوی میں

اونچی آواز سے بولنے لگے - اس سے نعوذ باللہ وہ مرتد ہو گئے - اور ان کے اعمال بھی ضبط ہو گئے - لیکن یہ دونوں اعتراضات غلط ہیں - خود جناب علیؓ نے ابو بکرؓ کی بیعت کرتے وقت سب کے سامنے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ ابو بکرؓ سے راضی تھے کہ میرے ہوتے ہوئے انہیں امامت کے مصلے پر کھڑا کیا - نیز حضور ﷺ نے کسی کے دباؤ سے حق نہ چھپایا تو یہاں کیسے کسی کے کہنے پر خاموش رہتے - نیز حضور ﷺ کی وفات اس واقعہ کے چار دن بعد ہوئی - اس دوران تحریر کیوں نہ فرما دی - نیز حضرت حسینؓ نے ناجائز خلیفہ یزید کی بیعت نہ کی اور سر دے دیا - تو حضرت علیؓ ناجائز خلیفہ کی بیعت کیسے کر سکتے تھے - حالانکہ ابو سفیان نے علی المرتضیٰؓ سے اس وقت عرض کیا تھا کہ اگر آپ چاہیں تو ابو بکرؓ کے مقابلے میں آپ کے لئے میں لشکر سے جنگل بھر دوں تو جناب علیؓ نے انہیں ڈانٹ دیا -

(مرقات وغیرہ)

دوسرا اعتراض اس لئے غلط ہے کہ اس کی زد میں حضرت علیؓ وغیرہ ھم بھی آجائیں گے - کیونکہ یہ شور تو سب کی گفتگو سے مچا نیز نہ اللہ تعالیٰ نے ان پر عتاب فرمایا نہ حضور ﷺ نے - خیال رہے حضور ﷺ کے سامنے بلند آواز ہونا منع نہیں صحابہ کرامؓ تلبیہ میں ' تکبیر تشریق میں ' اذان واقامت میں ' اونچی آوازیں کرتے ہی تھے - وعظ کے دوران نعرہ تکبیر بلند فرماتے تھے - بلکہ حضور ﷺ کی آواز پر اپنی آوازیں اونچی کرنا جس سے سرکار ﷺ کی آواز دب جائے یہ ممنوع ہے - یہاں سب کی آوازیں ہلکی تھیں - مگر بہت سی ہلکی آوازیں مل کر شور کی شکل اختیار کر لیتی تھیں -

(مراۃ)

☆ حدیث نمبر ۱۰۶

عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَامِنْ مَیِّتٍ تُصَلِّیْ عَلَیْهِ اُمَّةٌ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ یَبْلُغُوْنَ مِائَةً کُلُّهُمْ یَشْفَعُوْنَ لَهٗ اِلَّا شُفِّعُوْا فِیْهِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ -

(مشکوٰۃ باب المشی بالجنازۃ والصلوٰۃ علیہا)

☆ ترجمہ

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے وہ نبی کریم ﷺ سے راوی ہیں فرمایا کہ ایسا کوئی میت نہیں جس پر مسلمانوں کی جماعت نماز پڑھے جماعت کی تعداد سو کو پہنچے وہ سب اس کی شفاعت کرتے ہیں مگر اس کے بارے میں ان کی شفاعت قبول ہوتی ہے۔

(مسلم)

☆ تشریح

ایک دوسری حدیث میں جماعت کی تعداد چالیس ہے۔ اور اس میں تعداد سو (۱۰۰) ہے۔ اور یہ روایت چالیس کی روایت کے خلاف نہیں۔ ہو سکتا ہے کہ اولاً سو کی قید ہو پھر اللہ نے اپنی رحمت وسیع فرمادی ہو اور چالیس کی نماز پر بھی بخشش کا وعدہ فرمالیا ہو۔ بعض روایات تو اور بھی امید افزا ہیں۔

حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس مسلمان کی

نیکی کی چار آدمی گواہی دے دیں گے اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کرے گا۔ ہم نے کہا اور تین؟ فرمایا اور تین بھی۔ ہم نے کہا اور دو؟ فرمایا اور دو بھی۔ پھر ہم نے حضور ﷺ سے ایک کے بارے میں نہ پوچھا۔

یہ حدیث بہت امید افزاء ہے کہ دو مسلمانوں کا بھی کسی کو اچھا کہنا اس کے جنتی ہونے کی علامت ہے۔ رحمت والے نبی ﷺ کی رحمت دیکھو کہ اس عدد میں شر کا ذکر نہیں صرف خیر کا ذکر ہے۔ یعنی دو ایک آدمیوں کے برا کہنے سے جہنمی نہ کہا جائے گا۔ ہاں ان کے اچھا کہنے سے جنتی کہا جائے گا۔

صاحبِ مرقات فرماتے ہیں کہ شریعت میں گواہی کے نصاب دو ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَ اَشۡهِدُوۡا ذَوَیۡ عَدۡلٍ مِّنۡكُمۡ (اور آپس میں سے دو معتبر آدمیوں کو گواہ بنالو) تو جیسے دو گواہیوں سے مقدمہ ثابت ہو جاتا ہے یوں ہی دو کی گواہی سے جنتی ہونا ثابت ہو گا۔

(مرقات)

یہاں شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے فرمایا کہ جو حضور ﷺ کے منہ سے نکلتا ہے وہی رب کے ہاں ہوتا ہے۔ صحابہؓ کی عرض پر حضور ﷺ گواہوں کی تعداد میں کمی کرتے گئے تو وہاں بھی کمی ہو گئی۔

(مرآت)

ان کے منہ سے جو نکلی وہ بات ہو کے رہی

☆☆☆☆☆☆

☆ حدیث نمبر ۱۰۷

عَنْ اَبِیْ الْھَیَاجِ الْاَ سَدِیِّ قَالَ قَالَ لِیْ عَلِیٌّ اَلاَ اَبْعَثُکَ عَلٰی مَا بَعَثَنِیْ عَلَیْہِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ لَّا تَدَعَ تِمْثَالاً اِلَّا طَمَسْتَہٗ وَلَا قَبْرًا مُشْرِفاً اِلاَّ سَوَّیْتَہٗ رَوَاہُ مُسْلِمٌ -

(مشکوٰۃ باب دفن المیت)

☆ترجمہ

حضرت ابی حیاج اسدی سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضرت علیؓ نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں اس کام پر نہ بھیجوں جس پر مجھے رسُول اللہ ﷺ نے بھیجا تھا کہ تم کوئی تصویر نہ دیکھو مگر مٹادو اور اونچی قبر نہ دیکھو مگر زمین کے برابر کردو-

(مسلم)

☆تشریح

حدیث پاک کے راوی کا نام حیان ابن حصین ہے کنیت ابو الھیاج ہے قبیلہ بنی اسد سے ہیں- حضرت عمارؓ ابن یاسر کے کاتب تھے تابعی ہیں اور منصور ابن حیان مشہور تابعی کے والد ہیں-

حضرت علیؓ نے فرمایا کہ جس کام کے لئے مجھے نبی اکرم ﷺ نے بھیجا تھا اسی

کام کے لئے میں تمہیں بھیجتا ہوں۔ تصویروں اور مجسموں کو مٹانا اور اونچی قبروں کو مٹانا اور گرا کر زمین کے ہموار کر دینا۔ خیال رہے یہاں قبروں سے مراد یہود و نصاریٰ کی قبریں مراد ہیں نہ کہ مسلمانوں کی۔ چند وجوہات سے۔

۱۔ یہ کہ حضور ﷺ کے زمانہ پاک میں صحابہ کرامؓ کی قبریں اونچی کیسے بن گئیں۔ جنہیں مٹانے کے لئے حضور ﷺ نے حضرت علیؓ کو بھیجا کیونکہ ان بزرگوں کا کفن دفن حضور ﷺ کی موجودگی میں اور آپ کی اجازت سے ہوتا تھا۔

۲۔ یہ کہ قبر کو فوٹو و مجسمہ سے کیا نسبت ۔مسلمانوں کی قبروں پر نہ فوٹو ہوتے ہیں نہ مجسمہ ۔ہاں عیسائیوں کی قبریں بہت اونچی بھی ہوتی ہیں اور ان پر میت کا مجسمہ یا فوٹو بھی ہوتا ہے۔

۳۔ یہ کہ مسلمان کی قبر زمین کے برابر نہیں کی جا سکتی بلکہ وہ ایک بالشت یا ایک ہاتھ اونچی رکھی جائے گی اور یہاں برابر کر دینے کا حکم ہے۔

۴۔ یہ کہ اس کی تائید بخاری شریف کی اس حدیث سے ہوتی ہے جو مسجد نبوی ﷺ کی تعمیر کے باب میں ہے۔ کہ حضور ﷺ نے مشرکین کی قبریں اکھیڑنے کا حکم دیا تو اکھیڑ دی گئیں اسی کام کے لئے حضرت علیؓ مامور ہوئے تھے۔

۵۔ یہ کہ فتح الباری شرح بخاری نے اس حدیث پر عنوان قائم کیا کہ مشرکینِ جاہلیت کی قبریں اکھیڑی جا سکتی ہیں۔

اُنکے علاوہ نبیوں اور ان کے متبعین کی نہیں کیونکہ ان کی قبریں اکھیڑنے میں ان کی توہین ہے۔

۶- یہ کہ فتح الباری میں ہی آگے جاکر فرمایا کہ حدیث سے معلوم ہوا کہ مملوکہ مقبرے میں تصرف جائز ہے اور پرانی قبریں اکھیڑ دینا جائز ہیں بشرطیکہ وہ قبریں حرمت والی نہ ہوں۔

۷- یہ کہ مسلمان کی اونچی قبر بنانا منع ہے لیکن اگر بن گئی ہے تو اسے گرانا ناجائز کہ اس میں قبر اور صاحبِ قبر کی توہین ہے۔جب مسلمان کی قبر سے تکیہ لگانا اور اس پر چلنا پھرنا منع ہے تو اس پر پھاوڑے چلانا کب جائز ہوگا۔

۸- یہ کہ بخاری کتاب الجنائز باب الجرید علی القبر میں تعلیقاً ہے حضرت خارجہ فرماتے ہیں کہ ہم زمانہ عثمانی میں تھے اور ہم میں بڑا بہادر وہ تھا جو عثمان ابن مظعون کی قبر کو پھلانگ جاتا۔ معلوم ہوا کہ وہ قبر اتنی اونچی بنائی گئی تھی جسے پھلانگنا دشوار تھا۔اور یہ قبر حضور ﷺ نے خود بنائی تھی۔

۹- مشکوٰۃ شریف میں ہی حدیث پاک ہے کہ حضور ﷺ نے عثمان ابن مظعون کی قبر کے سرہانے کی طرف ایک اونچا پتھر لگایا تھا جسے پھلانگنا دشوار تھا۔بہر حال اگر یہاں مسلمانوں کی قبریں مراد ہوں تو یہ حدیث بہت احادیث کے خلاف ہوگی اور اس میں ایسی مشکلات پیدا ہونگی جو حل نہ ہو سکیں گی۔افسوس نجدیوں نے اس حدیث کو آڑ

ہٹا کر حرمین طیبین میں صحابہ کبار اہلِ بیت اطہار کی قبروں کو توگرا دیا مگر اسی علاقہ میں امریکن تیل کمپنی جس کا ٹھیکہ امریکہ کو دیا گیا ہے ان کے فوت شدہ انگریزوں کی بڑی بڑی قبریں اونچی ہیں مگر ہاتھ نہ لگایا گیا۔ یعنی جن کے لئے حدیث تھی ان پر عمل نہ کیا گیا اور مسلمانوں کی قبروں پر یہ ستم ڈھایا گیا۔

(مراءت)

☆حدیث نمبر ۱۰۸

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَعْفَرَ قَالَ لَمَّا جَاءَ نَعْيُ جَعْفَرَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِصْنَعُوْا لِاٰلِ جَعْفَرَ طَعَامًا فَقَدْ اَتَاهُمْ مَا يُشْغِلُهُمْ رَوَاهُ التِّرْمَذِيُّ وَاَبُوْ دَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ۔

(مشکوٰۃ باب البکاء علی المیّت)

☆ترجمہ

حضرت عبداللہ ابن جعفرؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ جب حضرت جعفرؓ کی موت کی خبر آئی تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جعفرؓ کے گھر والوں کے لئے کھانا پکاؤ کہ ان کے پاس وہ خبر آئی ہے جو کھانے سے باز رکھے گی۔ (ترمذی' ابوداؤد' ابن ماجہ)

☆ تشریح

حضرت جعفرؓ ابو طالب کے فرزند ' حضرت علی مرتضیٰؓ کے بھائی ہیں آپ کی شہادت ۸ ھ غزوۂ موتہ میں ہوئی- موتہ تبوک کے پاس ایک جگہ کا نام ہے-

حضور ﷺ نے کھانا پکانے کا حکم اپنے اہلِ بیت کو دیا اس کھانے کو جو اہلِ میت کے لئے پکایا جائے عربی میں رُفعہ ' اردو میں بِھتّی اور پنجابی میں کوڑا وٹہ کہتے ہیں- یہ کھانا بھیجنا سنت ہے- بلکہ چاہئے کہ خود کھانا پکانے والا میت کے گھر کھانا لے جائے اور خود بھی ان کے ہمراہ ہی کھائے- انہیں ساتھ کھانے پر مجبور کرے صرف پہلے دن کھانا بھیجا جائے جس دن فوت ہو یا فوت ہونے کی خبر آئے ' بعد میں نہ بھیجے- تین دن کا رواج غلط ہے -

سرکار ﷺ نے فرمایا کہ جعفرؓ کے گھر والے آج غم کی وجہ سے کھانا پکانہ سکیں گے اگر کوئی کھانا نہ لے گیا تو وہ بھوکے رہیں گے- اس سے معلوم ہوا کہ یہ کھانا یا وہ لوگ کھائیں جو غم کی وجہ سے پکانہ سکیں یا باہر کے مہمان جو شرکتِ دفن کے لئے آئے ہیں- عام برادری والوں کی دعوت اس وقت ممنوع ہے- حضرت جریر ابن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ صحابہؓ میت کے ہاں دعوت کو نوحہ شمار کرتے تھے- اسی کو فقہاء منع کرتے ہیں یعنی تین دن تک تمام محلہ و برادری والوں اور میت والوں کے لئے کھانا بھیجنا اور پھر تیسرے دن خود میت والوں کے ہاں برادری کی روٹی ہونا دھوم دھام سے اسے کھانا یہ دونوں کام سخت منع ہیں- خصوصاً جبکہ میت کے یتیم بچے بھی ہوں اور میت کے متروکہ مال سے روٹی کی جائے تو اس کا کھانا اور کھلانا سخت حرام ہے کیونکہ یتیم کا مال کھانا حرام ہے- الغرض اہلِ میت کی رسمی

دعوت ممنوع ہے اور یہ کھانا جائز ہے۔

(مرات)

☆ حدیث نمبر ۱۰۹

عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مُسْلِمِيْنَ يَتَوَفّٰى لَهُمَا ثَلَاثَةٌ اِلَّا اَدْخَلَهُمَا اللّٰهُ الْجَنَّةَ بِفَضْلِ رَحْمَتِهٖ اِيَّاهُمَا فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَوْ اِثْنَانِ قَالَ اَوْ اِثْنَانِ قَالُوْا وَاحِدٌ قَالَ اَوْ وَاحِدٌ ثُمَّ قَالَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ اِنَّ السِّقْطَ لَيَجُرُّ اُمَّهٗ بِسَرَرِهٖ اِلَى الْجَنَّةِ اِذَا احْتَسَبَتْهُ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَرَوَى ابْنُ مَاجَةَ مِنْ قَوْلِهٖ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ۔

(مشکوٰۃ باب البکاء علی المیت)

☆ترجمہ

حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایسے دو مسلمان نہیں جن کے تین بچے فوت ہو جائیں مگر اللہ اپنے فضل سے انہیں جنت میں داخل فرماتا ہے لوگ بولے یا رسول اللہ ﷺ یا دو، فرمایا یا دو لوگ بولے ایک فرمایا، ایک پھر فرمایا، اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری

جان ہے کہ کچا بچہ اپنی ماں کو اپنے نارو سے جنت کی طرف کھینچے گا جبکہ وہ طالبِ ثواب ہو۔ (احمد ابن ماجہ نے وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ سے روایت کی)

☆تشریح

حدیث پاک میں دو مسلمانوں سے مراد ماں باپ ہیں جن کے چھوٹے بچے فوت ہو جائیں اور وہ صبر کریں۔

صحابہ کرامؓ نے عرض کی دو فرمایا دو پھر عرض کیا گیا ایک تو آپ نے فرمایا ایک۔ معلوم ہوا حضور ﷺ رحمتِ الٰہی کے بااختیار قاسم ہیں اور حضور ﷺ کی زبان مبارک کُنْ کی کنجی ہے کہ یہ حضور ﷺ نے نہ فرمایا کہ مجھے تو اللہ تعالیٰ نے تین بچے فوت ہونے کے متعلق فرمایا تھا۔ اچھا اب جب جبرائیلؑ آئیں گے تو ان کے ذریعہ رب سے پوچھوالیں گے بلکہ خود ہی جواب دے دیا۔ مزید یہ کہ اس ترتیب سے معلوم ہوتا ہے کہ کمال و نقصان کی طرف اشارہ ہے یعنی اول نمبر اور کاملِ مستحقِ رحمت تو وہ ہیں جو تین بچوں پر صبر کریں پھر وہ بھی جو دو یا ایک پر صبر کریں کہ یہ دونوں پہلے کے ساتھ ملحق ہیں۔

(مرقات)

'سَرَرٌ' عربی میں نارو کو کہتے ہیں جو بچے کے ناف میں لمبا سا ہوتا ہے جسے عموماً دائی کاٹتی ہے اگرچہ وہ کاٹ کر پھینک دیا جاتا ہے مگر قیامت میں اس بچے کے ساتھ ہوگا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اجزائے بدن کو وہاں جمع فرمادے گا۔ حتیٰ کہ قلفہ یعنی ختنہ کی کھال بھی وہاں موجود ہوگی جیسا کہ حدیث پاک میں ہے۔ اگرچہ یہ بچہ ماں

باپ دونوں ہی کو جنت میں لے جائے گا مگر ماں کا ذکر خصوصیت سے اس لئے فرمایا کہ ماں کو صدمہ زیادہ ہوتا ہے اور صبر کم ہوتا ہے۔

(مراءت)

شرح مسلم میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس مسلمان کے تین بچے فوت ہو جائیں اس کو آگ صرف قسم پورا کرنے کے لئے چھوئے گی۔سفیانؓ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں ,, وہ صرف قسم پوری ہونے کے لئے آگ میں داخل ہوگا،،

(شرح مسلم)

☆ حدیث نمبر ۱۱۰

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَدَّمَ ثَلٰثَةً مِنَ الْوُلْدِ لَمْ يَبْلُغُوْا الْحِنْثَ كَانُوْا لَهٗ حِصْنًا حَصِيْنًا مِنَ النَّارِفَقَالَ اَبُوْ ذَرٍّ قَدَّمْتُ اِثْنَيْنِ قَالَ وَاِثْنَيْنِ قَالَ اُبَيُّ ابْنُ كَعْبٍ اَبُوْ الْمُنْذِرِ سَيِّدُ الْقُرَّاءِ قَدَّمْتُ وَاحِدًا قَالَ وَ وَاحِدًا رَوَاهُ التِّرْمَذِىُّ وَ ابْنُ مَاجَةَ وَ قَالَ التِّرْمَذِىُّ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ۔

(مشکوٰۃ باب البکاء علی المیّت)

☆ترجمہ

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو اپنے تین نابالغ بچے آگے بھیج دے تو وہ اس کے لئے آگ سے مضبوط قلعہ ہونگے - حضرت ابوذرؓ نے عرض کیا ,,دو تو میں نے بھی بھیج دیئے،، فرمایا دو بھی - قاریوں کے سردار ابو المنذر ابی ابن کعبؓ بولے میں نے ایک بھیج دیا ہے - فرمایا ایک بھی -

(ترمذی, ابن ماجہ ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب ہے)

☆تشریح

جس طرح مضبوط و محفوظ قلعہ میں چور ڈاکو, باہر کی آفتیں , سیلاب کا پانی نہیں پہنچ سکتے , اسی طرح اس شخص تک دوزخ کی آگ , وہاں کے سانپ بچھو اور دیگر عذاب ان بچوں کے سبب سے نہ پہنچ سکیں گے -

حضرت ابی ابن کعبؓ کی کنیت ابو المنذر ہے اور نبی اکرم ﷺ نے آپ کو سید القراء کا بھی خطاب دیا اور سید الانصار کا بھی اور حضرت عمر فاروقؓ نے سید المسلمین کا خطاب دیا . ہر خطاب آپ کے لئے موزوں ہے اور آپ پر جچتا ہے وہاں سے تمام خطاب صحیح ملتے ہیں -

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ کچا بچہ اپنے رب سے جھگڑے گا 'جب اللہ اس کے ماں باپ کو آگ میں داخل کرے گا - تو فرمایا جائے گا اے رب سے جھگڑنے والے گرے بچے اپنے ماں باپ کو جنت میں لے جا, تب وہ

انہیں اپنے ناز و سے کھینچے گا حتیٰ کہ انہیں جنت میں داخل کرے گا۔ خیال رہے یہاں بچے کا جھگڑنا ناز و محبت کا جھگڑنا مراد ہے۔

(مراءت)

☆ حدیث نمبر ۱۱۱

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَیْسَ الْمِسْکِیْنُ الَّذِیْ یَطُوْفُ عَلَی النَّاسِ تَرُدُّهُ اللُّقْمَةُ وَ اللُّقْمَتَانِ وَالتَّمْرَةُ وَالتَّمْرَتَانِ وَلٰکِنَّ الْمِسْکِیْنَ الَّذِیْ لَا یَجِدُ غِنًی یُغْنِیْهِ وَلَا یُفْطَنُ بِهٖ فَیَتَصَدَّقُ عَلَیْهِ وَ لَا یَقُوْمُ فَیَسْاَلُ النَّاسَ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

(مشکوٰة باب من لا تحل له الصدقة)

☆ترجمہ

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مسکین وہ نہیں جو لوگوں پر چکر لگاتا پھرے اسے ایک دو لقمے یا ایک دو چھوہارے لوٹا دیں۔ لیکن مسکین وہ ہے جو غنا بھی نہ پائے جس سے لوگوں سے لاپرواہ ہو جائے اور اسے پہچانا بھی نہ جائے تاکہ اسے صدقہ دے دیا جائے اور نہ اُٹھ کر لوگوں سے سوال

کرے- (بخاری و مسلم)

☆ تشریح

یعنی جس مسکینیت پر ثواب ہے اور صابروں کے زُمرہ میں داخل ہے وہ یہ بھکاری فقیر نہیں ہے بلکہ یہ تو عام حالات میں اسی سوال پر گنہگار ہے کہ جب وہ بھیک مانگنے کے لئے اتنی دوڑ دھوپ کر سکتا ہے تو وہ کمانے کے لئے بھی کر سکتا ہے- ہاں صابر مسکین وہ ہے جو حاجتمند ہو مگر پھر کسی پر اپنی حاجت ظاہر نہ کرے- اپنے فقر کو چھپانے کی کوشش کرے- اس مسکین کی اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں تعریف فرمائی ہے- فرمایا کہ :-

لِلْفُقَرَاءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

(اصل حق ان حاجتمندوں کا ہے جو اللہ کی راہ میں مقید ہو گئے ہوں)

یہ خیال رہے کہ جس مسکینیت کی دعا حضور ﷺ نے مانگی ہے وہ مسکینیت دل ہے یعنی دل میں عجز و انکسار ہونا، تکبر اور غرور نہ ہونا- ایسا شخص اگر مالدار بھی ہو تو مبارک مسکین ہے- جن احادیث میں فقر و مسکینیت سے پناہ مانگی گئی ہے وہ ایسی تنگدستی ہے جو فتنہ میں مبتلا کر دے-

(مرأت)

☆ حدیث نمبر ۱۱۲

عَنْ اِبْنِ السَّاعِدِیِّ قَالَ اِسْتَعْمَلَنِیْ عُمَرُ عَلٰی ا

لِصَدَقَةٍ فَلَمَّا فَرَغْتُ مِنْهَا وَ اَدَّيْتُهَا اِلَيْهِ اَمَرَ لِيْ بِعُمَالَةٍ فَقُلْتُ اِنَّمَا عَمِلْتُ لِلّٰهِ وَاَجْرِيْ عَلَى اللّٰهِ قَالَ خُذْ مَا اُعْطِيْتَ فَاِنِّيْ قَدْ عَمِلْتُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَمَّلَنِيْ فَقُلْتُ مِثْلَ قَوْلِكَ فَقَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اُعْطِيْتَ شَيْئًا مِنْ غَيْرِ اَنْ تَسْأَلَهُ فَكُلْ وَ تَصَدَّقْ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ -

(مشکوٰۃ باب لا تحل لہ المسئلۃ و من تحل لہ)

☆ترجمہ

روایت ہے حضرت ابن ساعدیؓ سے - فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت عمرؓ نے صدقہ پر عامل بنایا - جب میں اس سے فارغ ہوا اور صدقہ آپ کی خدمت میں ادا کر دیا تو مجھے اجرت کا حکم دیا ، میں نے عرض کیا کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے لئے کام کیا ہے ، میری اُجرت اللہ پر ہے - فرمایا جو تمہیں دیا جائے لے لو ، میں نے بھی زمانہ نبوی ﷺ میں یہ عمل کیا تھا - مجھے حضور ﷺ نے اُجرت دی تھی تو میں نے بھی تمہارے جیسی عرض کی تھی تو مجھ سے رسُول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ جو کچھ تمہیں بغیر مانگے ملے وہ کھالو اور صدقہ کرو-

(ابو داؤد)

☆ تشریح

حدیث پاک کے راوی کو ابن ساعدیؓ اور ابن سعدی بھی کہتے ہیں اپنی اسی کنیت میں مشہور تھے - صحابیؓ تھے اور آپ نے شام میں ۵۷ھ میں وفات پائی -

(اشعۃ)

ابن ساعدیؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں مجھے لوگوں کے ظاہری مال ، جانور ، زرعی پیداوار وغیرہ کی زکوٰۃ وصول کرنے بھیجا - اس زمانہ میں وصولی زکوٰۃ کا باقاعدہ محکمہ ہوتا تھا - جس میں ان لوگوں کو زکوٰۃ سے اُجرت دی جاتی تھی اور انہیں عامل کہا جاتا تھا - قرآن پاک میں مصارفِ زکوٰۃ میں ان کا بھی ذکر ہے فرمایا :- وَالْعَامِلِيْنَ عَلَيْهَا (زکوٰۃ وغیرہ لینے کے لئے کام کرنے والے)

حضرت ابن ساعدیؓ کا خیال یہ تھا کہ اُجرت لینے سے ثواب ختم ہو جاتا ہے اور میں نے یہ کام ثواب کے لئے کیا ہے - اس لئے اُجرت لینے سے انکار کیا - سبحان اللہ کیسی پیاری تعلیم فرمائی گئی کہ بغیر مانگے جو اللہ دے اسے نہ لینا گویا اللہ کی نعمت کا ٹھکرانا ہے جو اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے - لہٰذا یہ ضرور لو - اس حدیث سے چند مسائل معلوم ہوئے -

اول یہ کہ نیک اعمال کی اُجرت لینا جائز ہے - چنانچہ علماء ، قاضی ، مدرسین حتیٰ کہ خود خلیفہ کی تنخواہ بیت المال سے دی جائے گی - سوائے حضرت عثمان غنیؓ کے باقی تینوں خلفاء نے بیت المال سے خلافت کی تنخواہ وصول کی ہے -

دوم یہ کہ جب کام کرنے والے کی نیت خیر ہو تو تنخواہ لینے سے انشاء اللہ

ثواب کم نہ ہوگا- صرف تنخواہ کے لئے دینی کام نہ کرے- تنخواہ تو گزارے کے لئے وصول کرے اصل مقصد دینی خدمت ہو-

سوم یہ کہ غنی بھی یہ اُجرتیں لے سکتا ہے صرف فقیر ہی کو اجازت نہیں- پھر لے کر خود بھی کھا سکتا ہے- اس سے خیرات بھی کر سکتا ہے-

خیال رہے اس حدیث کی بناء پر امام احمدؒ کے ہاں ہدیہ قبول کرنا واجب ہے جبکہ باقی جمہور علماء کے ہاں یہ حکم استحبابی ہے-

(مرأت)

مرقات نے اس جگہ فرمایا کہ سلطانِ اسلام پر واجب ہے کہ ایسے علماء مفتیوں، مدرّسوں کی تنخواہیں مقرر کرے جنھوں نے اپنی ذات کو دینی خدمات کے لئے وقف کر دیا ہو-

(مرقات)

اس دور میں چونکہ سلطانِ اسلام عموماً دینی امور سے لاتعلق رہتا ہے اس لئے دینی اداروں کے سربراہ، علماء اور مدرّسین کی خدمات کے ذمہ دار ہونگے-

حدیث پاک سے اشارتاً معلوم ہوا کہ دینی طلباء سے ختم قرآن کے بعد ان کی دعوت کرنا اور انہیں کچھ نقدی بھی دینا جائز ہے- یا علمائے دین سے وعظ کرا کر کرایہ اور نذرانہ دیا جا سکتا ہے کیونکہ ختم قرآن اور وعظ فی سبیل اللہ ہے- اور ان کی خدمات بھی فی سبیل اللہ ہیں- اسی دَم اور تعویذ کی اُجرت بھی لی جا سکتی ہے کیونکہ یہ علاج کی اُجرت ہے نہ کہ تلاوتِ قرآن کی- مشکوۃ شریف میں ہے کہ صحابہؓ نے سورۃ فاتحہ پڑھ کر مار گزیدہ پر دَم کیا اور اُجرت میں تین بکریاں لیں جن کا گوشت

حضور ﷺ نے بھی ملاحظہ فرمایا- ہاں علماء اور حفاظ دینی کام کرتے وقت نیت فی سبیل اللہ کی رکھیں- اس نیت سے انشاء اللہ دین و دنیا سنور جائیں گے - یہ بات تجربہ شدہ ہے-

(مرأت مع اضافہ)

شرح مسلم میں حضرت عمرو بن میمون اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت ابو بکرؓ کو خلیفہ بنایا گیا تو صحابہ کرامؓ نے ان کے لئے دو ہزار مقرر کئے- حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا اس میں اضافہ کرو کیونکہ میرے عیال ہیں اور تمہاری مصروفیات نے مجھے تجارت سے روک دیا ہے- تب صحابہ کرامؓ نے پانچ سو کا اضافہ کر دیا- وضین بن عطاء بیان کرتے ہیں کہ مدینہ میں تین معلم بچوں کو تعلیم دیتے تھے اور حضرت عمرؓ ان میں سے ہر ایک کو پندرہ درہم ہر ماہ دیتے تھے- تعلیم قرآن پر اُجرت کا مسئلہ اختلافی ہے- بعض کے نزدیک جائز اور بعض کے نزدیک ناجائز ہے- خیال رہے امام ابو حنیفہؒ اور ان کے اصحاب نے تعلیم قرآن پر اُجرت لینے کو ناجائز قرار دیا ہے -لیکن موجودہ دَور میں یہ ایک مجبوری ہے -وہ یہ کہ اُجرت کے بغیر سلسلہء تعلیم قرآن ختم ہو سکتا ہے-

(شرح مسلم)

☆ حدیث نمبر ۱۱۳

عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اُمَّ سَعْدٍ

مَاتَتْ فَاَیُّ الصَّدَقَةِ اَفْضَلُ قَالَ الْمَآءُ فَحَفَرَ بِئْرًا وَ قَالَ هٰذَا لِاُمِّ سَعْدٍ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَالنَّسَائِیْ -

(مشکوٰۃ باب فضل الصدقۃ)

☆ترجمہ

حضرت سعد ابن عبادہؓ سے روایت ہے انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اُمِّ سعد وفات پا گئیں- ثواب کونسا صدقہ بہتر ہے- فرمایا پانی - لہٰذا سعدؓ نے کنواں کھدوایا اور فرمایا یہ کنواں اُمِّ سعد کا ہے-

(ابوداؤد , نسائی)

☆تشریح

حضرت سعدؓ نے عرض کیا کہ میں کونسا صدقہ دے کر ان کی رُوح کو اس کا ثواب بخشوں- اس سے معلوم ہوا کہ بعد وفات میت کو نیک اعمال خصوصاً مالی صدقہ کا ثواب بخشنا سنت ہے قرآن پاک میں جو ہے:-

لَهَا مَا كَسَبَتْ وَ عَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ

(اس کو ثواب بھی اس کا ملے گا جو ارادہ سے کرے اور اس پر عذاب بھی اسی کا ہوگا جو ارادہ سے کرے) یا فرمایا :-

لَيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى

''انسان کو (ایمان کے بارے میں) صرف اپنی ہی کمائی ملے گی ،،

جس سے معلوم ہوا کہ انسان کو صرف اپنی کی ہوئی نیکیاں فائدہ مند ہیں-

وہاں بدنی فرائض مراد ہیں اسی لئے وہاں کَسَبَتْ اور سَعٰی ارشاد ہوا یعنی کوئی کسی کی طرف سے فرض نمازیں ادا نہیں کر سکتا۔ ثواب ہر عمل کا بخش سکتے ہیں۔ لہٰذا یہ حدیث ان آیات کے خلاف نہیں۔ قرآن کریم سے تو یہاں تک ثابت ہے کہ نیکوں کی برکت سے مُردوں کی آفتیں ٹل جاتی ہیں۔ اللہ کا فرمان ہے:۔

وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا (ان کا باپ ایک نیک آدمی تھا)

فرمایا ان کی طرف سے پانی کی خیرات کرو۔ کیونکہ پانی سے دینی دنیاوی منافع حاصل ہوتے ہیں خصوصاً ان گرم و خشک علاقوں میں جہاں پانی کی کمی ہو۔ بعض لوگ سبیلیں لگاتے ہیں ۔ عام مسلمان ختم ۔فاتحہ وغیرہ میں دوسری چیزوں کے ساتھ پانی بھی رکھ دیتے ہیں ان سب کا ماخذ یہ حدیث شریف ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ پانی کی خیرات بہتر ہے۔

لِاُمِّ سَعْدٍ فرما کر بتایا کہ اُمِّ سعد کی روح کے ثواب کے لئے ہے یہ لام نفع کا ہے نہ کہ ملکیت کا۔ اس سے چند مسائل معلوم ہوئے ایک یہ کہ ثواب بخشتے وقت ایصال ثواب کے الفاظ زبان سے ادا کرنا سنتِ صحابہؓ ہے کہ خدایا اس کا ثواب فلاں کو پہنچے۔ دوسرا یہ کہ کسی چیز پر میت کا نام آجانے سے وہ شے حرام نہ ہوگی۔ دیکھو حضرت سعدؓ نے اس کنوئیں کو اپنی مرحومہ ماں کے نام پر منسوب کیا۔ وہ کنواں شائد اب بھی آباد ہو اور اس کا نام بئر اُمِّ سعد ہی تھا۔ یہ مَا اُحِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ کے خلاف نہیں کہ وہاں وہ جانور مراد ہیں جو غیر خدا کے نام پر ذبح کئے جائیں۔ یہ حدیث چند اسنادوں سے مروی ہے۔ ابو داؤد کی ایک سند میں یوں ہے ۔

عَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ السَّبِيْعِیْ عَنْ رَجُلٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ

چونکہ اس میں عَنْ رَجُلٍ آگیا اس لئے یہ سند مجہول ہو گئی- دوسری سند میں یوں ہے عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ اَنَّ سَعْدًا اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ الخ .... یہ اسناد ابو داؤد, نسائی اور ابن حبان میں بھی ہیں

تیسری سند یوں ہے - عَنْ سَعِيْدِ ابْنِ الْمُسَيِّبِ وَالْحَسَنِ الْبَصَرِيْ كِلَا هُمَا عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ یہ دونوں اسناد منقطع ہیں- کیونکہ سعید ابن مسیبؓ اور حسن بصریؒ کی ملاقات حضرت سعد بن عبادہؓ سے نہ ہوئی (مرقات)

مگر یہ انقطاع وجہالت کوئی مضر نہیں , چند وجوہات سے-

ایک یہ کہ یہ حدیث اس بناء پر زیادہ سے زیادہ ضعیف ہو سکتی ہے اور حدیث ضعیف فضائلِ اعمال اور ثبوتِ استحباب میں کافی ہوتی ہے -دیکھئے کتب فقہ اور شامی وغیرہ-ایصالِ ثواب فرض یاواجب نہیں بلکہ صرف سنتِ مستحبہ ہے-

دوسرا یہ کہ یہ کسی حدیثِ صحیح کے متعارض نہیں- کسی حدیث میں یہ نہیں آیا کہ ایصالِ ثواب حرام ہے تاکہ یہ حدیث چھوڑ دی جائے-

تیسرا یہ کہ اس حدیث کی تائید بہت سی صحیح احادیث سے بھی ہوتی ہے- چنانچہ صحیح حدیث میں ہے کہ حضور انور ﷺ ایک قربانی اپنی اُمت کی طرف سے کرتے تھے اور فرماتے تھے الٰہی اسے اُمتِ مصطفیٰ کی طرف سے قبول فرما لے-

(بخاری و مسلم)

اور سیدنا علی المرتضیٰؓ ہمیشہ حضور ﷺ کی طرف سے قربانی کرتے رہے

فرماتے تھے مجھے حضور ﷺ نے اس کا حکم فرمایا ہے۔ (ابو داؤد . ترمذی)

چوتھا یہ کہ اس حدیث کی تائید آیتِ قرآنی سے بھی ہوتی ہے فرمان باری تعالیٰ ہے۔ وَفِیْ اَمْوَالِھِمْ حَقٌّ اَلِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُوْمِ

(اور انکے اموال میں سائل اور محروم کا بھی حق ہے) اور فرماتا ہے۔

وَیَتَّخِذُ مَا یُنْفِقُ قُرُبَاتٍ عِنْدَ اللّٰہِ وَ صَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ

(اور جو کچھ وہ خرچ کرتے ہیں اس کو عنداللہ قرب حاصل کرنے کا ذریعہ اور رسول ﷺ کی دعا کا ذریعہ بناتے ہیں)

پانچواں یہ کہ ہمیشہ سے سارے مسلمان ایصالِ ثواب پر عمل کرتے رہے اور عملِ امت کی وجہ سے حدیث ضعیف بھی قوی ہو جاتی ہے۔

چھٹا یہ کہ جب امام بخاریؒ کی تعلیق قبول ہے جن میں وہ اسناد بیان ہی نہیں کرتے۔ سیدھے کہہ دیتے ہیں۔ قَالَ اِبْنِ عَبَاسؓ کیونکہ امام بخاریؒ ثقہ ہیں تو حضرت سعید ابن مسیبؒ اور خواجہ حسن بصریؒ کا انقطاع بھی قبول کیونکہ یہ دونوں حضرات امام بخاریؒ سے کم ثقہ نہیں بلکہ اپنے یقین کامل کی بناء پر براہِ راست حضرت سعدؓ کا واقعہ بیان کر دیا۔

(مراعات)

شارح مُسلم علامہ سعیدیؒ حوالہ امام بخاریؒ حضرت ابن عباسؓ کا قول نقل فرماتے ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہؓ کی والدہ ان کی عدم موجودگی میں فوت ہو گئیں انہوں نے بارگاہ رسالتؐ میں عرض کیا کہ اگر میں والدہ کی طرف سے کچھ صدقہ کروں تو کیا ان کو نفع پہنچے گا ؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں۔ سعدؓ نے عرض کی یا رسول

اللہ ﷺ میں آپ ﷺ کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے اپنا پھلوں والا باغ اپنی والدہ کی طرف سے صدقہ کر دیا۔

(شرح مسلم ج(۷) صفحہ ۹۲)

حدیث نمبر ۱۱۴

عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهُمْ ذَبَحُوْا شَاةً فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا بَقِیَ مِنْهَا قَالَتْ مَا بَقِیَ مِنْهَا اِلَّا کَتِفُهَا قَالَ بَقِیَ کُلُّهَا غَیْرَ کَتِفِهَا رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَ صَحَّحَهٗ -

(مشکوٰۃ باب فضل الصدقۃ)

☆ترجمہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اہلِ بیت نے بکری ذبح کی تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اس میں سے کیا بچا وہ بولیں کہ کندھے کے سواء کچھ نہ بچا۔ فرمایا کندھے کے سواء سب کچھ بچ گیا۔

(ترمذی اور ترمذی نے اسے صحیح فرمایا)

☆تشریح

بکری ذبح کرنے والے بعض صحابہ کرامؓ تھے یا بعض اہلِ بیت۔ چونکہ ازواجِ

مطہراتؓ کو اہلِ بیت بھی کہا جاتا ہے اور یہ لفظ مذکر ہے اس لئے جمع مذکر کا صیغہ ارشاد ہوا۔

حضور ﷺ کے پوچھنے پر ازواجِ مطہراتؓ نے عرض کیا سارا گوشت خیرات کر دیا گیا ہے صرف ایک شانہ بچا ہے۔ غالباً یہ گھر کے خرچ کے لئے رکھا گیا ہوگا۔ اور یہ بکری صدقہ کے لئے ذبح کی گئی ہوگی کیونکہ صدقہ کا گوشت گھر کے خرچ کے لئے نہیں رکھا جاتا تھا۔

حدیثِ پاک کا مطلب یہ ہے کہ جو راہِ خدا میں صدقہ دے دیا گیا وہ باقی اور لازوال ہو گیا اور جو اپنے کھانے کے لئے رکھا گیا وہ ہضم ہو کر فناہ ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:- مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ

(اور جو کچھ تمہارے پاس ہے ختم ہو جائے گا اور جو اللہ کے پاس ہے وہ باقی رہے گا)

(مراٰت)

☆ حدیث نمبر ۱۱۵

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثَةٌ يُحِبُّهُمُ اللّٰهُ وَ ثَلٰثَةٌ يُبْغِضُهُمُ اللّٰهُ فَاَمَّا الَّذِيْنَ يُحِبُّهُمُ اللّٰهُ فَرَجُلٌ اَتٰى قَوْمًا فَسَئَا لَهُمْ بِاللّٰهِ وَ لَمْ يَسْئَالْهُمْ لِقَرَابَةٍ بَيْنَهٗ وَ بَيْنَهُمْ فَمَنَعُوْهُ فَتَخَلَّفَ رَجُلٌ بِاَعْيَانِهِمْ فَاَعْطَاهُ سِرًّا لَا يَعْلَمُ بِعَطِيَّتِهٖ اِلَّا اللّٰهُ وَالَّذِیْ

اَعۡطَاهُ وَقَوۡمٌ سَارُوۡا لَيۡلَتَهُمۡ حَتّٰى اِذَا كَانَ النَّوۡمُ اَحَبَّ اِلَيۡهِمۡ مِمَّا يُعۡدَلُ بِهٖ فَوَضَعُوۡا رُءُوۡسَهُمۡ فَقَامَ يَتَمَلَّقُنِىۡ وَ يَتۡلُوۡ اٰيَاتِىۡ وَرَجُلٌ كَانَ فِىۡ سَرِيَّةٍ فَلَقِىَ الۡعَدُوَّ فَهُزِمُوۡا فَاَقۡبَلَ بِصَدۡرِهٖ حَتّٰى يُقۡتَلَ اَوۡ يُفۡتَحَ لَهٗ وَالثَّلٰثَةُ الَّذِيۡنَ يُبۡغِضُهُمُ اللّٰهُ اَلشَّيۡخُ الزَّانِىۡ وَالۡفَقِيۡرُ الۡمُخۡتَالُ وَالۡغَنِىُّ الظَّلُوۡمُ رَوَاهُ التِّرۡمِذِىُّ وَالنَّسَائِىُّ

(مشکوٰۃ باب فضل الصدقۃ)

☆ترجمہ

حضرت ابو ذرؓ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تین شخصوں سے محبت کرتا ہے اور تین سے سخت ناراض۔ جن سے وہ محبت کرتا ہے ایک تو وہ شخص ہے جو کسی قوم کے پاس پہنچا ان سے اللہ کے نام پر کچھ مانگا اپنی آپس کی قرابت داری کی وجہ سے نہ مانگا لوگوں نے اسے منع کر دیا تو ان ہی میں سے ایک شخص پیچھے ہٹا اسے چھپ کر کچھ دے دیا۔ جس کا عطیہ اللہ کے سوا اور اس دینے والے کے سوا کوئی نہیں جانتا اور ایک وہ قوم جو رات بھر چلتی رہی حتیٰ کہ جب انہیں نیند ہر ماسوا سے پیاری ہو گئی تو سر رکھ کر سو گئے۔ تو یہ شخص کھڑے ہو کر میری خوشامد کرنے لگا اور میری آیات تلاوت کیں۔ اور وہ شخص جو کسی لشکر میں تھا دشمن سے جنگ کی لوگ بھاگ پڑے تو یہ اپنا سینہ تان کر کھڑا ہو گیا حتیٰ کہ قتل

کر دیا گیا- یا اس کی وجہ سے فتح ہو گئی- اور وہ تین جن سے اللہ سخت ناراض ہے ایک بوڑھا زانی، دوسرا متکبر فقیر اور تیسرا ظالم غنی-

(ترمذی، نسائی)

☆تشریح

اللہ تعالیٰ کی محبت سے مراد خصوصی محبت ہے اور ناراضی سے بھی خصوصی ناراضی مراد ہے- ورنہ اللہ تعالیٰ تمام کفار اور فاسقوں سے ناراض ہے-

قوم کے پاس آنے والا شخص اور مانگنے والا خدا کا محبوب نہیں بلکہ وہ تو دینے والا ہے- جس کا ذکر آگے آرہا ہے- اس کے صدقہ کی اہمیت دکھانے کے لئے یہ پورا واقعہ بیان فرمایا-

(لمعات)

اگرچہ قرابت دار فقیر کو دینے میں دوگنا ثواب ہے- مگر یہاں اس سخی کا اس اجنبی ناواقف فقیر کو دینا بہت ہی کامل ہوا کیونکہ یہاں سوائے رضاء الٰہی کے اور کوئی چیز فقیر کی ممنونیت وغیرہ ملحوظ نہ تھی-

لفظ اَعْطَاہُ میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ اس سے لینے والا فقیر مراد ہو- دوسرا یہ کہ اس سے دینے والا سخی مراد ہو- مطلب یہ کہ اس سخی نے اپنا منہ چھپا کر یا اندھیرے میں اس طرح دیا کہ فقیر کو بھی پتہ نہ چلا کہ کون دے گیا، چونکہ اس شخص نے صدقہ بھی دیا- اس قوم کی مخالفت بھی کی اور فقیر کی ٹوٹی آس بھی پوری کی - اس لئے یہ خدا کا زیادہ پیارا ہوا-

عرب میں عموماً اب بھی رات میں سفر ہوتا ہے اور تھکن اتارنے کے لئے مسافر آخر رات میں آرام کر لیتے ہیں- چونکہ اس تہجد خواں نے تین بہادریاں کیں اس لئے یہ خدا تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہوا- ایسی حالت میں نیند پر عبادت کو ترجیح دینا- سب کو سوتا دیکھ کر بھی نہ سونا- عابدوں میں عبادت آسان ہے غافلوں میں مشکل- اور تہجد کی نماز غافلوں میں رہتے ہوئے پڑھنا مشکل کام ہے-

حدیث پاک میں لفظ تَمَلَّقَ ملق سے بنا بمعنی دوستی ونرمی، ناجائز نرمی کا نام چاپلوسی ہے اور جائز نرمی کا نام خوشامد نیاز مندی وغیرہ ہے- یہاں دوسرے معنی میں ہے- صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ یہ خوشامد اصل عرفان اور بندے و رب تعالیٰ کے درمیان خاص تعلق کا باعث ہے یہ حال قال سے وراء ہے-

وہ شخص جو جنگ میں گیا، ڈٹا رہا- اس طرح کہ اس اکیلے کی جرأت ہمت دیکھ کر بھاگنے والوں میں دلیری پیدا ہوئی- پلٹ پڑے اور جم کر لڑے جیسا کہ غزوہ حنین میں ہوا کہ اس دن سارے غازیوں کے قدم اکھڑ گئے تھے - حضور ﷺ میدان میں جمے رہے پھر وہی صحابہؓ پلٹ پڑے، جم کر لڑے اور میدان جیت لیا-

اَلشَّيْخُ الزَّانِيْ سے ظاہر ہے کہ بوڑھا آدمی نہ کہ شادی شدہ جوان- چونکہ بڑھاپے میں موت قریب نظر آتی ہے- شہوانی قوتیں کمزور ہو جاتی ہیں- بوڑھا بہت تکلف سے ہی صحبت کر سکتا ہے اس لئے اس کا زنا انتہائی خباثت کی دلیل ہے کہ اسے نہ موت کا خوف اور نہ اللہ ورسول کا شرم-

اگرچہ ہر متکبر بُرا ہے مگر فقیر کا متکبر زیادہ بُرا کیونکہ اس کے پاس اس کے

اسباب نہیں ہیں- محض شیطان کے دھوکے سے اپنے کو بڑا جاننا ہے-خیال رہے کہ تکبر ، استغناء اور تعفف میں بڑا فرق ہے اور مسلمانوں کو اپنے سے حقیر جاننا تکبر ہے اور اپنے کو ان سے بے نیاز سمجھنا صرف اللہ ورسول ﷺ ہی کا محتاج جاننا بہت اعلیٰ وصف ہے-اسی کو استغناء وغیرہ کہتے ہیں اس کو اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ، نے یوں فرمایا :-

ے تیرے قدموں میں جو ہیں غیر کا منہ کیا دیکھیں
کون نظروں میں جچے دیکھ کے تلوا تیرا

ے کیوں نہ وہ بے نیاز ہو تجھ سے جسے نیاز ہو

صاحبِ مرقات فرماتے ہیں کہ کفار اور متکبرین کے مقابلہ میں تکبر کرنا عبادت ہے-

(مرقات)

اشعۃ اللمعات میں ہے کہ حضرت بشیر ابن حارث رضی اللہ عنہ نے امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خواب میں دیکھا ۔ عرض کیا مجھے کچھ نصیحت کیجئے ۔ فرمایا کہ امیروں کا فقیروں پر مہربانی کرنا بہت اچھا ہے مگر فقیروں کا خدا پر توکل کر کے امیروں سے تکبر کرنا اس سے بھی اچھا ہے -

اَلْغَنِیُّ الظَّالِمُ یعنی اپنے نفس پر ظالم کہ نعمتوں کا شکر نہیں کرتا اور مخلوق پر ظالم کہ انہیں بجائے نفع پہنچانے کے ستاتا ہے چونکہ ان لوگوں کے جرم سخت ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ ان سے سخت ناراض ہے- (مرأت)

شارح مسلم علامہ سعیدیؒ ایک دوسری حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ بوڑھے آدمی کی طویل زمانہ گزر جانے اور متعدد تجربات کے حصول کی وجہ سے عقل کامل ہو جاتی ہے اور اس میں جماع کے اسباب اور شہوت کم ہو جاتی ہے اگر تھوڑی ہو بھی تو حلال ذرائع موجود ہوتے ہیں تو پھر اس کا زنا کرنا بہت بعید ہوتا ہے کیونکہ زنا کا محرک شباب، حرارت غریزہ، قلتِ معرفت، غلبہ شہوت، ضعفِ عقل اور کم عمری ہوتا ہے - پس معلوم ہوا کہ بوڑھے کا زنا بہت ہی بُرا ہے - اسی طرح فقیر کا تکبر کرنا بہت بُرا ہے - کیونکہ تکبر کا سبب اپنے ہم عصروں پر فائق ہونا دنیا کی کثرت اور لوگوں کا اس کی طرف محتاج ہونا ہے تو جس شخص کے پاس مال و دولت نہ ہو اور وہ خود دوسروں کا دستِ نگر اور محتاج ہو تو اس کا تکبر کرنا بہت بُرا ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ ان سے ناراض ہے -

(شرح مسلم ج -۱)

☆ حدیث نمبر ۱۱۶

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ نَھٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنِ الْوِصَالِ فِی الصَّوْمِ فَقَالَ لَہٗ رَجُلٌ اِنَّکَ تُوَاصِلُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ وَ اَیُّکُمْ مِثْلِیْ اِنِّیْ اَبِیْتُ یُطْعِمُنِیْ رَبِّیْ وَیَسْقِیْنِیْ ، مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ -

(مشکوٰۃ باب متفرق)

☆ترجمہ

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے روزے میں وصال کرنے سے منع فرمایا تو کسی شخص نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ آپ تو وصال کرتے ہیں۔ فرمایا تم میں مجھ جیسا کون ہے؟ میں اس طرح رات گزارتا ہوں کہ میرا رب مجھے کھلاتا پلاتا ہے۔

(بخاری و مسلم)

☆تشریح

روزہ کا وصال یہ ہے کہ رات کو بغیر افطار کئے، بغیر کچھ کھائے پیے دوسرا روزہ رکھ لیا جائے۔ حق یہ ہے کہ یہ وصال ہمارے لئے مکروہ تحریمی ہے اور یہاں ممانعت حرمت کی ہے۔ اس ممانعت میں صدہا حکمتیں ہیں۔ وصال سے جسم بہت کمزور ہو جاتا ہے۔ وصال سے دوسری عبادتیں بھاری پڑ جاتی ہیں۔ وصال میں جوگیوں، سادھوؤں کی مشابہت ہے۔ وصال ساری امت کے لئے ناجائز ہے خواہ اولیاء ہوں یا دیگر طبقہ کے لوگ۔

حضور ﷺ صرف ایک دن کا نہیں بلکہ لگاتار کئی کئی روز کا وصال فرماتے تھے کہ مسلسل روزے پر روزہ رکھتے تھے۔ اس لئے سائل کو شبہ ہوا کہ وصال تو سنتِ رسول اللہ ﷺ ہونا چاہئے۔ منع کیوں ہے؟

اَیُّکُمْ مِثْلِیْ میں استفہام انکاری ہے اور اَیُّکُمْ میں صحابہؓ اور تمام انسانوں سے خطاب ہے یعنی تم میں مجھ جیسا کوئی نہیں۔ جب صحابہؓ حضور انور

ﷺ کی مثل نہ ہو سکے اور کسی کا کیا منہ ہے جو ان سے ہمسری کا دعویٰ کرے۔ ہمارا تو عقیدہ ہے۔

نسبت خود بسگت کردم و بس منفعلم

زاں کہ نسبت بسگ کوئے تو شد بے ادبی است

ترجمہ = اپنی نسبت تیرے کتے سے کی ہے لیکن بہت شرمندہ ہوں ۔ کیونکہ تیرے کتے کے ساتھ اپنی نسبت کرنا سخت بے ادبی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے فرمان قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ میں خالص بشریت میں تشبیہ ہے جس میں اُلُوْہِیَّتْ کا خلط نہ ہو یعنی میں تمہاری طرح خالص بشر ہوں نہ خدا ، نہ خدا کا ساجھی ۔ پھر میری بشریت سے نبوت کا خلط ہوا جسے یُوحٰی اِلَیَّ نے بیان کیا۔ للذا یہ حدیث آیت قرآنی کے خلاف نہیں تمام جہان کے اولیاء ایک صحابیؓ کی مثل نہیں ہو سکتے جس نے ایمانی نگاہ سے ان کا چہرہ ایک آن دیکھا ان کی ذات تو بہت اعلیٰ ہے۔

علماء نے اس کھلانے پلانے کی بہت توجیہیں بیان کی ہیں بعض نے کہا کہ اس سے قوت برداشت مراد ہے۔ بعض نے فرمایا کہ اس سے روحانی غذائیں مراد ہیں۔ بعض کے نزدیک فیضان اور مناجات کی لذتیں مراد ہیں۔ بعض کہتے ہیں اس سے بھوک پیاس کا نہ ہونا مراد ہے ۔ لیکن حضرت عشق کا فتویٰ نرالا ہے کہ حدیث بالکل ظاہری معنیٰ پر ہے اور اس میں حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی تین نعمتوں کا ذکر فرمایا ایک یہ کہ تم سب اپنے بیوی بچوں کے پاس رات گزارتے ہو اور میں اپنے رب کے پاس۔

فرشی و بر اوج عرش منزل   امّی و کتاب خانہ در دل

امّی و دقیقہ دان عالم   بے سایہ و سائبان عالم

ترجمہ = زمین پر رہتے ہیں لیکن عرش کی بلندیوں پر منزل ہے- کسی سے پڑھا نہیں لیکن تمام کتانیں دل میں ہیں- امّی ہیں اور تمام جہاں کی گہرائیاں جاننے والے ہیں- اپنا سایہ نہیں لیکن تمام جہان کے لئے سایہ ہیں-

دوسرا یہ کہ میں اللہ کے پاس رہ کر خود نہیں کھاتا پیتا بلکہ مجھے اللہ تعالیٰ کھلاتا پلاتا ہے- کھلانے والا اس کا دستِ کرم ہے- کھانے والا میں- تیسرا یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھے وہ روزی کھلاتا پلاتا ہے جس سے نہ روزہ ٹوٹے اور نہ روزوں کا تسلسل جائے یعنی جنت کے میوے اور سبیلِ تسنیم وغیرہ کے شربت-

چند مسائل معلوم ہوئے ایک یہ کہ کوئی شخص کسی درجہ پر پہنچ کر حضور انور ﷺ کی مثل نہیں ہو سکتا- جب انسان کو ناطق کی قید نے تمام حیوانات سے ذاتی امتیاز دے دیا تو نبوت اور وحی کی صفتوں نے بھی حضور ﷺ کو تمام انسانوں سے ذاتی طور پر ممتاز کر دیا- دوسرا یہ کہ اگر حضور ﷺ بہ نیت عبادت کھانا پینا چھوڑ دیں تو خواہ ہفتوں نہ کھائیں ضعف و کمزوری بالکل طاری نہ ہوگی- اور اگر بطورِ عادت کھانا ملاحظہ نہ کریں تو ضعف نمودار ہوگا اور شکمِ پاک پر پتھر بھی باندھے جائیں گے کیونکہ آپ ﷺ نور بھی ہیں اور بشر بھی- عبادت میں نورانیت کا ظہور ہے اور عادت میں بشریت کی جلوہ گری ہے- تیسرا یہ کہ جنتی میوے کھانے اور وہاں کا پانی پینے سے روزہ نہیں جاتا- جس طرح اللہ تعالیٰ سے کلام کرنے اور حضور ﷺ کو سلام کرنے سے نماز نہیں جاتی- بعض اولیاء خواب میں کھا پی لیتے ہیں کہ کھانے کی خوشبو

بیداری کے بعد ان کے منہ میں پائی جاتی ہے مگر ان کا روزہ قائم رہتا ہے۔ دیکھو احتلام سے ہمارا روزہ نہیں جاتا۔ چوتھا یہ کہ بعض بندوں کو اسی زندگی میں جنتی میوے ملتے ہیں۔ حضرت مریمؑ کا جنتی میوے کھانا قرآن پاک سے ثابت ہے۔ پانچواں یہ کہ حضور ﷺ کا ہر کام ہمارے لئے سنت نہیں بلکہ وہ کام سنت ہے جو ہمارے لئے لائقِ عمل ہو۔ خصوصیاتِ مصطفویؐ ہمارے لئے سنت نہیں۔ ۹ بیویاں نکاح میں جمع فرمانا، روزہ وصال ہمارے لئے نہ سنت ہیں نہ لائقِ عمل سنت و حدیث میں یہی فرق ہے۔

(مراءت)

☆ حدیث نمبر ۱۱۷

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ اَلَمْ اُخْبَرْ اَنَّكَ تَصُوْمُ النَّهَارَ وَ تَقُوْمُ اللَّيْلَ فَقُلْتُ بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَلَا تَفْعَلْ صُمْ وَ اَفْطِرْ وَ قُمْ وَ نَمْ فَاِنَّ لِجَسَدِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَّ اِنَّ لِعَيْنِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَّ اِنَّ لِزَوْجِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَّ اِنَّ لِزَوْرِكَ عَلَيْكَ حَقًّا لَا صَامَ مَنْ صَامَ الدَّهْرَ صَوْمُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ مِّنْ كُلِّ شَهْرٍ صَوْمُ الدَّهْرِ كُلِّهٖ صُمْ كُلَّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ

وَاقْرَءِ الْقُرْاٰنَ فِیْ کُلِّ شَہْرٍ قُلْتُ اِنِّیْ اُطِیْقُ اَکْثَرَ مِنْ ذٰلِکَ قَالَ صُمْ اَفْضَلَ الصَّوْمِ صَوْمَ دَاوٗدَ صِیَامَ یَوْمٍ وَّ اَفْطَارَ یَوْمٍ وَّ اقْرَأْ فِیْ کُلِّ سَبْعِ لَیَالٍ مَرَّۃً وَلَا تَزِدْ عَلٰی ذٰلِکَ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ -

(مشکوٰۃ باب صیام التطوّع)

☆ترجمہ

روایت ہے حضرت عبد اللہؓ ابن عمرو ابن عاصؓ سے . فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا . اے عبد اللہ کیا مجھے یہ خبر نہ ملی کہ تم ہمیشہ دن میں روزہ رکھتے ہو اور رات کو قیام کرتے ہو . میں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ ﷺ - فرمایا ایسا نہ کرو . روزہ بھی رکھو افطار بھی کرو . قیام بھی کرو اور آرام بھی کیونکہ تمہارے جسم کا تم پر حق ہے اور تم پر تمہاری آنکھوں کا بھی حق ہے اور تم پر تمہاری بیوی کا بھی حق ہے اور تم پر تمہارے ملاقاتی کا بھی حق ہے - جس نے عمر بھر روزے رکھے اس نے روزے رکھے ہی نہیں - ہر مہینہ تین روزے ساری عمر کے روزے ہیں - ہر مہینہ میں تین روزے رکھو اور ہر مہینہ ایک قرآن ختم کرو - میں نے عرض کیا کہ میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں - فرمایا تو تم بہترین روزے ,, روزۂ داؤد ,, رکھو - ایک دن روزہ ایک دن افطار - اور سات راتوں میں قرآن پاک ختم کرو - اس سے زیادہ نہ کرو -

(بخاری، مسلم)

☆تشریح

فرمایا مجھے خبر ملی ہے کہ تم سوائے پانچ ممنوعہ دنوں کے باقی سال بھر کے مسلسل روزے رکھتے ہو اور رات کو عبادات کہ نہ دن میں کبھی افطار کرتے ہو نہ رات میں سوتے ہو - تم اتنے کمزور ہو جاؤ گے کہ فرضی عبادتیں اور لوگوں کے شرعی حقوق ادا نہ کر سکو گے اور نفل کی وجہ سے فرض چھوڑنا یا فرض چھوٹنے کے اسباب پر عمل کرنا نہ عقلاً مناسب ہے نہ ہی شرعاً ٹھیک ہے - خیال رہے اس صورت میں یہ ممانعت تحریمی ہے - جو چیز فرائض چھوڑا دے وہ حرام ہے - خیال رہے ہمیشہ روزہ رکھنے سے جسم کمزور ہو جاتا ہے اور بالکل نہ سونے سے نگاہ کمزور پڑ جانے کا خطرہ ہے -

سرکار علیہ کا کیا حکیمانہ جواب ہے کہ ہمیشہ روزہ رکھنے اور شب بیداری کرنے سے تم کمانہ سکو گے اور بیوی کو منہ نہ لگاؤ گے ۔ ملاقاتی لوگ اور مہمان چاہتے ہیں کہ تم ان کے ساتھ کھاؤ پیؤ اور رات کو دو گھڑی ان سے بات چیت کرو تم یہ بھی نہ کر سکو گے - معلوم ہوا ہمیشہ روزے رکھنے کی ممانعت ہم جیسے لوگوں کے لئے ہے - جو تمام حقوق چھوڑ بیٹھیں - جن کے لئے ہمیشہ روزہ اور رات بھر کا جاگنا مذکورہ حقوق سے آڑ نہ ہو - ان کے لئے اس میں حرج نہیں - مگر ایسے بہادر لوگ لاکھوں میں ایک آدھ ہیں جیسے حضرت طلحہؓ اور تابعین میں امام ابو حنیفہؒ وغیرہ -

جس نے عمر بھر روزے رکھے اس نے روزے رکھے ہی نہیں کا مطلب یہ کہ کامل روزے نہ رکھے جس سے پورا ثواب ملے - ایک نیکی کا ثواب دس گنا ہے - اس ترتیب سے ہر مہینہ میں تین روزوں کا ثواب پورے مہینہ کے روزوں کا ہوگا -

بہتر یہ ہے کہ تین روزے چاند کی ۱۳، ۱۴ اور ۱۵ کو رکھے جائیں۔

,, ہر مہینہ ایک قرآن ختم کرو ,, یہ جملہ قرآن کریم کے تیس پارے بنانے کی اصل ہے۔ زمانہ نبوی میں قرآن کریم کی تقسیم سورتوں اور منزلوں پر تھی۔ رکوع اور پاروں پر نہ تھی۔ پھر خلافتِ عثمانیہ میں اس میں رکوع قائم کیے گئے کہ حضرت عثمان غنیؓ تراویح کی رکعتوں میں جس قدر تلاوت کر کے رکوع فرماتے اس کا نام رکوع رکھا گیا اور حاشیہ پر ,, ع ,, کا نشان لگایا گیا۔ تاکہ تراویح کا باقاعدہ رواج دینے والے جناب عمرؓ اور اس رواج کو دنیا میں پھیلانے والے حضرت عثمانؓ کی طرف اشارہ ہو۔ تراویح روزانہ بیس رکعت ہوتی تھیں اور ستائیسویں شب کو ختم قرآن۔ اس طرح قرآن پاک کے 540 (پانچ سو چالیس) رکوع ہوئے۔ بہت عرصہ کے بعد قرآن پاک کے تیس پارے کیے گئے تاکہ روزانہ تلاوت کرنے والوں کو آسانی رہے اور اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے ہر مہینہ ایک قرآن ختم کر لیا کریں۔ بعض حفاظ کو میں نے دیکھا ہے بلکہ الحمد للہ خود بھی اس پر عمل پیرا ہوں کہ بیس رکعت تراویح میں بیس رکوع تلاوت کرنے سے ستائیسویں شب ختم قرآن ہو گا۔

عبد اللہ ابن عمروؓ نے عرض کی مجھے زیادہ عبادت کی اجازت عطا فرمائی جائے۔ خیال رہے کہ حضور ﷺ کی اس ممانعت سے ان کے لیے اتنے نوافل اور روزے ناجائز ہو گئے تھے۔ اس لئے آپ خوشامد کر کے زیادہ کی اجازت طلب کر رہے ہیں۔ اس سے جہاں حضور انور ﷺ کے خداداد اختیارات معلوم ہوئے وہاں صحابہ کا شوق عبادت بھی ظاہر ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ ان بزرگوں کے طفیل ہمیں بھی

عبادات کا شوق عطا فرمائے- آمین

سات راتوں میں ختم قرآن کہ روزانہ فمی بشوق کی ترتیب پر ایک منزل پڑھو تا کہ ہفتہ میں ایک قرآن ختم ہو- یاد رہے یہ حکم ان لوگوں کے لئے ہے جو حضرت عبداللہؓ جیسی طاقت رکھتے ہوں, کمزور لوگ مہینہ میں ختم کریں- اور زیادہ قوی لوگ ہفتہ سے بھی کم وقت میں ختم کر سکتے ہیں- جو مہینہ میں بھی ختم نہ کر سکے وہ بڑا محروم ہے-

(مراۃ وغیرہ)

☆ حدیث نمبر ۱۱۸

عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ كُنْتُ اُصَلِّیْ وَالنَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ اَبُوْ بَكْرٍ وَّ عُمَرَ مَعَہٗ فَلَمَّا جَلَسْتُ بَدَءْتُ بِالثَّنَاءِ عَلَی اللّٰہِ تَعَالٰی ثُمَّ الصَّلٰوۃِ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثُمَّ دَعَوْتُ لِنَفْسِیْ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَلْ تُعْطَہْ رَوَاہُ التِّرْمِذِیْ-

(مشکوٰۃ باب الصلوٰۃ علی النبی و فضلها)

☆ترجمہ

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ میں نماز پڑھ رہا تھا اور نبی کریم ﷺ اور ابو بکرؓ و عمرؓ آپ ﷺ کے ساتھ تھے۔ جب میں بیٹھا اور اللہ کی حمد سے ابتداء کی پھر نبی کریم ﷺ پر درُود شریف پھر میں نے اپنے لئے دُعا کی تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا مانگ لے دیا جائے گا، مانگ لے دیا جائے گا۔

(ترمذی)

☆تشریح

یہ حضرات نماز سے فارغ ہو کر مسجد میں ہی تشریف فرما تھے میں نوافل وغیرہ پڑھ رہا تھا کیونکہ حضرت ابن مسعودؓ علیحٰدہ فرض نہیں پڑھتے تھے بلکہ جماعت سے پڑھتے تھے۔ معلوم ہوا نماز کے بعد مسجد میں ٹھہرنا سنّت ہے۔

حدیث پاک سے چند ایک مسائل معلوم ہوئے ایک یہ کہ نماز کے بعد دُعا مانگنا سنّت ہے۔ دوسرا یہ کہ دُعا میں ترتیب یہ چاہئے کہ پہلے حمدِ الٰہی کرے۔ پھر درُود شریف پڑھے پھر اپنے گناہوں کی معافی مانگے پھر دعا مانگے۔ شامی نے فرمایا کہ دورانِ دُعا بار بار درُود شریف پڑھتا رہے۔ درُودوں سے بھری ہوئی دُعا انشاء اللہ رد نہیں ہوتی۔

ترمذی ، نسائی میں حضرت فضالہ ابن عبیدؓ روایت فرماتے ہیں کہ سرکار ﷺ تشریف فرما تھے کہ ایک شخص آیا اس نے نماز پڑھی پھر کہا الٰہی مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما۔ رسُول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا اے نمازی تو نے جلدی کی

جب تو نماز پڑھ کر بیٹھے تو اللہ کی حمد کر جس کے وہ لائق ہے اور مجھ پر درود بھیج پھر دعا کر۔ اس کے بعد دوسرے شخص نے نماز پڑھی اللہ کی حمد اور نبی کریم ﷺ پر درود بھیجا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے نمازی مانگ قبول ہوگی۔

معلوم ہوا رب دینے والا ہے اور اس کے حبیب دلوانے والے اور بانٹنے والے ہیں یا اس طرح کہو کہ رب سے مانگنا ہے تو حضور ﷺ کے وسیلہ سے مانگو۔ لہٰذا حمد و صلوٰۃ کے بعد دعا مانگی جائے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ کوئی دعا بغیر حمد و صلوٰۃ قبول نہیں ہوتی۔ یہ دونوں دعا کی قبولیت کی شرطیں ہیں۔

(مراءت)

غالباً اسی حدیث پر عمل کرتے ہوئے عامۃ المسلمین دعا عموماً اس طرح شروع کرتے ہیں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ اور دعا ختم کرتے ہوئے اس طرح درود شریف پڑھا جاتا ہے۔ وَ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔

شارح مسلم علامہ غلام رسول سعیدی فرماتے ہیں کہ دعا کے اول، وسط اور آخر میں درود شریف پڑھنا مستحب ہے۔ علامہ فاسی نے دلائل الخیرات کی شرح میں لکھا ہے کہ علامہ شاطبی نے شرح الفیہ میں کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر درود شریف پڑھنا قطعی طور پر مقبول ہے اور جب کوئی شخص درود شریف کے ساتھ کوئی دعا مانگے گا تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے قبول کی جائے گی۔ نیز علامہ فاسی فرماتے ہیں کہ کل اعمال میں سے بعض مقبول ہوتے ہیں اور بعض مردود لیکن درود شریف

صرف مقبول ہے مردود نہیں۔

(شرح مسلم ج(۱) صفحہ ۱۱۷۳)

☆ حدیث نمبر ۱۱۹

عَنْ اُمِّ هَانِئٍ قَالَتْ لَمَّا كَانَ يَوْمَ الْفَتْحِ فَتْحِ مَكَّةَ جَاءَتْ فَاطِمَةُ فَجَلَسَتْ عَلٰى يَسَارِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاُمُّ هَانِئٍ عَنْ يَمِيْنِهٖ فَجَاءَتِ الْوَلِيْدَةُ بِاِنَاءٍ فِيْهِ شَرَابٌ فَنَاوَلَتْهُ فَشَرِبَ مِنْهُ ثُمَّ نَاوَلَهٗ اُمَّ هَانِئٍ فَشَرِبَتْ مِنْهُ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَقَدْ اَفْطَرْتُ وَكُنْتُ صَائِمَةً فَقَالَ لَهَا اَكُنْتِ تَقْضِيْنَ شَيْئًا قَالَتْ لَا قَالَ فَلَا يَضُرُّكِ اِنْ كَانَ تَطَوُّعًا رَوَاهُ اَبُوْ دَاؤُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِاَحْمَدَ وَالتِّرْمِذِيِّ نَحْوَهٗ وَفِيْهِ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَمَا اِنِّيْ كُنْتُ صَائِمَةً فَقَالَ الصَّائِمُ الْمُتَطَوِّعُ اَمِيْرُ نَفْسِهٖ اِنْ شَاءَ صَامَ وَاِنْ شَاءَ اَفْطَرَ۔

(مشکوٰۃ باب متفرق الصوم)

☆ترجمہ

حضرت اُمِّ ھانیؓ سے روایت ہے- فرماتی ہیں کہ جب فتح مکہ کا دن ہوا تو حضرت فاطمہؓ آئیں اور رسول اللہ ﷺ کے بائیں طرف بیٹھ گئیں اور اُمِّ ھانیؓ حضور ﷺ کے دائیں طرف تھیں، تو ایک لونڈی ایک برتن لائیں جس میں شربت تھا حضور ﷺ کو پیش کیا تو آپ ﷺ نے اس سے پیا پھر اُمِّ ھانیؓ کو دے دیا انہوں نے پیا- پھر بولیں یا رسول اللہ ﷺ میں نے روزہ توڑ لیا. میں تو روزہ دار تھی- تو فرمایا کہ کیا تم کوئی روزہ قضا کر رہی تھیں- بولیں نہیں- فرمایا اگر نفلی روزہ تھا تو تمہیں کچھ ضرر نہیں- ابو داؤد، ترمذی، دارمی اور احمد ترمذی کی روایت میں اسی کی مثل ہے- اور اس میں یہ بھی ہے کہ آپ بولیں یا رسول اللہ میں روزہ دار تھی تو فرمایا نفلی روزہ دار اپنے نفس کا خود مختار ہے اگر چاہے روزہ پورا کرے اگر چاہے افطار کرے -

☆تشریح

غالباً مجلس کی یہ ترتیب حضور ﷺ کے حکم سے تھی کیونکہ اُمِّ ھانیؓ فاطمۃ الزہراؓ کی نند بھی تھیں اور پھوپھی بھی- عمر میں آپ سے بڑی تھیں اس لئے انہیں حضور ﷺ نے بائیں طرف بٹھایا اور اُمِّ ھانیؓ کو دائیں طرف- اب بھی اجتماع کے موقعہ پر نشست گاہوں میں مرتبہ کے مطابق ترتیب چاہئے- غالباً یہ واقعہ حضرت اُمِّ ھانیؓ کے گھر میں نہ ہوا کیونکہ اگر آپ کے گھر ہوتا تو آپ خود میزبانی کا شرف حاصل کرتیں- یہ واقعہ کسی دوسرے کے گھر ہوا ہوگا- خیال رہے حضرت اُمِّ

ھانیؓ نے مکہ معظمہ سے ہجرت نہیں کی تھی۔

(مراعات)

سنت یہ ہے کہ مجلس میں پانی وغیرہ کا برتن پہلے بزرگ کی خدمت میں پیش کیا جائے پھر داہنی طرف دور چلے اگرچہ اس طرف چھوٹا آدمی یا بچہ ہی کیوں نہ ہو اور بائیں جانب اگرچہ بڑا آدمی ہو پھر بھی داہنی طرف سے دیا جائے۔ حدیث پاک سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عزیز قرابت دار مرد و عورت ایک دوسرے کا جوٹھا پانی پی سکتے ہیں جن روایات میں ہے کہ عورت مرد کا اور مرد عورت کا جوٹھا نہ پیئے وہاں اجنبی لوگ مراد ہیں۔

سبحان اللہ حضرت ام ھانیؓ کا کیا عجیب عمل ہے کہ پہلے آپ نے روزہ توڑا پھر مسئلہ پوچھا ان کے نزدیک حضور ﷺ کا پس خوردہ تبرک پینا روزے سے افضل تھا۔ ان کے دل نے فتویٰ دیا کہ روزے کی قضاء یا کفارہ ادا کر لوں گی۔ مگر حضور ﷺ کا جوٹھا پھر کہاں ملے گا۔ عشق کے رنگ ہی نرالے ہیں۔

ے
نیست ایں باراں ازیں ابر شما
ہست باراں دیگر و دیگر سما

ترجمہ = یہ اس بادل کی بارش نہیں ہے - یہ بارش بھی اور ہے اور آسمان بھی دوسرا ہے

عشق کا مدرسہ ہی دوسرا ہے اور اس کے آسمان و زمین ہی کچھ اور ہیں۔

حضور ﷺ نے حضرت ام ھانیؓ کو گویا بتایا کہ اگر یہ روزہ نذر یا قضائے رمضان کا تھا تب تو اس کا توڑنا منع تھا۔ اور اگر محض نفلی تھا تو توڑنا بالکل جائز اگرچہ

اس کی قضاء واجب۔ اس سے معلوم ہوا کہ مرید یا شاگرد اپنے پیر یا استاد کے تبرک کھانے کے لئے نفلی روزہ توڑ سکتا ہے ۔ دعوت کی طرح یہ بھی روزہ توڑنے کا ایک عذر ہے۔

حدیث پاک کے ظاہری الفاظ سے امام شافعیؒ نے فرمایا کہ نفلی روزہ توڑ دینے سے قضاء واجب نہیں لیکن یہ استدلال کمزور ہے کیونکہ یہاں گناہ کی نفی ہے نہ قضاء کی ۔

اَمِیۡرُ نَفۡسِہٖ کا مطلب یہ ہے کہ نفلی روزہ دار کسی موقعہ پر افطار بہتر سمجھے تو توڑ سکتا ہے۔ (مراۃ)

☆ حدیث نمبر ۱۲۰

عَنۡ اِبۡنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ لَا حَسَدَ اِلاَّ عَلَی اثۡنَیۡنِ رَجُلٌ اٰتَاہُ اللّٰہُ الۡقُرۡاٰنَ فَھُوَ یَقُوۡمُ بِہٖ اٰنَاءَ اللَّیۡلِ وَاٰنَاءَ النَّھَارِ وَرَجُلٌ اٰتَاہُ اللّٰہُ مَالاً فَھُوَ یُنۡفِقُ مِنۡہُ اٰنَاءَ اللَّیۡلِ وَاٰنَاءَ النَّھَارِ مُتَّفَقٌ عَلَیۡہِ ۔

(مشکوٰۃ کتاب فضائل القرآن)

☆ترجمہ

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے ، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ صرف دو آدمیوں پر غِبْطَه ہے ایک وہ جس کو اللہ نے علم قرآن دیا وہ دن رات اسے پڑھتا ہو۔ دوسرا وہ شخص جسے اللہ نے مال دیا ہو وہ دن رات اس سے خیرات کرتا ہو۔ (بخاری و مسلم)

☆تشریح

حدیث پاک میں لفظ حسد بمعنی غِبْطَه ، رشک ہے۔ حسد تو کسی پر جائز نہیں نہ دنیادار پر نہ دین دار پر۔ شیطان کو حضرت آدم علیہ السلام پر ان کی دینی عظمت پر حسد ہوا تھا نہ کہ دنیاوی مال و دولت پر۔ مگر وہ مارا گیا۔ حسد کے معنی ہیں دوسرے کی نعمت پر جلنا اور اس کا زوال چاہنا اور رشک کے معنی ہیں دوسرے کی سی نعمت اپنے لئے بھی چاہنا۔ دینی چیزوں میں رشک جائز ہے۔

علم قرآن ملنے سے مراد ہے کہ وہ آدمی عالم دین ہو دن رات نمازیں پڑھتا ہو قرآن پر عمل کرتا ہو ، ہر وقت اس کے مسائل سوچتا ہو اس میں غور و تامل کرتا ہو۔ تلاوتِ قرآن کرتا ہو۔ لفظ یَقُوْمُ میں یہ سب کچھ داخل ہے۔ مبارک ہے وہ زندگی جو قرآن و حدیث میں تامل و غور کرنے میں گزر جائے اور مبارک ہے وہ موت جو قرآن و حدیث کی خدمت میں آئے۔ اللہ ہم سب کو نصیب کرے۔ آمین۔

نکل جائے دم تیرے قدموں کے نیچے
یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے

انسان جس شغل میں جئے گا اسی میں مرے گا اور انشاء اللہ اسی میں اٹھے گا۔ مشکوٰۃ شریف میں آتا ہے کہ بعض صحابہ کرامؓ قبر میں بھی سورۃ ملک پڑھتے سُنے گئے۔

چونکہ خفیہ خیرات علانیہ خیرات سے افضل ہے اس لئے یہاں رات کا ذکر پہلے آیا یعنی وہ مالدار خفیہ بھی خیرات کرے اور علانیہ بھی۔ خیال رہے کہ سنت کی نیت سے اپنے اور اپنے بال بچوں پر خرچ کرنا بھی اسی میں داخل ہے۔

(مرأت)

شرح مسلم میں ہے کہ علامہ قرطبی مالکی فرماتے ہیں کہ حسد کی دو قسمیں ہیں۔

مذموم اور محمود۔ مذموم یہ ہے کہ تم یہ تمنا کرو کہ تمہارے مسلمان بھائی پر جو اللہ کی نعمت ہے وہ زائل ہو جائے اور حسد محمود (بمعنی رشک) کی حقیقت یہ ہے کہ تم یہ تمنا کرو کہ جو خیر اور نعمت تمہارے بھائی کو حاصل ہے وہ نعمت اس کے پاس بھی رہے اور تم کو بھی حاصل ہو جائے اس کو منافسۃ بھی کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَفِیْ ذٰلِکَ فَلْیَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ

(اور رغبت کرنے والوں کو اسی (نیک جنتی لوگوں) میں رغبت کرنی چاہئے)

(شرح مسلم)

☆ حدیث نمبر ۱۲۱

عَنْ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَالَ حِيْنَ يُصْبِحُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ فَقَرَأَ ثَلٰثَ اٰيَاتٍ مِنْ اٰخِرِ سُوْرَةِ الْحَشْرِ وَكَّلَ اللّٰهُ بِهٖ سَبْعِيْنَ اَلْفَ مَلَكٍ يُصَلُّوْنَ عَلَيْهِ حَتّٰى يُمْسِيَ وَاِنْ مَاتَ فِيْ ذٰلِكَ الْيَوْمِ مَاتَ شَهِيْدًا وَمَنْ قَالَهَا حِيْنَ يُمْسِيْ كَانَ بِتِلْكَ الْمَنْزِلَةِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ -

(مشکوٰۃ کتاب فضائل القراٰن)

☆ ترجمہ

حضرت معقل ابن یسارؓ ، وہ نبی کریم ﷺ سے راوی ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا جو صبح کے وقت تین بار یہ کہہ لے کہ میں سننے والے ، جاننے والے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں شیطان مردود سے - پھر سورۃ حشر کی آخری تین آیات پڑھے تو اللہ تعالٰی اس پر ستر (70) ہزار فرشتے مقرر فرمائے گا جو شام تک اُسے دعائیں دیں گے اور اگر یہ اُس دن مر جائے تو شہید مرے گا اور جو یہ چیزیں شام کے وقت پڑھ

لے تو اسی درجہ میں ہوگا۔

(ترمذی، دارمی اور ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب ہے)

☆تشریح

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ یعنی میری بات سننے والے میرا دردِ دل جاننے والے رب کی پناہ مانگتا ہوں۔ خیال رہے کہ اَعُوْذُ جملہ خبریہ ہے۔ بمعنی انشاء یعنی اے اللہ مجھے اپنی پناہ میں لے لے۔ تاکہ دن بھر وہ مردود مجھے بہکا نہ سکے، عبادتوں میں دھیان ہٹا نہ سکے۔ چونکہ سویرا زندگی کی دکان کھلنے کا وقت ہے اس لئے خصوصیت سے اسی وقت یہ دعا پڑھوائی گئی۔

هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ سے آخر سورۃ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ تک یہ آیات خالص حمد کی ہیں۔

یہاں فرشتوں کی دعا سے ان کی خصوصی دعائیں مراد ہیں ورنہ فرشتے عمومی دعائے مغفرت تو ہر مسلمان کے لئے کرتے رہتے ہیں۔ اور شہید سے مراد شہادت حکمی ہے کہ بندہ اگرچہ اپنے بستر پر مرے مگر قیامت میں اس کا شمار ان شہداء میں ہو جو راہِ خدا میں مارے گئے۔

لغت میں صباح آدھی رات سے زوال تک کو کہتے ہیں اور مساء زوال سے اول نصف رات تک کو مگر اوراد، وظائف میں صبح صادق سے سورج نکلنے سے کچھ بعد تک ہے اور شام اس کے مقابل یعنی سورج چھپنے سے کچھ رات گئے یعنی وقتِ عشاء آنے سے پہلے تک۔

(مرقات)

☆☆☆☆☆

تمام شد

تمام شد فصل الخطاب حصہ ثانی

بِتَوْفِیْقِ اللّٰہِ وَاِحْسَانِہٖ

حصہ ثالث کا کام شروع ہے انشاء اللہ جلد ہی
آپکی خدمت میں پیش کیا جائے گا۔

خوشا مسجد و منبر و خانقاہے
کہ در وے بود قیل و قال محمد

دارالعلوم جامعہ مقبولیہ مطلوبیہ نقشبندیہ للہ شریف

زیر سرپرستی صاحبزادہ الحاج پیر محمد مطلوب الرسول للہی

سجادہ نشین آستانہ عالیہ للہ شریف

ادارہ ہذا ایک سو اکسٹھ (161) سال سے تشنگان علم و ادب کو سیراب کر رہا ہے۔ شعبہ حفظ و ناظرہ میں درس و تدریس کی ساتھ ساتھ فقہ، حدیث وغیرہ اور میٹرک تک مقامی، غیر مقامی طلباء کو مفت تعلیم دی جاتی ہے۔ قیام و طعام اور لباس ادارہ کے ذمہ ہے۔ غریب طلباء کو وظائف بھی دیئے جاتے ہیں۔ اس وقت دو سو طلباء نور قرآن سے اپنے قلوب منور کر رہے ہیں۔ یہ سب کچھ حکومتی تعاون کے بغیر ہو رہا ہے۔ تاہم مخیّر حضرات کا تعاون قابل صد تحسین ہے۔ دارالعلوم میں آٹھ اساتذہ متعین ہیں مزید برآں ادارہ میں سال بھر میں مذہبی تقریبات کا انعقاد بھی کیا جاتا ہے۔ جو ذیل ہیں:۔

☆ ۱۲ ربیع الاول میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم جلسہ و جلوس

☆ عرس اعلیٰ حضرت حافظ غلام نبی رحمۃ اللہ علیہ

☆ ۲۷ رجب المرجب شب معراج صلی اللہ علیہ وسلم

☆ ۷ رمضان المبارک عرس حضرت ثالث عبدالرسول رحمۃ اللہ علیہ

☆ ۱۸ ذوالحجہ عرس ثانی حضرت دوست محمد رحمۃ اللہ علیہ

منجانب: ادارہ دارالعلوم جامعہ مقبولیہ مطلوبیہ نقشبندیہ للہ شریف (ضلع جہلم)

خوشا مسجد و منبر و خانقاہے
کہ در وے بود قیل و قال محمدؐ

دارالعلوم جامعہ مقبولیہ مطلوبیہ نقشبندیہ للہ شریف

زیر سرپرستی صاحبزادہ الحاج پیر محمد مطلوب الرسول للہی

سجادہ نشین آستانہ عالیہ للہ شریف

ادارہ ہذا ایک سو اکسٹھ (161) سال سے تشنگانِ علم وادب کو سیراب کر رہا ہے۔

شعبہ حفظ و ناظرہ میں درس و تدریس کے ساتھ ساتھ فقہ و حدیث وغیرہ اور میٹرک تک مقامی و غیر مقامی طلباء کو مفت تعلیم دی جاتی ہے۔ قیام و طعام اور لباس ادارہ کے ذمہ ہے۔ غریب طلباء کو وظائف بھی دیے جاتے ہیں۔ اس وقت دو سو طلباء نور قرآن سے اپنے قلوب منور کر رہے ہیں۔ یہ سب کچھ حکومتی تعاون کے بغیر ہو رہا ہے۔ تاہم مخیر حضرات کا تعاون قابلِ صد تحسین ہے۔ دارالعلوم میں آٹھ اساتذہ متعین ہیں مزید برآں ادارہ میں سال بھر میں مذہبی تقریبات کا انعقاد بھی کیا جاتا ہے۔ جو ذیل ہیں :۔

- ☆ ۱۲ ربیع الاول میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ، جلسہ و جلوس
- ☆ عرس اعلیٰ حضرت حافظ غلام نبی رحمۃ اللہ علیہ
- ☆ ۲۶ رجب المرجب شب معراج صلی اللہ علیہ وسلم
- ☆ ۷ رمضان المبارک عرس حضرت ثالث عبدالرسول رحمۃ اللہ علیہ
- ☆ ۱۸ ذوالحجہ عرس ثانی حضرت دوست محمد رحمۃ اللہ علیہ

منجانب :۔ ادارہ دارالعلوم جامعہ مقبولیہ مطلوبیہ نقشبندیہ للہ شریف (ضلع جہلم)